ترجمان السنۃ

عربی - اُردو

جلد چہارم

دورِ حاضر کی ضرورت کے مطابق جدید عنوانات اور تسہیل مباحث کے ہمراہ

احادیثِ نبویہ کا جامع و مستند عظیم الشان ذخیرہ

تالیف

زبدۃ المحدثین حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرہٗ

استاذ الحدیث دار العلوم دیوبند و شیخ الحدیث ندوۃ المصنفین دہلی

ادارہ اسلامیات

پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

فہرست مضامین ترجمان السنۃ جلد چہارم

الکرامات

فہرست مضامین ترجمان السنہ جلد ختم

وہ معجزات جو ترجمان السنۃ کی جلدوں میں پہلے گذر چکے ہیں

نمبر شمار	معجزات	اسماء کتب	ترجمان السنۃ
۱	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یقین کی کیفیت کا ان واحد میں بدل جانا۔	بخاری شریف	[illegible]
۲	حضرت علیؓ و عباسؓ کے متعلق ان کی آمد سے پہلے اطلاع دے دینا	ترمذی شریف	[illegible]
۳	آپ کی برکت سے بارش	بخاری شریف	[illegible]
۴	آپ کی مسجد شریف کا مساجد انبیاء علیہم السلام میں آخری مسجد ہونا	مسلم شریف	[illegible]
۵	بے سروسامانی کے باوجود ایک ماہ کی مسافت سے دشمن پر آپ کا رعب پڑنا۔	بخاری شریف، مسلم شریف	[illegible]
۶	کسی جانور کا آپ کی نبوت کی شہادت دینا	خصائص کبریٰ	[illegible]
۷	زید بن خارجہ کا بعد وفات آپ کی نبوت کی شہادت دینا۔	″	[illegible]
۸	حضرت علیؓ کا شفایاب ہونا۔	کنز العمال	[illegible]
۹	حضرت عمرؓ کے حق میں محدثیت کی بشارت دینا۔	متفق علیہ	[illegible]
۱۰	تیس مدعیان نبوت کی پیشگوئی فرمانا	مسلم شریف	[illegible]
۱۱	مسیلمہ، عنسی اور صنعا کی پیشگوئی فرمانا	فتح الباری	[illegible]
۱۲	آپ کا پشت کی جانب سے دیکھنا	بخاری شریف	[illegible]
۱۳	ایک بار صحابہؓ کے ہر قسم کے سوال کا جواب دینے کا اعلان فرمانا [illegible] جنت کو دیکھنا۔	″	[illegible]
	جلد (۲)		
۱۴	بقرہ کا عبرت آموز کلام کرنا۔	متفق علیہ	[illegible]
۱۵	ایک سفر میں کھانے کی برکت	مسلم شریف	[illegible]
۱۶	دست مبارک کی ایک ضرب سے عالم آخرت کا سامنے آجانا	″	[illegible]
۱۷	غزوۂ تبوک میں پیمانۂ زاد پر برکت	مستدرک وغیرہ	[illegible]

نمبر	مضمون	حوالہ	صفحہ
۴۱	بنی اسرائیل میں جن تین شخصوں کا امتحان ہوا تھا ان کی مفصل سرگزشت کی اطلاع دینا	متفق علیہ	[illegible]
	حصہ (۳)		
۴۲	اسیر بن خلف کا مقتول ہونا۔	بخاری شریف	[illegible]
۴۳	بحیرا راہب کا قصہ	ترمذی شریف ج ۲	[illegible]
۴۴	حضرت سلمانؓ کے تھیلی ہونے سے چالیس وقیہ بدل کتابت کا ادا کر دینا	دلائل النبوۃ ج ۱	[illegible]
۴۵	اہل کتاب کے سوالات اور ان کے جوابات دینا	ابوداؤد طیالسی	[illegible]
۴۶	〃 〃 〃 〃	مسلم شریف	[illegible]
۴۷	〃 〃 〃 〃	الجواب الصحیح	[illegible]
۴۸	اصحاب کہف کے قصہ کی مفصل اطلاع دینا	〃	[illegible]
۴۹	رکانہ پہلوان کو زیر کر دینا۔	خصائص کبریٰ	[illegible]
۵۰	بکری کے دست کا آپ کو زہر آلود ہونے کی اطلاع دینا	بخاری شریف	[illegible]
۵۱	آپ کا خبر دینا کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔	ابوداؤد شریف	[illegible]
۵۲	حضرت ام سلمہؓ کا بیان کہ آپ کی وفات کے دن میں نے آپ کے سینہ پر ہاتھ رکھا پھر کھاتی پیتی رہی مگر مشک کی خوشبو میرے ہاتھوں سے نہ گئی۔	خصائص کبریٰ	[illegible]
۵۳	آپ کو غسل دینے کے وقت صحابہ پر غنودگی طاری ہو جانا	ابن ماجہ	〃
۵۴	فرشتوں کا آپ کے اہل بیت کی تعزیت کرنا۔	مستدرک	[illegible]
۵۵	بعثت سے قبل ایک پتھر کا آپ کو سلام کرنا۔	مسلم شریف	[illegible]
۵۶	نزول وحی کے وقت صحابہ کا آپ کی طرف نظر نہ اٹھا سکنا۔	〃	[illegible]
۵۷	اہل کتاب کے سوال کا جواب دینا۔	بخاری شریف	[illegible]
۵۸	آپ کے جسم مبارک میں وفات کے بعد کوئی تغیر نہ ہونا۔	ابوداؤد شریف	[illegible]
۵۹	آپ کی قبر مبارک سے اذان کی آواز آنا	خصائص کبریٰ	[illegible]
۶۰	زمین کا آپ کے فضلہ کو نگل جانا۔	افراد دارقطنی	[illegible]
۶۱	آپ کے پسینہ کا معطر ہونا	متفق علیہ	[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ترجمان السنۃ" کی تیسری جلد اب سے گیارہ، بارہ سال قبل معاونین کی خدمت میں پیش کی گئی تھی، تشنہ طویل وقفے اور شدید انتظار کے بعد چوتھی جلد بھی آگئی۔

اس کا افسوس قدرتی طور پر ہونا ہی چاہئے کہ حضرت مؤلف مرحوم اس وقت ہمارے درمیان نہیں ہیں واقعہ یہ ہے کہ مرحوم نے تیسری جلد کا بھی بڑا حصہ علالت اور ضعف و نقاہت ہی کی حالت میں مکمل کیا تھا اور چوتھی جلد کی تالیف و ترتیب کے وقت تو ان میں کچھ باقی ہی نہیں رہا تھا صرف روحانی طاقت تھی جس کے سہارے بڑے بڑے کام کرتے رہے

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ ۱۹۶۵ء میں "رابطہ عالم اسلامی" مکہ معظمہ کے اجتماع کی برکت سے دو سال کی جدائی کے بعد مرحوم کی خدمت میں حاضری کا موقع مل گیا، دیکھا تو ہڈیوں کے ایک مشت کا ڈھانچہ اور نورانی پر رونق چہرے کی تازگی کے علاوہ ان میں کچھ نہیں تھا چند قدموں کے فاصلے سے مجھ پر نظر پڑی تو آنکھیں بھر آئیں اور لپٹ لپٹ کر ایسے جذب و شوق سے معانقہ فرمایا کہ معلوم ہوتا تھا میرا جسم نور سے بھر گیا ہے اور رگ رگ میں محبت و خلوص کی بجلی دوڑ گئی ہے۔

مولانا کو مجھ سے دو طرفہ تعلق تھا، ایک تو چالیس برس کی رفاقت دیرینہ اور تعلق مودت دوسرے حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے رشتہ بیعت و ارادت، اس رشتے کی لطافتوں، نزاکتوں اور پاسداریوں کو روحانی طبقے کے اصحاب ذوق ہی پوری طرح سمجھ سکتے ہیں۔

تعلقات کی اس دوگونہ نوعیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوستی و ہمسائگی کی بے تکلفی کے ساتھ مرحوم بیحد محبت و احترام کرتے تھے جس کی وجہ سے کبھی کبھی شرمندگی بھی ہوتی تھی۔

رفیق سفر محترم نور الدین احمد صاحب بیرسٹر کو واپسی کی زیادہ عجلت تھی اور مجھے ان سے علیحدہ ہونا گوارا نہیں تھا، اس لئے مدینہ منورہ کی مدت قیام نہایت مختصر ہو گئی تھی پھر بھی میری یہ کوشش رہی کہ حرم نبوی کی حاضری کے اوقات کو چھوڑ کر مولانا کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزرے۔ ادھر مولانا کی بھی یہ کیفیت تھی کہ انتظار ہی فرماتے رہتے تھے، مکمل معذوری کے باوجود صحبت بھی نہایت بے تکلف اور پرخلوص تھی کہ ہمارے

بیرسٹر صاحب اب تک اس کو یاد کرتے ہیں، دعوت کے علاوہ بہت سے تحفے بھی مرحمت فرمائے، مرحوم کے ایک
ایک انداز سے یہ بات پوری طرح محسوس ہو رہی تھی کہ اس ملاقات کو آخری ملاقات خیال کر رہے ہیں۔

مدینہ شریف ہی کے قیام کے دنوں میں ایک روز مخلص محترم حافظ فریدالدین احمد صاحب نے کہا کہ
حضرت مولانا نے ترجمان السنۃ جلد چہارم کا مسودہ کافی دن ہوئے مجھے اشاعت کے لئے دے دیا تھا اور کتاب
جلد طبع ہونے والی ہے، توقع کے خلاف یہ اطلاع پاکر تھوڑی پریشانی ہوئی اور ذہنی اذیت بھی، وہ یوں کہ سوچتا ہی
ندوۃ المصنفین کی اتنی اہم اور مشہور کتاب کا مسودہ مولانا نے کس بنا پر ان کو دیا اور ایسا کیوں ہوا۔

مولانا کی علالت کی نوعیت ایسی تھی کہ اس مرحلے پر اس سلسلے میں ان سے بات کرنا کسی طرح بھی مناسب
نہیں تھا، اضمحلال ہر لحظہ بڑھ رہا تھا اور علائق دنیوی سے لاتعلق ہو کر عالم بالا سے رشتہ جوڑ چکے تھے چنانچہ شدید
خلش کے باوجود مولانا سے اس معاملے کا ذکر نہیں کیا۔

حافظ فریدالدین احمد صاحب اس گفتگو میں یہ بھی کہہ چکے تھے کہ کتابت کے پرچے آپ کے پاس بھیجے
جائیں گے، یہ وعدہ یا تو ان کو یاد نہیں رہا یا کسی دشواری کی وجہ سے اس کا ایفا نہ کر سکے۔

بہرحال ۱۳۹۶ھ کے کسی حصے میں ہمارے پاس کراچی کے کسی تاجر کتب کے ذریعہ طبع شدہ کتاب کا نسخہ
پہنچا جس کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ کتاب کا معیار کتابت و طباعت ندوۃ المصنفین کے روایتی معیار کے مطابق
نہیں ہے، لیکن وقت کی کمی اور مزید تاخیر کے اندیشے سے اس کا بھی موقع نہیں تھا کہ اطمینان سے از سر نو
کتابت کرائی جا سکتی، بنا بریں یہی فیصلہ کیا گیا کہ ضروری اصلاح و ٹچنگ کے بعد اسی کتابت کے نیگیٹو تیار کرائے
جائیں، آخر میں ضروری حدیثوں کا اضافہ کر دیا جائے۔ اور پچھلی جلدوں کی جن حدیثوں کا اس جلد میں صرف
حوالہ ہے ان کو بھی مع ترجمے کے اس میں درج کر دیا جائے، اس تصرف سے اصل کتاب کی ضخامت میں
کم و بیش ایک سو صفحوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔

اس مرحلے پر ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے جیسے ہی یہ جلد شائع ہوئی عام روایات کے مطابق اس پر تبصرے
کئے گئے، کثرت سے سراہا گیا اور کچھ مخالفانہ بھی، جن حضرات نے مخالفانہ اظہار رائے کیا ان میں قابل ذکر طبقہ ان کا
ہے جو معجزات کے باب میں پہلے ہی سے ایک مخصوص نظری رائے رکھتے ہیں، اس لئے قدرتی طور پر ان
کے لئے معجزات نبوی سے متعلق بہت سی احادیث پر جرح ضروری ہو گئی، اسی کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ احادیث
کے تسلسل اور صحت و ثقاہت کے اعتماد سے مؤلف مرحوم کو مسودے پر نظر ثانی کرنے کا موقع نہیں ملا
تھا، بہت سے مباحث جن کا وہ اضافہ کرنا چاہتے تھے نہیں کر سکے کئی مباحث تشنہ رہ گئے، یقین کیا جا سکتا
کہ نظر ثانی کے بعد ان بحثوں کو درست کیا ہوتا، بہ الفاظ دیگر مرحوم نے ان تمام باتوں کا کھلے دل سے

اعتراف بھی کیا ہے۔ اس کے باوجود خیال یہ تھا کہ اس طرح کے تبصروں اور مضامین کو سامنے رکھ کر دیباچہ میں ان پر ایک سرسری نظر ڈال دی جائے، مگر وقت کی تنگی اور غیر معمولی حالات کی وجہ سے یہ کام نہ ہو سکا، توقع ہے کہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تلافی ہو سکے گی۔ ان شاء اللہ۔

آخر میں یہ ظاہر کر دینا بھی مناسب ہے کہ غیر متوقع موانع پیش نہ آئے تو جلد ہی باقی جلدوں کے لئے قارئین کو زیادہ طویل انتظار کی زحمت نہیں ہوگی اور حسب اہتمام تمام مسودات کی تکمیل ادارے کے دوسرے رفقاء سے کرائی جائے گی، اگرچہ مولانا مرحوم کی یاد کتاب کی تکمیل کے ہر مرحلہ پر تازہ رہے گی اور سچ تو یہ ہے ان کی یاد تو یوں بھی کچھ کم تازہ نہیں ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

عتیق الرحمٰن عثمانی

[illegible] ذیقعدہ [illegible] ہجری

مطابق [illegible] فروری [illegible]ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرضِ حال

قطب عالم حضرت مولانا سید محمد پادشاہ بخاری صاحب قدس سرہٗ کے بارے میں لکھنا انہیں کو زیب دیتا ہے جو مولانا کے مرتبہ سے روشناس ہوں۔ یہ بیچارہ تصوف کی حقیقت سے ناواقف، ولایت کی کیفیت سے ناآشنا، آداب مریدین کی معلومات سے کورا، نکات و معارف مشائخ سے ناآگاہ نہیں لیکن قلب کا داعیہ مجبور کرتا ہے کہ کچھ گذارش کروں لہٰذا یہ چند سطور حاضر ہیں۔

مثل مشہور ہے کہ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ مولانا کی ذات گرامی سے اور ان کی صفات عالیہ سے علمی طبقہ اچھی طرح واقف ہے کہ وہ اس دور میں کس پایہ کے عالم اور شیخ تھے۔ آپ جس صدی کا زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ انگریزوں کی غلامی کا پورا اثر ہمارے معاشرے پر محیط ہو گیا تھا جس میں معصیت اور بدعتی کی گھنگھور گھٹا تھی، منکرات جن کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لگائے ہوئے باغ کو ویران کر رہی تھیں۔ جسے دیکھو انگریزی تعلیم اور انگریزی معاشرت کا دلدادہ، سیدھے سادے مسلمان تو درکنار اچھے خاصے دیندار طبقے بھی اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم دلانا ہی راہ نجات سمجھتے تھے الا ماشاء اللہ۔ اس زمانے میں ایک سید روح کا اپنے آپ انگریزی تعلیم سے بقدر ضرورت استفادہ کے بعد دینی تعلیم میں منہمک ہو جانا یقیناً اس بات کا شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے سے کوئی مخصوص کام لینا چاہا ہے۔

چنانچہ مولانا قدس سرہٗ کی مختصر سوانح حیات سے جس کو صاحبزادہ حاجی حافظ مولوی آفتاب احمد صاحب نے رقم فرمایا ہے، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مولانا قدس سرہٗ نے صحت، علالت، سفر، حضر اور تمام حالات میں کس کس طرح دین کی خدمت کی ہے۔ محض قال کسی کو متاثر کر سکتا ہے اور نہ کر سکتا ہے۔ زندگی ہمیشہ زندگی سے بنتی ہے چراغ سے چراغ جلتا ہے زبانی پھونک سے تو چراغ گل ہوتا ہے۔ حالت یہ پہنچ چکی ہے کہ جو لوگ اسلام کے قائل بھی ہیں وہ اس حد تک کہ اسلام کو صرف نماز روزہ حج و زکوٰۃ کی حد تک تسلیم کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ظاہری اور باطنی حالات کی درستگی سے بالکل ناقدرے ہیں۔ تجارت و سیاست معاشرت کے دوسرے سب ہی مسائل کھانا پینا، تجارت، ملازمت، صنعت، حرفت، مطالبات نفس، معاملات کی صفائی، تقسیم، اخلاق کی تنظیم، الغرض

حالات کی تعلیم غرضیکہ دین مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح خدمت جب ہی ممکن ہے کہ انسان جو کچھ کہے اسے عملاً کر کے دکھائے۔ بد قسمتی سے عوام تو عوام علما بھی الا ماشاء اللہ تہذیب نفس کے اس راز کو نہیں سمجھتے۔ اس تاریک زمانے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق علمائے امت میں ایک ایسے عالم باعمل کی ضرورت تھی جو من کل الوجوہ قابل اعتماد صحیح اور سنت نبوی کے زیور سے آراستہ، اتباع شریعت کا مظہر، مخلوق کے لئے نمونہ اور حجت ہے اور طریقت کی دشوار گذار گھاٹیوں کا راہبر۔

مولانا قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات انہی خوبیوں کی حامل تھی۔ حرص و ہوس، غیظ و غضب، حسد و بغض، بخل و حب مال، رعونت، تکبر و نخوت، خود پسندی، سختی و درشتی پاس بھی نہ گذرتی تھی۔ عبادات کے علاوہ عادات اور امور مباح مثلاً حرکات و سکنات تک میں سنت مصطفویہ کے اتباع کی فکر رہتی تھی۔ صبر و شکر، اخلاص و صدق، توکل و محبت الٰہی اور رضا بر قضا پر اس درجہ عامل تھے کہ شاید و باید۔ صوری وجاہت، معنوی ہیبت، کریمانہ اخلاق، حکیمانہ اشفاق، مادرانہ ترحم، پدرانہ شفقت، لطافت طبع، نظافت و طہارت نفس، حسبی شرافت، نسبی نجابت، خاشع و خاضع، مہمان نواز، متواضع غرضیکہ تمام اوصاف میں یگانۂ روزگار تھے۔

بیسویں صدی کا یہ مجدد شہباز طریقت جو پیدا ہوا تھا بڑی نفاست سے [illegible] کراچی کو سوگوار بنا کر مرکز شمس العلوم میں اپنے ساتھ خلافت میں پناہ گزیں ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میری خوش قسمتی ہے کہ حضرت قدس سرہ نے اس کتاب کو چھاپنے اور اس کی اشاعت کے لئے میری درخواست قبول فرما کر مجھے ہی اس کی اجازت مرحمت فرمائی اور کتابت کے مصارف کا بیشتر حصہ خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ عبد السلام صاحب مرحوم جناب حسن خاں حبیب بھائی وجیہ الدین صاحب میرے بڑے بھائی مرحوم صاحبزادہ حاجی حافظ جمیل الدین صاحب کی قائم کی ہوئی دینی وجیہ اللغات پرنٹنگ پریس کی وجہ سے اس کتاب کی طباعت میں کوئی دشواری بھی پیش نظر نہیں ہے۔ میں اپنے حضرت کو بھی اس کتاب نایاب کی اشاعت کی اجازت دے رہا ہوں جن کا مقصد اشاعت دین ہو اور صرف طلب منفعت نہ ہو بشرطیکہ کتاب متن چھاپی جائے اور کوئی حصہ اس کا حذف نہ کیا جائے۔ بشمول عرض حال۔

اللہ تعالیٰ اس پاک ذات کے طفیل ہم سیاہ کاروں کی مغفرت فرمائے اور صاحبزادہ مولوی حاجی حافظ سید [illegible] احمد صاحب کو حقیقی معنوں میں مولانا قدس سرہ کا جانشین بنائے۔ آمین ثم آمین۔

ادنیٰ خادم آستانہ فرید الدین احمد الوجیہ

الوجیہ

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت اقدس والد صاحب قدس سرہٗ کی حیاتِ مبارکہ کی
ہلکی سی ایک جھلک

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین
وامام المتقین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۰

ترجمان السنۃ کی جلد چہارم زیور طبع سے آراستہ ہو کر ناظرین کے سامنے اس وقت آرہی ہے جبکہ اس کے مؤلف حضرت اقدس والد صاحب نور اللہ مرقدہ اس دارِ فانی سے رحلت فرما چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس جلد میں انھوں نے معجزات پر ایسی محققانہ و عالمانہ سیر حاصل بحث فرمائی ہے جس کو پڑھ کر ایک مسلم تعلیم یافتہ انسان سمجھ سکے کہ معجزہ کی حقیقت کیا ہے، اور جب اس کا غور سے مطالعہ کیا تو ان شاء اللہ اس کے دل سے تمام شکوک وشبہات اس طرح صاف ہو جائیں گے جیسے آئینہ ہوتا ہے، اسی لئے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو اس جلد کے طبع ہونے کا بے چینی سے انتظار لگا ہوا تھا، اور بہت مسرور تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بہت اہم کام لے لیا، ان کی مسرت کا اندازہ انھیں کے ان اشعار سے فرمائیں ؎

اک جلد معجزات کی لایا ہوں نذر کو — اس کے سوا تو حوصلہ کیا ہے غلام کو
کرلیں اگر قبول تو کیسا شرف ملے — پشتوں کو اس حقیر کی، اور اس غلام کو
ہو جائے یہ نصیب تو ہو جائے رستگار — بخشش کی اک کریم کی اپنے غلام کو

اور جس طرح بستر علالت پر یہ کام حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سرانجام دیا ہے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ورنہ اس قدر اہم موضوع جس میں اتنے دقیق و عمیق مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہو ایسی حالت میں ادا کرنا ممکن نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس سعی کو قبول فرمائے اور اس کا بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے آمین۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات کے متعلق کچھ لکھنا گویا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے، ان کی حیاتِ مبارکہ کا ہر پہلو ایسا نادر و عجائبات پر مشتمل ہے کہ اگر ہر گوشے پر تفصیل سے کلام کیا جائے تو ایک کتاب بن جائے، لیکن اس جگہ نہ اس کا محل ہے نہ گنجائش ہے اس لئے نہایت مختصر و مجمل طریقے سے کچھ حالات سپردِ قلم کر رہا ہوں۔

زندگی کے ابتدائی حالات

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کاتب ازل نے شہر بدایوں کے حصہ میں لکھی تھی اس لئے اس مجسم سعادت وعلم کا ظہور [illegible] مطابق [illegible] بدایوں ہی میں ظہور پذیر ہوا۔

میرے دادا صاحب مرحوم پولیس انسپکٹر تھے وہ اس وقت بدایوں میں تعینات تھے اس جگہ چند سطور ان کی حیاتِ طیبہ کے متعلق لکھنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ دادا صاحب بہت ہی با اخلاق، صادق القول والوعد تھے، ان کی عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا کہ سولہ سال کی عمر سے سفر و حضر میں کبھی تہجد ناغہ نہیں ہوا چشتیہ سلسلہ میں داخل تھے، آخر عمر میں ذکر نفی اثبات اسی ہزار مرتبہ یومیہ کیا کرتے تھے تلاوت کلام و دیگر وظائف کے علاوہ سات حج کئے تھے، بعد میں حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تجدید بیعت کرلی تھی حضرت والد صاحبؒ سے فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا جو پولیس ملازمت کے لحاظ سے محیر العقول معلوم ہوتا ہے اور وفات کے وقت والد صاحبؒ سے فرمایا کہ ہم نے تم لوگوں کے لئے روپیہ نہیں چھوڑا لیکن تمہارے جسم میں حرام کا ایک پیسہ نہیں لگایا ہے تمام عمر کبھی ایک پیسہ رشوت نہیں لیا۔ اسی سے ان کی دیانت وامانت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس کے اعلیٰ درجات میں جگہ دے۔ آمین۔

کرامت بروقت ولادت

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سعادت و مقبولیت کے آثار ولادت سے قبل ہی ظاہر ہونے شروع ہو گئے تھے۔ ولادت کے وقت لیڈی ڈاکٹر انگریز موجود تھی لیکن ولادت میں تاخیر ہو رہی تھی، اس نے بہت سعی کی لیکن ناکام رہی۔ آخر کار اس نے کہا کہ اب تو آپریشن کرنا ہوگا جس میں بچہ کا مرجانا ممکن ہے۔ آخر کار دادا صاحب مرحوم کو اجازت دینی پڑی اور اس نے آپریشن کی تیاری شروع کر دی۔ صرف اتنے وقفہ کے لئے ایک مسلمان سیدانی آ بیٹھی بس کیا تھا فوراً ولادت ہو گئی گویا اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا کہ انگریز کے ہاتھ میں ایسا جسم مبارک جو اتنی صفات کا مالک ہونے والا تھا دے دیا جائے۔ چنانچہ ان کا ایک مسلمان عورت کے ذریعہ اس دنیا میں آنا مقدر ہوا۔

سلسلۂ تعلیم

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے ہی بہت نفیس اور نازک مزاج تھے حسب دستور پہلے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی، پھر انگریزی تعلیم کے لئے اسکول میں داخل ہوئے تقریباً میٹرک تک پڑھا تھا کہ تقدیر نے رخ بدلا اور اللہ تعالیٰ نے دنیوی تعلیم سے نکال کر اپنے اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ جو دین اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا اسی دین کی اشاعت کے لئے اس پاک روح کو منتخب فرمایا چنانچہ اتفاقی طور پر یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت والد صاحب جمعہ کی نماز کے لئے الہ آباد کی ایک مسجد میں تشریف لے گئے، وہاں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

کا ذوق تھا۔ اس کو سن کر ایک گیارہ سالہ بچے نے توفیق ایزدی سے فیصلہ کیا کہ انگریزی تعلیم کو ترک کر دیا جائے۔

علم دین کی طرف رجحان

گھر واپس ہو کر دادا صاحب مرحوم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اب دینی تعلیم حاصل کروں گا دادا صاحب کو یہ خیال ہوا کہ یہ بھی بچوں کی طرح کی بد شوقی ہے چنانچہ انہوں نے کافی حق اور تاکید سے کام لیا پھر صبح کو دریافت فرمایا اب تمہاری کیا رائے ہے۔ جواب یہی تھا کہ عربی پڑھوں گا ہوا ارادہ کیسے تبدیل ہو سکتا تھا جو پختہ عزم کی شکل میں چٹان کی طرح تھا۔ تمام تنبیہوں کے باوجود ٹس سے مس نہ ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر دادا صاحب سمجھ گئے کہ یہ تو واقعی کچھ ہونا ہے چنانچہ انہوں نے فوراً حضرت

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا جس میں یہ حالات لکھ کر مشورہ

طلب فرمایا۔ مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپ اس سعادت عظمیٰ کے حصول میں کیوں

مانع ہوتے ہیں آپ کو تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور خوشی و مسرت کے ساتھ اس کی اجازت دینی چاہئے چنانچہ یہ سعادت و علم گیارہ سال کی عمر میں اپنے شفیق والدین سے جدا ہو کر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور پہنچ گیا اور حضرت مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیر تربیت و شفقت انہی کی مسجد کے حجرے میں قیام پذیر ہوئے اور تعلیم کی تکمیل فرمائی جس میں آٹھ سال صرف ہوئے علاوہ تین سال کا عرصہ اردو فارسی۔ عربی تعلیم حاصل کر کے اسی مدرسہ میں مدرس بھی ہو گئے۔ دو سال درس دینے کے بعد قسمت کھینچ کر لے گئی کہ دارالعلوم دیوبند میں امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں پلا اور یہاں کے نور نظر بنے رہے۔

درس و تدریس

دارالعلوم جیسے عظیم مرکز میں مدرسی کے عہدے پر فائز کئے گئے وہاں سے حضرت شاہ صاحب کے ہمراہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل جانا ہوا جس کی ابتدا انہی مبارک ہاتھوں سے ہوئی اور آج تک اس جامعہ سے سینکڑوں علماء فارغ ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ الحمد للہ ابھی تک جاری ہے حضرت والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تمام بخاری سبقاً سبقاً حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے طالب علمی کی حیثیت میں پڑھ کر پوری کی

احترام استاد

حالانکہ اس وقت خود دورہ کے مدرس تھے۔ لیکن کمال ادب دیکھئے کہ باوجود حضرت شاہ صاحب کے ہمراہ ایک ساتھ نہیں بیٹھے۔ حضرت شاہ صاحب کی وفات کے بعد بھی اس جگہ بیٹھ کر درس نہیں دیا بلکہ ہمیشہ اس جگہ سے ہٹ کر بیٹھا کرتے تھے اور عجیب اتفاق تھا کہ دونوں کا قیام بھی اس طرح کہ دونوں کے گھر ساتھ ساتھ تھے یعنی کہ درمیان میں دیوار ہی تھی لیکن کمال ادب و احترام کہ اتنی کی طویل مدت میں ایک مرتبہ بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چھینک تک کی آواز نہیں سنی اور اپنے اس محبوب و فاضل تلمیذ کو اپنی سند اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر عنایت

فرمائی جو فل اسکیپ سائز کے ایک صفحہ پر ہے جو کچھ اس میں تحریر فرمایا ہے وہ ایک محدث کے لئے بجا طور پر قابل فخر
ہے میرے علم میں ایسی سند حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی تلمیذ کو عنایت نہیں فرمائی۔

تصنیف و تالیف اسی دوران میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابن ہمام کی کتاب "زاد الفقیر"
پر حاشیہ تحریر فرمایا جس کا نام "مستزاد الحقیر" ہے اور اب اس نام کی خوبی سے ہی اس حاشیہ کی نفاست کا اندازہ
فرمائیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد فیض الباری کی تالیف کے لئے قسمت نے والد صاحبؒ کا انتخاب فرمایا اور یہ خدمت
انہیں کے سپرد کی گئی چنانچہ والد صاحبؒ نے اپنے ضعف کا عذر بھی کیا اس اہم کام کو مجلس علمی ڈابھیل کی طرف سے آپ کو تمام برادری علمی حلقے کے
سامنے ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دقیق ترین مضامین اور علمی تقاریر کو اس سلاست اور
جامعیت کے ساتھ پیش کیا کہ اب ایک مطالعہ کرنے والا محسوس کرتا ہے کہ وہ دقیق اور مشکل مضامین کو لئے تھے ان
دو ہزار صفحات کی کتاب کو ہزاروں صفحات کے مطالعہ کے بعد صرف دو سال میں مرتب فرمایا۔ درس کے ساتھ
ایسی حالت میں جبکہ ایک شدید مرض میں مبتلا تھے یعنی دق کے انجکشن لگ رہے تھے اور رات کو کھانسی
اس قدر اٹھتی تھی کہ نصف نصف شب بیٹھ کر گذرتی تھی۔ اس حالت میں باوجود گھنٹوں یہ کام کرتے تھے۔
اس محنت شاقہ کے بعد علم کا یہ سمندر کوزہ میں بند کیا جو انمول موتیوں سے بھرا ہوا ہے اور اب اس بحر
سے ہر صاحب ذوق اپنے ذوق کے موافق موتی چن چن کر فائدہ اٹھا چکا ہے اور اٹھا رہا ہے۔

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں سترہ سال حدیث کا درس دیا پھر وہاں سے تشریف لے آئے اور مشیت ایزدی
کے تحت اور وہ اس لئے کہ ایک دوسرے مقام پر علم کا دریا بہانا منظور تھا چنانچہ حضرت قصبہ بہاولنگر تشریف لے گئے
یہاں ایک مدرسہ تھا جو صرف دو کمروں اور دو درختوں سے عبارت تھا گویا اس علمی درسگاہ کی تاسیس بھی آپ
ہی کے متبرک ہاتھوں سے ہوئی اور اب وہاں ایک بڑا شاندار مدرسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بہاولنگر
کے شہر کو علم کی دولت سے نوازا اور یہ سب کچھ صرف ایک سال کے قیام کا نتیجہ تھا

ترجمان السنۃ کی تالیف بہاولنگر سے دہلی تشریف لائے اور ندوۃ المصنفین جس کو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ
علیہ کے قدیم رفقاء مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ و مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی نے قائم
فرمایا تھا اسی کی ایک کڑی بن گئے اور ترجمان السنۃ کی تالیف کا کام شروع کر دیا۔

یہ کتاب اس قدر نفائس و لطائف سے معمور ہے کہ کیا تحریر کیا جائے۔ اس کے عنوانات ہی دیکھ کر انسانی
عقل حیران ہو جاتی ہے یہ کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہو سکتا ہے ورنہ یہ کام انسان کا نہیں۔ اس کام کے
لئے کس قدر فہم و ذکاوت اور کیسا حافظہ اور کتنا احادیث پر عبور درکار ہے اس کا اندازہ صرف عالم مشتغل
ہی لگا سکتا ہے۔ عنوان ہی لگانا مشکل کام ہے اور پھر اس کے لئے حدیث تلاش کر کے لگانا کتنا مشکل ہے۔

پاکستان میں تشریف آوری

کتاب کی پہلی جلد تو قیام دہلی ہی کے زمانے میں مکمل ہو گئی لیکن جب دوسری جلد کا وقت آیا تو ملک تقسیم ہو گیا اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لے آئے اب یہاں [illegible] تھی نہ علمی مجالس کا کوئی ذریعہ لیکن حضرت والد صاحب نے محنت شاقہ برداشت فرما کر اس اہم علمی کام کو جاری رکھا۔

پاکستان میں دینی مدرسہ کا قیام

یہ سلسلہ جاری تھا کہ قدرت کو ایک اہم دینی کام کی سپردگی منظور ہوئی اور وہ یہ کہ پاکستان جیسی بڑی حکومت میں کوئی بڑی دینی علمی درسگاہ نہیں تھی۔ ایسی درسگاہ کا قیام کس قدر ضروری تھا اس کا احساس ان کو بہت تھا۔ چنانچہ دیگر رفقاء کی معاونت سے یہ درسگاہ قائم ہوئی جو اب جامعہ اسلامیہ کہلاتا ہے۔ تقدیر نے اس علمی مرکز کے لئے ٹنڈو الہ یار کی سرزمین کو پسند فرمایا جس کی تمام تر ابتدائی ذمہ داریاں حضرت والد صاحب ہی پر تھیں، مثلاً چیدہ چیدہ علماء کا جمع کرنا، قواعد کی تدوین، تمام نظم و نسق چلانا یہ سب کچھ انھیں کے سپرد تھا اور انھوں نے یہ سب کچھ جس حسن و خوبی سے انجام دیا اس کا تحریر میں لانا دشوار ہے۔ الحمد للہ یہ دینی مرکز دینی خدمت بہت اچھی طرح انجام دے رہا ہے۔

مدینہ منورہ کو ہجرت

پھر قدرت نے اپنے اس محبوب بندہ کو اس سرزمین سے نکال کر اس سرزمین مقدس پر پہنچا دیا جس کو اپنے محبوب ترین رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پسند فرمایا تھا۔ یہاں کس طرح تشریف لائے اور کیسے کیسے عجائبات اور واقعات یہاں کے قیام میں پیش آئے، ان کو لکھنے کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے اس لئے ان کو ترک کرنا ہی مناسب ہے۔ غرض یہاں بھی ترجمان السنۃ کی تالیف کا سلسلہ جاری رہا، وہ ہر طرح کی صعوبتوں کے باوجود صبر و ہمت سے یہ خدمت کرتے رہے۔

ایک مرتبہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ [illegible] میں حج سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ کار کو حادثہ پیش آیا جس میں ان کی انگلی شہید ہو گئی، سر میں بھی زخم آئے اور داہنے ہاتھ میں بہت چوٹ آئی۔ بدن سے خون بہت زیادہ نکل گیا۔ تقریباً چھ گھنٹے جنگل ہی میں پڑے رہے، پھر خدائی امداد آئی اور چند عرب پہنچے۔ انھوں نے کار کے ڈرائیور سے کہا کہ واپس جدہ لے چلو۔ کار کا چورا ہو چکا تھا لیکن انجن بالکل ٹھیک تھا۔ اتفاقاً ہم لوگ جدہ میں موجود تھے۔ فوراً لبنانی ہسپتال میں داخل کیا گیا وہاں بہت عمدہ ڈاکٹر تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے علاج کامیاب رہا اور افاقہ ہوا ہی تھا کہ مدینہ منورہ کی واپسی کا ارادہ فرما لیا چونکہ حضرت والد صاحب کو زخموں کی تکلیف سے کہیں زیادہ اذیت مدینہ منورہ سے جدائی کی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مدینہ منورہ ان کی جان ہے بس دس میں

ہی دن واپس تشریف لے آئے یہاں بھی علاج جاری رہا۔

کرامت حسی و معنوی

لیکن تالیف کی طرف توجہات مصروفیتوں کے باوجود بھی رہیں اور الحمدللہ تیسری جلد شروع ہوگئی۔ "ترجمان السنہ" کے مطالعہ کرنے والے بخوبی واقف ہیں کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی علمی اشتغال کے ساتھ ساتھ تقریباً ۲۰ گھنٹے یومیہ حرم شریف میں رہتے تھے اور وہ بھی اس ادب و احترام کے ساتھ جو اس مقام بلند کے مناسب تھا یعنی حرم شریف میں دو زانو نشست ہوتی تھی، نہ گفتگو فرماتے تھے نیچی نظر کئے ہوئے چلتے تھے اور اپنی پوری توجہ حق تعالیٰ شانہٗ اور اس کے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرکوز رکھتے تھے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت اسی فکر میں رہتے تھے کہ مخلوق خدا کو کس طرح فائدہ پہنچایا جائے۔ چنانچہ اسی فکر میں مسائل حج کے متعلق ایک نہایت مختصر و جامع رسالہ جس کا نام "خلاصہ زبدۃ المناسک" ہے مرتب فرمایا، جو بہت عام فہم ہے۔ وہ تمام ضروری مسائل اس میں موجود ہیں، یہ بھی طبع شدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ اس وقت اس کا انگریزی اور گجراتی ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے اور انگریزی کے تو تین ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ "الحزب الاعظم" کا ترجمہ اسقدر عمدہ فرمایا ہے کہ پڑھنے والے کے قلب پر غیر معمولی اثر کرتا ہے، یہ بھی کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک رسالہ جو دراصل ایک حصہ ترجمان السنہ ہی کا ہے۔ احباب کی طلب پر اس نام سے رسالہ کی صورت میں بھی شائع کرایا ہے، اس میں نزول مسیح کی بحث ایسے دل پذیر انداز میں کی گئی ہے کہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو بلا مبالغہ آج تک ایسا رسالہ طبع نہیں ہوا ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔ اسی سلسلہ کا ایک رسالہ قیام ڈابھیل کے زمانے میں تالیف فرمایا تھا، اس کا نام "آواز حق" ہے۔ یہ بھی طبع ہو چکا ہے۔ یہ رسالہ کتنے عجائبات پر مشتمل ہے کیا لکھا جائے۔ ناظرین خود مطالعہ فرما کر اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس حادثہ کے بعد سے ضعف بہت ہو گیا تھا جس قدر خون نکل گیا تھا اس کی تلافی نہ ہو سکی، اور اب چار سال سے تو بالکل بستر علالت پر تھے، نماز تک لیٹ کر اشارہ سے ادا فرماتے تھے، کھانا بالکل نام کو تھا یعنی روٹی وغیرہ، مصالحہ اور اچار وغیرہ سب بند تھے۔ انجکشن اور طاقت کی ادویہ اور غذا میں اُبلی ہوئی اشیاء استعمال ہوتی تھیں۔ اتنی شدید علالت میں بھی [illegible] دن کو اسی کا خیال لگا رہتا تھا کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس صورت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ان حالات میں بھی جواہر الحکم اور مراسلات فرمائے ہیں کہ جن میں بہت اہم اور بہت [illegible] انداز سے بیان کئے گئے ہیں۔ تیسرا حصہ خاص طور پر موجودہ دور کی مشکلات کا حل ہے۔ اور مکان ... ہے کہ سب

کچھ حدیث ہی سے اخذ کیا گیا ہے یعنی عنوان قائم کیا گیا اور حدیث نکالی گئی کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ آخری رسول ہیں اس لئے وہ تو قیامت تک کی ضروریات اور مشکلات اور ان سے بچنے کی سب صورتیں بیان فرما گئے ہیں۔ یہ صرف ہماری کوتاہ عقلی اور کم فہمی ہے کہ ہم نہ ان کو سمجھتے ہیں نہ اس لئے ہم حیران و سرگرداں ہیں۔ جن حضرات نے اس کا مطالعہ کیا ہے وہ حیران ہیں کہ یہ کام اس وقت بھی ایک عملی کرامت کی حیثیت رکھتا ہے۔ الحمد للہ اس کا ترجمہ گجراتی میں شائع ہو چکا ہے اور اس وقت فرانسیسی میں ہو رہا ہے۔

پھر جب طبیعت بہت زیادہ علیل ہو گئی تو خیال ہوا کہ سب احباب کو ایک خط لکھوا دیں تاکہ بار بار جواب دینا نہ پڑے اور سب مخلصین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو اچھی طرح سمجھ لیں اور ایسی نصائح اس میں تحریر فرما دیں جو ان کی دنیا و آخرت کی بہتری کا باعث ہوں چنانچہ اس ارادہ سے قلم اٹھایا گیا تو معلوم ہوا کہ اس نے تو نصیحت نامہ کی صورت اختیار کر لی۔ الحمد للہ وہ بھی فوراً طبع ہو گیا اور اس کا ترجمہ انگریزی، گجراتی زبانوں میں ہو گیا اور شائع بھی ہو گیا۔

پھر کچھ ایام ایسی محویت کے گزرے کہ ہر وقت اشعار فرمایا کرتے تھے جو عجیب و غریب نصائح پر مشتمل ہوتے تھے اور ایک نعت بھی تحریر فرمائی جو خاصہ کی چیز ہے۔ یہ سب علیحدہ علیحدہ شائع ہو چکے ہیں جن کے نام یہ ہیں شان حضور صلی اللہ علیہ وسلم، قسمت کا ستارہ، فریاد مظہر، عزیزیلہ کے نام درد، متفرقات، مکتوب۔ اس مکتوب کا ترجمہ انگریزی میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ یہ سب کچھ عجیب و غریب نصائح پر مشتمل ہے جس کو پڑھ کر ناظرین حیران ہوتے ہیں کہ اس قدر دقیق اور مشکل مضامین کس سہل انداز میں مختصر طریقے سے بیان فرماتے ہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سب ہی فنون سے دلچسپی لی تھی مثلاً فقہ، تفسیر ادب، منطق، فلسفہ اور علم حدیث میں تو ماشاء اللہ کمال حاصل تھا۔

سلسلۂ بیعت | حضرت رحمۃ اللہ علیہ علم تصوف میں بھی کامل و اکمل تھے۔ اس کے حصول کی ابتدا قدوۃ السالکین حضرت مولانا مفتی اعظم شاہ عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ حضرت مفتی صاحب کے کمالات کا اگر ذکر چھیڑا گیا تو مضمون بہت طویل ہو جائیگا ان کے نام نامی سے ہر شخص واقف ہے اور ان کے کمالات و صفات سے دنیا آشنا ہے۔ الحمد للہ جب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر شروع فرمایا تو شروع ہی سے حالات بہت بلند تھے۔ رکوع و سجود کی تجلیات کا فیضان علیحدہ علیحدہ محسوس فرماتے تھے اس کی صحت کی تصدیق حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمائی۔ اس میدان کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی پوری طرح طے نہیں فرمایا تھا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے داعی اجل کو لبیک کہا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

پھر انہی کے خلیفۂ اعظم حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر تجدید بیعت فرمائی، انھوں نے نہایت شفقت سے اس طرح تربیت فرمائی کہ اولاد سے بھی زیادہ خیال رکھا۔ آپ ان کی محبت و شفقت کا اندازہ اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجہ کا اندازہ بھی ان کے اس فرمان مبارک سے لگا لیں فرمایا کہ اگر خدائے تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے دریافت کریگا کہ کیا لائے ہو تو میں مولانا محمد بدر عالم صاحب کو پیش کر دوں گا۔

مسند رشد و ہدایت پر فائز ہونا

اسی پر بس نہیں بلکہ خلافت خاصہ سے بھی سرفراز فرمایا۔ حضرت قاری صاحب کس درجہ کے بزرگ تھے اس کی تحریر یہاں دشوار ہے وہ ایسے باکمال اور صاحب تصرف تھے کہ میری نظر سے آج تک ایسا بزرگ نہیں گذرا، ان کا ہر عمل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سنت کے کانٹے میں تُلا ہوا ہے، اُن کی مجلس میں بیکار باتوں کی تو گنجائش ہی نہ تھی، ایسے با اخلاق اور مجسم محبت و مروّت تھے کہ انسان ایک مرتبہ ملاقات کرکے فریفتہ ہو جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو درجات عالیہ مرحمت فرمائے

کیا کیا انکھوں صفات کہ پریشان ہو گئی

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرض کا زمانہ جس قدر طویل ہوا اتنا ہی ضعف و نقاہت بھی بڑھتی گئی، اتنے طویل مریض کا مزاج کیسا ہو جاتا ہے یہ تو آپ کو معلوم ہے لیکن یہاں تو بات ہی کچھ اور تھی، ایسے خوش اخلاق تھے کہ تحریر کرنا مشکل ہے اور اللہ و رسول کی محبت و معرفت کا ایسا عالم ہے جیسے کچھ نہ پوچھئے، چہرہ مبارک ایسا منور و بشاش تھا کہ دیکھنے والا یہ اندازہ ہی نہ لگا سکتا تھا کہ یہ شخص مریض ہے ملیے نفیس مزاج مجسم محبت اور ایسے قدردان کہ بیماری و العدو مرحومہ مغفورہ کے وصال کے بعد شادی ہی نہیں کی۔ جن کے وصال کو بیس سال گذر چکے تھے ان میں کیا صفات ہونگی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی برگزیدہ ہستی کے لئے رفیقۂ حیات تجویز فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس مرحمت فرمائے۔ جب ہماری والدہ مرحومہ کا وصال ہوا تھا تو مجھ سے فرمایا تھا کہ میں تمہاری والدہ اور والد دونوں کا کام کروں گا انشاء اللہ اس کو کس طرح پورا فرمایا، اس کا بیان کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایسے درجات بلند فرمائے جو ہمارے خیال و فہم سے بھی بالاتر ہوں ۔

آخری عمر کے معمولات

آخر میں قرآن کریم کا ترجمہ سماعت فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ خیال تھا کہ تفسیر کا مطالعہ کروں لیکن اندازہ ہوا کہ انسان تفسیر میں لگ جاتا ہے اور تفسیر اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان حائل بن جاتی ہے، اس لئے اب صرف ترجمہ پر کفایت کرتا ہوں۔ ترجمہ مولانا شاہ عبد القادر صاحب

کا تھا جس کو سماعت فرماتے تھے۔ حجاج کرام کی جب آمد ہوتی تھی تو عصر کے بعد درس کی صورت ہو گئی تھی - سینکڑوں حجاج کرام مستفیض ہوتے تھے۔ غرض یہ کہ لیٹے لیٹے بھی مخلوقِ خدا کی فیض رسانی کی فکر فرماتے رہے۔ علاج مسلسل تھا ڈاکٹر صاحبان اتنی محنت سے منع کرتے تھے لیکن فرمایا اگر اس طرح جان بھی نکل جائے تو کیا غم ہے۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

وفات سے چند ہفتے قبل عالمِ آخرت نظر آنا شروع ہو گیا تھا فرماتے تھے کہ جو کچھ مجھ کو نظر آتا ہے اگر تم کو بتلا دوں تو برداشت نہیں کر سکتے۔ اسی طرح ایسی خوشبو محسوس فرماتے تھے جو کہ یہاں کے عطروں میں نہیں۔ فرماتے دیکھو کتنی نفیس خوشبو آ رہی ہے تم عطر لاتے کہ دیکھئے ایک عطر لائے یہ کہا کہ نہیں کہ یہ وہ مہک ہے جو باطیبہ جنت سے آ رہی ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ کونسا مکان ہے، یہ کوئی دوسری ہی جگہ لگتی ہے جہاں سے ایک ہفتہ قبل میری چھوٹی ہمشیرہ کو کراچی سے بلوا لیا تھا اس طرح انہوں نے اپنے تینوں جگر کے ٹکڑوں کو جمع فرما لیا تھا کہ ان کو غم کی تکلیف دور دراز کرتے ہوں ان کی محبت کا کیا بیان کروں -

وصالِ مبارک

بالآخرہ ۵ رجب المرجب ۱۳۸۰ھ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۰ء شب جمعہ میں داعئ اجل کو لبیک کہا اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے بصد رضا و تسلیم جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی اور لقاء اللہ کو اختیار فرما لیا۔ من احب لقاء اللہ احب اللہ لقائہ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

وفات کے بعد چہرۂ مبارک اس قدر منور اور مسکراتا ہوا تھا کہ نقشہ کھینچنا دشوار ہے اور جسم مبارک سے ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ اس کو کسی خوشبو کے ساتھ تشبیہ دینا ناممکن ہے۔ جمعہ کی نماز کے بعد نمازِ جنازہ حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ادا ہوئی۔ جنازہ کے ساتھ اس قدر ہجوم تھا کہ بیان سے باہر ہے اور اب جنت البقیع میں امہات المؤمنین کے قدموں میں ان کی آخری آرامگاہ ہے جس کی کہ بہت تمنا تھی جو اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دی۔ حقیر قبر کے اندر تک ساتھ رہا۔ ان کی اس تمنا کا اندازہ ان کے ان اشعار سے کر لیں ؎

ہاں جنتِ بقیع میں میری بھی ہو جگہ اس کی بہت تڑپ ہے مجھ ایسے غلام کو
کتنی بڑی ہوس ہے جو دل میں تڑپ کی ہو جائے گر نصیب حسن ختام غلام کو

اس طرح یہ بدرِ کامل جو اپنی شعاعوں سے دنیا کو منور کر رہا تھا، عالمِ دنیا میں غروب ہو گیا اور عالمِ آخرت میں طلوع ہوا اور وہ منبعِ علم و فیض و برکات جس سے مخلوقِ خدا فیض یاب ہو رہی تھی ظاہری نظر سے چھپ گیا اور ہم اس عالم میں اس کے دیدار سے محروم ہو گئے -

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ فصبر جمیل واللہ المستعان

یا ایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین ۔

آخر میں ان حضرات کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں جنھوں نے ان کتب کی اشاعت میں بڑے شوق و ذوق سے کام لیا ہے۔ یعنی جواہر الحکم، تنویر یقینی انگریزی، الحزب الاعظم کا ترجمہ، نصیحت نامہ، خلاصہ زبدۃ المناسک، اشعار وغیرہ ان سب کو جناب خان بہادر حاجی محمد یحییٰ الدین نے بڑی ہمت اور پورے جذبۂ خلوص و للہیت سے شائع کرایا۔ ماشاء اللہ اس کا صلہ ان کو دنیا میں بھی مل گیا اور وہ یہ کہ آج اس سرزمین مقدس یعنی مدینہ منورہ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ اب ان کے خلف الصدق حاجی حافظ فرید الدین احمد صاحب اسی جذبہ و شوق سے اس کام میں مصروف ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور دین و دنیا میں اجر و رحمت فرمائے۔ آمین۔ ان کو بھی دنیا میں ایک صلہ یہ ملا کہ وہ حضرت اقدس والد صاحبؒ کی وفات سے قبل مدینہ منورہ حاضر ہوگئے اور وفات کے وقت یہاں موجود تھے۔ یہ بھی بڑی سعادت ہے جس کا حاصل کرنا اپنے قبضہ میں نہ تھا۔

یہ ایک قطعۂ تاریخ وفات حضرت آیات بھی لکھتا ہوں جس کو ہمارے محترم جناب ناصر علی وجدی صاحب نے کہا ہے جو بہت مخلص و محبت کے انسان ہیں۔

باغ جہاں سے سوئے خلد بریں گئے وہ ۔ ظل خدا کے حق میں تھے رحمت خدا جو

تاریخ رحلت ان کی پوچھے جو کوئی تم سے ۔ وجدی تم اکمال قادری صفات کہہ دو

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

آفتاب احمد

ابن حضرت العلامہ السید محمد بدر عالم صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

نزیل مدینہ منورہ

۲۰ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ یوم الاثنین ۱۳ دسمبر ۱۹۶۵ء

پیش لفظ

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ علی النبی الامی الذی لا نبی بعدہٗ

اما بعد۔ اس خدائے وحدہٗ لا شریک لہٗ کا کس زبان سے شکر ادا کروں جس نے ایک بے بضاعت اور معذور و مجبور کے قلم سے "ترجمان السنہ" کی تیسری جلد بھی چھپوا دی اور الحمد للہ کہ وہ طبع ہو کر مدتیں گذریں کہ مسلمانوں کے سامنے آچکی۔ کیا کہیے کہ قلم کے اس درماندہ مسافر نے ابھی کچھ دم نہ لیا تھا کہ بے سوچے سمجھے چوتھی جلد کی تالیف میں اپنا قدم ڈال دیا۔ ابھی دو چند قدم ہی چلنے پایا تھا کہ ایسے عوارض میں گھر گیا کہ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کا مضمون اس کے سامنے آگیا۔ آخر تھک کر اس کو راستہ ہی میں بیٹھ جانا پڑا۔ اب ادھر شدت علالت ایک قدم اٹھانے سے مانع تھی اور ادھر حریص دل شوق کا یہ عالم تھا کہ اس کٹھن منزل کو جتنا جلد ہو چشم زدن میں طے کر ڈالا جائے۔ اسی فکر میں بستر علالت پر کروٹیں بدلتا رہا اور آئندہ چلنے کی مختلف راہیں سوچتا رہا تو خیال میں یہ آیا کہ گذشتہ جلد میں انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ ان کی شخصیات کے تعارف کے لئے پیش کیا گیا تھا تاکہ مادی عقول کچھ نہ کچھ یہ اندازہ لگا سکیں کہ ایک طرف اگر وہ اپنی بشریت میں کامل ہوتے ہیں تو دوسری طرف عالم بشری خصائل سے کتنے ممتاز اور بلند بھی ہوتے ہیں۔

اسی کی مزید تشریح کے پیش نظر اب چوتھی جلد کے لئے جو مضمون ذہن تک آیا وہ معجزات ہی کا مضمون تھا کیونکہ ہمیشہ جو تعارف انبیاء علیہم السلام کو عوام الناس سے ہوتا رہا ہے وہ عام نظروں تک اسی راہ سے حاصل ہوتا رہا ہے اس کو کیا کیجئے کہ عہد قدیم میں جن دلائل سے فائدہ اٹھانے میں ایک سد سکندری بنے رہے اور آج اس مادی دور میں مادی لوگ ان کی حقیقت سمجھنے میں حائل ہیں۔ تعجب ہے کہ بعض

وہ اہل علم بھی جو اس مسئلہ کو قریب الی الفہم بنانے کے لئے باہر نکلے تھے وہ چلتے چلتے خود کہیں سے کہیں جا نکلے ہیں، بلکہ خود بھی وہ منکرین معجزات کی صف میں آکر کھڑے ہوئے ہیں، جن کو دیکھ کر بے ساختہ منہ سے یہ نکل جاتا ہے کہ ؎

مسیحا آپ ہی بیمار ہے

ہمیں تعجب ہے کہ جو معجزات سب سے زیادہ بعید از عقل معلوم ہوتے ہیں ان کو تو خود قرآن کریم نے اپنے بیان معجز نظام میں سمیٹ لیا ہے اور جو ان سے کچھ کمتر ہیں وہ صحیحین کے مختلف ابواب میں منتشر طور پر مدوّن ہو چکے ہیں۔ اب رہے وہ جو مادی عقول کے سامنے بھی چنداں مستبعد نہیں وہی ہیں جو متوسط درجہ کی حدیثوں میں مذکور ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ ان کے گلے پر بے دردی کے ساتھ تاویلات کی چھری پھیرنے سے کیا فائدہ؟ لیکن جب ایک انسان قرآن کریم کی صریح آیات اور صحیح سے صحیح حدیثوں کی تاویلات بعیدہ کرنے سے بھی نہ ہچکچائے وہ ان حدیثوں پر کب رحم کھانے والا تھا۔ ہم نے تو اس باب کو جب کبھی اپنی صحت کے زمانہ میں اٹھا کر دیکھا تو قدرت مطلقہ کے ان ظاہر و باہر نشانات کے سامنے بے اختیار سر نگوں ہو جانا پڑا اور کیوں نہ ہوتا، جب عقول اس سبق کو کر لیں جو سب سے زیادہ مشکل ہے، یعنی اعتقادِ الوہیت اور نبوت تو اس کے بعد پھر معجزات کا سمجھنا کیا مشکل ہے۔

ہم گذشتہ جلد میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ جس نے معجزات کے تسلیم کرنے میں کوئی پس و پیش کیا ہے اس کو حق تعالیٰ کی قدرت ہی میں شاید تردد ہے۔ اسی کا شکوہ حسب تقریر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے "قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ" میں فرمایا گیا ہے جس کی مفصل تقریر تیسری جلد میں گذر چکی ہے۔

اب ہمارے سامنے ایک فریق تو یہ ہے اور دوسرا وہ جس نے چن چن کر صرف انہی معجزات کے لئے عقلوں کو مجرم بنا رکھا ہے جو یا تو موضوع ہیں یا خود محدثین معروفین کے نزدیک بھی ناقابل التفات ہیں۔ اب ان متضاد خیالات کے ہوتے ہوئے ہمارے لئے قلم اٹھانا کتنا مشکل ہے، لیکن ترجمان السنۃ کا مقصد شروع ہی سے نہ کسی کی بے وجہ دلداری ہے، نہ بے جا دل آزاری۔ اس کا مقصد صرف مسلمانوں کے برباد شدہ عقائد کی پورے انصاف و اعتدال کے ساتھ اصلاح کرنی ہے اور بس۔ اسی لئے اس جلد میں بھی اسی مقصد کو سامنے رکھ کر قلم اٹھایا گیا ہے، اس سے قطع نظر کر کوئی اس کے بیان سے اتفاق کرے گا یا اختلاف، مدح کرے گا یا قدح۔ ؏

الٰہی خواہیم ننگ و نام را

اس لیے اس جلد میں معجزات کی صحیح صحیح حقیقت بلا رو رعایت صاف صاف بیان کر دی گئی ہے اور اس کی تفہیم میں ذرہ برابر بھی کسی ادنیٰ سی جھجک کو برداشت نہیں کیا گیا، کیونکہ صرف منکرین کی خاطر صحیح بات کو قلم برداشتہ رکھنا نہ تو معجزات کی حقیقت ہی کو پورا پورا واضح کرتا ہے اور نہ منکرین ہی کے لیے کسی تسلی و تشفی کا باعث ہو سکتا ہے اسلام کسی کی ادنیٰ سی رعایت کرنے کا نام مداہنت رکھتا ہے چنانچہ صاف الفاظ میں فرماتا ہے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○ کسی شخص یا مالفہ کا نام لے کر نہیں فرمایا گیا۔

"ترجمان السنۃ" کے دیکھنے والے یہ اندازہ خود فرما سکتے ہیں کہ اس کے مؤلف کا قلم ردو قدح کرنے سے ہمیشہ کتنا بچ بچ کر چلتا رہا ہے اور یہی وطیرہ اس جلد میں بھی قائم رکھنے کی سعی کی گئی ہے مگر جہاں صاف گوئی نے مجبور کیا ہے وہاں بادلِ ناخواستہ کچھ اشارات کر دیئے گئے ہیں جن کے لیے ہم اس مذاق کے قارئین کرام کے سامنے یہ شعر پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف   آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

سچ تو یہ ہے کہ ترجمان السنۃ کا قدم جتنا آگے بڑھتا گیا، اس کی جولانگاہی کا میدان اتنا ہی اور زیادہ تنگ ہوتا چلا گیا۔ اب یہ جلد جو اہم ترمباحث پر مشتمل ہے وہ پانچ سال کے بعد ان حالات میں آپ کے سامنے آرہی ہے جب کہ مؤلف تین سال سے خود صاحبِ فراش ہے صرف گذشتہ تحریر مرتب مسودوں ہی کو پیش کر کے اپنے سر سے ایک بڑی ذمہ داری کا بار کسی قدر ہلکا کر دینا چاہتا ہے اور اس امید پر پیش کرتا ہے ؎

وذٰلک فی ذات الالٰہ وان یشاء   یبارک علیٰ اوصال شلو ممزع

ہم نے سب سے اول یہاں ان معجزات ہی کو ذکر کیا ہے جن کو معجزات کی تاویل کرنے والوں نے جھوٹ، افترا، اور خرافات کے علاوہ اور نہ معلوم کن کن الفاظ سے یاد کیا ہے۔ بلکہ ان کے مصنفین پر بھی جو تیسری صدی سے لیکر چھٹی صدی تک سب کے درمیان مسلم شخصیات بارزہ رہی ہیں، خوب ہاتھ صاف کیا گیا ہے۔ مجھ جیسے بے بضاعت کو تو ان الفاظ کے نقل کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی۔ انہی سے ہم نے سب کچھ سیکھا، پھر ان پر لے دے اور زد کرنا ہمارے نزدیک ایک جرم عظیم ہے آپ کو ان مؤلفین کی اسانید پر اُن کے احکام کو دیکھ کر یہ اختیار ہے کہ ان احادیث کو قبول فرمائیں یا نہ فرمائیں لیکن یہ خود ہی انصاف فرمالیں کیا اس درجہ کی حدیثوں پر جھوٹ اور افترا کا حکم لگایا جا سکتا ہے، میرا ارادہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور پیشگوئیوں کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب

کیا جائے۔ لیکن اب یہ ذخیرہ یوں ہی لکھا ہوا جوں کا توں آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، جس میں استیفا
کا ارادہ تو کیا ہوتا ترتیب بھی قائم نہ رکھی جا سکی۔ صرف مشتے نمونہ از خروارے، جو معجزات زیر قلم
آچکے تھے وہی پیش کر دیئے گئے، اور جو بطور یادداشت کتب اور صفحات میں مقید تھے ان کو بصورت
تفصیل پیش نہیں کیا جا سکا۔ یہاں ہم نے ان معجزات کی ایک فہرست بھی پیش کر دی ہے جو گذشتہ
جلدوں میں ضمنی طور پر آچکے ہیں۔ حالانکہ گذشتہ جلدوں کے موضوع کا معجزات سے دور کا بھی کوئی تعلق نہ
تھا۔ مگر اس کو کیا کیجئے کہ معجزات حدیثوں میں اس طرح جا بجا مذکور ہیں کہ ان سے حدیثوں کا خالی کرنا
ناممکن ہے۔ پھر اسی پر دوسری کتب کو قیاس کر لیں کہ ان کے بھی متفرق ابواب میں معجزات کا آنا
کس طرح بے سبب ہوں گے، جو متفرق دوسرے ابواب میں بکھرے ہونے کی وجہ سے نظروں میں نہ آسکے
ایک صحیح بخاری ہی میں از اول تا آخر بڑے سے بڑے معجزات ذکر میں آگئے ہیں۔ اگرچہ امام موصوف
نے علامات نبوت کا باب اس میں بہت مختصر پیمانے پر لکھا ہے۔ یہ اختلاف زمان اور موضوع کا باعث
ہے۔ معجزات کی قلت اس کا سبب نہیں۔ صحابہ و تابعین کی نظریں اگر تھیں تو سب سے پہلے احکام کے
موضوع کی طرف اٹھیں۔ قرآن کریم کے ہوتے ہوئے ان کے لئے کوئی اور معجزہ ایسا نہ تھا جس کا ان کی
نظروں میں اتنا اہتمام ہوتا۔ کیونکہ وہ بڑے سے بڑے معجزات کو اپنے حضن میں لئے ہوئے تھا۔ پھر معجزات
ان کے لئے روز مرہ کی بات تھی۔ افسوس ہے کہ احادیث معجزات پر جس طرز پر نوٹوں کے لکھنے کی تمنا تھی وہ بھی
دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ لیکن یہ کرشمۂ قدرت ہے کہ اس نے حسب دستور اہم مقالات کا حصہ صحت
کے زمانے پہلے ہی لکھوا دیا تھا جن کے بعد اب حدیثوں پر تفصیلی نوٹوں کی ضرورت بہت کم باقی رہتی ہے۔ اہل فہم
بصیرت کے لئے ان ہی کی روشنی میں معجزات کو پڑھ لینا ان شاء اللہ تعالے کافی ہوگا۔ یہ موضوع اگرچہ
ہمیشہ سے اہل علم کے زیر قلم آتا رہا ہے لیکن ان ژولیدہ خیالات کے دیکھنے والے پر اندازہ خود ہی فرمالیں گے
کہ کیا اس میں جدید اضافات اور معلومات جمع ہیں یا صرف ان ہی فرسودہ خیالات کو دہرایا گیا ہے۔ اس
مقالہ میں بعض مختصر عنوانات کے علاوہ خاص خاص مزید فوائد کے پیش نظر کچھ خاص عنوانات بھی آپ کی نظر
کر دیئے گئے ہیں، جو ان شاء اللہ تعالیٰ ناظرین کے لئے موجب بصیرت ثابت ہوں گے۔

اس کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ وقت کے اس مسئلہ پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے کہ انبیاء علیہم
الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت سلف کی نظروں میں کیا رہی ہے جس کا تذکرہ پانچویں جلد میں مفصل طور پر
آئیگا کیونکہ یہاں عام مسلمان افراط و تفریط میں بٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد کچھ کرامات پر بھی کلام
کیا گیا ہے جس کو لوگوں نے صرف صوفیاء کے ساتھ خاص سمجھ لیا ہے اس کے بعد امام مہدی علیہ السلام اور

دجال کے متعلق وہ احادیث ذکر کی گئی ہیں، جو صحیح بخاری و مسلم جیسی معتبر کتابوں میں موجود ہیں اور بہت سے مسلمانوں کے کان تک اُن سے نا آشنا ہیں۔

امتنان و تشکر

سب سے پہلے مجھے مولانا مکرم جناب برہان الحق صاحب الہ آبادی کا شکریہ ادا کرنا فرض ہے، جنھوں نے اپنے بیش قیمتی ایام کسی سابق تعارف کے بغیر ان بکھرے ہوئے اوراق کی ترتیب دہی کے لئے وقف فرمائے اور بڑی سخاوت کے ساتھ ان اہم خدمات کو مرتب فرما کر ایک جگہ کر دیا اور کہیں کہیں اپنے قلم سے احادیث کا ترجمہ بھی فرمایا۔ اس کے بعد عزیزم حافظ انصار فرید صاحب سلمہ نے اپنی نوکری کے باوجود کتاب کا سو صفحات کا فل اسکیپ سائز پر حک و فک سے لبریز مقدمہ بڑی دلچسپی کے ساتھ مجھ کو سنایا، اس کے بقیہ حصص کے سنانے میں جو احادیث نبویہ پر مشتمل تھے عزیز القدر حافظ مولوی محمد کتاب سلمہ نے حصہ لیا۔ پھر عزیزم حافظ اسمٰعیل بھیلیہ سلمہ نے میری ہدایات کے موافق کتب احادیث اور اقتضاء الصراط المستقیم کی مختلف عبارات نکلیں، اس لئے یہ منتشر اوراق میری موجودہ حالت میں مختلف اشخاص کی مدد سے جمع ہو گئے۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیراً۔

اتفاق یہ کہ اس اہم جلد کا مقدمہ اپنی پچھلی سالہ علالت سے قبل ہی بڑی عرق ریزی و دماغ سوزی کے بعد ضبط تحریر میں لا چکا تھا، اگرچہ علمی جوہر کبھی بوڑھا نہیں کرتی، تاہم جس حالت میں یہ مقدمہ سو صفحات کے اندر موجود ہے اسی کو کتاب کی جان سمجھنی چاہئے، اس کے بعد تشریحی نوٹوں کی کوئی حاجت نہیں رہتی پھر بھی کہیں کہیں ضروری تشریحات کر دی گئی ہیں اور ان میں ضروری مسائل کی طرف اشارات بھی کر دیئے گئے ہیں، جو امید ہے کہ اہلِ فہم و بصیرت کے لئے بہت کافی ہوں گے۔

ضروری گذارش

یہ گذارش کر دینی بھی ضروری ہے کہ معجزات کا اکثر حصہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ کی مشہور کتاب الجواب الصحیح سے ماخوذ ہے۔ آج سے دس سال قبل میں نے یہ کتاب ایک عالم سے مستعار لی تھی پھر ضروری نشانات کر کے اس میں سے بہت سے معجزات اور ضروری عبارات کی نقول بعض علماء کی معرفت کرا لی تھیں۔ اس کے بعد کتاب صاحب کتاب کو واپس کر دی گئی، اس لئے اس وقت ان ضروری عبارات کی نقول اور احادیث کے مقابلہ کرنے سے معذوری رہی۔ ہو سکتا ہے کہ ان احادیث میں بعض مقامات پر کوئی نقلی تغیر

چوک ہو، اس لئے قارئین کرام سے ان اسقام کی معذرت کرنی ضروری ہے۔ یہ جلد جس درجہ اہم ہے، اتنی ہی میری انتہائی معذوری اور ضعف کی حالت میں آپ کے سامنے آرہی ہے، اس لئے ہر ہر قدم پر آپ کو مؤلف کی معذوری اپنے سامنے رکھنی چاہئے۔ حالات کچھ ایسے ہیں کہ اب اس میں زیادہ تاخیر کی گنجائش نہیں ہے اس لئے بعد استخارہ بسیار یہ مسودہ کسی ترمیم و اصلاح کے بغیر بلا کسی نقش و نگار کے یوں ہی اپنی بگڑی ہوئی صورت لے کر آپ کے سامنے حاضر ہو رہا ہے۔

محمد بدر عالم عفی اللہ عنہ

نزیل المدینۃ المنورہ

انتساب

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد انور شاہ
قدس سرہٗ کی عشقِ نبویؐ اور خدمتِ حدیث میں
ڈوبی ہوئی روح کے نام جن کے فیضِ صحبت سے
رفقائے ندوۃ المصنفین اس خدمت گرامی
کے لائق ہوئے

ندوۃ المصنفین دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الآیات البینات اعنی بہا المعجزات وخوارق العادات وفیہ باب جدید لمعرفۃ رب العالمین یفتح علی ایدی الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوات والتسلیم

(معجزات رب العالمین کی معرفت کا ایک جدید دروازہ ہیں جس کو صرف انبیاء علیہم السلام تشریف لا کر کھولتے ہیں)

واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام اس عالم میں تشریف لا کر عالم انسانی کو ایک ایسے غیر محسوس عالم سے خبردار کرتے ہیں جو عام نظروں میں صرف غیر محسوس ہی نہیں ہوتا بلکہ غیر معقول بھی ہوتا ہے وہ یہ بتلاتے ہیں کہ اس عالم کے ماوراء ایک دوسرا عالم بھی ہے جو اس سے کہیں زیادہ وسیع کہیں زیادہ پائیدار اور پُر از عجائبات ہے اور یہ تمام عالم ایک ایسی ہستی کی مخلوق ہے جو ان سب سے ماوراء ہے جس کے قبضہ میں نمود و نما کا وجود و عدم ہے۔ اس عجیب دعویٰ کے ساتھ وہ دوسرا عجیب دعویٰ یہ بھی کرتے ہیں کہ اس عالم الوراء ہستی کی جانب سے وہ اس کے پیغمبر ہیں اور اب دارین کی فلاح و صلاح صرف ان ہی کی اتباع میں منحصر ہے۔

چونکہ انسان ہمیشہ سے صرف اپنے مشاہدات و تجربات پر یقین کرنے کا عادی رہا ہے اور محض عقلی طور پر کسی بات کا وہ اگر یقین کرتا بھی ہے تو وہ بھی کا جو اس کے مشاہدات کا ثمرہ ہوتی ہے، اس لئے رسولوں کے ان غائبات پر جزم و یقین حاصل کرنے کے لئے وہ کسی نہ کسی سائنٹیفک طریقہ کا متلاشی رہتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس کے سامنے یہاں کوئی ایسا طریقہ موجود نہیں ہوتا اس لئے وہ دعوت انبیاء کی پوری تصدیق کرنے میں کچھ معذوری سی محسوس کرتا ہے اس لئے یہ ضروری ہوا کہ انبیاء علیہم السلام تشریف لا کر دنیا کے سامنے ایک جدید طریقہ استدلال کا آغاز کریں جو عالم غائبات پر ایمان لانے کے لئے انسانی فطرت کو بہت آسانی کے ساتھ مطمئن کر سکے اور وہ یہی کہ ان کی فطرت کے مطابق ایسے دلائل پیش کر دیں جن کا تعلق مشاہدات ہی سے ہو ان ہی کا نام معجزات و خوارق عادات ہے۔ جب ایک

سلیم الفطرت انسان اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ لیتا ہے کہ اشیاء میں خواص و تاثیر کا جو اصول اس نے اپنے ذہن کے تراش رکھا تھا وہ خود باطل تھا تو اب اس میں ایک ایسی بالاتر طاقت کے تسلیم کرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے جو خود مادہ کا خالق ہو اور اس کے تمام خواص کا بھی خالق ہو اور چونکہ ایک مشاہدہ دوسرے مشاہدہ کی تکذیب کر سکتا ہے اس لئے اس کو یہ یقین کر لینا آسان ہو جاتا ہے کہ جس طرح مادہ کے یہ خواص مادہ میں کسی کی ذات کی جانب سے ودیعت کئے گئے تھے اسی طرح اسی کی قدرت سے سلب بھی ہو سکتے ہیں اور اسی طرح رفتہ رفتہ اس کو تمام غائبات پر یقین لانے کا رجحان پیدا ہونے لگتا ہے اور کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ اس کے دماغ میں ان سے کوئی انحراف باقی نہیں رہتا۔

پھر جب وہ یہ دیکھ لیتا ہے کہ ان عجائبات کا رشتہ ان انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مربوط ہے تو اب اس کے لئے ان کے دعویٰ رسالت کی تصدیق کرنے اور غیب کے صحیح ترجمان ہونے میں بھی کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی اگر معجزات و خوارق عادات بھی عالم اسباب ہی کے محکوم ٹھہریں تو پھر جس طرح تمام عالم ان ہی کے اردگرد حرکت کر رہا ہے یہ بھی اسی جنس کی ایک نوع ہوں گے جن کا راز اگر آج نہیں تو کل فاش ہو کر رہے گا جنھوں نے خوارق عادات کو قوانین طبیعیہ ہی کے تحت لانے کی کوشش کی ہے، انھوں نے اس طرف نظر نہیں کی کہ اس صورت میں پھر معجزات و خوارق کو آیات و دلائل نبوت ٹھہرانے کا مطلب کیا رہے گا۔ اگر خدا تعالیٰ کی قدرت کا منشا ہی اس کی قدرت علی الاطلاق کے مظاہر کا مشاہدہ کرانا ہے تو آخر وہ کہاں جا کر دیکھے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں احیاء و اماتت کے معجزات کا جا بجا ذکر فرمایا ہے تاکہ ان واقعات کی تصدیق کرنے والا دیگر خوارق عادات کی بھی تصدیق کر سکے جنھوں نے ان حقائق کی قرآن کریم میں بھی تاویل کر ڈالی ہے انھوں نے قدرت علی الاطلاق کے ان مظاہر کو مٹانے کی کوشش کی ہے۔

معجزات و خوارق کا قرآنی عنوان آیات و براہین نبوت ہے

حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی متعدد تصانیف میں بہت اصرار کے ساتھ اس پر زور دیا ہے کہ معجزات و خوارق کا صحیح عنوان آیات و براہین ہیں اور یہی عنوان قرآن کریم اور سلف نے اختیار فرمایا ہے اور معجزہ کی صحیح حقیقت سمجھنے کے لئے یہی تعبیر بہت آسان بھی ہے لفظ آیت کا ترجمہ علامت اور نشانی ہے تو اب یہ ایک بالکل سیدھی سی بات ہے کہ جس طرح ہر شے کی شناخت کے لئے کچھ مخصوص علامات ہوتی ہیں جن سے وہ شے بہت جلد اور آسانی کے ساتھ پہچان لی جاتی ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی کچھ ایسی علامات و نشانیاں ہوتی ہیں جن کو دیکھ کر آسانی ان کی نبوت و رسالت کا یقین حاصل ہو سکتا ہے جن کا نام آیات نبوت ہے اور چونکہ یہ علامات ان کے فرستادۂ الٰہی ہونے کا بیّن ثبوت ہوتی ہیں اس لئے قرآن کریم نے ان کا نام برہان بھی رکھا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا کے دو معجزے عطا فرمانے کا ارشاد ہوتا ہے، فَذٰنِکَ بُرْهَانَانِ مِنْ رَّبِّكَ۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ علامت اور جس چیز کی وہ علامت مقرر ہو اس کے درمیان کوئی خصوصیت ہونی چاہیے کہ اس علامت کو دیکھ کر فوراً اس دوسری چیز کا یقین حاصل ہو سکے، منطق کی اصطلاح میں ایسی علامت کا نام خاصّہ ہے۔ مثلاً ہم افق کی سفیدی کو دیکھتے ہیں تو فوراً طلوعِ آفتاب کا یقین حاصل کر لیتے ہیں۔ اسی طرح افق پر تاریکی نمودار ہوتی ہے تو اس کو دیکھتے ہی ہم کو شب کی آمد کا یقین ہو جاتا ہے۔ پس جس طرح ان محسوسات اور ان کی علامات کے درمیان ایک ایسا عقلی ربط موجود ہے کہ ایک کے وجود سے دوسرے پر استدلال کرنا مستقیم سمجھا جاتا ہے اسی طرح ضروری ہے کہ نبوت و رسالت اور ان کی علامات و آیات کے درمیان بھی کوئی ایسا قانونی ربط موجود ہو جس کو دیکھ کر ایک سادہ پرست کے لئے بھی نبوت و رسالت کی معرفت کا راستہ کھل جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ نبی و رسول کی خود ہستی اگرچہ محسوس اور مشہود ہوتی ہے لیکن اس کی نبوت و رسالت محسوسات و مشاہدات میں داخل نہیں۔ یہ ایک غیبی حقیقت ہے اس لئے جو چیز اس کی علامت اور نشانی کی حیثیت سے مقرر کی جائے گی اس کو بھی عالمِ غیب سے کوئی صاف علاقہ ہونا چاہیے۔ عام مادی اسباب کے خواص میں یہ صفت موجود نہیں۔ وہ سب ایک عادی نظام کے تحت ہوتے ہیں اس لئے ان کو دیکھ کر نبوت کے اقرار کرنے کا کوئی داعیہ پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا قدرت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کچھ ایسے خارقِ عادات افعال بھی ظاہر فرماتی ہے جن کو فطرتِ انسانی ذرا بھی حیلے سے خالی دیکھ کر ایک دم چونک پڑتی ہے۔ ایمان کے اسباب عقل کی جستجو میں پڑ جاتی ہے اور جب ان کو اسباب معلومہ سے خالی دیکھتی ہے تو اس میں کسی غیبی طاقت کے اقرار کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ علم کلام کی اصطلاح میں ایسے ہی افعال کا نام معجزات ہے۔ اگر یہی ظاہری علل و اسباب کے مطابق ہوں تو وہ پیغمبر اور خدا کے باہمی ربط و علاقہ کی دلیل کیوں کر بن سکتے ہیں۔ یہی کفار ان کو دیکھ کر آج نہیں تو کل یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو فلاں سبب سے تھے۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ جتنے معجزات ان سے ظاہر ہوتے ہیں وہ سب ان کی قدرت سے نہیں بلکہ خدا کی قدرت سے ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں ان کا عنوان "علاماتِ نبوت" رکھا ہے اور بعض محدثین نے اس موضوع پر مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ انھوں نے اپنی مولفات کا نام دلائلِ نبوۃ رکھا ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ "معجزہ کے عنوان سے یہاں بہت سی الجھنیں پیدا ہو گئی ہیں جو سیکڑوں صفحات لکھنے کے بعد بھی حل نہیں ہو سکیں۔ ہم یہاں ان سب مباحث کا نقل کرنا موجبِ طوالت سمجھتے ہیں، بالخصوص جبکہ بڑی بڑی بحثوں کے بعد بھی ارباب قلم کا قلم کسی ایک رخ پر جم نہیں سکا ہے ——

معجزہ اگرچہ ان ہی اسباب وعلل کی ایک کڑی ہوتی ہے مگر ضروری نہیں ہے کہ ان اسباب کا علم ہم کو اس وقت بھی حاصل ہو سکے۔ ہو سکتا ہے کہ آئندہ زمانہ میں اس کے اسباب ہم کو معلوم ہو جائیں لیکن کسی کا خیال کہ وہ اسی سلسلۂ اسباب ہی سے ظاہر ہوتا ہے پھر ان ہی باتوں کے ضمن میں جو جو مقدمات استعمال کئے گئے ہیں ان سب کی بنیاد بھی صرف تجربیات اور ظنیات پر ہے بلکہ کسی کسی نے تو یہاں تک بھی لکھ ڈالا ہے کہ معجزات کا وجود خارج میں تسلیم کرانا ہی ایک مغالطہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ صرف مخاطبین کے ذہنوں میں اس کی ایک صورت قائم ہو جاتی ہو اور دیکھنے والا اس کو یہ سمجھتا ہو کہ یہ اس کا خارجی وجود ہے۔ ہمارے نزدیک انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا سب کا سب وجودِ خارجی کے ساتھ قائم ہے پھر ان کی دعوت کے مخاطبین بھی سب خارج میں موجود ہوتے ہیں اور ذہنی وضمیری وجود میں بڑی بڑی فرق کی گنجائش ہیں پھر ان کی شریعت کا تعلق بھی تمام تر خارجی وجود سے ہوتا ہے۔ اسی لئے ہم ان مباحث کو دعوت انبیاء علیہم السلام ہی کے خلاف سمجھتے ہیں۔ وہاں منطقی پر اپنا وقت صرف کرنا اضاعت وقت تصور کرتے ہیں۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ پھر معجزہ کی حقیقت سمجھنے کا راستہ کیا ہے؟ تو ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ معجزہ کی حقیقت کا پورے طور پر حل کرنا نبوت کی حقیقت کی طرح مشکل ہی ہے بلکہ معجزات کی صحیح تفہیم تو نبوت کے قبول کئے بغیر ممکن ہی نہیں جس طرح کہ نبوت کی صحیح تفہیم الوہیت کے اقرار کے بغیر ممکن نہیں یہاں جو شخص پہلے خدائی تسلیم کر لیتا ہو اس کے لئے نبوت کا اقرار کچھ مشکل نہیں رہتا اور اسی طرح جو نبوت کا اقرار کر لیتا ہے اس کے لئے معجزہ کی تصدیق کچھ مشکل نہیں رہتی۔ ہمارے نزدیک معجزہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے سب سے صحیح راستہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ حدیثی اور قرآنی معجزات پر بحث ومناظرہ کئے بغیر ان کی تاویلات کئے ہوئے بغیر بار بار نظر ڈالی جائے تو کچھ عرصہ کے بعد معجزہ کی اجمالی حقیقت خود بخود ذہن میں منقش ہو جائے گی گو اس کے اظہار پر پوری قدرت حاصل ہو یا نہ ہو۔ بس اس سے زیادہ معرفت کی تمنا کرنا کوہ کندن و کاہ برآمدن کا مصداق ہے۔ یہی راستہ ہم نے نبوت کے باب میں اختیار کیا تھا اور یہاں بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ نبوت اور نبی کی معرفت کا آسان راستہ انبیاء علیہم السلام کی تاریخ کا بار بار مطالعہ کرنا ہے۔ جس طرح یہاں ایک بڑے سے بڑا جو خدا اور الوہیت کا قائل ہو نبوت کا بلاواسطہ معجزہ کی تفہیم ناممکن ہے جیسی کہ اقلیدس کی کسی شکل کی تفہیم اس کے مقدمات اور موقوف علیہ اشکال کے بغیر ناممکن ہے جن فضلاء نے اس ذیل میں اوراق تصنیف سیاہ کئے ہیں ان کا قلم چلتے چلتے ایسے جنگل میں پہنچ کر متحیر ہو گیا ہے جہاں صحیح راستہ خود ان کے سامنے بھی گم ہو گیا ہے۔ اب اگر اس کا نام "جہل" اور اعتراف عجز ہے تو اس صحیح حقیقت کے اعتراف کر لینے میں ہم کو کوئی تامل نہیں ہے۔

آیاتِ نبوت | آئیے ایک چھوٹا سا قدم ہم آگے بڑھائیں اور شرعی روشنی میں آیتِ نبوت کا مفہوم کچھ سمجھنے کی

کوشش کریں۔ اس کے لئے ایک مختصر راستہ یہ ہے کہ پہلے ہم آیاتِ الوہیت کا مطالعہ کریں پھر معجزات یعنی آیاتِ نبوت کو آیاتِ الوہیت کے پہلو بہ پہلو رکھ کر سمجھ لیں۔ قرآن کریم نے آیاتِ الوہیت کو اتنی شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے کہ ان پر تفصیلی نظر کرنی ایک طویل اور مستقل موضوع پر نظر کرنی ہے لیکن جہاں تک اجمال سے دیکھا جاتا ہے وہ یا تو خود اس کی خالقیت سے متعلق ہیں یا اُن تصرفات سے متعلق ہیں جو اس کی مخلوقات میں مقدورِ بشری سے خارج نظر آتے ہیں مثلاً زمین کو نسلِ انسانی کے لئے قابلِ استقرار و آسائش بنا دینا اور اس غرض کے لئے اس کے اطراف و جوانب میں مناسب طور پر پہاڑوں کا نصب کر دینا، حیاتِ حیوانی کی بقاء کے لئے اس میں پانی کے چشمے بہا دینا اور ایک زمین میں اس کی مختلف غذاؤں کا سامان ودیعت فرما دینا آسمان کو کسی ستون کے بغیر ایک مضبوط اور مزین چھت بنا دینا، آفتاب و ماہتاب کا انسانی معیشت کے مطابق ایک نظامِ مقرر پر طلوع ہونا اور غروب ہو جانا، انسانی کاشت کے لئے پانی کے معلق بادلوں کو مسخر کر دینا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب افعال وہ ہیں جو انسانی قدرت سے خارج ہیں، جب انسان اپنی عقلی وسعت کے باوجود اس عظیم الشان اور غیر متبدل نظام کو دیکھتا اور کچھ سمجھ لیتا ہے پھر اس کی ذرہ برابر تبدیلی پر اپنے اندر کوئی قدرت نہیں دیکھتا تو بے اختیار ہو کر کسی بالاتر ہستی کے تسلیم کر لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ان کا نام آیاتِ الوہیت رکھا گیا ہے یعنی یہ افعال ایک مافوق ہستی کے وجود کے لئے شاہدِ صدق ہیں۔

مذکورہ بالا یہ تمام آیات اگرچہ مقدورِ بشری سے خارج ہیں مگر انسان ان کو خارقِ عادت نہیں کہتا اگرچہ یہ صرف ایک مغالطہ ہے کیونکہ بلحاظِ حقیقت ہمارے اس نظامِ عادی اور خارقِ عادت میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے یہی جو نظام ابتداءِ عالم سے محض قدرت کی فیاضی سے ہمارے مشاہدہ میں چلا آتا ہے ہم اس کو نظامِ عادت سے تعبیر کرنے لگے ہیں اور اسی کا نام قوانینِ طبیعیہ رکھ چھوڑا ہے۔ اگر ابتداء سے عالم کی عادت اس کے برخلاف ہوتی تو اسی کو ہم نظامِ عادی کہنے لگتے۔ مثلاً اب جو نظامِ ولادتِ انسان کی دو صنفوں کے اتصال سے قائم ہے ہم اسی کو طبعی نظام سمجھتے ہیں لیکن اگر ابتداء ہی سے انسانی پیدائش صرف ایک ہی صنف سے ہوا کرتی تو یقیناً ہم اسی کا نام نظامِ عادی رکھتے، آخر بہت سے حشرات الارض اب بھی ایسے موجود ہیں جو اتصالِ جنسی کے بغیر پیدا ہو جاتے ہیں اور دنیا کی زبان کا عادی نظام یہی ہے پس عادی اور غیر عادی کا فرق خالق کی نظر میں کچھ نہیں صرف ہمارے تجربہ اور مشاہدہ کا فرق ہے۔ تاہم قدرت ہمارے تجربات اور مشاہدات

خرقِ عادت کا مفہوم

کے برخلاف کبھی انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر بھی دکھا دیتی ہے۔ خدا کا نظام ہر قرن میں ظاہر ہوتا رہا ہے جن کو ہم بھی خارقِ عادت سمجھتے ہیں اگرچہ جب کچھ مخصوص لوگوں کو کچھ مخصوص بندوں کے ذریعہ سے ہمیشہ ایسے افعال کا ظہور ہوتے رہنا اللہ کی عادت میں داخل ہے تو پھر مخصوص عالم کے لحاظ سے ان کو بھی خارقِ عادت

کہنا کہاں تک قابل ہونا چاہیے۔ اب اگر ان کو خوارقِ عادت کہا جا سکتا ہے تو صرف اس معنی سے کہ وہ عالم کی روزمرہ کی عادت نہیں، بلکہ خاص خاص زمانے اور خاص خاص افراد کے وہ ایسی عادت ہیں لہٰذا اب ایک بحث یہ بھی ضروری ہے کہ خوارقِ عادت کا مفہوم ہے کیا؟ دیکھئے کسوف و خسوف عالم کی روزمرہ کی عادت تو نہیں تاہم ان کو بھی ہم عالم کی عادت میں شمار کر لیتے ہیں اور خوارقِ عادت نہیں کہتے اسی طرح ہمارے اصطلاحی خوارق کا ظہور بھی جب عالم کی تاریخ میں مختلف زمانوں میں ثابت ہے تو ان کا نام بھی خوارقِ عادت کیوں رکھا گیا یہاں کسوف و خسوف کے اسباب معلوم ہونے اور انبیاء علیہم السلام کے خوارق کے اسباب معلوم نہ ہونے سے ان کے خوارقِ عادت ہونے میں کیا فرق پڑتا ہے۔ بالفرض اگر ہم کو کسوف و خسوف کے اسباب معلوم بھی ہوں تو کیا ان کے تغیر و تبدیل پر کسی کو کسی درجہ کی ادنیٰ سی قدرت بھی حاصل ہے؟ پھر جن اسباب کے علم کا ہم کو گھمنڈ ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح وہ آج کل کی تحقیق کی بناء پر درست ثابت ہوتا ہے اسی طرح ہیئتِ بطلیموسی کی بناء پر بھی صحیح اترتا ہے۔ مشاہدہ کا دعویٰ دونوں ہی نے کیا ہے۔ ہمیں اس وقت ان دونوں فریق کے نظریات سے کوئی بحث کرنی نہیں ہے۔ ان میں جو بھی صواب پر ہو کہنا صرف یہ ہے کہ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ متعلقہ اسباب کے ساتھ ان کے مسببات کا نظام درست رہتا ہو۔ اس لحاظ سے خرقِ عادت کا لفظ اور بھی مبہم بن جاتا ہے۔ اب اگر خرقِ عادت کا کوئی مفہوم ہو سکتا ہے تو یہی کہ وہ عالم کی روزمرہ کی عادت نہیں ہے اس لحاظ سے کسوف و خسوف بھی خوارق میں داخل ہوں گے اور اسی لحاظ سے حدیث میں ان کو بھی "آیات اللہ" میں شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وفات پر جب کسوفِ شمس ہوا تو آپ نے منبر پر تشریف لا کر ایک بلیغ خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ "ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ" یعنی یہ آفتاب اور ماہتاب کسی کی موت پر ماتم کرنے کے لئے گہن نہیں لگتے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی ایک کھلی ہوئی علامت ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دو بڑے بڑے کرات جو کبھی کسی کے حکم کے تحت نظر نہیں آتے تھے وہ بھی کسی قادرِ مطلق ہستی کے محکوم ہیں وہ جب ارادہ فرمائے تو ان کے اس نظام کو توڑ ڈالے۔

نظامِ فطرت اور نظامِ قدرت

سلسلۂ اسباب و علل جتنا بھی ہے وہ سب عالم کے لئے ہے خالقِ عالم کے لئے نہیں کیونکہ خود عالم بھی اور اس کے اسباب و علل بھی سب کے سب اسی کی مخلوق ہیں۔ ہم نے جب دنیا میں قدم رکھا تو اپنے ماحول میں ایک مقررہ نظام دیکھا اور اپنے حق میں اس کو غیر متبدل پایا تو بس اسی کا نام نظامِ فطرت رکھ ڈالا اور پھر دوسرے قدم پر خالق کے حق میں بھی اس کو غیر متبدل قرار دے ڈالا۔ یہاں ایک حقیقت اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے اور وہ یہ ہے کہ دینِ اسلام میں نظامِ فطرت نظامِ قدرت سے بالاتر نظام نہیں ہے

بلکہ خود قدرت ہی نے نظام فطرت بنایا ہے یعنی اشیاء کی فطرت میں جو نظام بھی ہمارے مشاہدہ میں آتا ہے یہ سب نظام، نظام قدرت کے ماتحت ہے اسی لئے فطرت ہر وقت قدرت کی محتاج ہے، عالم اور اشیاء جس طرح خود مخلوق ہیں اسی طرح ان کی فطرت بھی خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے آگ اگر جلاتی ہے تو بیشک یہ اس کی فطرت ہے مگر اس میں جلانے کی فطرت پیدا کس نے کی؟ اس کے خالق نے۔ یہ آگ کی فطرۃ کا کوئی طبعی اقتضاء نہ تھا اس لئے جب یہ ہے تو اگر وہ چاہے تو اپنے خلیل کی خاطر اس خاصیت کو سلب بھی کر سکتا ہے بلکہ آگ ہمیشہ جلانے کا آلہ تھی مگر جب حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا گیا اس وقت وہ نہ صرف یہ کہ سرد ہو گئی بلکہ ان کے حق میں سلامتی کا ایک محل بن گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہاتھ میں ایک لاٹھی لئے کھڑے ہیں اور اس کے متعلق صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ وہ ان کے لئے سہارا اور بکریوں کے لئے پتے جھاڑنے کا ایک معمولی سا آلہ ہے یہاں ان کو کسی خاص جنگل کی لکڑی کے متعلق حکم نہیں ہوتا اس میں ہر طرح کے شبہات پیدا ہو جاتے بلکہ اسی معمولی سی لکڑی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے اس کو زمین پر ڈال دو پھر دیکھو کہ اس کا پیدا کرنے والا کس طرح اس کی فطرت بدل کر اس کو حیوان عجیب بنا سکتا ہے۔ اسی طرح پانی کی فطرت سیلان ہے مگر اس کی یہ فطرت پانی کی طرح خود اس کی مخلوق ہے اس لئے اگر وہ چاہے تو اپنے کلیم کے لئے اس کو انجماد سے تبدیل کر سکتا ہے چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری تو وہ پھٹ کر پہاڑوں کے دو ٹکڑوں کی طرح الگ الگ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ قرآن کریم نے بھی فطرت کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور حدیث میں اس کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ ہر انسان کی فطرت اسلامی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ایسی صلاحیتیں پیدا کی گئی ہیں کہ اگر خارجی اثرات اس پر اثر انداز نہ ہوں تو وہ دین اسلام کے سوا کسی اور دین کو قبول نہ کرے۔ اسی طرح آگ کی فطرت جلانا ہے تو اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ اس کو اسی صفت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے کہ اگر مشیت الٰہی اس کے خلاف نہ ہو تو جب کوئی چیز اس میں ڈالی جائے تو وہ اس کو جلا دے۔

قائلین مادہ کے نزدیک اشیاء اور ان کی فطرت میں لزوم عقلی ہے جس طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ آفتاب طلوع کرے اور دھوپ نہ نکلے اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی شے موجود ہو اور اس کی فطرت اس سے مختلف ہو جائے ان کے نزدیک فطرت، اور اس کی تاثیرات یہ سب اضطراری ہیں بلکہ کہیں غیر شعوری بھی اسی لئے نوامیس طبیعیہ اور قائلین فطرت کے نزدیک نظام عالم کے لئے کسی خارجی فاعل بالارادہ کی ضرورت کچھ نہیں ہے پس نظام عالم کے لئے خود اس کی فطرت ہی کافی ہے۔ اس کے بعد جب اسلام کی حد آیا تو اس کے صحیح معنی سمجھے بغیر یہ لفظ مسلمانوں میں بھی مستعمل ہو گیا اور رفتہ رفتہ غیر شعوری طور پر دوسرا مقدمہ یعنی نظام فطرت کا کافی ہونا بھی ان کے ذہن نشین ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ جب

کہیں فطرت کے ساتھ قدرت کا ذکر آتا تو اس کو فطرت کے مرادف سمجھا جانے لگا حالانکہ دین اسلام
میں نظام فطرت مخلوق ہے اور نظام قدرت کے تحت چلتا ہے۔ جب اسلامی عقائد اور اسلامی لٹریچر سے
اور بیگانگی پیدا ہوئی تو کفر و اسلام میں جوڑ لگانے والوں نے یہ بات اڑائی کہ نظام فطرت اگرچہ نظام قدرت
کے تحت ہی ہے مگر خود قدرت کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اس نظام کو بدلے گی نہیں چنانچہ اس پر بھی غور کر لینا ضروری تھا
کہ اس مسئلہ کی شاخیں اور کہاں کہاں تک چلتی ہیں کیا صرف اتنا کہنے سے آئندہ بھی وہ قائلین فطرت کا ساتھ
دیں گے کیا وہ اس عالمی نظام کو کسی فاعل بالارادہ سے مستغنی تسلیم کر لیں گے کیا خواص اشیاء کو علل کا اقتضاء
طبعی کہیں گے اگر نہیں تو پھر پیچھے لوٹ کر اصل سوال کا جواب سوچئے کیا ہونا چاہئے، کیا یہ کہ خواص اشیاء
ان کی طبیعت کا تقاضا ہیں یا یہ کہ خالق کی حکمت کا تقاضا ہیں اور اسی کی مخلوق ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ نے فرقہ ملاحدہ کی ایک خصوصیت یہ لکھی ہے کہ وہ عجائبات قدرت کو خالق کا
تصرف نہیں سمجھتے بلکہ ان کو قویٰ نفسانیہ اور اسباب طبیعیہ میں منحصر سمجھتے ہیں۔ اس کے برخلاف جماعت
حقہ ہے — وہ ان اسباب کا انکار بھی نہیں کرتی لیکن اس کے ساتھ وہ ایک ایسی بالاتر ہستی کا اقرار بھی
کرتی ہے جو ہر ضابطہ و قاعدہ سے باہر ہے خود مادہ اور اس کے خواص سب اس کی قدرت کے ماتحت ہیں۔
وہ اپنے انبیاء علیہم السلام کی صداقت و اکرام کے لئے اپنی عام عادات کا خلاف بھی کرتی رہی ہے اور اپنے
مومن بندوں کی خاطر ایسے ایسے افعال بھی ظاہر فرماتی رہی ہے جو ان کی قوت نفس اور جسم و روح کے تصرفات
سب سے بالاتر ہوتے ہیں۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۲۲۱)

نظام فطرت کی تبدیلی ممکن ہے اور نظام قدرت کی تبدیلی محال ہے

قرآن کریم نے جہاں سنت فطرت کی تبدیلی کا انکار کیا ہے اس میں اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ کوئی دوسرا اس کی تبدیلی پر قادر نہیں جس طرح عالم کی
خالقیت میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں اسی طرح فطرت عالم کی پیدائش میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔
یہ ایک جگہ بھی نہیں فرمایا کہ وہ خود بھی اس کی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ بیشک اس نے یہی اعلان کیا ہے کہ سنت اللہ
میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا لیکن خود وہ اس کو بدلتا ہے اس میں یہی سمجھنا بالکل بے وجہ ہے۔ قرآن کریم نے
جا بجا قوموں کی اطاعت اور ان کی نافرمانیوں کے عواقب بیان فرمائے ہیں اور اس کے بعد یہ اعلان کیا ہے
کہ ہماری اس سنت کی تبدیلی نہیں ہوتی اس کا مطلب صاف یہ ہے کہ مطیعین اور عاصین کے ساتھ جو معاملہ
ہمیشہ سے دستور رہا ہے اور وہ برتا جاتا ہے اور برتا جا سکتا ہے اس کی تبدیلی یہ ہے کہ جو عاصین اور مستحق
عذاب ہوں ان پر انعام کیا جائے اور جو مطیعین ہوں ان پر انعام کی بجائے عذاب نازل کیا جائے اور اس
کی تبدیلی یہ نہیں ہے کہ مستحقین سے اس کا رخ پھیر کر غیر مکذبین کی طرف کر دیا جائے لہٰذا عذاب آ کر رہے گا اور

ضرور ان ہی پر آکر رہے گا جو اس کے مستحق ہیں پھر استعمال کرنے والوں نے سنت اللہ اور فطرت اللہ دونوں کو
ہم معنی سمجھ کر دوسری غلطی یہ کی کہ ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرنا شروع کر دیا اور جو حکم در حقیقت نظام
قدرت کا تھا وہ سنت اللہ کا سمجھ لیا۔ دین اسلام یہ کہتا ہے کہ جو قانون بالارادہ جاری ہے اس کی تبدیلی محال ہے اور
ہم کہتے ہیں کہ جو نظام فطرت ہو اس کی تبدیلی محال ہے حتیٰ کہ خود خالق کے لئے بھی (والعیاذ باللہ)

خلاصہ یہ ہے کہ اہل اسلام بھی فطرت و سنت کا لفظ استعمال کرتے ہیں مگر ان کے نزدیک یہ سب
قدرت مطلقہ کے افعال اور تصرفات ہیں۔ قرآن کے عقائد کا ایک اہم رکن قیامت ہے جو اس تمام سلسلہ اسباب
عمل کے بکھر جانے ہی کا دوسرا نام ہے۔ ان کے نزدیک سادہ اور اس کے مقتضیات میں لزوم عقلی کہاں ہو سکتا ہے۔ یہ
دونوں ہی قدرت کی مخلوق ہیں اور اسی کے محکوم ہیں۔

آیات ربوبیت کی دوسری قسم جو ہماری نظروں سے بھی مخفی ہو رہی تھیں

خلاق عالم نے عالم کے گوشہ گوشہ میں اپنی آیات الوہیت خالقیت پھیلا رکھی تھیں تو اس لئے
تھیں کہ انسان ان میں تدبر و تفکر کے راستے سے بہت جلد اس کو پہچان لیتا
مگر ان سب میں سے گزر کر بھی تو عقل ایسی کچھ بھی جا پڑی جہاں جواہرات کے
بجائے صرف سنگریزے اس کے ہاتھوں میں آئے۔ اس نے اس پر از حکمت نظام کو دیکھا اور اس سب کو
اتفاق کرا یک بے شعور مادہ کے حوالہ کر دیا اور یہ سمجھ لیا کہ اس کارخانہ کا یہ سب اندرونی نظام تھا اسی کی
گردش سے گھوم رہا ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ کی حکمت و رحمت کا تقاضا ہوا کہ اسی عالم میں وہ اپنی الوہیت
کی کچھ ایسی نشانیاں بھی دکھلاتا رہے جو خارق عادت ہوں تا کہ ان کو دیکھ کر اسباب کا سارا بھرم کھل جائے
اور اس کو یہ معلوم ہو سکے کہ مسببات کی دنیا اسباب کے ساتھ صرف ایک ظاہری اور کمزور رشتہ رکھتی ہے
ان کا قائم رکھنے والا در اصل کوئی اور ہی ہے۔ اس نے بنی آدم کو دو صنفوں کے اتصال سے پیدا فرمایا اور اس کو
اس کی نسل کی سنت مستمرہ قرار دیا۔ پھر اس کو توڑ کر بھی دکھلا دیا اور اس کی آنکھوں کے سامنے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کو صرف ایک صنف سے اتصال جنسی کے بغیر پیدا فرما کر بھی دکھلا دیا۔ اب اس کی دو نوع جو باقی
رہ گئی تھیں ان کے متعلق یہ اطلاع دیدی کہ ہم پہلے ایسا بھی کر چکے ہیں۔ تخلیق کی ان چاروں قسموں میں سے
یہ بات اس کی مرضی پر رہی کہ کس نوع کو وہ عالم انسانی کا دستور العمل بنائے اور کس کو اس کی خلقت سے پہلے
پہلے ظاہر فرمائے۔ اور کس کو بطور خرق عادت کے اس کی آنکھوں کے سامنے بھی دکھلائے۔ ایک ناقص العقل
انسان بھی اتنا تو سمجھ سکتا ہے کہ انسان جب عدم محض سے وجود میں آیا تھا تو جوڑا نہیں تھا اس کے وجود میں آنے
سے پہلے تو جوڑا بھی نہ تھا اس وقت کے مناسب یہی تھا کیونکہ اس کے سوا اور چارہ کار ہی کیا تھا کہ سب سے پہلے
اس کو بلا واسطہ یا صرف ایک صنف سے پیدا کیا جاتا۔ پھر جو نوع کہ عالم انسان کے مناسب تھی وہی نوع تھی

جو آج ان کی عادت ہے۔ اب خرقِ عادت کے لئے صرف ایک ہی قسم باقی تھی، اس کو بھی پیدا فرما کر دکھلا دیا گیا مگر افسوس کہ مکذبین نے اس کو بھی تسلیم کرنے میں تعجب کیا فویل للذین کفروا من الخ۔ اب آپ کو اختیار ہے اس کو جس عنوان سے چاہیں تعبیر کریں مگر قادرِ مطلق کے لئے نہ یہ پیدائش کچھ مشکل تھی نہ کچھ مشکل ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام خود بڈھے اور بی بی بانجھ جب ان کو ایک مبارک نونہال کی بشارت دی تو ششدر ہو کر رہ گئے اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کو جب اپنی پاکبازی اور کنوارپن کے عالم میں ایک مبارک فرزند کی بشارت پہنچی تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی لیکن ان دونوں کو جو جواب ملا وہ کچھ زیادہ لمبا چوڑا نہ تھا، بلکہ صرف ایک ہی کلمہ تھا جو ان دونوں کے فطری تعجب کو ختم کرنے کے لئے کافی ہو گیا اور وہ یہ تھا ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ ہمارے لئے یہ بھی بہت آسان ہے۔ یہ سچ ہے کہ صرف ایک جنس سے ولادت عالمِ انسانی کی عام عادت نہیں ہے لیکن قدرتِ مطلقہ نے کبھی کبھی کسی ادنیٰ سے عارضے کے بغیر اپنی عام عادت کو بھی خرق کر کے دکھلا دیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ جس طرح اس پر قادر تھا اس پر بھی قادر ہے۔ اُس کے نزدیک یہ دونوں باتیں آسان ہیں۔

حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نمرود کا ایک مکالمہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو فہمائش کرتے ہوئے سب سے پہلے تو اپنے رب کی علامت یہی پیش کی موت و حیات کا عادی نظام ہے لیکن اپنی حماقت سے جب وہ اتنی موٹی بات بھی نہ سمجھ سکا تو پھر شمس کے نظام کے خرق کا مطالبہ کیا اور یہ کہا چاہا تو پھر تو اس کے قائم کردہ نظام شمسی کی توجیہ یا خرق کر دکھلا یعنی مشرق کے بجائے مغرب سے آفتاب نکال دے۔ یہ سن کر وہ لاجواب ہو کر رہ گیا۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ خرقِ نظام اور نظام اگرچہ یہ دونوں علامات الوہیت میں سے ہیں مگر خرقِ نظام اور زیادہ بڑی علامت ہے۔

حدیثوں میں آتا ہے کہ آخر زمانہ میں قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ آفتاب مشرق کے بجائے ایک بار مغرب سے طلوع کر آئے گا۔ شاید اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ عالم کی عمر میں ایک بار یہ مشاہدہ بھی ہو جانا چاہئے کہ نمرود جس بات پر لاجواب ہو کر رہ گیا تھا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس پر بھی قادر ہے۔ بس جب خوارق کا وجود ہمارے مشاہدہ میں کسی انکار کے باوجود آیات الوہیت میں ثابت ہے اور ان میں ایسی علامت تو ایک بھی نہیں ہے جو بشری قدرت کے تحت ہو تو اب آیاتِ نبوت کا مفہوم سمجھنا بھی آسان ہے۔ ان کو خوارقِ عادات سے نکالنے کی سعی کرنی بالکل ایک عبث اور خلافِ واقعہ سعی ہے۔

آیاتِ نبوت

آیاتِ نبوت کیا ہیں؟ یعنی قدرت کی وہ نشانیاں جن کو وہ انبیاء علیہم السلام کی

تصدیق کے لئے خرقِ عادت کے طور پر ظاہر فرماتی ہے۔ اب اگر آپ ان کے تمام معجزات کو قدرت کے ان افعال کے مقابلہ میں رکھ کر دیکھیں جو انبیاء علیہم السلام کے واسطے کے بغیر عالم میں موجود ہیں تو دونوں آپ کو ایک ہی جنس کے نظر آئیں گے۔ دو مقصد بشری میں سے یہ مقصد بشری ہے۔ پھر یہ اسی طرح جیسے وہ خلافِ عادت ہیں یہ بھی خلافِ عادت ہوتے ہیں فرق یہ ہے کہ جب وہ افعال کسی رسول کے واسطے کے بغیر ظاہر ہوتے ہیں تو قدرتِ مطلقہ کی علامت اور آیاتِ الوہیت کہلاتے ہیں اور جب رسولوں کے واسطہ سے ظاہر ہوتے ہیں تو ان کیلئے خاص ہوتے اور آیاتِ نبوت کہلاتے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ معجزات پر بحثیں کرنے والے اگر اس طرف بھی نظر کر لیتے کہ معجزات رسول کی طاقت سے نہیں خدا تعالیٰ کی قدرت سے ظاہر ہوتے ہیں تو آیاتِ نبوت کو تو اس طرح دیکھنے کے بجائے قوانین الٰہیہ پر قیاس کر کے دیکھتے اور یہ تمام بحثیں جو ایک محکوم طرز کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہیں خود بخود ساقط ہو کر رہ جاتیں۔ اسی لئے امام رازی نے لکھا ہے کہ جس طرح رسولوں کی بعثت خدا تعالیٰ کی صفتِ ملوکیت کا تقاضہ ہے اسی طرح رسولوں کے معجزات یہ اس کی صفتِ قدرت کا تقاضہ ہیں جو شخص رسولوں کے معجزات کا قائل نہیں وہ درحقیقت حق تعالیٰ کی صفتِ قدرت کا بھی قائل نہیں ہے۔

مؤلف تفسیر المنار ایک بلند پایہ روشن خیال محقق ہونے کے باوجود معجزات کی حقیقت سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

"معجزہ کی حقیقت کے متعلق سب سے زیادہ مشہور تحقیقی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے علمی نظام کے خلاف صرف اپنی قدرت سے ظاہر فرما دیتا ہے۔ یہ بات ثابت کرنے کے لئے کہ قوانین طبیعیہ خود اس کے محکوم ہیں وہ ان کا محکوم نہیں جس طرح وہ چاہے ان میں تصرف کر سکتا ہے۔" (صفحہ ۳۲۹ ج ۱)

امام شاطبی رح فرماتے ہیں کہ

"انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری سے قبل انسان اپنے ماحول میں چونکہ ہمیشہ اسباب و مسببات کا ایک مسلسل نظام دیکھا کرتا تھا اس لئے وہ قدرت کے تحت اس کے محکوم ہونے کا اس کو تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ ان کے درمیان عقلی لزوم سمجھنے لگتا ہے اور اسی لئے وہ خرقِ عادت کو محال کہہ دیتا ہے۔ مگر جب انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے ہیں تو انسان کا یہ علم یہیں تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے لیکن جب انبیاء علیہم السلام تشریف لا کر خوارقِ عادات بھی ظاہر فرماتے ہیں تو اب یہ راز فاش ہو جاتا ہے اور یہ کھل جاتا ہے کہ یہ نظم حق تعالیٰ کے ساتھ بے اصل ہو رہا ہے بلکہ ان اسباب و مسببات کے درمیان لازم عقلی کچھ بھی نہ تھا بلکہ یہ صرف صانعِ حقیقی کی خالقیت کا ایک کرشمہ تھا جب اسباب میں تاثیر بھی اسی نے پیدا فرمائی تھی تو یقیناً وہ اس کے سلب کرنے پر بھی قادر ہے بھلا پھر کون ثابت کر سکتا ہے کہ آتش کا جلانا ایک دائمی

سبب اور مسبب کے درمیان عقلی طور پر کوئی لزوم نہیں ہے اس لئے خرقِ عادت کو محال سمجھنا صحیح نہیں۔

تجربہ کے سوا کسی عقلی دلیل کا تقاضہ ہو لہذا جب امور عادیہ کے درمیان ہمارا ارتباط کسی عقلی دلیل کا تقاضہ نہ ہوا
تو ہر خرقِ عادت کو محال سمجھنا بھی غلط ٹھہرا۔ (دیکھئے الاقتصاد ص ۹۹ و کتاب المفصل لابن حزم)۔

اگر آپ یہ سمجھ گئے ہیں تو اب آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات پر نظر ڈالئے وہ معاندین کی نظروں میں خواہ کتنے ہی خلاف عقل اور محال ہوں لیکن قدرت مطلقہ کے قائلین کے نزدیک سب معقول ہی معقول ہیں۔ ان کے کانوں میں ہر ہر معجزہ سے جو صدا آئے گی وہ صرف ایک ہی صدا آئے گی هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ (ہمارے لئے یہ بھی بہت آسان بات ہے)۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا حال دیکھئے تو یہ بھی حیرت انگیز ہے قدرت نے یہاں ظہور اعجاز کے لئے کسی خاص چیز کی لکڑی یا ان عناصر کو نہیں لیا جن میں معروف طبائع کی مستور یا مخفی خاصیت کا احتمال ممکن ہو اختیار نہیں کیا بلکہ جو عصا وہ اس وقت اپنے ہاتھ میں لئے کھڑے تھے اسی کے زمین پر ڈال دینے کا حکم دیا۔ عصا کا ڈالنا تھا کہ جو ابھی ابھی ان کی بکریوں کے ہانکنے اور پتے جھاڑنے کی لاٹھی تھی اور ان کے چلنے کا سہارا تھی وہ ایک خوفناک اژدہا بن گئی جس قدرت کے لئے اس لکڑی کی پیدائش میں کوئی دشواری نہ تھی اس کے سامنے اس کے اژدہا بنا دینے میں بھی کوئی دشواری نہ ہوئی پھر جب اس اژدہے کو ہاتھ میں پکڑنے کا حکم ہوا تو گو فطری ضعف کی بنا پر یہ مرحلہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے بہت خطرناک تھا مگر قدرت کے سامنے جس طرح لاٹھی کا اژدہا بنا دینا آسان تھا اسی طرح اژدہے کا پھر لاٹھی بنا دینا آسان ہوا۔ عام طور پر اس کو صرف ایک ہی معجزہ سمجھا جاتا ہے مگر یہ بھی ان دو معجزوں پر مشتمل تھا جن میں سے ہر ایک سے یہی آواز آتی تھی هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ۔ کون ہے جو خالق کے ان خارق عادات افعال کو مادی قوانین کے شکنجے میں کس کر رکھ سکے۔ دیکھئے پانی کی اصل خاصیت سیلان ہے اور آگ کی خاصیت جلانا مگر خدا تعالیٰ کے دو مقدس رسولوں کے لئے دونوں جگہ ان کی مادی خاصیتیں بدل دی گئیں یا نہیں یہ عجیب ہے کہ یہاں ہماری نظریں تقاضائے فطرت کی طرف تو جاتی ہیں مگر تقاضائے قدرت کی طرف کیوں نہیں جاتیں؟

قرآن کریم کی نظر میں معجزہ کی حقیقت

نصوص قرآنیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ خدائی فعل ہوتا ہے خود رسولوں کا فعل نہیں ہوتا۔ اس کا ظہور بھی خدا تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہوتا ہے رسولوں کے ارادے سے نہیں ہوتا رسولوں میں معجزہ نمائی کی کوئی طاقت بھی نہیں ہوتی اور معجزہ میں ان کی قدرت یا نفسی تاثیر کا بھی کوئی دخل

نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ دونوں نسبتیں قرآن کریم میں جا بجا موجود ہیں۔

معجزہ رسالت و نبوت کی طرح موہبت الٰہی ہوتا ہے رسولوں کا کسب نہیں ہوتا

یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن کریم جب معجزات کا تذکرہ کرتا ہے تو ہمیشہ اسی تعبیر کے ساتھ کرتا ہے کہ وہ رسالت کی طرح رسولوں کو اپنی طرف سے دے کر بھیجے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگذشت کو بہت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے جب ان کو نبوت عطا ہوئی تو اس کے ساتھ ساتھ رب العالمین کی طرف سے ان کو خاص طور پر دو معجزے بھی مرحمت ہوئے اور ارشاد ہوا فَذَانِكَ بُرْهَانَانِ۔

یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جب رسولوں کو اپنی جانب سے رسول بنا کر بھیجتا ہے تو ضرور ان کو کچھ اشیاء ایسی عطا ہونی چاہئیں جن کو وہ اس عظیم الشان دعوے کے لئے بطور دلیل و حجت پیش کر سکیں اس لئے جب ان کو قوموں کی دعوت کے لئے بھیجا گیا تو ہمیشہ برہان و حجت دیکر بھیجا گیا ہے۔

اب آیات ذیل پر غور فرمایئے۔

۱۔ وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ۔ (بنی اسرائیل) — اور ہم نے نشانیاں بھیجنی اس سے موقوف کیں کہ اگلوں نے ان کو جھٹلایا۔

۲۔ وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا۔ (〃) — اور ہم جو نشانیاں بھیجتے ہیں تو ڈرانے کو۔

۳۔ قُلْ إِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يُنَزِّلَ آيَةً (الانعام) — کہہ دے کہ اللہ کو اس بات پر قدرت ہے کہ کوئی نشانی اتارے

۴۔ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ۔ (الانعام) — اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر اس سے تغافل کرتے ہیں۔

۵۔ إِنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ (آل عمران) — بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لے کر آیا ہوں۔

۶۔ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ۔ (الزخرف) — پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ لگے ان پر ہنسنے۔

اسی طرح جب کبھی کفار نے معجزات کی فرمائش کی ہے تو اسی نکتہ کو سمجھ کر کی ہے اور کہا ہے کہ جس طرح پہلے رسولوں کو ان کے رب کی طرف سے ان کی نبوت کی کچھ نشانیاں اور معجزات ملے ہیں آپ بھی اپنے رب کی طرف سے ہم کو کچھ نشانیاں دکھلائیں۔

۱۔ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِنْ رَبِّهِ (عنکبوت) — کیوں نہ اس پر اس کے رب سے نشانیاں آئیں۔

۲۔ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ (یونس) — کیوں نہ اس پر اس کے رب سے ایک نشانی اتری۔

۳ ۔ لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ (طٰہٰ) یہ رسول اپنے رب سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتا۔

۴ ۔ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ (الرعد) کیوں نہ اس پر اس کے رب سے ایک نشانی اتری۔

ان سب آیات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے نزدیک بھی معجزات رسولوں کا اپنا فعل نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو خود اپنی جانب سے دکھا کر بھیجتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب کسی کو سبب کے بغیر رسالت وہی عطا کرتا ہے تو اس کے لئے براہین و حجج بھی اسی کو عطا کرنے چاہئیں جیسا کہ ایک موقع پر جب جنگ کا میدان لشکرِ اسلام پر بہت تنگ ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی ایک مٹھی اٹھا کر دشمنوں کے لشکر کی طرف پھینکی تو قدرتِ خداوندی کا کرشمہ کہ ان میں کوئی فرد بھی ایسا نہ بچا جس کی آنکھوں میں وہ جا نہ پڑی ہو آخر کار دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے اور میدان چھوڑ کر ان کو بھاگ جانا پڑا۔ ظاہر ہے کہ یہ خاک کی مٹھی پھینکی تو آپ نے ہی تھی مگر اس کا یہ اعجازی کرشمہ آپ کی قدرت سے نہ تھا اس لئے ارشاد ہوا:—

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۔ اور خاک کی مٹھی جس وقت کہ پھینکی تھی تو نے نہیں پھینکی تھی لیکن اللہ نے اس کو پھینکا۔

گذشتہ آیات میں ایجابی نسبتوں کے ساتھ جب اس سلبی نسبت کو ملا لیجئے تو یہ حقیقت اور زیادہ عیاں ہو جاتی ہے کہ معجزات خود رسولوں کا فعل نہیں ہوتے۔

اسی طرح جب کبھی رسولوں سے معجزہ کی فرمائش کی گئی ہے تو ان کو ہمیشہ یہی ٹھیک جواب تعلیم کیا گیا ہے:

قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ (الانعام، العنکبوت) تو کہہ کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ کا ظہور ارادۂ الٰہی پر موقوف ہے رسولوں کے ارادہ پر معجزہ ظاہر نہیں ہوتا۔ رسولوں میں معجزہ نمائی کی کوئی قدرت نہیں ہوتی اور نہ ان میں ان کی نفسی تاثیر کا کوئی دخل ہوتا ہے الغرض حسبِ عادت جب آپ سے خاص خاص معجزات دکھانے کی فرمائش کی تو اس کے جواب میں یہ ارشاد ہوا۔

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ۔ تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔

اسی طرح جب آپ کے قلب میں یہ جذبہ زیادہ ابھرا کہ اگر ان کی حسبِ فرمائش معجزات دکھلا دیئے جائیں تو شاید یہ تمام اسلام قبول کر لیں تو ملاطفت آمیز لہجہ میں آپ کو یہ تنبیہ کی گئی۔

فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُم بِآيَةٍ (انعام) تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ ڈھونڈ نکالے کوئی سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر لا دے ان کے پاس ایک معجزہ۔

آیات بالا سے معلوم ہوا کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص معجزات کی فرمائش کی گئی ہے تو آپ نے ہمیشہ یہی ایک جواب دیا ہے کہ معجزات کا دکھانا میرے قبضۂ قدرت میں نہیں بلکہ جب کبھی رسولوں سے کوئی معجزہ ظاہر ہوا ہے تو اس وقت بھی وہ یہی اعلان کرتے رہے ہیں کہ یہ معجزہ ہماری طاقت سے نہیں صرف حکم الٰہی سے صادر ہوا ہے۔ اگر معجزات آپ کے قبضہ میں ہوا کرتے تو احد کے میدان میں شکست کیوں ہوتی بلکہ جنگ کی ضرورت ہی کیا رہتی اور دشمنوں پر ایک مٹھی خاک پھینک کر ہمیشہ فتح نصیب ہو جایا کرتی مگر یہ کیسے ہو سکتا تھا جبکہ معجزہ آپ کی قدرت و اختیار ہی کی چیز نہ تھی۔ اسی نکتہ کو سمجھ کر ہرقل نے جب ابوسفیان سے یہ سن لیا کہ آپ کو شکست بھی ہوتی ہے تو آپ کی رسالت کے دلائل میں اس کو بھی شمار کر لیا تھا۔ اسی طرح جب کبھی کفار کے اسلام قبول کرنے کا جذبہ آپ کے قلب میں زیادہ موجزن ہوا تو آپ کو یہی ارشاد ہوا کہ تم اپنی پوری جد و جہد صرف کر کے دیکھ لو پھر ہو سکے تو کوئی معجزہ لا کر ان کو دکھا دو۔ اس سے ثابت ہوا کہ معجزات میں رسولوں کے نفسی توجہ کا ادنیٰ سا دخل بھی نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات ان کو یہ علم بھی نہیں ہوتا کہ قدرت ابھی ابھی ان کے ہاتھوں سے کیا معجزہ دکھانے والی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا اپنا عصا ڈال دو۔ انہوں نے عصا ڈال دیا۔ اچانک وہ ایک خوفناک اژدہا بن گیا۔ موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹنے لگے۔ ارشاد ہوا موسیٰ! ڈرو مت اور اپنا عصا پھر ہاتھ میں اٹھا لو۔ اب سوچئے کہ یہاں ان کی توجہ یا تاثیر نفسی کا کیا دخل ہو سکتا تھا۔ وہ توجہ کرتا تو کیا تھا خود ہی اس سے خوفزدہ نظر آتے ہیں۔ اسی لئے ان کی تسلی کے لئے یہ ارشاد ہوا:-

سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ	ہم اس کو پھر اس کی پہلی فطرت پر لوٹا دیں گے۔

ہمارے لئے تو وہ کچھ مشکل تھا نہ یہ کچھ مشکل ہے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ایک طرف فرعونی لشکر اور دوسری طرف خوفناک سمندر کی موجوں کے درمیان گھر گئے تو موسیٰ علیہ السلام تو یقین رکھتے ہیں کہ قدرت ان کو نجات دے گی مگر ان کو کچھ خبر نہیں ہے کہ قدرت اس کی صورت کیا پیدا کرے گی کہ اب تک ان پر مخفی آتی ہے۔

فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِب	ہم نے موسیٰ پر وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو
بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ	لاٹھی کا مارنا تھا کہ وہ پھٹ کر الگ الگ پہاڑ کے
فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ - (شعراء)	بڑے بڑے ٹکڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا۔

اس معجزہ کی یہ شکل یقیناً اس سے بڑھ کر تھی کہ سمندر اپنی اصلی حالت پر رہتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے اس پر پاپیادہ عبور کر جاتے لیکن چونکہ یہاں نجات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دوسرا مقصد

غرض فرعون کو بھی دکھانا منظور تھا اس لئے یہی مناسب تھا کہ پہلے ایک کشادہ اور خشک راستہ بنا دیا جائے
۔ فرعون اور اس کے ساتھی بھی بے کھٹکے اس میں قدم ڈال سکیں اگر سمندر اپنی اصلی حالت پر رہتا تو موسیٰ علیہ السلام
کے عبور کر جانے کے بعد شاید فرعونیوں کو اس کے عبور کرنے کی ہمت نہ ہوتی اس لئے یہ معجزہ ایک ہی معجزہ
یعنی نجات موسیٰ علیہ السلام کا بن کر رہ جاتا اور اب نجات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غرق فرعون کا دوسرا
معجزہ بھی بن گیا۔ اب آپ یہ سمجھ گئے ہوں گے کہ قرآن کریم نے نجات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غرق فرعون کو
علیحدہ کیوں ذکر فرمایا ہے۔ پھر جس طرح عصائے موسیٰ علیہ السلام دو معجزوں پر مشتمل تھا یعنی لاٹھی کا اژدھا
بن جانا اور پھر اژدہے کا لاٹھی بن جانا اسی طرح یہ ایک معجزہ بھی دو معجزوں پر مشتمل ہو گیا یعنی ایک بہتا ہوا سیال
پانی کا منجمد چیز کی طرح پھٹ کر الگ الگ کھڑا ہو جانا پھر اسی منجمد چیز کا صفت انجماد سے سیلان کی صفت
اختیار کر لینا ہم کو یہ امید نہیں کہ یہاں کوئی بے عقل اس عظیم واقعہ کو برف کی چٹان پر قیاس کریگا اس لئے
اس کی تردید میں وقت صرف کرنا عبث سمجھا۔

یہاں ایک صورت یہ بھی ممکن تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دریا پر پہنچنے اور ان کے عصا مارنے
سے قبل ہی سمندر میں یہ شاہراہ کھول دی جاتی مگر کسی معترض کو اس میں یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ یہ کوئی حسن اتفاق
ہو گا اس لئے یہاں یوں کہ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر اپنا عصا مارا عصا مارنا تھا کہ فوراً سمندر
دو ٹکڑے ہو کر الگ الگ ہو گیا۔ اگرچہ اس واضح سے واضح صورت میں بھی تاویل کے بغیر صرف جملہ پر
ناقص لوگ اس خرق عادت کو بھی آج اعتراضوں سے ڈر کر عالم اسباب کے ماتحت گھسیٹ دیا۔ غرض اس صورت
اعجاز کو جس پہلو سے دیکھئے اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ اس معجزہ میں موسیٰ علیہ السلام کا نفس پر بھی دخل تھا
اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آگ میں ڈالے گئے تو رضا و تسلیم کے علاوہ ان سے بھی کوئی
نوع عمل ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے بعد آگ کا گلزار بن جانا بنص قرآن اس حکم ربانی کے تحت ہے جو براہ راست
خالق نار سے ان کو پہنچا تھا قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ (ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی بن جا ابراہیم پر۔)

اس باب کو اور یہاں تک طول دیجئے۔ انبیاء علیہم السلام کے جتنے معجزات ہیں وہ ایک سے ایک بڑھ کر
اس کی دلیل ہیں کہ معجزات میں خود رسول کا کوئی دخل نہیں ہوتا حتیٰ کہ آخر میں جب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
کی نوبت آئی تو آپ کا سب سے درخشاں معجزہ قرآن کریم تھا یہاں اسی حقیقت کے اظہار کے لئے قدرت نے
یہ اہتمام فرمایا کہ خود آپ کو اُمّی بنایا اور جس ملک میں پیدا فرمایا اس کو بھی اُمّی کا لقب دیا پھر اس اعجاز کی یہ
بھی یہ تھی کہ اس کا مثل لانے سے جس طرح ساری دنیا عاجز تھی آپ خود بھی اسی طرح اس سے عاجز تھے
اسی لئے اس کے کلام الٰہی ہونے کی سب سے بڑی دلیل تھی۔ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی گفتگو کا وہ تمام ذخیرہ جو آپ نے دینِ اسلام کی تشریح میں اپنے صحابہ کے سامنے بیان فرمایا ہے آج بھی محفوظ ہے لیکن جب اس کو نظمِ قرآن کے سامنے رکھا جاتا ہے تو ہم کو کبھی خیال بھی نہیں گزرتا کہ یہ دونوں ایک ہی متکلم کے کلام ہو سکتے ہیں، صاف واضح ہوتا ہے کہ ان کے متکلم بالکل الگ الگ ہیں۔ تعجب ہے کہ لغت ایک، کلمات ایک، نوعِ ترکیب بھی ایک، لیکن جب ان کو دوش بدوش بالمقابل رکھ کر کلام دیکھا جاتا ہے تو دونوں میں نسبتِ تباین کی نظر آنے لگتی ہے۔ اگر قرآنِ پاک میں ذرہ سا بھی آپ کا کوئی دخل ہوتا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ جس کلام کو آپ نے خدا تعالیٰ کا کلام کہہ کر تلاوت فرمایا تھا وہ آپ کے عمر بھر کے کلام سے کہیں ذرا بھی ملتا جلتا نظر نہ آتا۔ (الجواب الصحیح ص ج ۴) اب ٹھیک ایک ایک آیت کو حدیثوں کے دفتروں سے ملا کر دیکھ لیجئے کیا مجال کہ کوئی آیتِ قرآنی ذرا برابر بھی کسی حدیث سے ملتی جلتی نظر آسکے۔ اس لئے یہ سمجھنا کس قدر غلط ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں ان کے کسی عمل کا دخل ہو سکتا ہے۔

معجزہ کبھی اضافی نہیں ہو سکتا

مذکورہ بالا بیان سے یہ ثابت ہو چکا کہ معجزہ خدائی فعل ہوتا ہے اس میں رسول کی قدرت اور اس کے اختیار اس کے ارادہ اور اس کی توجہ و تاثیرِ نفسی کا کوئی دخل نہیں ہوتا تو پھر یہ فیصلہ بھی صحیح ہے کہ معجزہ کبھی اضافی بھی نہیں ہو سکتا یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ جو کل تک کسی نبی کا معجزہ ہو وہ مادی ترقیات کے بعد معجزہ باقی نہ رہے مثلاً دوسرے ملک کی آواز سن لینا اگر کل معجزہ تھا تو آج لاسلکی کی ایجاد کے بعد بھی معجزہ رہے گا، کیونکہ معجزہ کی حقیقت میں اس کا بلا واسطہ اسبابِ ظاہری ہونا رکن لازم ہے۔ لہٰذا اگر آج بھی آلات کے بغیر کوئی شخص دوسرے ملک کی آواز سن لیتا ہے تو بے شک وہ آج بھی معجزہ کہلائے گا اور اگر بالفرض کل جو آواز سنی گئی تھی وہ اسی لاسلکی کے وسیلہ پر مبنی تھی گو اس وقت لوگوں کو اس کا علم نہ تھا تو جس طرح وہ آج اس ایجاد کے بعد معجزہ نہیں کل بھی اس کو معجزہ نہیں کہا جا سکتا۔

یہاں بھی طرح سمجھ لیجئے کہ انبیاء علیہم السلام کے جتنے معجزات ہوئے ہیں آپ ان سب پر نظر ڈال لیجئے نبی کے فعل اور اس کے معجزے کے درمیان آپ کو کوئی علاقۂ تاثیر نظر نہیں آئے گا اور اسی حیثیت سے پیغمبر اس کو معجزہ سمجھا بھی گیا ہے مثلاً ملاحظہ فرمائیے کہ انگلی کے ایک اشارہ اور چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے میں کیا علاقۂ تاثیر ہے یا مثلاً لاٹھی کے ڈالنے اور اس کے اژدہا بن جانے میں کیا سببیت نظر آتی ہے؟ اسی طرح آپ کے انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے ابل پڑنے میں کس علاقۂ تاثیر کا دخل کہا جا سکتا ہے؟ جو افعال جب بھی اسباب کی دنیا سے بالاتر نظر آئے ہوں تو ہمیشہ ان کو معجزہ ہی سمجھا جائے گا اور اسی حقیقت کو بتلانے کے لئے علماء کلام نے معجزہ کو خارقِ عادت سے تعبیر کیا ہے یعنی وہ اس نظامِ عادی کے خلاف ہوتا ہے اس لئے زمانے کے کسی انقلاب سے ان کے معجزہ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ یہ کہنا صرف معجزہ کی حقیقت سے لاعلمی کا ثمرہ ہے کہ

الشرط الأول أن تكون مما لا يقدر عليه إلا الله سبحانه.

معجزہ کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ اس جنس کا ہونا چاہیے جس پر سوائے اللہ کے کسی کو قدرت نہ ہو

والثاني هو أن تخرق العادة فمن قال آيتي مجيء الليل بعد النهار وان كان لا يقدر عليها الا الله تعالى لكنها ليست خارقة.

دوم یہ کہ وہ خرق عادت ہو لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ رات کے بعد دن آتا ہے تو یہ معجزہ نہیں ہوگا۔ اگرچہ اس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو قدرت نہیں ہے لیکن یہ خارق عادت بات نہیں ہے۔

والثالث أن يستشهد بها مدعي الرسالة على الله عز وجل فيقول آيتي أن يقلب الله سبحانه هذا الماء زيتا أو يحرك الأرض عند قولي لها تزلزلي.

سوم یہ کہ مدعی رسالت اس کے ساتھ یہ دعویٰ بھی کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے یہ معجزہ دکھائے گا مثلاً وہ کہے کہ اللہ تعالیٰ میری تصدیق کے لئے اس پانی کو تیل بنا دے گا یا جب میں زمین کو یہ حکم دوں گا کہ وہ حرکت میں آ جائے تو وہ فوراً ہلنے لگے گی۔

الرابع هو أن تقع على وفق دعوى المتحدي بها المستشهد بكونها معجزة له فلو نطقت الدابة انه كذاب و ليس بنبي.

چہارم یہ کہ وہ معجزہ مدعی رسالت کے دعویٰ کا مؤید بھی ہو تاکہ وہ اس کی نبوت کی دلیل بن سکے پس اگر کوئی جانور یہ کلام کرنے لگے کہ یہ شخص جھوٹا ہے نبی نہیں ہے تو اگرچہ جانور کا بولنا خارق عادت ہوگا لیکن مدعی کے برخلاف ہوگا۔

الخامس أن لا يأتي أحد بمثل ما أتى به المتحدي على وجه المعارضة ....

پنجم یہ کہ مقابلہ میں کوئی شخص اس کی مثل نہ لا سکے اگر کوئی شخص اس کے مقابلہ میں اس جیسا عمل دکھا دے تو پھر معجزہ کو معجزہ نہیں کہہ سکتے ......

فلولا ذلك لم يتبين الربوبية وبينهما من الفرقان ما بين العميان والبصراء.

ورنہ اگر جہان شریعت کے مطابق ہی ثابت ہو جائے تو معجزہ الٰہی کا دعویٰ کرنا اور ظاہر ہے کہ ان دونوں دعووں میں بینا اور نابینا کا سا فرق ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ ہزاروں خوارق دکھا کر بھی کوئی شخص خدا نہیں بن سکتا کیونکہ یہ خوارق عقلاً اس کے دعویٰ کے مؤید نہیں ہو سکتے اس کے برخلاف اگر کوئی نبی خوارق دکھاتا ہے تو نبی چونکہ انسان ہی ہوتا ہے اس لئے قدرت کسی کاذب کے ہاتھ پر کبھی ایسے معجزات ظاہر نہیں کرتی ورنہ سچے اور باطل دعویٰ کی تائید ہوگی اور معجزہ صرف حق کی تائید کے لئے ہوتا ہے۔

تک کوئی شخص اس کا سبب طبعی نہیں بتلا سکتا۔ جیسے بچے میں اس کی پوری وضاحت کر دی گئی ہے کہ کسی نبی کے اخلاق و کمالات میں اگرچہ اعجاز کی کتنی ہی شان موجود ہو لیکن ان کا ایسا ظہور نہیں ہوتا ہے لہٰذا ان کو معجزہ بنا کر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ حسی معجزات کا مقابلہ اور اخلاق و کمالات کا معنوی معجزہ نام رکھنا ان کی صحیح تعبیر نہیں ہے بلکہ بہت زیادہ غلطی میں ڈالنے والی ہے۔

حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ العزیز کی کتاب حجۃ الاسلام کے چند ضروری اقتباسات

حضرت مولانا قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مدار نبوت تین باتوں پر ہے اول یہ کہ محبت اور اخلاص خداوندی اسقدر ہو کہ ارادۂ معصیت کی گنجائش ہی نہ ہو۔ لہٰذا لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوں اور مرتبہ تقرب سے بطرف بھی نہ کئے جائیں۔ دوسرے یہ کہ اخلاق حمیدہ و پسندیدہ ہوں اور اخلاق کا اچھا یا برا ہونا اس پر منحصر ہے کہ خدا تعالیٰ کے اخلاق کے موافق یا مخالف ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے خلق کے موافق ہوگا وہ اچھا سمجھا جائیگا جو مخالف ہوگا وہ برا سمجھا جائیگا۔ تیسری بات عقل و فہم ہے۔

معجزہ ثمرہ نبوت دلیل نبوت

الغرض اصل نبوت تو ان دو باتوں کو مقتضی ہے کہ فہم سلیم اور اخلاق حمیدہ اسقدر ہوں، یہ معجزات تو نبوت کے بعد عطا فرمائے جاتے ہیں۔ یہ نہ ہوتا کہ جس نے اظہار معجزات کے امتحان میں نمبر اول پایا اس کو نبوت عطا کی ورنہ ناکام رہا۔

معجزات علمیہ و عملیہ

معجزات عملی اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص دعوی نبوت کرکے ایسا کام کر دکھلائے کہ اور سب اس کام کے کرنے سے عاجز آجائیں اس صورت میں معجزات علمی اس کا نام ہوگا کہ کوئی شخص دعوی نبوت کرکے ایسے علوم ظاہر کرے کہ دوسرے افراد اس کے مقابلہ میں عاجز آجائیں۔ (ارشاد تا یہاں مختصراً)

معجزات حسیہ کا ثبوت تورات وانجیل سے کم نہیں

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات میں تو تورات وانجیل کے مساوی ہیں کہ مضامین دونوں کے الہامی ہیں اور یہود و نصاریٰ اس بات کے قائل ہیں کہ الفاظ تورات وانجیل کے بھی الہامی نہیں مگر باوجود اس تساوی کے یہ فرق ہے کہ اہل اسلام کے پاس حدیث کی سندیں من اولہ الی آخرہ موجود ہیں اور تورات وانجیل کی سند کا آج تک پتہ نہیں تو پھر جب حضرات نصاریٰ کو مقابلہ میں تو ان حدیثوں کے پیش کر دینے میں بھی جرح نہیں جن کی ہمارے پاس کوئی سند نہ ہو۔ یہ کیا انصاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات تو ان روایات کے بھروسہ پر تسلیم کرلئے جائیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات باوجودیکہ ان کی سندیں متصل ہونا تسلیم نہ کئے جائیں۔

پھر نوبت یہ کہ بے معنی تجیں نکالی جائیں کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ معجزے قرآن میں مذکور نہیں۔ تعجب

اندھیرہ ہے کہ تمام تحریفوں کی باتیں ترجمین کے مصنف اکثر سنی سنائی لکھتے ہیں اور ماویل کی کچھ تحقیق نہیں کرتے
حضرات نصاریٰ کے دل میں نقش کالحجر ہو جائیں اور نہ باتیں تو احادیث محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو مانیں۔

علاوہ بریں اگر مطلب یہ ہے کہ کوئی معجزہ قرآن میں مذکور نہیں تو یہ صریح توہم بدیہہ ہے تو آپکا مصداق ہے
اور اگر مطلب یہ ہے کہ سارے معجزات قرآن میں موجود نہیں تو ہماری یہ گزارش ہے کہ ایمان کے لئے ایک بھی
کافی ہے۔ علاوہ ازیں مدار قبول صحت سند پر ہے نہ خدا کے نام لگ جانے پر اور جب یہ ہے تو احادیث
بھی یہ واجب التسلیم ہوں گی اور منشی کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن میں معجزات دکھلانے سے انکار ہے۔
اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ ایسا ہی انکار ہے جیسے انجیل میں معجزات دکھلانے سے انکار موجود ہے۔ (از ختم کاشف الغمہ)

معجزہ کی اقسام

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی مشہور تاریخ البدایہ والنہایہ میں معجزہ کی دو قسمیں تحریر فرمائی ہیں حسی اور معنوی۔

معنوی معجزات معنوی معجزے سے مراد مدعی نبوت کے وہ نمایاں اوصاف و ملکات ہوتے ہیں جو قوت کسب
کے بغیر شرع سے اس میں ودیعت فرمائی ہے مثلاً اس کی صداقت و دیانت، اس کے معالی اخلاق، اس کی
علو ہمتی اور اس کی تعلیم و تزکیہ وغیرہ۔ یہ جملہ سب امور ایسے ہیں جو خالق فطرت اور ایک مدعی نبوت کے
درمیان رابطے کے ثبوت کے لئے کافی ہیں لیکن دشواری یہ ہوتی ہے کہ جس دور میں انبیاء علیہم السلام
تشریف لاتے ہیں اس میں طغیان و فساد اور عناد کی بلوم اتنی تیرہ و تند ہو جاتی ہے کہ عام عقول یکسر
غور و فکر سے عاری ہو کر رہ جاتی ہیں اور باطل عقائد ان میں اس طرح پیوست اور راسخ ہو جاتے ہیں کہ ان
صفات و ملکات پر غور کرنا تو کجا اپنے عقائد کے خلاف ذرا سی آواز سننا بھی کسی کو گوارا نہیں ہوتا۔ ان حالات
میں خود نبی اور اس کی تعلیمات و تزکیہ یہ چیزیں سب سے پہلے مورد نزاع بن جاتی ہیں اب ایسے بد مذاقوں کے
سامنے بھلا ان امور کو بطور معجزہ و برہان کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں انسانی دماغ کے انحطاط و ارتقاء کے لحاظ سے ان سب امور کا کوئی خاص معیار
مقرر کرنا بھی مشکل ہے اعمال و اخلاق کا اگرچہ ایک حصہ ایسا ہے جس میں کبھی کسی کو اختلاف نہیں رہا تو
اس کا ایک حصہ وہ بھی ہے جس میں زمانہ، انسانی طبائع اور بلاد کے اختلاف سے بڑا اختلاف رہا ہے
مثلاً عریانی بنی اسرائیل میں کوئی عیب ہی نہ تھی اور عہد جاہلیت میں بھی اس کو ادنیٰ سی بداخلاقی بھی تصور
نہیں کیا جاتا تھا بلکہ موجودہ دور میں آج تو بہت سے ایسے افراد ہیں جو عریانی کو ایک فیشن سمجھتے ہیں۔ اس کے
علاوہ عہد جاہلیت میں جن امور کو شجاعت کا جوہر اور شرف کا سبب سمجھا جاتا تھا یہ وہی امور تھے جن کو

اسلام نے بدترین جرائم اور بداخلاقی قرار دیا ہے۔ سو تعلیم کا مسئلہ تو آج بھی اس میں جتنے مختلف نظریات موجود ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ اب رہی انبیاء علیہم السلام کی نصرت و تائید تو یہ بھی گو ان کی حقانیت کا واضح ثبوت ہو، مگر اس کو بھی فیصلہ کن معیار ٹھہرانا مشکل ہے کیونکہ نصرت کے ساتھ ہزیمت کے واقعات بھی ان کی زندگیوں میں ملتے ہیں بلکہ کوئی کوئی نبی ایسا بھی گزرا ہے جس کے متبعین صرف معدودے چند افراد ہی ہوئے ہیں۔ ان سب امور سے اگر قطع نظر بھی کر لی جائے تو اخلاق کا معاملہ قدرت کی ایک ایسی عام بخشش ہے جس میں بہت سے کفار بھی شریک رہتے ہیں۔ ان کا کوئی ایسا معیار مقرر کرنا جس سے انبیاء علیہم السلام کی فوقیت اس قسم کے انسانوں پر اعلیٰ درجہ میں ثابت کی جا سکے الفاظ کی حدود میں سمانا مشکل ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک سطحی علم کا شخص کہیں تاریخ میں اس قسم کے افراد کا تذکرہ دیکھ لیتا ہے تو وہ جھٹ ان کے متعلق نبوت کا حسن ظن کرنے لگتا ہے حالانکہ ان جیسے اوصاف کے علاوہ اس کے پاس ان کے ایمان کے لئے بھی کوئی شہادت نہیں ہوتی بلکہ اس کے خلاف ان کے کفر کا ثبوت ملتا ہے لیکن اس پر بھی اس کا قلم چاہتا ہے کہ یہاں تک بڑھ کر ان کے اس پہلو کو بار بار دہرائے۔ پھر یہ امر بھی قابل فراموشی نہیں ہے کہ حکایات حسن اخلاق و طبیعت کا انبار صرف مشاہدہ کرنے والوں تک ہی محدود ہوتا ہے جو لوگ غائب ہوں ان کے حق میں ان اخلاقی صفات کی صرف حکایت کوئی تشفی بخش نہیں ہوتی اس کا سبب بھی یہی ہے کہ ان صفات کی اعجازی صورت کا تصور عام اذہان میں آنا مشکل ہوتا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے جب حضرت ابو ذر کے قاصد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے واپس آکر ان سے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص دیکھا جو عمدہ اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور ایک ایسا کلام سناتا ہے جو شعر معلوم نہیں ہوتا تو صرف اتنی بات ابو ذر کی تشفی کے لیے کافی نہ ہوئی لیکن جب انھوں نے خود حاضر ہو کر آپ کے روئے انور کا مشاہدہ کر لیا تو اب ان کے سامنے ایک ایسا ظاہر و باہر معجزہ تھا جس کے بعد وہ کسی اور معجزہ کے محتاج نہ تھے۔ رخ انور پر نظر پڑی اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

غالباً ان ہی اسباب و علل کی بنا پر جب انبیاء علیہم السلام سے معجزات طلب کئے گئے تو انھوں نے اپنی زندگیوں پر غور و فکر کی دعوت دی مگر اپنی صفات کو اپنا معجزہ بنا کر پیش نہیں فرمایا۔ ظاہر ہے کہ نبوت خود ایک علمی شے ہے آنکھوں سے نظر آنے والی چیز نہیں۔ اب اگر اس کا ثبوت یعنی معجزات بھی صرف علمی اور عقلی رہ جائیں تو بجائے اس کے کہ معجزات سے نبی کی معرفت میں سہولت پیدا ہوتی الجھن اور بڑھ جائے اس لئے انھوں نے اپنی قوموں کے سامنے ہمیشہ ایسے ہی معجزات پیش کئے ہیں جو سرسری نظر میں فیصلہ کن ہوتے اور وہ وہی اشیاء ہو سکتی ہیں جو قابل بحث ہی نہ ہوں اور وہ صرف حس و مشاہدہ کی اشیاء ہیں جو کسی غور و فکر کی محتاج نہیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ نبی کی صفات اور اس کے اخلاق و ملکات میں اعجاز کی روح نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ منکرین اور خصوم کے سامنے ان کو بطور اعجاز پیش کرنا فیصلہ کن نہیں ہو سکتا۔

حسی معجزات

حسی معجزات وہ کہلاتے ہیں جو قدرت الٰہیہ کے قاہرانہ افعال و عجائبات رسولوں کے ہاتھوں پر ان کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کے لئے ظاہر ہوں۔ ان کو حسی اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کا ادراک کرنا کسی بڑی عقل و فہم کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ ادنیٰ سا حس و شعور بھی اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ معنوی معجزات بھی نبی کی صداقت کا بڑا ثبوت ہوتے ہیں مگر ان میں پھر غور و فکر کرنے کا موقع باقی رہتا ہے اس کے برخلاف حسی معجزات جب حجاب اسباب ظاہری کا پردہ چاک کر کے سامنے آتے ہیں تو اب غور و فکر کا میدان تنگ ہونے لگتا ہے اور جتنا یہ میدان تنگ ہونے لگتا ہے اتنا ہی ایمان نہ لانے والوں کے لئے مزید مہلت کا میدان تنگ ہوتا چلا جاتا ہے اور اب ایمان نہ لانا قابل معافی نہیں رہتا بلکہ یہ قلوب پر مہر ہونے کی ایک علامت ہوتی ہے کیونکہ ان کا دیکھ لینا گویا قدرت علی الاطلاق کا مشاہدہ کر لینا ہے۔ اگر کہیں رسولوں کے توسط کا ذرا سا حجاب درمیان میں حائل نہ ہو جاتا تو شاید موت کے وقت ایمان لانے کی طرح ان معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان لانا قابل قبول نہ ہوتا۔ درحقیقت معجزات کی فرمائش کر کے پھر ایمان نہ لانا گویا عذاب الٰہی کو آخری دعوت دینا ہے اس لئے معجزات کی یہ نوع مدعائے اعجاز میں معنوی معجزات سے کسی طرح کم نہیں بلکہ معجزات اگر پیغمبروں کے فرستادۂ الٰہی ہونے کی دلیل ہیں تو اس میں کیا شبہ ہے کہ اس کے لئے محسوسات معقولات سے زیادہ کھلی ہوئی دلیل ہیں اس لئے معجزات حسی ہوں یا معنوی یہ دونوں قسمیں نبی کی صداقت کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ کر دلائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے وجود کی تصدیق کے لئے عالم میں حسی اور معنوی دونوں ہی قسم کے دلائل پیدا فرمائے ہیں (سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ) اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لئے بھی دونوں قسموں کے دلائل و معجزات ظاہر فرمائے ہیں اور جس طرح خالق کی تصدیق کیلئے حسی آیات معنوی آیات سے کچھ کم نہیں اسی طرح یہاں بھی حسی معجزات کا پلہ معنوی معجزات سے ہلکا نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ فہم و عقل کے لحاظ سے چونکہ انسانوں کے طبقات مختلف ہیں پھر کفر و شرک کے اثرات سے جوہر عقل کا ادراک اور ناقص ہو جاتا ہے تو اس کا تمام ادراک اپنے محسوسات و مشاہدات ہی میں منحصر ہو کر رہ جاتا ہے اور مجردات کے فہم کی قابلیت بہت ناقص اور ضعیف پڑ جاتی ہے اس لئے حکمت الٰہیہ کا تقاضہ یہ ہوا کہ وہ اپنی ربوبیت کی معرفت کی طرح اپنے رسولوں کی معرفت کے لئے بھی دونوں قسموں کے دلائل ظاہر فرمائے تاکہ اس وقت کے ہر طبقہ کے انسان کو ہدایت میں سہولت پیدا ہو جائے

اور ایک جاہل کے لئے بھی ان کی معرفت میں کسی قسم کی دشواری باقی نہ رہے۔ تاکہ ایک طرف ذی فہم طبقہ ان کی صفات و اخلاق پر نظر کر کے ان کی نبوت کا یقین لائے تو دوسری طرف ایک کم فہم شخص کے لئے بھی ایمان و یقین کا سامان موجود ہو ۔

بہار عالم حسنش دل و جان تازہ می دارد   برنگ اصحاب صورت را بو ارباب معنی را

لہٰذا یہاں حسی معجزات کو بیکار کے شمار میں کرنا یا باب معجزات میں ایک اصولی بلکہ خطرناک غلطی ہے۔

کتب کلام میں معجزہ نبوت کا مقام

یہاں حدیث و قرآن کے بیانات سے صرف نظر کر کے علم کلام کے متقدمین نے صرف اپنے مقصد کی تائید اور معجزات کی تاویل کے لئے یہ ایک اور شغل چلایا ہے کہ علماء کلام کے نزدیک معجزات لوازم نبوت میں ہی سے نہیں اگر کوئی نبی ایک معجزہ بھی نہ دکھاتا تو بھی اس پر ایمان لانا واجب ہوتا اور اس عقلی طریقے سے معجزات کے بالکل دکھانے کی ایک ادھوری ناکام کی ہے۔ شاید ان کلمات کے لکھنے کے وقت آپ کو اس بات سے ذہول ہو گیا ہو گا کہ ان علماء کے نزدیک حق تعالیٰ کی معرفت کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت بھی کوئی ضروری امر نہیں ہے کیونکہ صانع حقیقی کی معرفت عقلاً واجب ہے لہٰذا اگر ایک بھی نبی کی بعثت نہ ہوتی جب بھی حق تعالیٰ کا وجود تسلیم کرنا واجب ہوتا۔ اب غور یہ ہے کہ علماء کلام کے ان عقلی نکتوں کی بناء پر انبیاء علیہم السلام کی بعثت یا اس کی ضرورت میں کیا کوئی ادنیٰ سا تردد بھی کرنے کا حق رکھتا ہے۔ لہٰذا جس طرح صانع حقیقی نے اپنی معرفت کے لئے کسی لزوم عقلی کے بغیر انبیاء علیہم السلام اور دیگر ڈرانے والوں کو بھیجا اور اتنی وسعت کے ساتھ بھیجا کہ ایک جگہ یہی ارشاد فرمایا،

وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۔ کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔

اب اگر اسی ذات وحدہ لا شریک لہ نے اپنی رافت و رحمت سے اپنے انبیاء و رسل کے لئے کسی لزوم عقلی کے بغیر معجزات بھی دکھلائے تو پھر یہاں لزوم عقلی کا ایک اور شاخسانہ نکال کھڑا کرنے سے سوائے ان نعمات الٰہیہ کی ناقدری کرنے کے اور کیا فائدہ ہے۔

چاہئے تو یہ تھا کہ حمد و ثنا کی زبان بے ساختہ کھل جاتی اور شکر کے دونوں ہاتھ بے اختیار اٹھ جاتے انصاف کیجئے کہ جس ذات علی الاطلاق نے حجت خدا انسان کے لئے اس عذر کا موقع نہیں چھوڑا کہ وہ یہ کہہ سکے مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ (ہمارے پاس تو کوئی خوشخبری یا ڈر سنانے والا آیا ہی نہیں) وہ ان کو یہ موقع کب دے سکتی تھی جنہوں نے معجزات پر معجزات کا مشاہدہ کر لینے کے بعد بھی یہی رٹ لگائے رکھی۔ لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ (کیوں نہ دیا گیا اس کو ویسا جیسا دیا گیا موسیٰ کو) اور کبھی یہ کہا۔ لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ (یہ اپنے رب کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نہیں لے آتا) ایسے ہٹ دھرموں کے لئے بھلا آپ کے علم کلام کی لزوم عقلی "

یا عدمِ لزوم کی بحثیں کیا نتیجہ بخش ہو سکتی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء کلام کے یہ سب مباحث اپنے موضوع فن کے لحاظ سے صرف عقلی بحثیں تھیں تاریخی دنیا سے ان مباحث کا کوئی علاقہ نہیں۔ اسی لئے ان عقلی موشگافیوں کے باوجود آپ کو کیا کیجیے کہ نبوت کی تاریخ سے ان میں ایسا لزوم ثابت ہوتا ہے کہ کسی نبی کی زندگی ان معجزات کو خالی نہیں ملتی بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو نبی جتنا اولوالعزم ہوا ہے اس کے معجزات بھی اتنے ہی عظیم الشان ہوئے ہیں اور اسی تاریخ کی بنا پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آپ سے بھی معجزات طلب کئے گئے

فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ	اس کو چاہیے کہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے جیسے
الْأَوَّلُونَ ۔ (انبیاء)	پچھلے پیغمبر نشانیاں (معجزات) لیکر آئے تھے۔

اسی کے ساتھ صحیح بخاری میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ان الفاظ میں موجود ہے:-

ما من نبی من الانبیاء الا اعطی	کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کو کچھ معجزات
من الآیات ما	نہ دیئے گئے ہوں۔

پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حسی معجزات اور نبوت کے درمیان کوئی ربط ہی نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حسی معجزات خود انبیاء علیہم السلام کی صفات نہیں ہوتیں وہ قدرتِ قاہرہ کے افعال ہوتے ہیں جو رسولوں کے واسطہ سے ظاہر ہوتے ہیں اور ان کا ظہور بھی خود رسولوں کی قدرت و اختیار سے نہیں ہوتا اور وہ قوموں کے لئے اسوۂ حسنہ بننے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے اور رسولوں کے ساتھ ہمیشہ قائم نہیں رہتے۔ اس کے برخلاف معنوی معجزات یعنی خود رسولوں کی صفات ہوتے ہیں اور ہمیشہ ان کے ساتھ قائم رہتے ہیں اور مخلوق کیلئے بہترین نمونہ بھی ہوتے ہیں یعنی کہ ان کی اتباع کی دعوت بھی دی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ علماء کلام نے حسی معجزات کو مقاصدِ نبوت میں شمار نہیں کیا اور ان معجزات میں اور نبوت میں تلازم نہیں رکھا لیکن اسی کے ساتھ ساتھ دوسری طرف اس سے یہ نتیجہ بھی نکل آتا ہے کہ ان کی اصطلاح میں معجزات صرف حسی معجزات ہی کا نام ہے۔ ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ معنوی معجزات اور نبوت میں بھی کوئی تلازم نہیں ہے۔ کیا ہر نبی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اعلیٰ اخلاق و ملکات اور تعلیم و تزکیہ کا مالک ہو، صدق و امانت کا مرقع ہو اور رحمت و رافت کا مجسمہ ہو؟ اگر اس میں یہ صفات نہیں تو یقیناً وہ نبی بھی نہیں ہے۔ اگر اصطلاح میں حقیقی معجزات صرف معنوی معجزات ٹھہریں اور حسی معجزات صرف لفظاً ہی معجزات کہلائیں تو پھر یہ دوسرا مسئلہ بالکل غلط ہو کر رہ جائے گا کہ نبوت اور معجزہ میں کوئی تلازم نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جب اہل قوم اپنے رسولوں کی صفات دیکھ کر متاثر نہیں ہوتیں تو معجزات یا شانِ قہری کی تجلی کا ظہور ہوتا ہے تاکہ اگر وہ ایک صحیح راستے سے فائدہ نہ اٹھا سکیں تو اس ذریعہ ہی ایمان قبول کر لیں

علمِ کلام کی اصطلاح میں حقیقی معجزات صرف معنوی معجزات ہیں

اس لئے اس جلد میں معجزات کی صحیح صحیح حقیقت بدرجۂ نہایت صاف صاف بیان کر دی گئی ہے اور اس کی تفہیم میں ذرہ برابر بھی کسی ادنیٰ سی جھجک کو برداشت نہیں کیا گیا کیونکہ صرف منکرین کی خاطر صحیح بات کو قلم دبا کر لکھنا نہ تو معجزات کی حقیقت ہی کو پورا پورا واضح کرتا ہے اور نہ منکرین ہی کے لئے کسی تسلی و تشفی کا باعث ہو سکتا ہے۔ اسلام کسی کی اور نہ کسی رعایت کرنے کا نام مداہنت رکھتا ہے چنانچہ صاف الفاظ میں فرمایا ہے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۔ کسی شخص یا طائفہ کا نام لے کر نہیں فرمایا گیا۔

"ترجمان السنہ" کے دیکھنے والے یہ اندازہ خود فرما سکتے ہیں کہ اس کے مؤلف کا قلم رد و قدح کرنے سے ہمیشہ کتنا بچ بچ کر چلتا رہا ہے اور یہی وطیرہ اس جلد میں بھی قائم رکھنے کی سعی کی گئی ہے مگر جہاں صاف گوئی نے مجبور کیا ہے وہاں بادل ناخواستہ کچھ اشارات کر دیئے گئے ہیں جس کے لئے ہم اس مذاق کے قارئین کرام کے سامنے یہ شعر پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف   آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

سچ تو یہ ہے کہ "ترجمان السنہ" کا قدم جتنا آگے بڑھتا گیا، اس کی جولانگاہی کا میدان اتنا ہی اور زیادہ تنگ ہوتا چلا گیا۔ اب یہ جلد جو اہم تر مباحث پر مشتمل ہے وہ پانچ سال کے بعد ان حالات میں آپ کے سامنے آ رہی ہے جب کہ مؤلف تین سال سے مخصوص حسب فراش ہے صرف گذشتہ غیر مرتب مسودوں ہی کو پیش کر کے اپنے سر سے ایک بڑی ذمہ داری کا بار کسی قدر ہلکا کر دینا چاہتا ہے اور اس امید پر پیش کرتا ہے ؎

جز اللہ فی ذات بنفسہ ودان بشام   یبادرک عن دہ صالح شفو جمن ح

ہم نے سب سے اول یہاں ان معجزات ہی کو ذکر کیا ہے جن کو معجزات کی تاویل کرنے والوں نے جھوٹ، افترا، اور خرافات کے علاوہ اور نہ معلوم کن کن الفاظ سے یاد کیا ہے۔ بلکہ ان کے مصنفین پر بھی جو تیسری صدی سے لیکر چھٹی صدی تک سب کے درمیان مستند شخصیات مانی رہی ہیں۔ خوب ہاتھ صاف کیا گیا ہے۔ مجھ جیسے بے بضاعت کو تو ان الفاظ کے نقل کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی۔ انہی سے ہم نے سب کچھ سیکھا، پھر ان ہی پہ لے دے۔ تو زمانے کت ہمارے نزدیک ایک جرم عظیم ہے۔ تب کو ان مؤلفین کی اس تنقید پر اُن کے احکام کو دیکھ کر یہ اختیار ہے کہ ان احادیث کو قبول فرمائیں یا نہ فرمائیں لیکن یہ خود ہی انصاف فرمائیں کیا اس درجہ کی حدیثوں پر جھوٹ اور افترا کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور پیشگوئیوں کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب

اسی طرح ان معجزات کی تاریخ نے بھی انسانوں کے قلوب پر شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنے کچھ
اثرات چھوڑ دیئے ہے پھر ان فرمائشی معجزات کے دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لانے والوں کا جو حشر
ہوا وہ قرآن کریم میں جا بجا مذکور ہے اس لئے مصلحت خداوندی اب حسی معجزات پیش کرنے کی کوئی
ضرورت ہی باقی نہ رہی تھی نیز آخر میں عالم کی ہدایت کا جو دستور العمل تھا خود وہی ایک معجزہ اور
دائمی بلکہ حسی اور علمی معجزہ بنا کر عالم انسانی کے سامنے پیش کر دیا گیا یعنی قرآن کریم۔ اور جب کبھی
کسی نے حسی معجزوں کی فرمائش کی تو ان کو گذشتہ تاریخ کی طرف متوجہ کر کے یہ تنبیہ کر دی گئی کہ جب
واضح سے واضح معجزات پر بھی تم لوگوں نے فائدہ نہیں اٹھایا تو اب پھر ان مطالبہ سے کیا فائدہ۔ پس
قرآن کریم کا حسی معجزات کے مطالبہ سے منع کرنا ہرگز اس لئے نہیں کہ اس کی نظر میں ان کی کوئی حیثیت
نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ دنیا کے خاتمہ پر اگر مخلوق اب بھی اسی بحث میں الجھی رہی اور فرصت عمل کو
ضائع کر بیٹھی تو پھر ہمیشہ ان کا ناقابل تلافی نقصان ہوگا کیونکہ اگر آج تک عاقبت نا اندیش انسان اس فرصت
کو ضائع کرتا ہوا تو بعد میں پھر نیک بار ان کو فرصت عمل مل گئی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
چونکہ اب نہ کوئی رسول تھا نہ کوئی شریعت اور اب یہ ان کے لئے آخری فرصت تھی اس لئے ان کے
بارے میں رحمت الٰہی کا تقاضہ یہی تھا کہ انسانی دماغ کو ان فضول مطالبات سے ہٹا کر اصل مقصد
کی طرف متوجہ کر دیا جائے لیجئے اسی مقصد کی وضاحت خود قرآن کریم نے ان الفاظ میں کر دی ہے ۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ — ہم کو نشانیاں (معجزات) کے بھیجنے سے صرف یہ
اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ — امر مانع ہوا ہے کہ پہلوں نے ان کو جھٹلا دیا۔

ان تمام آیات کی روح بھی تو درحقیقت عالم انسانی کی سراسر ہمدردی و فلاح۔ آہ کہ ان سب کا
رخ بالکل دوسری طرف پلٹ دیا گیا ہے اور پھر اس کو اس طرح پھیلایا گیا ہے کہ عوام تو درکنار ایک مرتبہ
تو علم والے شخص کو بھی یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ قرآن کریم کی نظر میں بھی ان حسی معجزات کی کوئی قیمت
نہیں گویا یہ بات ذہن نشین رہا کہ ان کی تشریح میں یہ عظیم الشان مغالطہ ہے کہ معجزات منکرین کے لئے ہوتے
ہیں پھر منکرین کی ہٹ دھرمی جب ان سے مستفید بھی نہیں ہوتی یہ ابتداء کتنا نامناسب ہے کہ اس کے
نتائج و عواقب دیکھ لینے کے بعد بھی آنے پھر آپ کو منکرین نا عاقبت اندیشوں ہی کی صف میں کھڑا
کر لیا جائے اور وہی مطالبات بدنی رکھے جائیں جو ہمیشہ پورے کئے جاتے رہے ہیں اور ان کے
عواقب بھی ہمیشہ سامنے آتے رہے ہیں۔ اب اتنی کھلی ہوئی حقیقت کے بعد بھی معجزات طلبی کی ممانعت

سے یہ نتیجہ نکال لینا کہ حسی معجزات کی بے وقعتی پر مبنی تھا یہاں تک صحیح ہے اسی طرح تیسرا تو سخان

جن کے متعلق وہ احادیث ذکر کی گئی ہیں جو صحیح بخاری و مسلم جیسی معتبر کتابوں میں موجود ہیں اور بہت
سے مسلمانوں کے کان تک اُن سے نا آشنا ہیں ۔

امتنان وتشکر

سب سے پہلے مجھے مولانا مکرم جناب سراج الحق صاحب الٰہ آبادی کا شکریہ ادا کرنا فرض ہے جنہوں
نے اپنے حج کے قیمتی ایام کسی سابق تعارف کے بغیر ان بکھرے ہوئے اوراق کی ترتیب دہی کے لئے
وقف فرمائے اور بڑی سخاوت کے ساتھ ان اہم کا قدامات کو مرتب فرما کر ایک جگہ کر دیا اور کہیں کہیں
اپنے قلم سے احادیث کا ترجمہ بھی فرمایا۔ اس کے بعد عزیزم حافظ اللہ داد فرید صاحب سلمہ نے اپنی نوکری کے
باوجود کتاب کا سو صفحات کا فل اسکیپ سائز پر ٹک وقت سے لیکر مقدمہ بڑی دلچسپی کے ساتھ
مجھ کو سنایا۔ اس کے بقیہ حصص کے سنانے میں جو احادیث نبویہ پر مشتمل تھے عزیز القدر حافظ مولوی آفتاب
سلمہ نے حصہ لیا۔ پھر عزیزم حافظ اسمٰعیل بلبلیہ سلمہ نے میری ہدایات کے موافق کتب احادیث اور اقتضاء
الصراط المستقیم کی مختلف عبارات نقل کیں اس لئے یہ منتشر اوراق میری موجودہ حالت میں مختلف
شخصوں کی مدد سے جمع ہو گئے۔ جزاھم اللہ تعالیٰ خیراً۔

اتفاق یہ کہ اس اہم جلد کا مقدمہ اپنی پنج ماہ علالت سے قبل ہی بڑی عرق ریزی و دماغ سوزی
کے بعد بسیط تحریر میں لاچکا تھا۔ اگرچہ تشنگی ہوس کبھی پوری نہیں کرتی، تاہم جس حالت میں یہ مقدمہ سو صفحات
کے اندر موجود ہے اسی کو کتاب کی جان سمجھنی چاہئے۔ اس کے بعد تشریحی نوٹوں کی کوئی حاجت نہیں
تھی پھر بھی کہیں کہیں ضروری تشریحات کر دی گئی ہیں اور ان میں ضروری مسائل کی طرف اشارات بھی کر دیئے
گئے ہیں، جو امید ہے کہ اہل فہم و بصیرت کے لئے بہت کافی ہوں گے ۔

ضروری گذارش

یہ گذارش کر دینی بھی ضروری ہے کہ معجزات کا اکثر حصہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ کی مشہور کتاب الجواب الصحیح
سے ماخوذ ہے۔ آج سے بیس سال قبل میں نے یہ کتاب ایک عالم سے مستعار لی تھی پھر ضروری نشانات کر کے
... سے ... اور ضروری عبارات کی نقول بعض تلامذہ کی معرفت کرا لی تھیں۔ اس کے
بعد ... صاحب کتاب کو واپس کر دی گئی۔ اس لئے اس وقت ان ضروری عبارات کی نقول ہی ...
حدیث کے متعلق ... ضروری ... احادیث ... مقامات ...

بہرحال اہلِ کتاب کے سامنے تمام حسی معجزے تھے۔ آنے والے پیغمبر کی ان صفات پر نگاہیں تھیں جو
جو ان کی کتابوں میں اس کی صفات بیان ہوئی ہیں ان کے سب حسی معجزات کے اعجاز و عدم اعجاز کا
کوئی سوال نہ تھا۔ ورنہ یہ کون نہیں جانتا کہ یہود و نصاریٰ ہی تو تھے جنہوں نے پچھلے رسولوں سے
وہ وہ احمقانہ معجزے طلب کئے ہیں جن کا کسی رسول کی معرفت سے دور کا بھی کوئی علاقہ نہیں ہو سکتا۔
اب آپ ایک بار ان کی تاریخ قرآن کریم میں اختصاراً پڑھ لیجئے۔ اس سب کا اعادہ موجب طوالت ہوگا
اس لئے ہم یہاں اس کو نقل نہیں کرتے ان کے بعد جب آپ کا دور آیا تو کیا انہوں نے آپ سے
یہ مطالبہ نہیں کیا تھا؟

يَسْئَلُكَ أَهْلُ الْكِتٰبِ أَنْ تُنَزِّلَ — اہلِ کتاب تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ تو ان پر
عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ (النساء) — لکھی ہوئی کتاب آسمان سے اتار لاوے۔

کیا ان کا یہ سوال کرنا حسی معجزہ طلبی کی عادت پر مبنی تھا۔ ان کے خیال کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کا
ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ ان کو آسمان سے تورات عنایت ہوئی تھی اس لئے وہ چاہتے تھے کہ جیسا پہلے پیغمبروں
نے معجزات دکھائے ویسے ہی معجزات آپ بھی دکھائیں:

فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُوْنَ — اس کو چاہیے کہ ہم کو کوئی ایسا معجزہ دکھائے جیسے
پہلے رسولوں نے دکھائے

اس لئے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ایسی قوم کے نزدیک حسی معجزات کی کوئی حیثیت نہ تھی؟

خلاصہ یہ ہے کہ حسی معجزات عوام اور خواص سب کی اصطلاح میں حقیقی معجزات ہوتے ہیں۔ وہ
کسی کے نزدیک بھی صرف سطحی اور ظاہری نہیں ہوتے خود قرآن کریم نے ان کا نام "آیات" ہی رکھا ہے
یعنی معجزات و خوارق عادات انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں ان حسی معجزات ہی کا ذکر فرمایا پھر محدثین نے
بھی ان ہی کو حیثیت اعتنا کے ساتھ جمع فرمایا ہے اور کتب دلائل کا بیشتر حصہ ان ہی کے لئے وقف ہوا کہ
اہلِ کتاب اور منکرین کی طرف سے بھی ان ہی کا مطالبہ ہوتا رہا ہے اور اسی بنیاد پر ہوتا رہا ہے کیونکہ وہ
نوع بھی جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوتوں میں ثابت ہوتی رہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی حیاتِ طیبہ میں شق القمر، استوانہ حنانہ، انگشتانِ مبارک سے پانی کے چشمے ابلنا، کھانوں میں برکت،
پانی میں برکت وغیرہ وغیرہ جو تواتر سے ثابت شدہ واقعات ہیں یہ سب آپ کے حسی ہی معجزات تھے۔
یہ کون کہہ سکتا ہے کہ حسی معجزات صرف سطحی اور ظاہری ہوتے ہیں اور قرآن پاک کی نظر میں ان کی
کوئی حیثیت و وقعت نہیں اور وہ آپ کی زندگی میں نمایاں طور پر موجود تھے؟

ان کے علاوہ آپ کی ولادت سے قبل یا ولادت کے وقت جن عجائبات کا ظہور ہوا تھا وہ سب حسی ہی واقعات تھے۔ اسناد کے لحاظ سے جس درجہ کی اسناد تاریخی واقعات کے لئے ہو سکتی ہے اس سے زیادہ مضبوط اسانید باعتراف محدثین ان کے لئے بھی موجود ہیں پھر محض ایک غلط بنیاد پر ان کو قبول نہ کرنا بلکہ ان کو موضوع قرار دے ڈالنا اور ان کے راویوں کے سر وضع کی تہمت لگا دینا یہ اسلامی تاریخ پر کتنا بدنما داغ ہے۔ ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ ان کی اسناد اعلیٰ درجہ کی نہیں ہیں مگر ان کو گھڑ ڈالنا تو اسلامی تاریخ کے متعلق ایک بڑی جسارت ہے کہ

"مثلاً آپ کے زمانہ میں جب ہیئت کا استعمال ہوا کہ کسریٰ و قیصر کی سلطنتیں خاک میں مل گئیں، ایران کی آتش پرستی کا خاتمہ ہوا، شام تک فتح ہوا۔ ان واقعات کو معجزہ اس طرح بنایا گیا کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو کعبہ کے تمام بت سرنگوں ہو گئے، قیصر و کسریٰ کے کنگرے ہل گئے، آتش کدۂ فارس بجھ گیا، نہر ساوہ خشک ہو گئی، ایک نور چمکا جس سے شام کے محل نظر آنے لگے"

اب سوچئے کہ صرف نوک قلم ہی اگر محض اپنی بے تکی قیاس آرائی پر یہ لکھ دے کہ واقعات تو یہ تھے مگر راویوں نے ان کو معجزہ بنا لیا ہے، کیا یہ شرعاً و اخلاقاً درست ہے؟ یہاں راویوں پر صرف ایک وضع ہی کی تہمت نہیں بلکہ ان کے سر اس حماقت کا الزام بھی ہے کہ جو واقعات آپ کے عہد نبوت کے بعد کے تھے انھوں نے ان کو آپ کے زمانۂ ولادت کا بنا ڈالا۔

اگر آپ غور کریں گے تو یہ تمام نتائج اسی کے ہیں کہ حسی معجزات چونکہ مادی دنیا کو ایک بہت زبردست چیلنج ہوتے ہیں اس لئے محکومانہ طبائع ہمیشہ ان کے مقابلہ سے عاجز آکر چاروں طرف کوئی نہ کوئی سہارا تلاش کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی قدیم رسم کا خاتمہ کر دینا یا اپنی سیاست سے کسی سلطنت کا خاتمہ کر دینا یا علم و عمل صداقت و حقانیت اور عظمت و ہیبت اسی قسم کا اعجاز تسلیم کرنا مادی عقول کے لئے بھی کچھ مشکل نہیں مگر یہاں دوسری مشکل یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ اعجاز دکھانا گو مشکل نہ ہو مگر اس کی بنا پر نبوت کا تسلیم کرنا سب سے بڑی مشکل ہے۔ اس کے برخلاف حسی معجزات ہیں جیسے چاند کا شق ہو جانا یا لکڑی کا چیخ اٹھنا وغیرہ یہ ایسے معجزات ہیں جن کو معقول سائنس محالات میں سمجھتی ہیں۔ تعجب اور صد تعجب ہے کہ اگر دنیا میں یہی واقعات کسی اتفاقی صورت سے پیش آجاتے ہیں تو کسی کے نزدیک بھی قابل انکار نہیں ہوتے بلکہ ان کی تحقیقات کے لئے فوراً ایک کمیٹی بیٹھ جاتی ہے لیکن جہاں ان حوادث کا رشتہ ذرا بھی مذہب سے وابستہ ہوتا نظر آتا ہے بس فوراً وہ لغویات کی فہرست میں شمار ہو کر تحقیق سے پہلے قابل انکار سمجھ لئے جاتے ہیں لہٰذا معنوی معجزات پر زور دینے والے صرف حسی معجزات کی حقیقت ناآشنا ہی کے جرم کے ہی مرتکب نہیں

بلکہ غیر شعوری طور پر انکار تاویل معجزات کی دلدل میں پھنس گئے ہیں اور وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم نے بہت سے معجزات کی حیثیت نظروں سے گرا کر ایک طرف تو مادی عقول کو اسلام کے قریب کر دیا ہے اور دوسری طرف علمی و اخلاقی معجزات کا پایہ نظروں میں بلند کر دیا ہے، وانہم لا یشعرون۔

ایک اور اہم غلطی کا ازالہ معجزات کی تقسیم و تحلیل میں

جس طرح کہ معجزات کے حقیقی اور اضافی ہونے کی تقسیم غلط ہے یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ جو کل تک معجزہ تھا وہ علوم جدیدہ اور انکشافات جدیدہ کے بعد معجزہ باقی نہ رہے اسی طرح معجزہ کی یہ تحلیل بھی غلط ہے کہ معجزہ کا خارق عادت ہونا۔

(۱) کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ نفس واقعہ تو خلاف عادت نہیں ہوتا مگر اس کا وقت خاص پہ صادر ہونا خارق عادت ہوتا ہے۔ مثلاً طوفان آنا، آندھی آنا، زلزلہ، ٹڈی دل کا آنا یا جوؤں کی کثرت، قحط کے بعد بارش، مینڈکوں کا نکلنا، پانی سے خون ہو جانا وغیرہ تمام آیات تسعہ اسی قسم میں داخل ہیں۔

(۲) کبھی اس واقعہ کے ظہور کا وقت بھی خارق عادت نہیں ہوتا مگر اس کا طریق ظہور خلاف عادت ہوتا ہے۔ مثلاً انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں سے پانی برسنا، بیمار کا اچھا ہو جانا، آفتوں کا ٹل جانا کہ نہ تو پانی کا برسنا یا بیمار کا اچھا ہونا یا کسی آئی ہوئی آفت کا ٹل جانا خلاف عادت ہے اور نہ اس کے ظہور کا کوئی خاص وقت ہے لیکن جس طریقے سے اور جن اسباب و علل سے یہ معجزات ظاہر ہوئے وہ خارق عادت ہیں۔ استجابت دعا کی قسم اسی میں داخل ہے۔

(۳) کبھی نہ تو واقعہ خارق عادت ہوتا ہے اور نہ اس کا طریق ظہور خارق عادت ہوتا ہے بلکہ اس کا قبل از وقت علم خارق عادت ہوتا ہے۔ مثلاً انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیاں۔

اس تقسیم کی تفصیل یہ ہے کہ معجزہ کا سبب اور علت براہ راست حق تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ ہے؟ کبھی یہ مشیت اور ارادہ عادت جاریہ کے مطابق ظاہری علل و اسباب کے پردے میں ظاہر ہوتا ہے مثلاً قوم نوح علیہ السلام کے لئے طوفان آنا، قوم لوط کے لئے کوہ آتش فشاں کا پھٹنا یا زلزلہ آنا، حضرت ایوب کا چشمے کے پانی سے صحیح و تندرست ہو جانا، قوم صالح کے لئے آندھی آنا، ملک میں قحط عظیم کا واقع ہونا، غزوۂ خندق میں آندھی چلنا، یہ تمام نشانیاں ظاہری اسباب اور عادات جاریہ کے خلاف نہیں لیکن ان اسباب کے ظہور کا سبب چونکہ حق کی فتح اور باطل کی شکست ہوتا ہے محض بخت و اتفاق نہیں بلکہ ارادہ و مشیت الٰہی نے خاص ان ہی موقعوں کے لئے بطور نشان کے ان کو

پیدا کیا اور کبھی یہ حیثیت ایسی عادات جاریہ اور اسباب ظاہری کا نتیجہ بنا کر نہیں بلکہ بے سبب
نشان بنا کر سامنے آتی ہے مثلاً عصا کا سانپ بن جانا، انگلیوں سے چشمہ کا جاری ہونا، مردہ کا جی
اٹھنا، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، پتھر سے چشمہ کا ابلنا، درختوں کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا۔ یہ بیان
چیزوں میں آ جاتا ہے کہ ان چیزوں کی توجیہ موجودہ علم، اسباب و علل کی بنا پر نہیں کی جا سکتی
اور نہ ان کو عادات جاریہ کے مطابق کہا جا سکتا ہے!

معجزہ کی مذکورہ بالا تحلیل پر نظر کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ معجزہ کی مختلف قسموں میں سے کوئی ایک قسم بھی خارق عادت نہیں ہوتی بلکہ کبھی کبھی اس کے ظہور کا وقت بھی خارق عادت نہیں ہوتا اور کبھی نہ نفس واقعہ خارق عادت ہوتا ہے نہ اس کے ظہور کا وقت اور نہ اس کے ظہور کا طریقہ خارق عادت ہوتا ہے بلکہ صرف اس کا قبل از وقت علم خارق عادت ہوتا ہے۔ اسی بنا پر معجزات کی ان سب اقسام کا تجزیہ اور تحلیل کر کے یہ ثابت کرنا کہ یہاں نفس معجزات میں کوئی امر خارق عادت نہیں ہوتا، معجزات کی روح فنا کر دینا ہے، پھر جس پہلو میں خرق عادت تسلیم کیا گیا ہے وہ اس فطری پہلو نہیں ایک علمی سا پہلو ہے۔ مثلاً وقت یا طریق ظہور یا اس کا قبل از وقت علم ہونا ان میں بحث و نظر کی بہت گنجائش نکل سکتی ہے۔ کیا اس تجزیہ و تحلیل کا ماحصل قدرت کے بدیہی نشانات کو بھی نظری بنا دینا نہیں؟

پھر جب اس تقسیم کی تفصیل پر نظر کی جاتی ہے تو انسانی عقل اور متحیر ہو کر رہ جاتی ہے۔ کس بیباکی کے ساتھ اس میں نوح علیہ السلام کے طوفان کو عالم کی عادت جاریہ میں داخل کر دیا گیا ہے، وہ طوفان جس کی ابتدا ایک تنور سے شروع ہوئی یعنی صرف آسمان ہی سے بارش نہیں ہوئی بلکہ زمین سے بھی پانی ابل پڑا، وہ طوفان جس میں جمہور کا قول ہے کہ وہ عالم انسانی کی تمام آبادی کو محیط تھا۔ وہ طوفان جو کفار کے اس طرح تعاقب میں تھا کہ اگر کوئی کافر پہاڑ کی چوٹی پر جا چڑھا تو اس نے وہاں بھی اس کو جا پکڑا، وہ طوفان جس سے بچاؤ کی صورت رحمت کے سوا نہ وقت کے سامنے بھی کوئی نہ تھی۔ لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم۔ اور وہ طوفان جس نے اس وقت تک دم نہ لیا جب تک کہ ایک ایک کافر کو ختم نہ کر لیا اور جب تک کہ اس کو خالق زمین و آسمان کا خطاب ان الفاظ میں براہ راست نہیں پہنچ گیا یا ارض ابلعی ماءک و یا سماء اقلعی وغیرہ وغیرہ کتنی بڑی جرأت ہے کہ اس طوفان کو دنیا کی عادت جاریہ میں دھر گھسیٹا جائے۔ یا مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بارش کا آ جانا کتنا تعجب ہے کہ واقعہ کا مشاہدہ کرنے والا صحابی تو اس معجزانہ بارش پر ششدر ہے وہ قسمیں کھاتا ہے کہ مدتوں سے آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا کہیں نظر نہ آتا تھا ابھی آپ کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھے تھے اور ادھر ایک چھوٹی سی بدلی پہاڑ کے

نیچے سے اٹھی وہ تمام آسمان پر پھیل گئی اور ابھی آپ کے دعا کے ہاتھ نیچے نہ ہونے پائے تھے کہ ریش مبارک سے بارش کا پانی ٹپکنا شروع ہو گیا۔ یہ موسلادھار بارش اگلے جمعہ تک مسلسل رہی یہاں تک کہ قحط کا شاکی اب بارش کا شاکی بن گیا۔ پھر ہاتھ پھر اٹھے اور وہی بادل جو حیرت میں ڈالنے والی صورت سے اُمڈے تھے اسی حیرت ناک صورت سے پھٹنے شروع ہو گئے۔ راوی پھر تعجب کھا کر کہتا ہے کہ جس جس طرف انگشت مبارک کا اشارہ ہوتا تھا فوراً اسی سمت سے بادل پھٹ پھٹ کر مدینہ کے چاروں طرف کا رُخ کرتے جاتے تھے حتی کہ آپ کی دعا کے مطابق

اللّٰھم حوالینا ولا علینا — خدایا یہ بارش ہمارے گرد برسے اور ہم پر نہ ہو۔

بارش نے درمیان سے ہٹ کر مدینہ کا حلقہ باندھ لیا۔ راوی کا پھر حیرت سے بیان ہے کہ اب مدینہ کا نقشہ ایک تاج کی طرح تھا کہ درمیان سے مدینہ خالی تھا اور چاروں طرف بادل گھرے تھے۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ اگر آپ ہمت کریں تو اس کے متعلق بھی یہ کہہ ڈالیں کہ وہ بارش خارق عادت تھی۔ وقت خاص پر اس کا ہونا یہ خلاف عادت تھا لیکن جن اسباب و علل سے یہ بارش ہوئی وہ خارق عادت نہ تھے۔

غرضیکہ بالا تقسیم میں بیمار کا اچھا ہونا بھی اسی دوسری قسم میں شمار کیا گیا ہے اب اس باب کے دو ایک معجزات بھی ملاحظہ ہوں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ فتح خیبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو طلب فرمایا اس وقت ان کی آنکھوں میں سخت آشوب تھا۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگا دیا بس ایسا معلوم ہوا کہ آنکھوں میں کبھی آشوب تھا ہی نہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عتیکؓ جو ابو رافع یہودی کے قتل کے لئے گئے تھے واپسی پر زینے سے گر پڑے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیر دیا اور فوراً یہ معلوم ہونے لگا کہ کبھی ان کے چوٹ لگی ہی نہ تھی۔ اسی طرح سلمہ بن الاکوعؓ کو جنگ خیبر میں زخم لگا آپ نے اس پر دم کیا اور وہ بھی فوراً صحتیاب ہو گئے۔ ایک مرتبہ عثمان بن حنیفؓ نابینا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بینائی کے لئے عرض کیا آپ نے ان کو دعا تعلیم فرمائی وہ کہتے ہیں کہ اسی مجلس میں بینائی پیدا ہو گئی۔ کیا ان سب قسم کے معجزات کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ گو نفس یہ واقعات خارق عادت نہ تھے اور ان واقعات کے ظہور کا وقت بھی خارق عادت نہ تھا صرف اس کا سبب خارق عادت تھا؟

معلوم نہیں جو لوگ معجزات کے قائل ہیں وہ کن معجزات میں اتنی تحلیل اور اتنی تحریف کی جرأت نہ معلوم کیوں ہے؟ یہی حال آن ذلالتوں اور آندھیوں کا ہے جو منکر اقوام کی ہلاکت کے لئے نمودار ہوئیں یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ پہلے ان کے متعلق صرف قرآن کی پوری تفصیلات ہی کو سامنے رکھے

جو واقعات پیش آمدہ یا پیش آمدنی ہیں نہ صرف قبل از وقت بلکہ کسی کی تعلیم و علم کے بغیر اُن کی اطلاع دے دینا ظاہر ہے کہ اگر نبی وقت اُن کی اطلاع نہ دیتا تو جو واقعات ان میں سے گزر چکے تھے وہ تو گزر ہی چکے تھے اور جو آنے والے ہیں وہ پیش آکر ہی رہتے۔ ان دونوں قسموں میں خود نبی کے تصرف کا کوئی دخل نہیں ہوتا اسی لئے کسی نبی نے خود ان واقعات ہی کو اپنا معجزہ قرار نہیں دیا ہے۔ پہلی دونوں قسموں کی نوعیت اس سے بالکل مختلف ہے وہاں خود ان واقعات ہی کو معجزہ قرار دیا ہے اور ان میں بظاہر نبی کے تصرف کا دخل بھی ہوا ہے مثلاً اگر نوح علیہ السلام منکرین کے حق میں عام ہلاکت کی بددعا نہ فرماتے، اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام خاص خاص عذابوں کا وعدہ نہ فرماتے تو نہ وہ طوفان آتا نہ وہ زلزلے اور آندھیاں آتیں۔ یہاں ان تمام تائیداتِ الٰہیہ کی بھی تحلیل کر ڈالنی درحقیقت اُن کی اصل روح فنا کر دینی ہے۔ اگر اس تقسیم کے بجائے معجزات کی تقسیم یوں کی جاتی کہ بعض معجزات "علمی" ہوتے ہیں اور بعض عملی تو بہت صحیح اور مناسب ہوتا یعنی بعض معجزات وہ ہوتے ہیں جن میں نبی کے تصرف کا کچھ دخل نظر آتا ہے اور بعض وہ ہوتے ہیں جن میں نبی کے تصرف کا کوئی دخل نہیں ہوتا وہ صرف الٰہی معجزات ہیں جیسے نبی کی پیشگوئیاں وغیرہ۔ لیکن مذکورہ بالا تقسیم کی بنا پر تو اکثر معجزات میں اعجاز کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی وہ جب وہاں ارادۂ الٰہیہ کا ظہور صرف عادتِ جاریہ کے ماتحت قرار دیا جائے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان معجزات کے معجزات ہونے کا ثبوت ہی کیا رہ جاتا ہے؟ کسی واقعہ کے متعلق یہ اقرار کر لینے کے بعد کہ نفس واقعہ میں تو کوئی امر خارقِ عادت نہ تھا صرف وقت خاص پر اس کا ظہور یا صرف اس کا طریقِ ظہور خارقِ عادت تھا اُس کے معجزہ ہونے میں کتنا تردد کا باعث بن سکتا ہے۔ اس کا مقصد غالباً یہ ہے کہ تمام تائیداتِ الٰہیہ، اخبارِ غیبیہ، استجابتِ دعا کی انواع جن میں جزا بعض معجزات داخل ہیں ایسی سطح پر کھینچ لائے جائیں جن میں عقولِ مادیہ کے لئے کوئی تعجب کی جگہ باقی نہ رہے مگر جب کہ ان کی تحلیل منطقی کرنے کے بعد خرقِ عادت کا شاخسانہ کسی نہ کسی مرتبہ میں پھر بھی لگا ہی رہتا ہے تو ایک فہیم انسان کے لئے اس تقسیم کا فائدہ تطویلِ مسافت کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔

آئیے اب اُن معجزات پر نظر کریں جن کے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ ان میں مشیتِ الٰہیہ عالم کی عادتِ جاریہ کے خلاف بھی پردہ نہیں بے پردہ ہو کر سامنے آگئی ہے۔ اس کی مثالوں میں سے پتھر سے پانی کا نکلنا، بے جان چیزوں میں آواز پیدا ہونا شمار کیا گیا ہے۔

ہم کو معلوم نہیں کہ اس سے مراد کیا ہے کیونکہ پتھروں سے پانی نکلنا یہ بھی عالم کی عادتِ جاریہ میں داخل خود قرآن کریم میں ہے وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ

الْمَآءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۔

غیر ذی روح میں آواز کا پیدا ہو جانا تو آج کل ٹیلیفون، تار، گراموفون اور ریڈیو وغیرہ میں عام بات ہے اگرچہ وہ کسی ذریعہ سے ہو اور سامری نے تو سالہا سال پہلے گوسالہ میں آواز کا پیدا ہونا اور اس کی علت اور سبب خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے اسی طرح شق القمر کی توجیہ تاریخ معجزات کے عنوان کے تحت ان ہی اوراق میں آپ کے سامنے آنے والی ہے۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کبھی معجزات کا ظہور ہوا ہے تو بحیثیت مجموعی کسی کی تحلیل کے بغیر ان کو معجزہ تسلیم کیا گیا ہے اور کبھی ان کی تحلیل کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوا۔ خدا نخواستہ اگر اسی قسم کا تجزیہ اور تحلیل آیات قرآنیہ میں بھی شروع کر دی جائے تو نوبت الحاد تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ اگر یہ تمام تفصیلات اور تقسیم کسی منکر معجزات کے قلم سے ہوتیں تو ہم کو کچھ تعجب ہوتا نہ تاسف۔ افسوس تو یہ ہے کہ ایسے قلم سے نکلی ہیں جو منکرین کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکلا ہے۔ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۔

یہاں ایک اور مغالطہ کا رفع کر دینا بھی ضروری ہے جو نہ صرف عوام بلکہ بعض خواص کو بھی پیش آسکتا ہے۔ ایک انسان جب صفحات تاریخ میں خوفناک زلزلے اور ہیبت ناک آندھیوں کا ذکر پڑھتا ہے اور کسی نبی کی تکذیب سے ان کا تعلق نہیں دیکھتا اور آج بھی جب تباہ کن زلزلوں کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ ان اشیاء کو عالم کی عادت جاریہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور ان کے متعلق کسی نبی کی تکذیب کا نتیجہ کہنے میں تامل کرنے لگتا ہے اور پھر جب ایک مذہبی دماغ ان ہی واقعات کو انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی فہرست میں درج پاتا ہے تو وہ اس پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ان کے معجزہ بنانے کی کوئی ایسی معقول توجیہ پیدا کرے جو ایک آزاد دماغ کے لئے بھی قابل تسلیم ہو سکے۔

ہمارے نزدیک یہ تفکر معجزہ کی صحیح حقیقت تک نارسائی پر مبنی ہے سب سے پہلے تو ہمیں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ان واقعات کو نبی کے معجزات سے الگ شمار کرنا ہی درست نہیں بلکہ یہ حوادث بھی نبی کی پیشگوئیوں میں داخل ہیں۔ حدیثوں میں آخر زمانے میں زلزلوں اور حوادث کی کثرت بصراحت موجود ہے اور اس کے اسباب تک بھی مذکور ہیں پھر ان کو بھی کیوں نہ معجزات کی فہرست میں شمار کیا جائے لیکن اگر اس سے بھی تشفی نہ ہو تو پھر یوں سمجھئے کہ معجزہ کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت، معجزہ کی صورت وہ ہو سکتی ہے جو عالم کے اور واقعات کی صورت ہوتی ہے لیکن اس کی حقیقت ہر جگہ اور ہمیشہ ان سے مختلف ہوتی ہے اور کبھی ان سے متحد نہیں ہو سکتی۔ اسی صوری اشتراک کی وجہ سے ہمیشہ مغالطہ پیدا ہو جاتا ہے اور جب تک حقیقت کے انکشاف کا وقت نہیں آتا یہ مغالطہ باقی رہتا چلا جاتا ہے۔ مثلاً عصائے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھئے جس کو عالم کی عادت جاریہ کے خلاف شمار کیا گیا ہے۔ جب تک علیہ السلام

اس کو ظاہر فرمایا تو ساحرین فرعون نے اس کو بھی سمجھا کہ وہ بھی ان ہی کے جیسی ایک نوع ہے حتیٰ کہ ان کے مقابلہ کے لئے ایک دن بھی مقرر کر لیا اور اپنی رسیاں سے کر آدھے اور ایسا تماشا دکھلایا کہ ایک مرتبہ کو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی فرعونیوں کی غلط فہمی کا خطرہ پیدا ہونے لگا لیکن جوں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا اور سطوت حقیقی بالمقابل ہوئی تو بات صاف ہو گئی کہ معجزہ کی حقیقت کچھ اور تھی اور ساحرین کے تماشہ کی کچھ اور۔ یہی وجہ تھی کہ فرعونیوں میں سب سے پہلا ایمان لانے والے وہی لوگ تھے جو سب سے پہلے مقابلہ کے لئے نکلے تھے انہوں نے دیکھ لیا کہ یہ معجزہ حقیقت میں ان کے تماشے سے بالکل علیحدہ حقیقت رکھتا ہے۔ بہ صورت تو دونوں کی سانپ ہی کی تھی مگر حقیقت میں دونوں کے درمیان وہی فرق تھا جو سونے اور ملمع میں ہوتا ہے۔ اسی طرح بارش، زلزلے، آندھیاں اور استجابت دعاء کو سمجھئے۔ ان سب مقامات پر معجزہ اور حوادث جاریہ میں گو صوری اشتراک نظر آتا ہے مگر ان کی حقیقتوں میں کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ جب کبھی گھٹا آتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل و حرکت میں پریشانی کے اثرات نمایاں ہونے لگتے تھے یہاں تک کہ بارش ہو کر یہ خلش ختم ہوتی تب فرماتے تھے عائشہ! مجھ کو خوف ہوتا ہے کہیں یہ وہ بادل نہ ہوں جو وافد عاد[1] لے کر اپنی قوم کے پاس گیا تھا اور جب بادل برسنے لگتی تو آپ مطمئن ہو جاتے اور یہ بات صاف ہو جاتی کہ یہ وہ خاص بادل تھے یا عالم کی عادت جاریہ والے بادل

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے پانی ابلا صحابہ نے اپنی اپنی ضرورت کے لئے اس کو محفوظ کرنا شروع کر دیا مگر حضرت ابن مسعودؓ کا بیان یہ ہے کہ میں تو کوشش کر رہا تھا کہ جتنا بھی ہو سکا اس کو اپنے پیٹ میں اتار لیا کیونکہ میں سمجھ گیا تھا کہ یہ عام پانی سے الگ کوئی برکت والا پانی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ وہ اس اعجازی پانی کو عام پانی سے ممتاز سمجھ رہے تھے۔ اسی حقیقت کو صاف نہ کرنے کی وجہ سے بہت سے علماء کو معجزات اور کرامات میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے آخر انہوں نے لکھا ہے کہ ولی کی کرامات جس نبی کی اتباع سے حاصل ہوتی ہیں وہ اسی نبی کا معجزہ ہوتی ہیں یہ بھی درست ہے لیکن حافظ ابن تیمیہ نے یہ تنبیہ کی ہے کہ نبی کا ایک معجزہ کسی ولی کی بہت سی کرامات کے مقابلہ میں بلحاظ منزلت بھاری ہوتا ہے میرا مطلب یہ ہے کہ ولی کی کرامت گو نبی کا معجزہ ہی ہو مگر حقیقت اس کرامت کی پھر بھی اس کے برابر نہیں ہوتی جو نبی سے بلا واسطہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس فرق کو ایسا ہی سمجھئے

[1] یہ شخص عاد کی قوم نے بارش کی دعا کے لئے روانہ کیا تھا۔ مکہ مکرمہ میں حرم سے استجابت دعا کی جگہ پہنچ کر جب عشر [illegible] دعا کی تو بادل دکھلائے اس نے ایک سیاہ بادل کو پسند کیا کہ اس میں زیادہ پانی ہوگا جب وہ اس کو ساتھ لیکر اپنی قوم کے پاس آیا تو اسی میں سے عذاب کی بارش برسی اور سب قوم ہلاک ہو گئی۔

جیسا وحی اور الہام۔ الہام اگرچہ نبی کے اتباع ہی کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن پھر وحی کی شان [illegible]۔ وحی کی شوکت اور قطعیت کے مقابلے میں الہام میں نہ وہ شوکت ہوتی ہے نہ قطعیت نہ وزن نہ اتنی صفائی۔ یہی وجہ ہے کہ وحی حجت ہے اور الہام حجت نہیں۔ اگر اس تحقیق کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو بہت سے اشکالات رفع ہو سکتے ہیں۔ اور اگر حقیقت سمجھنی ہی آپ کو مشکل ہو تو ایک سیدھی سی بات یہ ہے کہ معجزہ اور آیات میں اصطلاحاً کچھ فرق ہے آیت کا ترجمہ نشانی ہے پہلے گزر چکا ہے کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے سب معجزات کا نام آیات رکھنا ہی پسند فرمایا ہے اس لحاظ سے اس قسم کے زلازل اور طوفان وغیرہ تاریخی جتنے واقعات بھی ہیں وہ بہت آسانی کے ساتھ آیت و نشانی کی فہرست میں آجاتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ جب یہی واقعات انبیاء علیہم السلام کے توسط کے بغیر ظاہر ہوں تو وہ آیات اللہ یعنی خدا تعالیٰ کے وجود کی نشانی اور آیت کہلاتے ہیں اور جب انبیاء علیہم السلام کے واسطہ سے ظاہر ہوں تو وہ ان کی تصدیق کے لئے نشانی اور آیت نبوت کہلاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج کل بھی ان غیر معمولی حوادث کا نام دنیا میں خدائی عذاب رکھا جاتا ہے اور اسی قسم کے واقعات کو قرآن کریم میں جا بجا قدرت کی آیات کے ذیل میں شمار کرایا گیا ہے۔

معجزہ و سحر

قدرت نے اس عالم کو روز اول سے خیر و شر کا مجموعہ بنا کر پیدا فرمایا ہے جب ایک طرف اس نے مقرب فرشتے پیدا کئے تو اس کے بالمقابل شیاطین کا بھی ایک گروہ بنا دیا اسی طرح جب ایک طرف انبیاء علیہم السلام کی مقدس جماعت مبعوث فرمائی تو اس کے بالمقابل دجالوں کا بھی ایک گروہ ظاہر فرمایا پھر کیسے ممکن تھا کہ نبوت کے مقابلہ میں کوئی دوسری شے پیدا نہ فرمائی جاتی وہ وہی کہانت و سحر تھی۔ خیر و شر کی ان مرکزی طاقتوں میں بھلا کیا مناسبت تھی مگر اس کا کیا علاج کہ یہیں آکر ان میں پھر اتنا اشتباہ ہوا کہ ایک ناسمجھ جماعت نے صحیح ہدایت کو دجال قرار دے ڈالا اور دجال کو صحیح ہدایت ٹھہرانے کا فیصلہ کر لیا۔

ترجمان السنۃ جلد سوم میں آپ یہ معلوم کر چکے ہیں کہ معجزہ و سحر میں کوئی التباس ہی نہیں ہے یہ دونوں چیزیں اپنی ماہیت، اپنے فاعل اور اپنی غایت ہر لحاظ سے متمایز ہیں۔ معجزہ کا ظہور تضرع و ابتہال اور کلمات طیبہ وغیرہ سے ہوتا ہے اور سحر کا کلمات شرکیہ، نفسی توجہ اور اعمال خبیثہ کی مستعانت سے۔ صاحب معجزہ قدسی صفات ہوتا ہے اور ساحر خبیث النفس۔ معجزہ کی غایت و غرض معرفت ربوبیت اور نجات آخرت ہے اور سحر کا مقصد متاع دنیا۔ صاحب معجزہ کا انجام نجاح و فلاح ہے اور ساحرین کا خیبت و خسران۔

؎ اشتباہ کی انتہا۔

آپ نے دیکھا کہ یہ دونوں متقابل حقیقتیں کتنی علیحدہ علیحدہ ممتاز ہیں لیکن اس خیال کے تہ در تہ چونکہ لباس لکھا ہوا تھا اس لئے بعض ذہن میں اتنا التباس باقی رہ گیا کہ تصنیف کا قلم جتنی جتنی اس کی وضاحت کرتا رہا یہ مشکل نافہموں کے لئے اتنی ہی اور الجھتی چلی گئی مگر یہ کشمکش جتنی بھی رہی صرف ذہنی اور علمی حد تک ہی رہی اور جب کبھی نبی و دجال اور معجزہ و سحر مقابل آگئے تو یہ دونوں حقیقتیں نور و ظلمت کی طرح ہر ادنیٰ سے ادنیٰ خواندہ کے لئے ایسی ممتاز ہو گئیں کہ کسی کو ان کے درمیان کوئی اشتباہ باقی نہ رہا اس لئے اگر آپ کے ذہن میں معجزہ و سحر کے درمیان کچھ التباس باقی ہے تو اس کو ان کی حقیقتوں کا اشتباہ نہ سمجھئے بلکہ اس عالم کی فطرت کا نتیجہ سمجھئے تمیز و امتیاز کامل کا مقام آخرت ہے جہاں غیب و شہود کے درمیان پورا پورا امتیاز نہیں ہو کر سامنے آجائے گا اگر یہ قطعی فیصلہ کیجئے آج یہیں ہو جائے تو عالم غیب و شہادت کا فرق ختم ہو جائے ثواب و عذاب کا سارا فلسفہ غیب کے تہ لے پر ہی تو ہے اس کے باوجود اگر آپ اس کو الفاظ کے صدد میں سمجھنا چاہتے ہیں تو یوں سمجھ لیجئے کہ

(۱) معجزہ قدرت کا فعل اور ایک آیت ربانیہ ہوتا ہے اور سحر ساحر کا اپنا بنایا ہوا کھیل۔

(۲) معجزہ نبی کے اپنے ارادہ کے تابع نہیں ہوتا کہ جب وہ چاہے دکھلا دے اور سحر ساحر کے اپنے ارادہ کے تابع ہوتا ہے وہ جب چاہے اس کو دکھلا سکتا ہے اسی لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساحر قرار دیا گیا تو جس طرح ہر بشری صنعت کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے ان کے مقابلہ کرنے کے لئے بھی ساحروں کو دعوت دی گئی مگر جب ساحرین نے آخر یہ دیکھ لیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ قدرت بشری سے خارج ہے اور ایک آیت ربوبیت ہے تو وہ فوراً رب موسیٰ و ہارون پر ایمان لانے کے لئے مجبور ہو گئے۔ پھر اس فیصلہ کے لئے کوئی مدت خرچ نہیں ہوئی بلکہ جونہی معجزہ و سحر مقابل ہوئے بس فوراً اسی وقت دونوں حقیقتیں نور و ظلمت کی طرح ممتاز ہو گئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر ایک اجمالی نظر

جس سے معجزہ اور سحر وغیرہ کے درمیان امتیاز کرنے میں مدد ملتی ہو

(۱) کسی واقعہ سے ثابت نہیں ہوتا کہ کسی معجزہ کے اظہار سے آپ کا مقصد کبھی نبی بننا یا بڑائی تھا اور نہ کبھی نام و نمود کے لئے اس کا تذکرہ کرنا آپ سے ثابت ہوتا ہے۔ ہاں اگر آپ کی پیشگوئی کے موافق کوئی واقعہ اتفاقیہ طور پر ظاہر ہو گیا ہے تو آپ نے ضرور اس کو اپنی نبوت کی صداقت کے ثبوت کے لئے بطور استشہاد دیکھا ہے۔

(۲) یہ کبھی ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے اپنے معجزات کے لئے ہمیشہ کسی خاص مجمع کی تلاش کی تھی بلکہ حسب مشیت ایزدی کبھی جم غفیر میں تو کبھی بہت ہی محدود افراد میں اور کبھی ایک ہی شخص کے سامنے معجزہ کا ظہور ہوا ہے۔ ایک بار قضائے حاجت کے وقت آپ کے حکم سے دو درختوں کا بغرض ستر پوشی جھک کے ہٹ کر آجانا اور آپ کی فراغت کے بعد پھر ان کا اپنی اپنی جگہ واپس ہو جانا صرف اس صحابی کا بیان ہے جو اس وقت آپ کے ساتھ حاضر تھا۔

(۳) آپ کے بعض معجزات اس قسم کے بھی ہیں جن میں نباتات و جمادات و حیوانات نے از خود آپ کا احترام یا حفاظت میں آپ کے لئے یا آپ کے کسی صحابیؓ کے لئے حصہ لیا ہے اور ظاہری طور پر وہاں آپ کا کوئی عمل نہ تھا جیسے مکڑی کا غار پر جالا تننا یا شہد کی مکھیوں کا عاصمؓ کے جسم کی حفاظت کرنا۔

(۴) آپ کے بعض معجزات آپ کی ذات کے برکات سے متعلق ہیں جیسا کہ لعاب دہن سے حضرت علیؓ کی آنکھوں کا آشوب دور ہو جانا سلمہ بن اکوعؓ کی ٹانگ کا درست ہو جانا وغیرہ مگر جب جنگ احد میں آپؐ زخمی ہوئے تو ایسے نازک وقت میں بھی پھر اس اعجاز کا ظہور نہ ہوا۔

(۵) کھانے پینے میں برکت اور انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے نکلنے کی برکات خاص آپ کے گھر کی بجائے اکثر سفروں میں یا دوسروں کے گھروں میں ظاہر ہوئی ہیں اور زیادہ تر اس کا فائدہ دوسروں ہی نے اٹھایا ہے۔

(۶) آپ کے بعض معجزات کے آثار آپ کی وفات کے بعد تک بھی باقی رہے ہیں اور بعض ایسے ہیں جن کا ظہور ہی آپ کی وفات کے بعد ہوا ہے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی کھجوروں میں برکت پہلی قسم کی اور انبائے غیب کا ایک بڑا حصہ دوسری قسم کی مثال ہے۔ مگر یہ معجزات باقی نہیں جو نبی کی حیات کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔

(۷) آپ کے معجزات کا جو حصہ انبائے غیب سے متعلق ہے اس میں اس عالم کے حوادث کے علاوہ اشراط ساعت، معاد و معاد اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے اہم حالات زندگی بھی شامل ہیں جن میں قیاس و تخمین کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا اور نہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ان کے متعلق لب کشائی کر سکتا ہے۔

(۸) آپ کے معجزات میں ایک بڑا حصہ آپ کی استجابت دعا سے متعلق ہے۔

(۹) آپ کے معجزات کا ایک بڑا حصہ ایسا ہے جو کسی شدید ضرورت میں ظاہر ہوا تھا مگر اس سے بڑھ کر

فنون شعر اور علم نجوم وغیرہ سب کسبی فنون ہیں ہر کسی کو کسب سے حاصل ہو سکتے ہیں اور دیگر ملکات
کی طرح ہر وقت وہ انسان کے اختیار میں ہوتے ہیں ان میں آخرت کی فلاح کا کوئی تصور نہیں ہوتا اور
اسی لئے خدا تعالیٰ کی مخلوق کی نظروں میں ساحر یا علم نجوم رکھنے والوں کا کوئی احترام نہیں ہوتا۔
سحر اور علم نجوم کی تفصیلات معجزات کی مذکورہ بالا تفصیلات سے بالکل جدا ہیں۔

(۱۲) سحر کا بیشتر تعلق دنیوی معاملات یا دنیوی تصرفات و تخیلات سے ہوتا ہے مبدأ و معاد سے اس کا
تعلق بالکل نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف نبوت ہے کہ اس کا تمام تر تعلق مبدأ و معاد سے ہوتا ہے
اس کی دعوت الوہیت و وحدانیت کی ہوتی ہے اسی طرح صفت الوہیت کی تفصیلات کے بیان کرنے سے
ہوتا ہے۔ سحر کا ان اہم امور سے کوئی ادنیٰ سا بھی تعلق نہیں ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی طرح قرآن کریم میں مذکور کیوں نہیں؟

ہمارے نزدیک یہ سوال ہی ساقط ہے سب سے پہلے تو اس لئے کہ اگر سوال کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے
تمام معجزات کیوں مذکور نہیں تو سوال ہی لغو ہے اور اگر مطلب یہ ہے کہ کوئی معجزہ بھی مذکور نہیں تو یہ غلط
ہے وجہ یہ کہ حسی اور معنوی ہر قسم کے معجزات اس میں موجود ہیں کیا شق القمر معراج جیسا اور عظیم الشان
پیشگوئیاں وغیرہ وغیرہ اس میں مذکور نہیں۔ لیکن چونکہ اس سوال میں بھی بعض اہل علم الجھے ہوئے ہیں
اس لئے چند سطور ہم یہاں بھی تحریر کئے دیتے ہیں۔

(۱) ہمارے نزدیک انبیاء سابقین کے معجزات کا اہتمام قرآن کریم میں اگر کیا گیا ہے تو اسی لئے کیا گیا ہے
کہ سب ہی کے ان کا ثبوت مستقبل زمانوں میں اس کے سوا اور کیا تھا کہ خود وحی سماوی ان کی
تصدیق کر دیتی۔ وہ معجزات اپنے اپنے زمانوں میں ظاہر ہو کر خود بھی معدوم ہو چکے تھے اور گذشتہ
امتوں کے ہاتھوں میں ان کے ثبوت کے مستند ذرائع بھی سب معدوم ہو چکے تھے۔ اس لئے اب یہی ایک
صورت باقی تھی کہ قرآن کریم ان پر مہر تصدیق ثبت کر دے۔ اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
معجزات کو خود دنیا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہی تھی اور مستقبل میں اس کے لئے انبیائے
سابقین کے معجزات کی تصدیق تھی۔ ان معجزات کی تصدیق کے لئے بھی کافی تھی کیونکہ معجزات
ایک ہی جنس کے تھے۔ جب قرآن کریم نے ایک بار ان کی تصدیق فرما دی تو اب اس کی ضرورت
کیا رہ گئی تھی کہ ان ہی انواع کے معجزات کا تذکرہ بار بار کیا جاتا۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ خیال ہی درست نہیں کہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تذکرہ ان کے اصل مقصود ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے بلکہ اصل مقصد انبیاء سابقین کا تذکرہ کرنا تھا اور جب ان کی نبوتوں کا تذکرہ کیا گیا تو اب ان کے دلائل نبوت کا ذکر کرنا بھی خود بخود لازم ہو گیا اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تھی اور اس کی تصدیق کے لئے ایک طرف قرآن کریم جیسا درخشاں ثبوت موجود تھا اور آپ کے دوسرے معجزات کے لئے تواتر اور احادیث صحیحہ گواہی دے رہی تھیں اس لئے آپ کی نبوت حال اور مستقبل میں یکساں ثابت تھی اور آپ کے دوسرے معجزات کے ذکر کرنے کی تفصیل چنداں ضروری نہ تھی۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جن معجزات کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے وہ ان کے خاص معجزات ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص معجزہ قرآن کریم ہی تھا اس لئے جب ان کے عام معجزات قرآن کریم میں مذکور نہیں تو پھر آپ کے عام معجزات مذکور کیوں ہوں؟

(۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل یعنی سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم تھا تو شاید اب حکمت الٰہی کا تقاضا یہ تھا کہ دوسرے معجزات اسی نمبر پر آئیں خواہ اپنی اپنی جگہ وہ کتنے ہی عظیم الشان تھے مگر ظاہر ہے کہ پھر افعال الٰہیہ تھے اور یہ کلام الٰہی ہے اور جو نسبت کلام کو متکلم کے ساتھ حاصل ہوتی ہے وہ افعال کو نہیں ہوتی اسی لئے پہلی امتوں کو خدا تعالیٰ کی ذات کا جو تعارف کرایا گیا تھا وہ اس کے خاص خاص افعال سے کرایا گیا اور جب ان میں کچھ استعداد پیدا ہو گئی تو آخر میں تعارف ابدی کے لئے خود کلام ابدی نازل ہو گیا جس سے بڑھ کر اس عالم میں رب العالمین کے تعارف کی کوئی اور صورت ممکن نہیں اس کے بعد اگر کوئی کمی ہے تو یہ شرف ہے جو اس عالم میں ایک مقدس اور برگزیدہ ہستی کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوا اور وہ برگزیدہ ہستی وہی تھی جس پر یہ کلام نازل ہوا ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ لہٰذا یہی ایک معجزہ ہر معجزہ سے مستغنی کرنے والا تھا۔

(۵) انبیاء سابقین کی نبوت دائمی نہ تھی اور مستقبل زمانوں کے ساتھ ان کا تعلق بجز ایمان لانے کے اور کچھ باقی نہ رہا تھا اس لئے ان کو وہی معجزات عطا ہوئے جو اپنے زمانہ میں ایمان لانے کے لئے کافی تھے پھر ان کی نبوتوں کا دور ختم ہو جانے اور ان کے ان معجزات کے معدوم ہو جانے کے بعد یہ مناسب تھا کہ کم از کم ان کا تذکرہ بیان میں آ جائے برخلاف اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت دائمی تھی اس لئے آپ کا سب سے بڑا معجزہ بھی ایسا ہی ہونا چاہئے تھا جو دائمی ہو علاوہ ازیں بے شمار معجزات پر مشتمل بہت سے معجزات جو آپ سے سرزد ہوئے وہ ان کے مشاہدہ کرنے والوں کی معرفت محدثین کے یہاں اس سے کچھ زیادہ ترتیب کی

---

۱ حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ تنہا قرآن کریم دس ہزار معجزات پر مشتمل ہے (دیکھو الجواب الصحیح)۔

قربان پر ظاہر ہوئے جیسا شق القمر یا بہت سے کسی شدید ضرورت میں ظہور پذیر ہوئے وہ کتنے ہی عظیم الشان کیوں ہوں
مگر پھر آپ کی نبوت کے ثبوت کا اصل مدار نہ تھے یہ شان تھی تو ایک قرآن کریم کی تھی اب اگر ان سب حسی
معجزات کو نظم قرآنی میں لے لیا جاتا تو مستقبل میں خود ان کا موجود باقی نہ رہنے کی وجہ سے پھر ان میں عقلی
بحثیں شروع ہو جاتیں اور بد نصیبوں کے لئے ان کے ایمان لانے میں نہ معلوم کتنی مشکلات کا باعث
بن جاتیں اس لئے رحمت الہی کا تقاضا یہ ہوا کہ ایک بار ان کا مشاہدہ کرا کے معاصرین تک ان کو محدود رکھا جائے
اور ان سب کو قرآن کی قطعیت کے رتبہ پر نہ پہنچایا جائے جہاں پہنچ کر چون و چرا کا میدان ختم ہو جاتا ہے اس کے
باوجود آپ دیکھئے کہ ان حدیثی معجزات میں کافر نہیں خود مسلمان آج تک کتنا الجھ رہے ہیں اگر یہ سب معجزات
قرآن کریم میں مذکور ہو جاتے تو پھر آج ان متشککین مسلمانوں کا حشر کیا ہوتا۔ اس کے برخلاف قرآن کریم تو
وہ آفتاب ہے اور دلیل آفتاب بن کر خود صحنِ عالم پر چمک رہا ہے جس کو دیکھ کر کفار بھی حیرت زدہ خاموش ہیں
اس کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ اگر یہ فرسودہ کہانیاں ہیں تو جاؤ تم سب مل کر اس کا مثل اس کی ایک سورۃ
کا مثل بلکہ ایک آیت ہی کا مثل لے آؤ۔ تاریخ سے پوچھ دیکھو دوسرے قسم کے معجزات میں شبہات نکالنے
والے یہاں پہنچ کر کیسے مبہوت اور لاجواب کھڑے ہیں اس معجزہ کے بعد اور کسی معجزہ کے تذکرہ کی حاجت ہی باقی
نہ رہی۔ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۝

(۶) چھٹی وجہ جو سب سے بڑی بات ہے وہ یہ ہے کہ کلام الہی تو دراصل دنیا میں یہ روح پھونک دینا
چاہتا ہے کہ اب عجائب پرستی کا شوق ختم ہو جانا چاہئے دنیا کی آنکھوں کے سامنے قدرت کے عجیب سے عجیب
نقشے آچکے اب ان کے بجائے خدا پرستی کا شوق پیدا ہو جانا چاہئے کیونکہ ان عجائبات کے ظہور کا اصل منشا یہی خدا پرستی
کا شوق تھا جب اصل مقصد منظر عام پر آچکا ہے تو اب اسباب و علائق کی طرف نظریں کیوں تک رہی ہیں۔ اگر
آپ کی نبوت کے اثبات میں بھی کتاب کے تمام معجزات کا ایک ایک کر کے تذکرہ کر دیا جاتا تو بقول دیدہ دراز ہوتے
لیکن پھر دنیا اپنے اسی قدیم نقش پر جا پہنچتی اس لئے جب اس قسم کے عجائبات کا تذکرہ آیا تو قصداً ضمنی کر
دیا اب خدائے تعالیٰ کی آیات وہ ہیں آنکھوں کے سامنے ہے جس کی ایک ایک آیت سے عجائب پرستی کے بجائے
خدا پرستی کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ۔

(۷) آخری ساتویں یہ وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ قرآن پاک کے علاوہ جتنے عملی معجزات ہیں ان میں اور
سحر میں پہلے سے امتیاز ہونے کے باوجود پھر ایک التباس ابھی موجود رہتا ہے حتی کہ آج تک کتب کلام وغیرہ
میں ان کے درمیان کوئی ایسا واضح فرق مذکور نہیں ہے جس کے بعد ہماری طبائع کے لئے بھی کوئی تشفی

فقرہ تو کسی طرح نوک قلم پر آنے کے قابل نہیں ہے کہ آپ کے دوسرے درخشاں معجزات صفحات قرآنی پر آنے کے قابل ہی نہیں تھے اور لہٰذا شاید آخر یہ معجزات کیا قدرت مطلقہ ہی کے مظاہر نہ تھے؟ تیسری وجہ اس کے صحیح نہ ہونے کی یہ کہ وہ اسی پر مبنی ہے کہ انبیائے سابقین کے پاس گویا ایک ہی ایک معجزات تھے حالانکہ قرآن کریم میں ان کے جن معجزات کا ذکر کیا گیا ہے یہ معجزات صرف وہی ہیں جو ہر نبی کو خاص طور سے عطا ہوئے تھے ہاں اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ ان کے علاوہ اور کوئی معجزہ کسی نبی سے ظاہر ہی نہیں ہوا اسی لئے جب آپ آیات قرآنیہ پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو یہ نظر آئے گا کہ ان میں جو معجزات ایک نبی کے ذکر کئے گئے ہیں وہ دوسرے کسی نبی کے ذکر نہیں کئے گئے۔ اس کا ثبوت ہے کہ یہاں ان کے خاص خاص معجزات ہی کا ذکر کرنا مقصود ہے یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جب اپنے خاص معجزہ کا تذکرہ فرمایا ہے تو صرف ایک قرآن پاک کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں صاف موجود ہے۔ کیا اس کا مطلب بھی یہ سمجھا جائے گا کہ آپ کے پاس بھی صرف ایک ہی معجزہ یعنی قرآن کریم ہے۔ پس جس طرح صحیح بخاری کی حدیث کا مطلب یہی ہے کہ آپ کا خاص معجزہ قرآن کریم ہے اسی طرح انبیائے سابقین کے معجزات کا مطلب سمجھ لینا چاہئے۔ ترجمان السنۃ جلد ثالث میں حافظ ابن تیمیہؒ کی شہادت سے یہ گزر چکا ہے کہ احیاء موتیٰ کا معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ثابت ہے حالانکہ قرآن کریم میں ان کے معجزات میں اس کا کہیں ذکر نہیں پھر حسب بیان حافظ ابن تیمیہؒ احیاء موتیٰ تو اولیاء کرام سے بھی کرامت کے طور پر ثابت ہو تو اس اولو العزم نبی کے متعلق شک و شبہ کرنے کی کس کو گنجائش ہو سکتی ہے۔ اگر تھوڑا سا اس پر غور کر لیا جائے کہ ان خاص خاص معجزات کی عطا ... کچھ صرف بخت و اتفاق کا نتیجہ تھی بلکہ انبیاء علیہم السلام کے الگ الگ ماحول اور جدا جدا فطری مناسبات کا ثمرہ تھی تو پھر ان کے ان معجزات کے خاص طور پر ذکر کرنے کی ایک لطیف وجہ اور بھی نکل آتی ہے دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ایک طرف ان کی تند و درشت مزاج قوم اور دوسری طرف ان کی شان جلالی کے لئے مناسب تھے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ان کے عہد کے طبی ارتقاء اور ان کی شان روحانیت سے کس قدر ملتے جلتے تھے۔ اس تناسب سے یہ معجزات ان کو عطا ہوئے تھے اور اسی تناسب سے وہ قرآن کریم میں مذکور بھی ہوئے ہیں۔ اگر یہ بات پیش نظر رکھیں کہ جب انبیاء علیہم السلام کی کتب و صحف کے صرف چند نصوص ہی پر اکتفا کیا گیا حالانکہ یہی ان کے سب سے عظیم کمالات تھے تو اب ان کے عام معجزات کے حصر و استیعاب کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا صرف ان کے چند گنے چنے معجزات کا تذکرہ دیکھ کر یہ سمجھ لینا کہ ان کے علاوہ ان کے پاس کچھ اور معجزات نہ تھے تاریخ انبیاء علیہم السلام سے بڑی غفلت ہے۔

یہ بات بالکل درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کثرت میں سب سے بڑھ کر تھے

مگر یہ کہنا صحیح نہیں کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں کثرت ہی نہ تھی اس لئے ان کے ایک ہی معجزہ کو بار بار دہرایا گیا ہے۔ یہ تو بڑی تعجب سے کتنا عجیب ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ایک ہی معجزہ کو بار بار دہرایا گیا ہے حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات خود قرآن کریم نے شمار کرکے نو معجزات بتائے ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات بھی متعدد انواع شمار کرائی گئی ہیں اگر ان انواع کے الگ الگ وقائع اور افراد شمار کئے جائیں تو خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ ان کی تعداد کیا ہوگی ان کثیر التعداد معجزات کو صرف ایک سوال کے جواب میں ادا کرنے میں حذف کرکے اس طرح ادا کر جانا گویا دوسرے انبیاء علیہم السلام کے پاس کچھ معجزات ہی نہ تھے کتنی بڑی خطرناک غلطی ہے یہ ہی غلطی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں تقلیل ثابت کرنے کی ایک بنیاد بن گئی ہے۔

چوتھی وجہ سب سے زیادہ عجیب ہے کہ کسی نبی کے معجزہ کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف ہوتی ہی تو اعجاز کی اصل روح ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سب معجزات میں باذن اللہ کی قید لگی ہوتی ہے اور یہی قید ان کے معجزات ہونے کا سب سے واضح ثبوت ہے۔ عجیب بات ہے کہ اگر یہ کھلے ہوئے قدرت مطلقہ کے افعال جن میں قوت بشری عاجز ہو عوام کی نظروں میں بھی دلائل نبوت نہ ہوں تو پھر دلائل ہی کس کیلئے ؟ اہل علم و فہم و بصیرت ان کے متلاشی نہیں ہوتے ان کی نظر سب سے اول اخلاق و تعلیم ربانی پر ہی جاتی ہے مگر عوام کی نظروں میں بھی دلائل باقی نہ رہیں تو پھر ان کا دائرہ کس طبقہ کے لئے ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ بھی تو سوچئے کہ اگر ان کی نظروں میں یہ افعال معجزے تھے تو پھر وہ ان ہی معجزات کی انبیاء علیہم السلام سے فرمائشیں کیوں کیا کرتے تھے۔ پھر یہ بات بھی غلط ہے کہ آپ کے معجزات کی نسبت آپ کی ذات ستودہ صفات سے کچھ نہ تھی۔

حضرت مولانا نانوتوی حجۃ الاسلام میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر آپ کے معجزات کی برتری ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

" حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ میں پتھر میں سے پانی نکلے ہے ثابت نہیں ہوتا کہ جسم مبارک موسوی کا یہ کمال تھا اور آپ کی انگشتان مبارک سے پانی نکلنے میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ دست مبارک محمدی منبع فیض ماء ہے ۔ ۔ ۔ ۔ علیٰ ہذا القیاس کنویں میں آپ کے لعاب دہن ڈالنے سے پانی کا زیادہ ہوجانا آپ کے کمال جسمی پر دلالت کرتا ہے اور نقصان سے محفوظ رہنا یعنی ... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمال جسمی پر دلالت نہیں کرتا ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں یہ مسلم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے ان امور کا ظہور ہوا ان کے قرب پر دلالت کرتا ہے اسی وجہ سے ان کا معجزہ سمجھا جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اسی طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ لگانے سے تو لی ہوئی لکڑی

اور اکمہ کو یعنی آنکھ کا اچھا ہو جانا بیماریوں کے یوں ہی اچھے ہو جانے سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ یہاں
تو اس سے زیادہ یہ بات ہے کہ خداوند عالم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہنے ہی بیماروں کو اچھا کر دیا۔
پھر برکت جسمانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں پائی جاتی اور یہاں دونوں موجود ہیں۔ (رفیق الاسلام ص ۱۳۳ مختصراً)
ان عبارات سے ظاہر ہے کہ ذات نبی کی طرح معجزات کی نسبت بھی جتنی آپ کے معجزات میں نمایاں تھی اتنی
دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں نمایاں نہ تھی اب ہم کو معلوم نہیں کہ وہ کون سے عوام تھے جو نسبت
دیگراں کو دلائل محمدی شمار کرنے کی طرف مائل نہ ہوتے تھے شاید عوام کے پردہ میں کہیں یہ کچھ خواص ہی نہ ہوں۔

ظہور قدسی سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کتب آسمانی میں غائبانہ تعارف

ندانم آں گل رعنا چہ رنگ و بو دارد — کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد

آپ کی بعثت سے قبل کتب سابقہ میں آپ کا تعارف اتنی وضاحت و تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا تھا
کہ ان شاہان تخت نشین سے بہت زیادہ ہیں گوشہ نشین آپ کی تشریف آوری کے بعد کسی کے لئے بھی آپ کے انکار
کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی یہی کتاب اس کو چھپانے کی ہزار کوشش کرتے مگر چھپا نہ سکے تھے یہی جا کہ
قرآن کریم نے جا بجا ان کو قائل کیا ہے اور اس تعارف کے کتمان و تحریف کا مجرم بھی قرار دیا ہے۔ علماء نے اس
موضوع پر بھی مستقل تصانیف فرمائی ہیں اور کتب شروح و تفاسیر میں جہاں جہاں اس پر ضمنی بحث آگئی ہے
اس کا تو شمار ہی نہیں کیا جا سکتا۔ حافظ ابن تیمیہ اور ان کے لائق تلمیذ کا بھی اس میں بڑا حصہ ہے۔ حافظ موصوف
لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سو مقامات سے بھی زیادہ بشارات موجود ہیں جن کا تھوڑا سا
تفصیلی تذکرہ انہوں نے اپنی کتاب الجواب الصحیح میں بھی کیا ہے لیکن جن لوگوں کو کتب سابقہ کا مطالعہ
حاصل نہ ہو وہ حافظ موصوف کی بات کو کب باور کر سکتے ہیں وہ تو اس کو مبالغہ آمیز عقیدت کی نظر سے دیکھیں گے
ہم یہاں صرف صحیح بخاری کی چند حدیثیں اور قرآن کریم کی چند آیات نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جن سے آپ کو یقین
ہو جائے گا کہ کتب سابقہ نے آپ کے تعارف میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا کہ جب آپ دنیا میں تشریف
لائے تو اس طرح تشریف لائے جیسا کہ پہلے سے ایک بڑی متعارف شخصیت تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ورقہ بن
نوفل نے آپ کے اور جبرئیل کے نزول کے حالات سن کر فوراً آپ کی رسالت کی شہادت دی اور کہا کہ یہ وہی فرشتہ
ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی لے کر نازل ہوا تھا اس کے بعد آپ کی حیات طیبہ کا ایک جزئی واقعہ یعنی
ہجرت کا بھی اس طرح ذکر کیا گویا آپ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اس کے سامنے ہے اور بڑی حسرت کے ساتھ
کہا اے کاش میں بھی اس وقت زندہ ہوتا تو آپ کی خدمت مجھ سے بن پڑتی میں بھی اس کو سو جان سے ادا کرتا

وطن فطرۃً محبوب ہوتا ہے آپ سے یہ بھی کہہ دیا تھا اور آپ نے تعجب سے تاثر کیا تھا کہ نہ ذہن میں ان سے پوچھا "او مخرجی ہم" کیا میری قوم مجھ کو وطن سے بے وطن کر دے گی؟ اب غور فرمائیے کہ نبوت و ہجرت و زوال ملکی کا معاملہ کوئی معمولی بات نہ تھی جس کا فیصلہ صرف ایک مختصری سرگذشت پر فوراً کیا جاتا مگر جب ان بہ تعدد سوالات نصرانی عالم نے فیصلہ اس طرح فوراً کر دیا گویا اس کے نزدیک وہ ایک طے شدہ بات تھی اور اسی ضمن میں آپ کی زندگی کے ایک ایسے جزئی واقعہ کا بھی ذکر کر جاتا ہے جو آپ کی فتح و نصرت کا ایک نیا باب تھا۔

اسی طرح ہرقل والا ابوسفیان کی گفت و شنید بھی صحیح بخاری میں موجود ہے اس کے حرف حرف سے آپ کو یہ یقین ہوتا چلا جاتا ہے کہ ہرقل کے علم میں ضرور آپ کی بعثت کا وقت آچکا تھا اور بڑے اضطراب کے ساتھ وہ آپ کی آمد کا منتظر تھا اسی لئے یہاں وہ آپ کا نامۂ مبارک محض سنا ہی نہیں دیتا بلکہ تحقیقی سوالات شروع کر دیتا ہے اور کسی بحث و تمحیص کے بغیر وہ بھی اسی فیصلہ پر پہنچ جاتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے وہی رسول ہیں جن کی آمد کا اس کو انتظار لگ رہا تھا سوال و جواب کے بعد آخر میں وہ یہ تصریح بھی کر دیتا ہے کہ آپ سابق سے مجھ کو آپ کی بعثت کا پہلا یقین پہلے سے حاصل تھا۔ اس کے آخری فقروں سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا قلب آپ کی بزرگی اور عظمت شان سے کس درجہ معمور تھا وہ کہتا ہے اگر ہو سکتا تو میں ضرور آپ کی خدمت میں پہنچتا اور آپ کے مبارک قدم اپنے ہاتھوں سے دھوتا۔

یہ واقعہ بھی صحیح بخاری میں ابن ناطور کی زبانی منقول ہے کہ شاہ ہرقل علم نجوم کا بھی ماہر تھا ایک دن صبح کو وہ بہت سرگرداں اٹھا دریافت کرنے پر بڑی پریشانی کے ساتھ اس نے یہ کہا آج جو قوم ختنہ کرتی ہے ان کا بادشاہ ظاہر ہو گیا۔ ابھی یہ گفت و شنید چل ہی رہی تھی کہ ادھر سے شاہ غسان کا قاصد بھی آپہنچا اور اس نے خبر دی کہ عرب میں ایک پیغمبر پیدا ہوئے ہیں اسی درمیان میں ہرقل نے ایک دوست کو اس کے متعلق لکھا جو رومیہ میں اسی کی طرح کا عالم تھا اس نے بھی شاہ روم کی رائے سے موافقت کی۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ علم نجوم رکھنے والے آپ کی بعثت کے اثرات ستاروں میں بھی مشاہدہ کر رہے تھے یہ بحث یہاں نہیں ہے کہ شرعی طور پر علم نجوم کی حیثیت کیا ہے مقصود یہ ہے کہ ملوک و راہب ہوں یا کاہن و نجومی وہ آپ کی بعثت سے قبل صرف آپ کی معرفت ہی نہیں بلکہ آپ کی زندگی کے جزئی جزئی واقعات کی معرفت بھی کہ آپ کا وقت بعثت آ رہا اور ہجرت کی معرفت بھی کتنی رکھتے تھے کیا یہ معرفت صرف اجمالی اور استعارہ و کنایات والی پیشگوئیوں سے حاصل ہو سکتی تھی؟

سلمان فارسی کی سرگذشت کا اجمالی تذکرہ بھی صحیح بخاری میں موجود ہے جس کی تفصیل ترجمان السنہ جلد سوم میں آپ کے ملاحظہ سے گزر چکی ہے وہ کس طرح احبار و رہبان کی مسلسل ہدایات کے تحت در بدر

پہنچے اور کس طرح مدینہ طیبہ کو دیکھ کر پہلی نظر میں پہچان گئے کہ یہ مقام وہی ہے جو آپ کا دار الہجرت ہے۔ شاہ تبع کا سینکڑوں سال قبل مدینہ طیبہ سے گزرنا اور آپ کی یہاں تشریف آوری کی بشارت دینا سیرت کے مسلم حقائق میں سے ہے۔ غرض آپ کی بعثت کے اثرات سے خدا تعالیٰ کی کوئی مخلوق نہ بچی ہو تو نہ ہو۔ اگر خدا تعالیٰ کے آسمانوں میں آپ کا ذکر خیر ہو رہا تھا تو اس کی زمین پر بھی آپ کی آمد کی بشارتوں کا غلغلہ مچا ہوا تھا آسمانوں پر شیاطین کی بندش سے جنات اور کاہنوں میں ایک ہل چل پڑی ہوئی تھی۔ اس کا ثبوت بھی قرآن و صحیح حدیثوں میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ متفرق طور پر شیاطین کی سراسیمگی اور ان کی گفتگو کا تذکرہ حدیثوں میں مروی ہے۔ اب در حقیقت ایک ایسے اولوالعزم رسول کے لئے جس کے بعد پھر کوئی اور رسول نہ ہو ایسے ہی تعارف کی ضرورت بھی تھی۔ اب ان صحیح حدیثوں کے ساتھ قرآن کریم کی آیات حسب ذیل ملاحظہ فرمائیے اور ان کی روشنی میں یہ فیصلہ فرمائیے کہ کتب سابقہ میں آپ کا تعارف کیا صرف استعارات و کنایات اور اجمالی پیشگوئیوں کی صورت میں ہوگا؟

قرآن کریم کہتا ہے کہ آپ کی ذات اور آپ کی خاص خاص صفات کا تذکرہ توراۃ و انجیل میں موجود تھا اور اتنی وضاحت کے ساتھ موجود تھا کہ آپ کے سوا ان کا مصداق کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا تھا اور یہ تذکرہ بھی اشارۃً نہیں بلکہ صاف صاف لکھا ہوا موجود تھا جس کے لئے کسی بڑی فہم و دانائی کی ضرورت بھی نہیں بلکہ صرف آنکھوں سے ان کا دیکھ لینا ہی کافی ہے اور یہ تمام نوشتے ابھی تک ان کے پاس موجود بھی ہیں۔ ارشاد ہے:

(۱) الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ	جو چلتے ہیں اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جس کی
الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي	نشانیاں وہ اپنے پاس توراۃ انجیل میں لکھی ہوئی پاتے
التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ	ہیں وہ رسول ان کو اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور برے
وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ	کام سے ان کو منع کرتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کیلئے
وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ	حلال بناتا ہے گندی چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں اور
إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ	سخت احکام کے بوجھ جو ان کے سروں پر لدے ہوئے
عَلَيْهِمْ.	تھے اور پھندے جو ان پر پڑے ہوئے تھے ان سب کو
(اعراف)	ان پر سے دور کرتے ہیں۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی مشہور تصنیف میں اسی آیت کے تحت نقل کرتے ہیں کہ بعض بادشاہوں کے پاس آپ کی تصویر تک موجود تھیں اور اس روایت کو تاریخی اعتبار قرار دیتے ہیں جیسا کہ تفصیل معجزات کے بیان

میں آپ کے ملاحظہ سے گزرے گا۔

(۲) وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ۔ (البقرہ) — اور پہلے سے کافروں کے مقابلہ میں آپ کے وسیلہ سے فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے پھر جب ان کے پاس وہ معرفت آگئی جسے پاکر پہچان گئے تو وہ لوگ اس کے منکر ہوگئے۔

(۳) الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ (انعام) — جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اسی طرح یہ اس پیغمبر کو بھی پہچانتے ہیں۔

دنیا میں باپ اور بیٹے کی معرفت سے زیادہ کوئی اور رابطۂ معرفت نہیں ہوتا پھر جبکہ قرآن کریم نے اس آخری رابطۂ معرفت کو استعمال کیا ہو تو اس کو استعارۃً اور مجازاً کیسے کہا جا سکتا ہے۔

(۴) وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف) — اور میں ایک پیغمبر کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئیں گے اور ان کا اسم مبارک احمد ہوگا۔

آیت سورۃ الصف سے معلوم ہوا کہ آپ کی بشارت آپ کی خاص خاص صفات کے علاوہ آپ کے نام کے ساتھ بھی دی گئی تھی اور اسی تنبیہ کے لئے یہاں اسمہٗ کے لفظ کا اضافہ فرمایا گیا ہے۔

تنبیہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس بشارت میں آپ کے اسم مبارک کی تصریح کے ساتھ دوسری اہم بات یہ ہے کہ آپ کی تشریف آوری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بتلائی گئی ہے لہٰذا ضروری ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی بعثت کے درمیان کوئی اور رسول نہ ہو تاکہ بعدیت کا اتصال صادق آجائے یہی وجہ ہے کہ کتب سابقہ میں آپ کی بشارت کے ساتھ یہ بھی تنبیہ کی گئی تھی کہ اس رسول کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور رسول نہ ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ صحیح حدیث میں بھی انا اولی الناس بعیسی ابن مریم لیس بینی وبینہ نبی کا لفظ آیا ہے اس نکتہ کو اہمیت سے سمجھ لیجئے! یہ حرف ہم از زبان توریت ترجمہ ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے ترجمان السنہ جلد ۳ حدیث ۵۰۱۔ اس میں ابن عمرو بن شجیع ایک پیش گوئی کے بیان میں آپ کا اسم مبارک احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی صفات اور آپ کی امت کی صفات خاصہ کے ساتھ یہ بھی نقل کرتے ہیں "ان کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے" اس پارسی کے بیان کی تصدیق آج آپ کے سامنے اس نص قرآنی کی وجہ سے ہے اس کے بعد آپ کو حدیث صحیح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کی "انا اولی الناس بعیسی بن مریم لیس بینی وبینہ نبی" اہمیت محسوس ہوگی جس میں آپ نے بھی یہی تنبیہ فرمائی ہے کہ میرے اور عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ ہمیشہ اس نفی کی اہمیت دل میں کھٹکتی رہی ہے کیونکہ دو رسولوں کے درمیان کسی نبی کے

ہونے نہ ہونے کی بحث چنداں قابلِ اہتمام معلوم نہیں ہوتی مگر جب آیتِ بالا پر نظر گئی تو یہ واضح ہو گیا کہ جو رسول
بشارتِ عیسوی کا مصداق ہو اس کے لئے یہ اعلان کرنا ضروری تھا یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی
بشارت میں "میرے بعد" کا لفظ فرمایا تھا تو آپ کا یہ اعلان کرنا بھی بہت ضروری تھا کہ اُن کے بعد میں آنے والا رسول
جو بھی ہوں "میں ہی ہوں"۔ پھر جب مغیرہ ابن شعبہ کی حدیث میں پادریوں کے بیان میں بھی اس کا تذکرہ دیکھا تو
اس کی اہمیت اور بڑھ گئی اب جس رسول کے متعلق اتنی اتنی سی باتیں مذکور ہوا ہوں گی دوسرے معاملات کے
تذکرہ کو آپ خود ہی قیاس فرمالیں کہ کیا وہ استعارات اور مجازات کے رنگ میں ہی ہوگا۔ فیا للعجب لقلۃ الادب۔

خلاصہ یہ کہ آیاتِ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ توریت و انجیل میں آپ کی ذاتِ اقدس کا نام مبارک
اور آپ کے خاص خاص صفات کا نقشہ اتنا مکمل کھینچ دیا گیا تھا کہ اہل کتاب اگر آپ کی صورت دیکھنا
چاہیں تو ان کے آئینہ میں صاف صاف دیکھ سکتے تھے۔ اتنی صاف کہ آپ کی معرفت کو اگر بیٹوں کی
معرفت سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے۔ شاید قرآنی لفظ "یجدونہ مکتوبا" میں بھی اس طرف کچھ اشارہ نکلتا ہو
اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیر نے نصرانی بادشاہوں کے پاس آپ کی تصویر موجود ہونے کی روایت
اسی آیت کی تفسیر میں نقل فرمائی ہے اور اس پر معتبر ہونے کا حکم بھی نقل کیا ہے۔ تفاسیر میں منقول ہے کہ جب
کسی نصرانی سے مسلمان ہونے کے بعد یہ سوال کیا گیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت تم کو فی الواقع
اولاد کی سی ہی معرفت حاصل تھی تو انہوں نے جواب دیا بلکہ اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر کیونکہ اپنی اولاد کا یقین تو
ہم کو صرف ایک عورت یعنی اس کی والدہ کے بیان پر ہوتا ہے جس کی دیانت اور صداقت میں شبہ کی
گنجائش نکل سکتی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت تو ہم کو ان صحف سماویہ کے ذریعہ سے
حاصل تھی جن میں شک و تردد کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

آپ کے اسی سابق تعارف کی بنا پر کتب سیر و تاریخ سے اہل کتاب کا آپ کا منتظر رہنا بلکہ معین وقت تک
تلاش کے لئے نکل کھڑا ہونا بھی ثابت ہے۔ اور آپ کے اسی تعارف کی وجہ سے ظہورِ قدسی سے قبل اہل کتاب یہود کا
گویا گھر گھر آپ کا چرچا تھا بلکہ ایک دوسرے سے مقابلے کے وقت آپ کے ساتھ مل کر دشمن کو جنگ کی
دھمکیاں دینا بھی ثابت ہے۔ اگر یہ تعارف غیر معمولی اور قطعی نہ تھا تو عالم مدینہ مدت تک آپ کے ظہور کے انتظار میں
آسمان کی طرف نظریں لگائے کیوں بیٹھا تھا؟

بہرحال صحیحین کی ان احادیث اور ان آیاتِ قرآنیہ کا پورا استیعاب کرنا باعثِ تطویل سمجھ کر یہیں سے
یہ واضح ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے سامنے آپ کے تعارف کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا گیا تھا بلکہ ان ہی چند احادیث
اور آیات کی روشنی میں یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ ان حالات میں کیا یہ ممکن ہے کہ کتب سابقہ میں آپ کا

ہمارے صرف مجمل اور استعارات و کنایات کے رنگ میں پیش کیا گیا ہے؟ پھر یہاں یہ نکتہ کتنا تعجب انگیز
اور بعید از حقیقت ہے کہ

"اس واقعہ کو مؤرخ گورا ویرے نے یہاں تک وسعت دی کہ یہودیوں کو دن، تاریخ، سال، وقت اور مقام
سب کچھ معلوم تھا جہاں آپ کی ولادت ہونی تھی، یہ علماء یہود ان سب کا پتہ بتایا کرتے تھے اور عیسائی
راہبوں کو تو ایک ایسے شخص کا خیال معلوم تھا کہ پرانے گرجاؤں اور بعض کنیسوں میں ایسی تصویریں
موجود تھیں جن میں آپ کا نام، حلیہ لکھا ہوتا تھا لوگ ان کو بہت چھپا چھپا کر رکھا کرتے تھے بلکہ بعض دینی
کتابوں میں آپ کی تصویر تک موجود تھی۔ تورات و انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بعض پیشگوئیاں حقیقت
میں موجود تھیں اور وہ آج بھی ہیں لیکن وہ استعارات و کنایات اور مجمل عبارتوں میں ہیں۔ ان کو ضعیف اور
موضوع روایتوں میں صاف صاف آپ کے نام و مقام کی تخصیص و تعیین کے ساتھ پھیلا دیا گیا ہے۔"

وہ روایات جن سے آپ کی تصاویر کا ملوک روم و چین کے پاس ہونا ثابت ہوتا ہے وہ تو آپ کے سامنے آچکی
ہیں اور محدثین نے جو حکم ان پر لگایا ہے وہ بھی آپ کے ملاحظہ سے گزر چکا ہے اس کے بعد یہ فیصلہ آپ
خود فرمالیجئے کہ یہ کمال ان روایات کو کیا صرف مؤرخ گورا ویرے کی وسعت کا نتیجہ کہہ دینا آسان ہے؟

شاید یہاں آپ کے ظہور سے قبل آپ کی تصاویر میں یہ شبہ گزرے کہ جب ابھی تک آپ عالم وجود میں
تشریف نہ لائے تھے تو پھر آپ کی تصاویر کیسی؟ پھر یہ کہنا تو اور بھی مشکل ہوگا کہ یہ تصاویر پچھلے
انبیاء علیہم السلام کے پاس تھیں اور یا ایک طرح سے وہ بھی آسمانی تحائف میں داخل تھیں آل موسیٰ کے تحائف تو
تابوت سکینہ میں محفوظ رکھے گئے ہوں جس کو فرشتے لئے پھرتے ہوں

وبقیۃ مما ترک آل موسیٰ

پھر کیا تعجب تھا اگر یہ تصاویر بھی پہلے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں میں سماوی طریق سے موجود ہوں لیکن
عجب فن تصویر کشی کا کمال یہ ہو کہ کسی شخص کا حلیہ غائبانہ کھینچ دیا جائے بلکہ تخیل کو مصور کرنا تو آج بھی
موجود ہے تو پھر یہاں سے انکار کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی اگر اسمانی طور پر ساتھ ان تصاویر کا ثبوت ملتا ہے
تو کم از کم تاریخی درجہ میں اس کو تسلیم کر لینے میں کوئی کلام نہ ہونا چاہئے۔

تواتر معجزات

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ خیال محض غلط ہے کہ حدیثوں میں جتنے معجزات مذکور ہیں وہ سب کے
سب ظنی ہی ہیں بلکہ بہت سے معجزات ایسے بھی ہیں جو تواتر سے ثابت ہیں ہاں یہ بات ضرور ہے کہ بعض معجزات کا

تواتر تو عام مسلمانوں کو بھی معلوم ہے اور بعض کا تواتر صرف خاص افراد ہی کو معلوم ہے مثلاً آپ کے انگشتان مبارک سے پانی کا جاری ہونا یا تھوڑے سے کھانے کا بڑی بڑی جماعتوں کے لئے کافی ہو جانا یا ایک کھجور کے درخت کا جس کو حنانہ کہتے ہیں آپ کے فراق میں گریہ وزاری کرنا اس قسم کے معجزات اعلیٰ درجہ کے تواتر سے ثابت ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معجزات بڑے بڑے مجمعوں کے سامنے ظاہر ہوئے جن کی تعداد حسب اتفاق اتنی عظیم الشان تھی کہ یہ تعداد دوسرے متواتر امور کے لئے جمع نہیں ہو سکی یا مثلاً حدیبیہ کے کنویں کا پانی جب خشک ہو گیا اور ایک قطرہ بھی اس میں باقی نہ رہا تو صحابہؓ نے صورت حال عرض کی تو آپ نے اپنے وضو کا پانی کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد فوراً پانی میں یہ کثرت نمایاں ہوئی کہ ڈیڑھ ہزار کا لشکر اس سے بخوبی سیراب ہو گیا۔ اسی طرح کا واقعہ غزوہ ذات الرقاع، غزوہ تبوک، اور خیبر سے واپسی میں بھی پیش آیا ہے جن میں لشکر کی تعداد ہزاروں تک تھی ان مواقع پر چونکہ صحابہ کی بڑی تعداد ایک ہی جگہ جمع تھی اس لئے ٹھیک وقت اس کے مشاہدہ کرنے والے اور نقل کرنے والے اس کثرت کے ساتھ موجود تھے کہ دوسرے متواترات کے لئے نہیں ہو سکے اس قسم کے تواتر کو تواتر عام کہتے ہیں۔

تواتر کی دوسری قسم ـ تواتر خاص ہے ـ جس کا علم ہر شخص کے لئے ضروری نہیں مثلاً انبیاء علیہم السلام کا وجود۔ جو جماعت ان کی قائل ہی نہیں ہے اس کو ان کے اسمائے مبارکہ کی بھی کوئی اطلاع نہیں ہے جیسا کہ بہت کم مسلمانوں کو تاریخی معلومات نہیں ہوتیں وہ اپنے بہت سے خلفاء اور ملوک کے ناموں سے بھی آشنا نہیں اور نہ ان کو ان مشہور معرکوں کی خبر ہے جو خود مسلمانوں میں گزرے ہیں مثلاً جنگ یرموک، واقعہ حرہ، فتنہ ابن المہلب فتنہ ابن الاشعث وغیرہ حالانکہ اصحاب تاریخ کی نظروں میں یہ سب واقعات تواتر سے ثابت ہیں۔ خلاصہ یہ کہ بعض خبریں جو غیر اصحاب فن کے نزدیک خبر واحد کا درجہ رکھتی ہیں وہ خود اصحاب فن کے نزدیک متواتر ہوتی ہیں۔ مذہبی دنیا کے لحاظ سے اگر دیکھئے تو بہت سے عیسائی ان واقعات کی کوئی خبر تک نہیں جو اہل کتاب کے نزدیک تواتر سے ثابت ہو چکے ہیں۔ اسی طرح اہل فن کو لے لیجئے تو اس فن میں ملکہ رکھنے والے اس فن والوں کے نزدیک آپ کو تواتر سے ثابت ملیں گے حالانکہ دوسرے لوگوں کے کان بھی ان سے آشنا نہ ہوں گے۔ دیکھئے اطباء میں جالینوس، بقراط، محمد بن زکریا وغیرہ، فن ہیئت میں بطلیموس، ثابت بن قرہ اور ابوالحسین صوفی اہل نحو میں سیبویہ، اخفش، مبرد، زجاج، فراء، کسائی، اہل تجوید میں ابو عمرو، ابن کثیر، حمزہ، کسائی، ابن عامر یعقوب، اسحاق، خلف بن ہشام اور ابو جعفر اور اسی طرح جملہ فنون میں جو جو اس کے ماہرین گزرے ہیں ان کے جو جو کارنامے خود ان فن والوں کے نزدیک ثابت ہیں، دوسرے اصحاب فن بسا اوقات ان کو مبالغہ آمیز یا ساقط تصور کر سکتے ہیں۔ اس کا باعث ان واقعات کا خفا اور عدم ثبوت نہیں

بلکہ یہی اپنی توجہ اور التفات کا فرق ہے جس کی وجہ سے جس کی توجہ ان خبروں کی طرف ہو گئی اس کو ان کے تواتر کا علم ہو گیا اور
جس نے اس طرف توجہ نہ کی وہ اپنی کم دلچسپی کے عالم میں شاید ان کو نیلا و جسارت پر تواتر کا مضحکہ بھی
اڑانے لگا۔

اس موقع پر یہ بات بڑی اہمیت سے یاد رکھنی چاہئے کہ بعض باتیں عوام کی محض خوش اعتقادی کی
بنا پر بھی مشہور ہو جاتی ہیں مگر جب ان کے مشاہدہ کرنے والوں میں ان کی کوئی شہرت ثابت نہیں ہوتی تو اس قسم
کی شہرت اور تواتر ہرگز قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ بالخصوص جبکہ اس کے برعکس کا تواتر ثابت ہو مثلاً کوئی شخص یہ
دعوی کرے کہ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کے علاوہ کوئی اور حج بھی کیا تھا تو اس کا
کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ کے مشاہدہ کرنے والوں میں ایک شخص بھی اس کا مدعی نہیں ملتا۔ دوم
جو اس فن کے ماہرین ہیں ان کے نزدیک اس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا بلکہ اس کے برعکس ثبوت ملتا ہے۔ اس قسم کی
جتنی خبریں ہیں وہ جاہلوں کے نزدیک اگرچہ کتنی ہی مشہور ہوں مگر ان کا کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔

تواتر کی تیسری قسم تواتر معنوی ہے یعنی گو واقعات پر علیحدہ علیحدہ نظر کی جائے تو ان کو تواتر کا درجہ
حاصل نہ ہو لیکن کسی ایک مشترک بات پر سب واقعات متفق ہوں جیسا کہ ابن ولید اور عنترہ کی شجاعت
کی داستانیں یا حاتم و معن بن زائدہ کی سخاوت کی حکایات یا امراء القیس، نابغہ اور غالب، متنبی و طرفہ کے
اشعار یا فارابی اور ابن رشد کا علم و فضل ان سب کے واقعات اگرچہ علیحدہ علیحدہ تواتر سے ثابت نہ ہوں مگر
ان کے مجموعہ پر نظر کرنے سے ان کا اپنی اپنی صفات میں باکمال ہونا اس درجہ متواتر ہے کہ آج عوام میں یہ شخصیتیں
ان صفات میں ضرب المثل بن گئی ہیں اگر آپ یہاں اسنادی تواتر کا مطالبہ کریں تو اس کا ثبوت مشکل ہے۔

تواتر کی چوتھی قسم یہ ہے کہ کوئی واقعہ کسی بڑے مجمع کے سامنے پیش آئے پھر وہ اس کو دوسروں کے سامنے بیان
کرے اور اسی طرح ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے بیان کرتا چلا آئے جس میں کسی سازشی روایت کا احتمال بھی پیدا نہ ہو
اور کسی سے اس کا انکار بھی منقول نہ ہو تو اس کو بھی متواتر کہا جائے گا اور یہ بھی اس کی صحت و صداقت کا بدیہی
ثبوت ہوگا۔ اس تواتر کا نام استفاضہ ہے۔ قرآن کریم اور شریعت مطہرہ کا ایک بڑا حصہ بطریق استفاضہ ہی ثابت ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور اس کے بعد عہد صحابہ میں قرآن کریم اور شریعت کا بہت بڑا حصہ پڑھنے
پڑھانے والوں کے اور عمل کرنے والوں کے سامنے آتا رہا اور ہر طبقہ دوسرے طبقہ کی روایات نقل کرتا رہا کسی کا انکار کئے بغیر
تسلیم کرتا رہا اس صورت کو بھی یقین کرنے کے لئے کافی ہے یہاں بھی اگر آپ اس حصہ کی روایت کے لئے علیحدہ علیحدہ
شہادت طلب کریں تو اگرچہ وہ متواتر نہ ہوگی لیکن طبقہ بطبقہ روایت کے لحاظ سے متواتر کہلائے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض معجزات کا ثبوت تو اس درجہ تواتر سے ہے کہ اس میں مسلمان کیا کافر کو

بھی کوئی تفریق نہیں ہے۔ آپ کے عہدِ مبارک میں کافروں کی ایک اچھی مردم شماری ایسی ملتی ہے جو صرف آپ کے
معجزات ہی کو دیکھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئی، اگرچہ بہم اور مجمل طریقہ آپ کی اخلاقی زندگی اور تعلیمات سے متاثر
ہو لیکن جیسا کہ بادشاہوں اور عام لوگوں کی تاریخ سے ثابت ہے بعض مخفی طبیعتوں میں اس باریک بینی کی استعداد کم
ہو، پہلے صرف ان خوارق ہی سے متاثر ہوئیں اور پھر اسلام میں داخل ہوئیں، پھر تو کم از کم ان کی قائل ضرور ہو گئیں،
آج بھی جو مخالفینِ اسلام منصف ہیں اور اسلامی تاریخ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ آپ کے خوارق کے قائل نظر
آتے ہیں، اگرچہ ان معجزات کے اس وقت سامنے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان کے سمجھنے سے قاصر ہوں اور ان کو
اپنے دائرۂ فہم میں لانے کی سعی کرتے ہوں۔

اب رہ گئے آپ کے خاص خاص معجزات تو ان میں بھی ایک بڑا حصہ وہ ہے جو تواتر کے ساتھ منقول ہے اور یقینی طور پر
ثابت ہے اور ان میں سے ایسا معجزہ تو بہت ہی کم ہے جس کو شہرت کا کوئی نہ کوئی درجہ حاصل نہ ہو۔

اس کے بالمقابل جب آپ دوسری قوموں کے نقل کردہ ہی نہیں بلکہ اہلِ کتاب کے اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام
کے معجزات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے موازنہ فرمائیں گے تو بشرطِ انصاف آپ کو یہ روزِ روشن کی
طرح ثابت ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہر اعتبار سے اور معیاروں میں ان سب سے زیادہ
درخشاں اور مستند ہیں۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ دنیا کے ملوک و سلاطین کے واقعات کا یقین جن جن طریقوں سے
حاصل ہوا ہے آپ کے معجزات کا ثبوت ان سب سے زیادہ مگر اسنادِ صحیحہ متصلہ سے موجود ہے۔ یہ دوسری بات ہو کہ
ان پر غور و خوض کی نظر ہی نہ ڈالی جائے۔ (دیکھو الجواب الصحیح از ص ۲۲۳ تا ص ۲۳۱)

تعدادِ معجزات

ہر کسے نہ شناسندۂ راز است وگرنہ
اینہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

حق یہ ہے کہ چشمِ بینا کے لئے تو پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سر تا پا آیتِ نبوت اور معجزوں کا مجموعہ تھی،
بلکہ اس کو کیا کیجئے کہ عوام کی نظر میں آپ کی زندگی کے صرف چند غیر معمولی واقعات ہی کا نام معجزہ رکھا جاتا
ہے ورنہ آپ کے علمی کمالات و اخلاق اور آپ کے دیگر بے شمار فضائل و شمائل کے مقابلے میں دوسری قسم کے
معجزات وہ نسبت بھی نہیں رکھتے جو ایک قطرہ دریا کے سامنے رکھتا ہے، مگر جب اس قطرہ کو علیحدہ اٹھا کر دیکھا
جاتا ہے تو وہ بھی ایک بحرِ بیکراں نظر آتا ہے۔ سچ کہا ہے حافظ ابنِ تیمیہ علیہ نے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح عالم میں

؎ فان تعداد دلائل النبوة مما لا يمكن بشراً احاطته بها اذ كان الايمان واجباً على كل احد فبث الله لكل
قوم ولكل شخص من الآيات والبراهين ما لا يبين لقوم آخرين كما ان دلائل الربوبية وآياتها
اعظم واكثر من كل دليل (الجواب الصحيح ج ۴ ص ۳۳۲)

ربوبیت کی معرفت کے لئے فرش سے لیکر عرش تک آیات و نشانیاں پھیلائی ہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کے لئے بھی آیات نبوت عالم کے گوشہ گوشہ میں بکھیر دی ہیں جن کو اگر کوئی شمار کرنا چاہے تو شمار نہیں کر سکتا۔ (دیکھو جواب الصحیح صفحہ [illegible])

بیشک جس عہد میمون کے عام برکات یہ ہوں کہ عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ بیان ہو کہ ہم کھانا کھاتے تھے اور اس سے طعام کی تسبیح اپنے کانوں سے سنا کرتے تھے اس زمانہ کے معجزات اور آیات کا بھلا کیا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ہماری نظر میں اس کی مثال ایسی سمجھیے جیسے کسی سمندر کا تلاطم موجوں کی روانی کا اندازہ وہ شخص نہیں لگا سکتا جو خود ان موجوں میں بہہ رہا ہو۔ ہاں ان کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جو ساحل پر کھڑے ہو کر دور سے ان کا تماشہ دیکھے۔

اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال تھا وہ جس عہد مبارک میں تھے اس میں آیات و معجزات کا ظہور تو ایک عام بات تھا رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات۔ سارا عہد ان تمام کمالات و برکات کا سرچشمہ تھی وہ خود ہمہ وقت ان کے مشاہدہ میں جلوہ گر تھی۔ ان صفات میں ان کی توجہ کسی دوسری طرف کیسے منعطف ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ معجزات کا بہت بڑا حصہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات، عبادات اور شرائط ساعت وغیرہ کے ابواب میں ضمنی طور پر ذکر میں آ جاتا ہے اس کے علاوہ ایک بڑا ذخیرہ وہ بھی ہے جو کسی معمولی واقعہ کے ضمن میں اتفاقی طور پر کسی کی زبان پر آ گیا ہے جیسا دو صحابیوں کا آپ کی مجلس سے ایک تاریک شب میں نکلنا اور راستہ میں ان کے عصا کا روشن ہو کر ان کے لئے مشعل راہ بن جانا۔ یا مثلاً تسبیح طعام جیسے واقعات بخاری میں مذکور ہیں پھر تسبیح طعام کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ کا بیان صرف ایک نبی معجزہ کا نہیں ہے بلکہ اس انداز میں ہے گویا اس وقت یہ ایک عام بات تھی۔ اس کے باوجود ان واقعات کا اور اس قسم کے دوسرے واقعات کا کوئی چرچا صحابہ کے درمیان عام طور پر آپ کو نہیں ملتا اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کے ثبوت اور معجزہ ہونے میں کوئی ضعف تھا بلکہ اصل بات یہی تھی کہ اس وقت ان کی تمام تر توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے لائے ہوئے دین کے جمع کرنے کی طرف مبذول تھی اس لئے ان کی حیات میں معجزات کا موضوع ایک مستقل موضوع بنتا تو کیسے بنتا۔ یوں بھی دنیا کا طریقہ ہے کہ دنیا کی کسی عظیم شخصیت کے فضائل و کمالات کا باب ہمیشہ اس کی وفات کے بعد ہی مرتب ہوا کرتا ہے پھر یہاں ایک بڑا حصہ تو وہ ہے جو جرح و تعدیل کی زد میں آ کر ساقط ہو چکا ہے اور بقیہ ایک حصہ وہ بھی ہوگا جو ہم تک پہنچ ہی نہیں سکا اس کا اندازہ ہی کیا لگایا جا سکتا ہے ان حالات میں جو معجزات تیسری روایت میں آ چکے ہیں ان کو ایک بحر بیکراں کے چند قطرات ہی سمجھنا چاہیے۔

اب وہ گنتی کی وہ آیات و دلائل جو قید و ضبط میں صحت ثبوت کو پہنچ چکی ہیں تو ان کی تعداد حافظ ابن حجر[1]

[1] ذکر النووی فی شرح مسلم ان معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم تزید علی الف ومائتین وقال البیہقی فی المدخل بلغت الفا وقال الزاہدی من الحنفیۃ ظہر علی یدیہ الف معجزۃ وقیل ثلاثۃ آلاف فقد استقصیٰ بکثیر منہا جماعۃ من الائمۃ کابی نعیم والبیہقی۔

نے ایک بڑی بحث تین ہزار تک کی ہے (فتح الباری ۶ ص ۴۲۸) یہ تعداد گو اتنی بڑی تو نہیں کہ اس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جیسے عظیم مقصد رسول کی طرف مبالغہ آمیز سمجھی جائے۔ مگر ایک ہزار کا عدد آپ کے عہد نبوت ہی پر پھیلایا جائے تو ہفتہ
میں صرف ایک معجزہ اور اگر پوری عمر پر پھیلایا جائے تو ایک دو دن میں تقریباً ایک معجزہ کا اوسط آتا ہے اور اگر اس میں آپ
کی ولادت سے قبل کے عجائبات بھی شامل کر لئے جائیں تو یہ اوسط بھی مشکل سے آسکتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے معجزات سے ذوق نہ رکھنے والے اصحاب پر یہ عدد بھی گراں ہے وہ چاہتے ہیں کہ آپ کے معجزات میں صرف
آپ کے اخلاق و شمائل ہی کا ایک باب نظر آئے اور دوسرے عجائبات جو ہر نبی کی زندگی میں ثابت ہوتے ہیں وہ بیان
سے قلم زد کر دیئے جائیں یا کم از کم ان کو ہلکا قرار دیا جائے تو بہتر۔

درحقیقت اصحاب دلائل نے آپ کے معجزات کی یہ تعداد صرف تکثیر معجزات کے شوق میں جمع نہیں کی
بلکہ اس لئے جمع کی ہے کہ وہ حقیقتاً اتنی ہی ہیں بلکہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو انھوں نے یہاں برعکس تقلیل
کی سعی کی ہے اگر وہ صرف عام شہرت پر اکتفا کر لیتے اور اسانید کی قید و بند اٹھا دیتے تو یہ باب آپ کو
اس سے کہیں زیادہ پھیلا ہوا نظر آتا مگر افسوس ہے کہ آج حقیر یہ عدد بھی ہماری نظروں میں کھٹکتا ہے اور
خرق عادت کا ہوا سر پر اس طرح سوار ہے کہ مستند سے مستند معجزات میں بھی بلا تامل کثرت روایت کی معارض لگنے بغیر
نہیں رہ سکتا ممکن ہے کہ کسی کے دماغ پر یہاں وزن اس کا بھی ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا عدد
قرآن پاک میں صرف نو ہی بتایا گیا ہے اس لئے ہمارے علماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا جو عدد لکھا
ہے وہ صرف آپ کی تحریص و عقیدت کی ہوگی حالانکہ سب سے پہلے یہ خیال ہی غلط ہے کہ مذکورہ بالا عدد حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے مجموعہ معجزات کا عدد ہے بلکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ عدد صرف ان خاص معجزات کا ہے
جو خاص طور پر ان کو عطا ہوئے تھے اس کے علاوہ جو دیگر معجزات ان سے ظاہر ہوئے ہیں ان تمام کا عدد نہیں ہے
اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معجزہ جو خاص طور پر آپ کو مرحمت ہوا وہ
صرف ایک قرآن پاک ہے چنانچہ اسی لئے صحیح بخاری کی حدیث میں آپ نے اسی ایک معجزہ کا تذکرہ کیا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے عدد سے گھبرانے سے قبل اگر یہاں محدثین کی اصطلاح کا
تھوڑا سا لحاظ کر لیا جائے تو شاید اس گھبراہٹ میں کچھ تخفیف ہو سکتی ہے۔ اصل اصطلاح کے لحاظ سے معجزہ صرف
ان خارق عادت چیزوں کا نام ہے جو کسی نبی و رسول کے ہاتھ پر اس کے دعوائے نبوت کی تصدیق کے لئے ظاہر ہوں
اور جو خوارق اس کے دعوائے نبوت سے قبل ظاہر ہوں اصل اصطلاح میں وہ معجزہ نہیں ارہاص کہلاتے ہیں اس کے
بعد جو آپ کے دیگر عام فضائل و کمالات ہیں ان پر بھی معجزہ کا اطلاق کر دیا گیا ہے اور ان علمی توسعات کی بنا پر
معجزات کا باب اضافہ پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ تمام توسعات کتب دلائل کے اوراق ملاحظہ سے واضح

شمار بھی ایک نادر خصوصیت کے ذیل میں آگیا ہے یعنی یہ ثابت کردیا ہے کہ آپ سے قبل کی ایسی ولادتیں بھی تی ہوئی ہیں۔ یعنی آپ کے بعد مختون ولادت تو بعد کے دور میں اس کا ثبوت ملتا ہے مگر آج بھی ایسے مولود کا لقب عام وخاص میں "رسولیہ ولادت" مشہور ہے۔ اس ولادت کو آپ کے اسم مبارک پر قیاس کرنے کی گنجائش نکلی کر علامہ نے لکھا ہے کہ آپ سے قبل عرب میں محمد نام کسی نے نہیں رکھا تھا پھر جب آپ کے ظہور کا زمانہ قریب آتا گیا تو چند لوگوں نے اس تمنا میں کہ اس نام کا صاحب اولوالعزم مولود ہونے کے سبب ان کے گھر میں پیدا ہو، اپنے بچوں کا نام رکھنا شروع کردیا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق دنیا میں سب سے پہلا نام ہونے کی شہادت تو خود قرآن پاک نے دی ہے۔ لَمْ نَجْعَلْ لَّهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا۔

اس قسم کے معجزات یعنی عالم کی صورت دکھانے سے کسی عالم حقیقت کا انکشاف نہیں ہوتا اور اگر اس کو سلسلہ نبوت کا اثر بھی کہا جائے تو اسلامی نقطۂ نظر سے اس کو عجیب بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر جابر بن سمرہؓ صحابی سے عشق نبوی میں غضب کی حس بروایت ترمذی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چودھویں رات کے چاند سے زیادہ حسین کہہ جاتے تو کسی نے ان کی تکذیب نہیں کی بلکہ افسوس نہیں بیشمار قلوب کو ان پر غبطہ ہے کہ کاش عشق نبوی کی اس تڑپ کا کوئی ذرہ ان کو بھی نصیب ہو جاتا۔ عالم محبت اور حقیقت کے پیمانے الگ الگ ہیں مگر کوئی میدان ایسا بھی ہے جہاں یہ دونوں دریا ایک جگہ آکر مل جاتے ہیں وہاں پہنچ کر ہی حقیقت کا کچھ سراغ لگتا ہے اور جو اس حقیقت کا پیاسا ہو اس کو محبت کی سرحد میں بھی گھسنا ہی پڑتا ہے۔ ومن لم یذق لم یدر۔

ذوقِ ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی

حافظ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت اس کے درپے ہوئی ہے کہ جتنے آپ کے معجزات قرآن کریم سے مستنبط ہو سکتے ہیں تلاش کرکے ان کا جمع کرسکے تو انھوں نے ان کی تعداد دس ہزار سے متجاوز بیان کی ہے جیسا کہ اپنے محل پر اس کی تفصیل موجود ہے۔

فمن الآیات المستفادة بالقرآن قد جمع منها	وہ نشانیاں اور معجزات جو قرآن کریم سے مستفاد
طوائف من المسلمین ذکروا من انواعها	ہو سکتے ہیں مسلمانوں کی ایک جماعت نے
وصفاتها ما هو مبسوط فی غیر هذا الموضع	ان کو جمع کیا ہے اور ان کی اقسام وصفات کا
حتی بینوا ان ما فی القرآن من الآیات	ذکر کرتے ہوئے لکھا ہو کہ ان معجزات کی تعداد دس ہزار
یزید علی عشرة آلاف من الآیات (الجواب الصحیح)	سے زیادہ پہنچی ہے جن کی تفصیل اپنے محل میں بیان کی گئی ہو۔

یہ بیان اپنے مشہور مزاج حافظ حدیث کا ہے جس پر غلو یا جذبۂ محبت کا شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا اور وہ ہے بھی ایسی کتاب میں جو مزورد خوارق یا معجزات کی تفصیل کے لئے نہیں لکھی گئی بلکہ نصاریٰ کی تردید کے لئے تالیف کی گئی

تھی اب اگر ان جیسے حضرات بھی کسی غلط فہمی کا شکار ہو سکتے ہیں تو ہم کو بھی اسی کا شکار سمجھ لینا چاہیے بقول امام شافعیؒ ؎

ان کان رفضاً حب آل محمد — فلیشہد الثقلان انی رافضی

تنبیہ ضروری: یہاں پر تنبیہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ معجزات کی تعداد و شمار پر جرح کرنے والوں نے ایک طرف تو معجزات کا مفہوم ہی اپنے ذہنوں میں بہت محدود قرار دے لیا ہے دوسری طرف "اکثر اخبار غیب" کو اس فہرست سے عملاً مستثنیٰ سمجھ لیا ہے مثلاً

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ غیوب میں تاریخ کے معمولی یا غیر معمولی واقعات کے سوا ایک بہت بڑا حصہ وہ ہے جس کو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا جیسے پیدائش عالم کے حالات حضرت آدم علیہ السلام اور سجود ملائکہ کا واقعہ ابلیس کی عداوت اور شجرۂ ممنوعہ کے کھانے کیلئے وسوسہ اندازی اور اس میں کامیابی حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر نازل ہونا۔ نوح علیہ السلام کا ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو دعوت دینا اور ان کی بددعا سے خارق عادت پانی کے طوفان سے ان کی قوم کا تباہ ہو جانا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آتش نمرود کا واقعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا مفصل تذکرہ پھر فرشتوں کا مہمانوں کی صورت میں ان کے پاس آنا اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی ان کو بشارت دینا پھر فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس جانا اور ان کی قوم کا ہلاک ہونا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کا واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام اور مصر میں ان کی سیادت اس کے بعد حکومت کی مفصل سرگذشت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کے ساتھ معرکہ آرائیاں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی مناجات خود سرگوشیاں اور ان کے معجزات عصا، ید بیضا، مینڈک، جوئیں، خون کا عذاب بھیجا جانا، نیل کا دو ٹکڑے ہو جانا، فرعون کا غرق ہونا اور بنی اسرائیل کا صحیح و سالم پار نکل جانا، بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ فگن رہنا اور ان کے لئے من و سلویٰ کا نازل ہونا، ان کے پانی کے استسقا کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک پتھر پر اپنا عصا مارنا اور اس سے بارہ چشموں کا پھوٹ نکلنا، بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کرنا اور ان کی توبہ قبول ہونے کے لئے بعض کا بعض کو قتل کرنا، ایک قاتل کی سراغ رسانی کے لئے گائے کے ذبح کا حکم ملنا اور اس کے گوشت کا حصہ مقتول کی لاش کے ساتھ لگا دینا اور قاتل کا سراغ لگ جانا، ایک بڑی جماعت کا موت کے خوف سے اپنے گھروں سے نکل پڑنا اور سب پر موت واقع ہو جانا اور پھر ان کا جی اٹھنا، ایک شخص پر سو سال تک موت کا طاری رہنا پھر اس کا زندہ ہونا، حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت یحییٰ علیہ السلام کا تذکرہ اور اس کے سوا بنی اسرائیل کے بہت سے واقعات و حالات کا مفصل تذکرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے معجزات اور اپنی قوم کے لئے ان کا دعا کرنا، آپ کا بجسدہ العنصری زندہ آسمانوں پر اٹھایا جانا اور آخر زمانہ میں

نازل ہونا اور نبی کی حیاتِ طیبہ کے دوسرے مفصل حالات۔ اس کے علاوہ اصحاب کہف، ذوالقرنین اور دوسرے صالحین اور نیک لوگوں کے تذکرے وغیرہ وغیرہ۔ پھر ان سب کا ایسے ماحول میں بیان کرنا جہاں ان واقعات کا عالم کوئی نہ تھا جو ذاتی تھے اور ساری کی ساری قوم کی باتیں تھیں بلکہ وہ بیان یہ کہ سب جانی دشمن۔ اس لئے اگر غیبی طور پر ان معلومات کو حاصل فرمانے نہیں کا کوئی امکان نہ تھا کہ یہ راز مخفی رہ سکتا۔ چنانچہ قرآن کریم نے متعدد مواقع پر اسی مستقل بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ سورۂ یوسف کے آخر میں ارشاد ہے:

ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ

یہ بعض غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کو بھیجتے ہیں اور آپ ان کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جب انہوں نے اپنا ارادہ پختہ کیا تھا اور وہ تدبیریں کر رہے تھے۔

سورۂ ہود میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کی پوری تفصیلات بیان فرما کر ارشاد ہوا۔

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ○

یہ قصہ منجملہ اخبار غیب کے ہے جس کو ہم وحی کے ذریعے آپ کو پہنچاتے ہیں۔ اس کو اس سے قبل نہ آپ جانتے تھے نہ آپ کی قوم۔ سو صبر کیجئے یقیناً نیک انجام متقیوں ہی کے لئے ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی سرگزشت کا ذکر فرما کر ارشاد ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ○

یہ قصہ منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں جو وحی کے ذریعہ ہم آپ کو پہنچاتے ہیں اور آپ ان لوگوں کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جبکہ وہ اپنے قلموں کو ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے اور آپ ان کے پاس اس وقت نہ تھے جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت سے سرفرازی کا واقعہ ذکر فرما کر ارشاد ہوا۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ○

اور آپ مغربی جانب میں موجود نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو حکم دیا اور نہ آپ دیکھنے والوں میں سے تھے۔

حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ آیات بالا کے نزول کے بعد تاریخ سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ آیاتِ بالا کے سننے کے بعد کسی نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ یہ واقعات کو آپ سے پہلے جانتے تھے یا فلاں شخص نے آپ کو ان کی تعلیم دی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے خفیہ راز مدت دراز تک پوشیدہ نہیں رہا کرتے اور بالفرض اگر وہ عام لوگوں پر پوشیدہ رہ بھی جاتے تو آپ کے خاص اصحاب سے تو اس راز کا پوشیدہ رہنا ممکن نہ تھا لیکن یہاں تو حال یہ تھا کہ جو جتنا زیادہ خاص تھا وہ آپ کی تصدیق میں اتنا ہی زیادہ پیش پیش تھا۔ بھلا یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ اگر العیاذ باللہ یہ آپ کو کاذب جانتے تو وہ آپ کی خاطر خانماں ترک کر دیتے، اہل و وطن اور قوم کے طعنے سہتے اور اپنی ساری عیش و عشرت کو خاک میں ملا کر آپ کے

تقلیلِ معجزات کے دواعی و مساعی

اس میں شبہ نہیں کہ موضوع روایات سے کام لے کر آپ کے معجزات کی کثرت کا دعویٰ کرنا کوئی مستحسن عمل نہیں بلکہ مستند معجزات کو مشتبہ بنا دینے کے مترادف ہے لیکن مستند معجزات کو رد کر کے تقلیلِ معجزات کی سعی کرنا بھی کوئی مستحسن عمل نہیں ہے بلکہ یہ بھی صحیح معجزات کو مشتبہ بنانے کا ایک نیا طریقہ ہے، جو ایک بڑی علمی جرأت کے ساتھ پوری آب و تاب سے تقویت بھی دی جا رہی ہے۔ یہ کتنا سہل عمل ہے کہ تقلیلِ معجزات کی بنیادیں یوں بھی قائم کرنے کے لئے سب سے پہلے اس کی حقیقت کو گھما کر یا جائے حتیٰ کہ معجزہ کا اضافی ہونا تسلیم کر کے یہ لکھ دیا جائے کہ علمی ترقی کے بعد کسی زمانے میں چل کر مادی قوانین کے تحت ہر معجزہ کی توجیہ کرنی بھی ممکن ہے پھر کسی معجزہ کی مجموعی صورت کی تحلیل کر کے یہ کوشش کی جائے کہ قدرت کے ان ظاہرات شاملات میں کوئی ایک بھی ایسا نہ رہ سکے جو دنیا کے روزمرہ کے حوادث کی صف میں شامل نہ کیا جا سکے یا کم از کم ان کی آخری صف میں جگہ پا سکے اور اس طرح قدرت کے ان بلاواسطہ قاہرانہ مظاہر کو بھی زبردستی مادی قوانین کے تحت داخل کر دیا جائے اور معجزات کی اصلی حقیقت صرف نام کا ایک ڈھونگ بن کر رہ جائے اس کے بعد معجزات کی معنوی قسم پر اتنا زور صرف کیا جائے کہ حسی معجزات کا نام صرف ظاہری اور سطحی لوگوں کی نظروں ہی میں ان کو گرا دیا جائے بلکہ یہاں تک بھی کہہ دیا جائے کہ قرآنی نظر میں ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ پھر ان ناقص بحثوں کو اس انداز میں پھیلایا جائے کہ پیغمبرِ اسلام کی سیرت میں جو حصہ حسی معجزات کا ہے اگرچہ وہ مستند ہو مگر اس کی وقعت نظروں سے خود بخود گر جائے۔ اس کے بعد ان کا کچھ حصہ تو اسنادی بحثوں کے پیٹ میں لے لیا جائے اور جو حصہ بچا کھچا رہ جائے اس کو بڑی آسانی سے من مانی تاویلات کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اس کو اصولاً ضابطہ کی شکل دینے کے لئے طرح طرح کی صورتیں اختیار کی جائیں مثلاً۔

(۱) معجزات کی صحت کے لئے وہ معیار مقرر کرنا جو صحیحین کی حدیثوں کا ہے اور جو اس معیار پر ثابت نہ ہوں ان میں سے اکثر جمہور محدثین کے خلاف غیر معتبر ہونے کا حکم لگا دینا۔

(۲) مثلاً متعارض میں سے صرف ان کی نفی کو ترجیح دینا جنہوں نے اس کے راوی پر جرح کی ہے اور معدلین کی رائے کو بالکل نظر انداز کر دینا۔

(۳) معجزات کی روایات میں صرف اسی ایک پہلو کو نمایاں کرنا جس میں اعجاز کی کوئی بات نظر نہ آتی ہو اور اس کے دوسرے پہلو کو جس میں کھلا ہوا اعجاز موجود ہو اس کی طرف اشارہ تک نہ کرنا۔

(۴) ایک ہی نوع کا معجزہ اگر متعدد روایات میں مذکور ہو تو کسی دلیل کے بغیر ان سب کو ایک ہی واقعہ قرار دینا

حالانکہ جب ایک معجزہ کے متعدد افراد بھی مسلسل طور پر ثابت ہیں تو کسی دلیل کے بغیر دوسرے مقامات میں جزم کے
ساتھ یہ حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ معجزہ آپ سے متعدد بار ظہور پذیر نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک
اس کا ثبوت نہیں ملتا حافظ ابن حجر جیسے شخص ایک ہی نوع کے چند معجزات پر یہ حکم نہیں لگاتے کہ یہ سب واقعات
درحقیقت ایک ہی واقعہ ہیں۔ لیکن جو لوگ تعدد معجزات کے درپے ہیں وہ اس حافظ الدنیا کے متعلق بھی ایسی
بات بےتکلف ظاہر کرتے ہیں۔

"چونکہ روایتوں کو دیکھتے شق صدر کے معاملہ میں ابن حجر نے ہر اختلاف روایت کو ایک نیا واقعہ تسلیم کر کے
مختلف روایتوں میں توفیق و تطبیق کی کوشش کرتے ہیں تسلیم کیا ہے لیکن یہ بات ہر شخص کو کھٹک سکتی ہے کہ
کہ سینہ مبارک آلودگیوں سے پاک و صاف ہو کر منور ہو جانا ایک ہی دفعہ میں ہو سکتا ہے پھر دوبارہ
پاکی و طہارت کا محتاج نہیں ہو سکتا"

لیکن اگر شق صدر روایات سے متعدد ثابت ہوتا ہے تو ہمارے نزدیک یہ صرف عقلی بات ایسی ہو تو دل
میں کھٹک سکتی ہے جبکہ دنیا میں ہر انسان کے عام قانون تدریج سے قطع نظر کر لی جائے ورنہ کھٹکنے والوں کے
دلوں میں تو یہ بات اس سے پہلے کھٹکنی چاہئے کہ جب یہ ممکن تھا کہ آپ کی ولادت ہی کا یہ حصہ جو شق صدر کے بعد آپ کے سینہ مبارک
سے علیحدہ کیا گیا اس طریق سے پیدا ہی نہ کیا جاتا تو پھر اس شق صدر کی ایک بار بھی ضرورت کیا تھی۔

غالباً مجھ اسی نکتہ کی بنا پر یہاں شق صدر کو بھی صرف ایک ہی بار تسلیم کیا گیا ہے حالانکہ دوسرا
واقعہ آپ کی طفولیت کا صحیح مسلم سے ثابت ہے مگر جب کسی بات کا انکار کرنا ہی ٹھہر گیا ہو تو پھر اس کے لئے راہ نکال
لینا بھی کیا مشکل ہے۔ حیرت ہے کہ یہاں شق صدر کے اس واقعہ کا بھی انکار کر دیا گیا ہے جس کو جمہور محدثین نے
صحیح مسلم وغیرہ کی بنیاد پر تسلیم کیا ہے اور جس میں بعض محدثین سے کچھ تردد منقول ہے اسی کو ترجیح دینے کی سعی کی
گئی ہے یعنی اگر معراج کے واقعہ کو بعض محدثین کے تردد ـــــــ کی وجہ سے مشکوک سمجھ لیا جائے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد طفولیت کا واقعہ بھی جو صحیح مسلم سے ثابت ہے آپ کی تخفیفات کی بنا پر مشکوک
سمجھ لیا جائے تو پھر شق صدر کا ایک واقعہ بھی باقی نہیں رہتا۔ جو بلا تردد مستقل طور پر تاریخی تسلیم ہو سکے اور اس طرح
آپ کا یہ ظاہر و باہر معجزہ ہی معدوم کر دیا جائے۔

یہاں کچھ اسی پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ مزید براں شق صدر کو صرف ایک روحانی واقعہ بنانے کی بھی
سعی کی گئی ہے اور اسی لئے اس کا عنوان شق صدر کی بجائے شرح صدر تبدیل کر دیا گیا ہے جس کا دوسرے لفظوں میں نام
معنوی رکھ دیا گیا ہے پھر اس عملہ نے جو سب انبیاء علیہم السلام میں مشترک انعام بتلا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی اس مخصوص صفت سے انکار کی یہ آخری سعی بھی ختم کر دی گئی ہے۔ ان کا نام شق صدر کی تحقیق نہیں بلکہ ایک

ثابت شدہ صریح صورت بھی حاضر کی تحریف ہے، جیسا کہ روایات معجزات کی بحث میں اس کی تفصیل ابھی آپ کے ملاحظے
گزرنے والی ہے۔

(۵) بعض معجزات کی چھان پھٹک کر کے وہی روایات نقل کرنا جو اس باب میں سب سے زیادہ
اسنادی ملاحظے سے ساقط ہوں اور جن کو محدثین نے معتبر قرار دیا ہے ان کی طرف اشارہ تک نہ کرنا اور اس طرح گویا
واقعہ کی اصلیت ہی کا انکار ہی متعین کرنا۔

(۶) بعض محدثین نے کسی مضمون کو موضوع کہہ دیا ہے ایسے مقام پر صرف "وضع" کا حکم نقل کر دینا اور جن
محدثین نے تلاش کر کے اس کی دوسری قابل اعتماد سند سے ثابت کیا ہے اس کا اخفا کرنا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے فضائل میں ایام جاہلیت سے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے حالانکہ دارقطنی کے افراد میں اس کی ایک قابل اعتبار
اسناد بھی موجود تھی۔

(۷) فضائل و معجزات کے باب میں جمہور محدثین کے خلاف اعتبار کا وہی معیار مقرر کرنا جو عقائد و احکام
کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

یہ بھی طرح واضح رہنا چاہیے کہ اگر بالفرض کچھ تسامح کر کے آپ کے معجزات میں تکثیر کی سعی کی گئی ہو تو یہ کوئی
کوئی جرم ہے تو پھر بھی یہ جرم اتنا خطرناک جرم نہیں ہے جتنا کہ دلائل نبوت پر تنقید کی مقراض لگا کر ان میں تقلیل کی
سعی کرنا خطرناک ہو۔ یہاں صرف ایک ہی جانب کو یہ سمجھ کر کہ ہم نے کوئی احتیاط کا قدم اٹھایا ہے بے فکر ہو جانا ہے
حیرت ہے کہ کتاب و طالب کی جان نثاری کا دم بھرنے والے "دلائل نبوت" کے باب میں یا مفرد و بہر حال کہیں نظر آتے ہیں۔

تنبیہ: دنیا اور تاریخ دنیا کا یہ ایک سیدھا طریقہ ہے کہ جب وہ کسی غائب شخصیت کے جاہ و حشم کا سکہ
قلوب پر جمانا چاہتی ہے تو وہ اس کے کارناموں اور صفات جمیلہ ہی کا ذکر کیا کرتی ہے۔ اب اگر دیگر ادیان سماویہ
کے متبعین کے سامنے نبی امی کا کوئی معجزہ اور موثر نقشہ لایا جا سکتا ہے تو وہ آپ کے یہی معجزات ہیں ایسا ہو کہ
ثابت شدہ معجزات کے حذف و تقلیل و تاویل کا نتیجہ یہ نکلنا ممکن ہے کہ دیگر مذاہب کے متبعین کے سامنے
آپ کی غیر معمولی شخصیت کہیں معمولی نظر آنے لگے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت خود آپ بنفس نفیس دنیا کے
سامنے تشریف فرما نہیں ہیں۔ اب ایک طرف ہمارے سامنے یہود موجود ہیں اور دوسری طرف نصاریٰ جن کو
عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خاتم الانبیاء ہونے کا گمان ہے اور جن کے معجزات کلام اللہ میں بصراحت موجود ہیں
اب اگر اس رسول امی کے معجزات کو بے وجہ زیادہ چھپا کر رکھنے کی کوشش کی گئی تو اس کا جو انجام ہو سکتا ہے
اس کی طرف بھی ہماری نظر پہنچ جانی چاہئے۔

تاویل معجزات

چوں نہ دیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس باب میں اگر جس کا عنوان ہی "معجزات" ہے ان عجائبات کی کوئی تاویل بھی نہ کی جائے جو کسی رسول کی سیرت میں ثابت ہوتے ہیں کیونکہ جس قسم کے بعض دوسرے انسانوں میں اس قسم کے عجائبات کا ہونا مسلمات میں سے ہے تو اب اگر کہیں ان کا کوئی سا ثبوت بھی ملتا ہے تو وہ قابل ہونا چاہیے۔ جس کو محض ضد سے محض تعصب کا نشانہ لگانا اور اس کو جھوٹ و افترا قرار دے بیٹھنا بڑا ظلم کی بات ہے۔ عقل کی پھر اگر ان کی تاویل کرنی ناگزیر ہی ہے تو کم از کم وہ ایسی تو ہونی چاہیے کہ سو فیصدی نہیں تو پچاس فیصدی تو ان الفاظ کا مصداق پایا جائے ان کی ایسی تاویلات کرنا جن کے بعد ان الفاظ کا کوئی مصداق ہی باقی نہ رہے اس کا نام "تاویل نہیں" "انکار" بھی نہیں بلکہ "تحریف" ہے۔ مثلاً جن روایات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت کچھ عجائبات کا ثبوت ملتا ہے جیسے حضرت آمنہ کا دیکھنا کہ ان سے ایک نور نکلا ہو یا اسی شب میں کسریٰ کے محل کے کنگروں کا گر جانا یا آتشکدہ فارس کا گل ہو جانا اس کے متعلق یہ تاویل کہ

"اگلے واعظوں اور میلاد خوانوں نے اس واقعہ کو شاعرانہ انداز میں اس طرح ادا کیا کہ آپ کا کاشانہ نیست سے ہو گیا بعد کے واعظوں اور میلاد خوانوں نے اس شاعرانہ بیان کو واقعہ سمجھ لیا اور روایت تیار ہو گئی۔"

"۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت میں یا بعد کو جو اہم واقعات ہونے والے تھے مثلاً بت پرستی کا استیصال، قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کا تباہ ہونا، ایران کی آتش پرستی کا خاتمہ، ان واقعات کو معجزہ اس طرح بنایا گیا کہ عین آپ کی ولادت ہی کے وقت کعبہ کے تمام بت سرنگوں ہو گئے، قیصر و کسریٰ کے کنگرے ہل گئے، آتشکدہ فارس بجھ کے رہ گیا وغیرہ۔"

اب اس سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کی ولادت کے کچھ عجائبات تو صرف شاعرانہ انداز کی تعبیر ہو گئے اور کچھ وہ تھے جو مستقبل میں ہونے والے تھے تو فرمایا ہے کہ جن عجائبات کا ہر ممتاز شخصیت کی ولادت پر ثابت ہونا مسلمات میں سے رہا ہے اس سرتاج عالم کی ولادت میں ان میں سے کونسا واقعہ تھا جو ظاہر ہوا؟ کیا الفاظ روایات کا ماحصل صاف انکار کرنا ہی نہیں؟ یہاں عقل تسلی کے لیے یہ کہہ دینا کہ وہ واقعات یہاں بھی ضرور ظہور پذیر ہوئے ہوں گے مگر ان کا ثبوت ہمارے پاس کچھ نہیں ہے لیکن مضحکہ خیز ہے۔ مخالفین کے نزدیک اس کی حیثیت صرف ایک خوش عقیدگی کے سامان کی ہے اور جب یہ میلاد خوانوں کی من گھڑت ہی ٹھہری تو پھر مسلمانوں کے لیے بھی ان میں جاذبیت کیا رہی

شق صدر کی دو کیفیت کسی طرح بھی ہو مگر یہ سوال ہے اس کا تعلق روحانی عالم سے تھا . . . .

یہی وجہ ہے سب روایات میں حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آپ کے سینہ پر شگاف کے ٹانکے کے نشان دیکھا کرتا تھا . . . علامہ عینی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل و شمائل کا ایک ایک حرف جسم اطہر کے ایک ایک خط و خال کی کیفیت اصحاب نے بیان کی ہے مگر کسی نے سینہ اطہر کے نشان یا ان ٹانکوں کا ہم تک نہیں پہنچایا یہ حالت ہی واقعہ کی صحت کو مشکوک تسلیم ہو سکتی ہے۔

صحیح مسلم کی اس روایت سے ایک طرف تو آپ کے دور طفولیت میں بھی شق صدر کا ثبوت ملتا ہے دوسری طرف اس واقعہ کا جسمانی ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے لیکن چونکہ مقصد اس کا انکار کرنا ہے اس لئے پہلے تو کسی دلیل کے بغیر یہ تسلیم کر لیا گیا کہ اس واقعہ کا تعلق روحانی عالم سے تھا مگر یہاں ایک تو شق صدر کا لفظ ہی اس کے خلاف نظر آتا تھا دوسرے حضرت انسؓ کا اپنا عینی مشاہدہ اس کی تردید کے لئے کافی تھا اس لئے حضرت انسؓ کے اس عینی مشاہدہ کو تو اس طرح رد کر دیا گیا کہ اس واقعہ کو اور صحابہ نقل نہیں کرتے حالانکہ جسم کا یہ حصہ اکثر اوقات ملبوس رہتا ہے معلوم نہیں یہاں اس کے کھولنے کی نوبت شاذ و نادر ہی آتی ہے اس کا مشاہدہ کرنے والا حضرت انسؓ جیسا طویل الصحبت کوئی بے تکلف خادم ہی ہو سکتا ہے اس کے علاوہ اس وقت اس کے بعد وقت مشاہدہ ہونے کی وجہ سے اگر اس کے بیان کا عدم اہتمام ہوا تو کیا اس شخص سے عینی مشاہدہ کا انکار کرنا معقول ہوگا جو دس سال کی خدمت میں بار بار اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہے بالخصوص جبکہ اس کا یہ مشاہدہ صحیح مسلم میں صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے اس کا حاصل بھی وہی معتزلہ کی تائید نکلتی ہے کہ کسی حدیث کی صحت کے لئے اس کا متعدد طریقوں سے مروی ہونا بھی لازم ہے پھر اس بنا پر آپ کی جو جو صفات صرف ایک صحابی سے ثابت ہیں ان سب ہی کا انکار کرنا لازم ہوگا۔ اس مقام پر یہ غور کرنا ضروری ہے کہ اگر یہاں حضرت انسؓ کے سوا صحابہ کی شہادت نہیں ہے تو کیا ان کے اس صریح اور واضح بیان کے مخالف کوئی شہادت اس کی تردید یا تشکیک پر موجود ہے اگر جواب نفی میں ہے تو فرمائیے کہ یہاں ایک عینی مشاہدہ کی تکذیب کی ہمت کیسے کی جائے۔

اب رہا شق صدر کا لفظ تو اس کے روحانی معاملہ بنانے کے لئے یہ بنیاد قائم کی گئی، پہلے تو یہ کہ صحیح اصطلاح شرح صدر ہے حالانکہ صحیح حدیثوں میں شق کا لفظ ہی موجود ہے اور پھر شرح صدر کا لفظ بہت آسانی کے ساتھ علم لسانی پر حمل کر کے اس کا کچھ بھی ترجمہ کر لیا گیا تو آپ کے دور طفولیت میں شق صدر تو صحت ہی کو نہ پہنچا بعد جو شب معراج میں پیش آیا وہ ایک روحانی انعام ٹھہرا۔ اب انصاف فرمائیے کہ اگر ساری شریعت پر غور کرنے کا ڈھنگ یہی ٹھہر جائے تو دین کی صورت کیسے کیا بن جائے گی؟ پھر اس تاویل میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کو زبردستی اپنا شریک ٹھہرا لینا اور بھی زیادہ تعجب خیز ہے جیسا کہ یہ لکھنا کہ

"ہم نے ارباب معانی اور محدثین کے یہ انکشافات وحقائق اور جمہور صوفیہ کے یہ تحقیقی احوال ومناظر
تو ان ہی کی زبانوں سے بتائے اور دکھائے ہیں ورنہ ہم خود اس باب میں سلف صالحین کا عقیدہ رکھتے ہیں"

لیکن جب وہی شق صدر کے باب میں تفصیلی بحث کرنے پر آتے ہیں تو بقول خود حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بجائے یہ تمام محدثین کی نظروں کو سطحی قرار دیتے ہیں جیسا کہ پہلی عبارت سے ظاہر ہے۔

ہم یہاں سب سے پہلے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس باب میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا خیال بھی ٹھیک وہی ہے جو سلف صالحین کا خیال ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک بلند پایہ محدث ہو کر وہ اس باب میں وہ سلف سے علیحدہ ہو سکے جب وہ تصریح فرماتے ہیں کہ یہ سب واقعات آپ کے جسم اطہر پر بیداری میں گزرے ہیں تو اب صرف چند اصطلاحات کی بنا پر ان کو سلف سے علیحدہ کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ بالخصوص اسی کتاب میں شاہ صاحب یہ تصریح بھی فرماتے ہیں کہ

"جو شخص اس قسم کی باتوں کے متعلق یہ خیال رکھے کہ یہ سب باتیں محض تمثیل کے پیرایہ کی گفتگو ہیں اور مقصود
کچھ اور ہے تو اس قسم کے احتمال پر ہے کہ میں اس کو اہل حق میں شمار نہیں کرتا۔"

ان تصریحات کے بعد یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور سلف صالحین میں سر مو بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ صوفیائے کرام اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک بہت سے ظاہری واقعات کی کچھ ایسی طرح تعبیریں ہوتی ہیں جیسا کہ عام لوگوں کے نزدیک عالم خواب کے مرئیات کی۔ اس حقیقت کو انھوں نے بہت جگہ استعمال کیا ہے۔ ایک مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کنوئیں کی منڈیر پر پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھے تھے۔ صدیق اکبرؓ آئے ان کے بعد فاروق اعظمؓ آئے تو آپ نے دونوں کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ حضرت عثمانؓ جب آئے تو تمام جگہ بھر چکی تھی وہ سامنے کنوئیں کی دوسری طرف بیٹھ گئے۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ بالکل بیداری کا اور ایک جسمانی واقعہ تھا جس کی تفصیلات روایات میں موجود ہیں لیکن حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک بیٹھنے کی اس اتفاقی صورت کے لئے بھی عالم تعبیر میں ایک تعبیر تھی یا یہ ان اصحاب کے آئندہ قبروں کی صورت تھی یعنی شیخین کی قبروں کا اس طرح نشست کی طرح آئندہ آپ کے ساتھ ہونا اور حضرت عثمان غنیؓ کی قبر کا ان تینوں صاحبوں سے علیحدہ ہونا چنانچہ آئندہ اسی طرح اس کی تعبیر ظاہر ہوئی۔

اسی بنا پر شق صدر اور شق صدر کی بیماری کے واقعات ہونے کے باوجود پھر انھوں نے ان کی خاص خاص تعبیرات بھی بیان فرمائی ہیں۔ ان واقعات کو تاریخی اور جسمانی طور پر تسلیم کر لینے کے بعد صرف ان کی تعبیرات ذکر کرنے یا اس کو عالم مثال پر منطبق رکھنے سے ان کو سلف کے مخالف سمجھنا انصاف کے طریق سے ناواقفی ہے۔ اگر یہاں ہم حضرت شاہ ولی اللہؒ کے کلام کی مفصل تشریح کریں تو بحث طویل ہو جائے گی مگر جب ان عبارات کو ان ہی تفصیلات کے ساتھ اپنی کتاب حجۃ اللہ میں درج فرمایا تو اب تمام بحث خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔

(۵) اس پر تبصرہ یہاں مرحوم رشتہ دار ان کا بھاگے ہوئے آپ کی والدہ کے پاس آنا اور یہ بیان دینا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
قتل کر ڈالے گئے (۶) اس پر لوگوں کا یہ ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھنا (۷) اصل واقعہ یہ ہے کہ آپ کو پایا تو آپ کا رنگ
بدلا ہوا اس وقت کچھ فق پڑا ہوا تھا۔ (۸) حضرت انسؓ کا ان ٹانکوں کے نشانات کا خود اپنا مشاہدہ بیان کرنا۔

یہ تو وہ سرگزشت ہے جو صحیح مسلم میں مروی ہے۔ اب آپ ان تفصیلات کو شرح صدر یا علم لدنی کے القا
کی بحث میں تو ڈھونڈیں مگر یہاں لفظاً لفظاً یہ مضمون واقعہ کے طلب کی خلاف نظر آتا ہے۔

یہاں عالم مثال اور بہشت کی وہ تحقیقات جو صوفیانہ اپنے فن میں کرتے ہیں اور انھیں کی شان اور موضوع
فن کے مناسب ہیں ہم بھی ناظرین کرام کو ان مضمون میں ڈال کر پیچیدہ نہیں کرتے ان کے سمجھنے کے لئے علم حقائق کی بہر
صورت یہ ایک بات بالکل واضح ہے کہ مضمون آپ کی لسان بزرگ سے صریح بیان میں آ چکا ہے تو کوئی ضرورت
نہیں معلوم ہوتی کہ ان کو اصطلاحات کی پیچیدگیوں میں ڈال کر پھر کو نظری بنا دیا جائے۔

یہاں یہ غور کرنا بھی ضروری ہے کہ علم لدنی تو سب انبیاء علیہم السلام کو ملتا ہے اگر یہ وہی ہو تو کیا انبیاء
علیہم الصلوٰۃ کی سیرت میں بھی ان تمام تفصیلات کا کبھی ثبوت ملتا ہے؟ اجزا اس شق صدر کے شرح صدر اور شرح صدر کو
علم لدنی سمجھ کر عالم مثال اور بہشت میں کر اس کو پیچیدہ بنانے سے کیا حاصل ہے۔ چلئے اگر آپ شاہ ولی اللہ صاحب
کے بیان سے متفق ہیں تو اس واقعہ کو جسمانی اور عالم مثال ہی میں انھیں تفصیلات کے ساتھ تسلیم کیجئے۔ صورت
اولیاء اللہ کی آنکھیں کشف کا بھی ظاہر کیا گیا ہے۔

اس حدیث پر جو ضروری کلام ہے وہ ترجمان السنہ کی تیسری جلد میں زیر عنوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی معصومیت دور طفولیت میں دیکھ لیا جائے۔

تاویل کرنے والوں نے یہاں صرف انھیں تاویلات پر بس نہیں کی بلکہ انھوں نے ایک قدم آگے
بڑھا کر فن حدیث کے لحاظ سے بھی اس حکم قلب کو مشکوک کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ لکھ دیا ہے کہ اس واقعہ کا
راوی حماد بن سلمہ ہے جس پر آخری عمر میں سوء حفظ طاری ہو گیا تھا اور کسی نقص کے بغیر بعض لوگ غلط ہی دیکھیں سے
صحیح مسلم کی اس روایت کو اسی زمانے کی روایت قرار دے ڈالا ہے۔

یہ واضح رہنا چاہئے کہ امام مسلم تو امام مسلم ہیں عام محدثین کو بھی اس قسم کے راویوں کی روایات کے
متعلق یہ تمیز حاصل ہوتی ہے کہ وہ روایات جو سوء حفظ سے پہلے کی ہیں وہ کون سی ہیں اور جو بعد کی ہیں وہ کون سی ہیں
اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ ان کو یہ علم شیوخ و تلامذہ پر غور کرنے سے حاصل ہوتا ہے کہ کس راوی نے کس شیخ سے
کس زمانے میں تلمذ حاصل کیا ہے اگر وہ راوی ایسا ہی ہے جس نے سوء حفظ طاری ہونے سے قبل روایات اخذ کی ہیں
روایات بلا تامل حجت مانی جاتی ہیں اور اگر اس کے بعد کے زمانے میں تلمذ حاصل ہوا ہے جبکہ احسن ہے

معجزہ حق و باطل کی تمیز کے لئے ہوتا ہے نہ کہ تلبیس کے۔ علاوہ اس تاویل کو ایک طرف رکھئے اور دوسری طرف قرآنی لفظ سامنے رکھئے "انشق القمر" قرآن کریم کے اس لفظ سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ یہاں جو تصرف ہوا وہ خود چاند ہی کے اندر ہوا در حقیقت ہوا۔ لغت عرب میں خود چاند کے پھٹنے کے لئے اس سے زیادہ صاف اور صریح لفظ کوئی اور نہیں ہے یہاں اس کا اشارہ بھی نہیں ہے کہ چاند میں تصرف کے سوا اس واقعہ میں دیکھنے والوں کی نظروں میں بھی کوئی تصرف ہو گیا تھا پھر چونکہ یہ تصرف خارق عادت تصرف تھا اس لئے آپ نے بغرض تاکید فرمایا "اشہدوا واشہدوا" (گواہ رہو گواہ رہو) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہاں اہل مکہ کی آنکھوں میں بھی کوئی تصرف ہو گیا تھا تو چاند کی طرف اشارہ کر کے کیا آپ کا اہل مکہ کو گواہ بنانا درست ہوگا؟

پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ یہاں اہل مکہ نے جس معجزہ کے دیکھنے کی فرمائش کی تھی کیا وہ ایسا معجزہ تھا، جس کا تعلق خود ان کی آنکھوں سے ہو یا وہ کوئی واقعی معجزہ چاہتے تھے؟ روایات میں موجود ہے کہ اس معجزہ کی صحت کے لئے انہوں نے باہر والوں کی شہادت کو ایک معیار مقرر کر لیا تھا کیونکہ آنکھوں کا تصرف اگر ہوگا تو صرف حاضرین پر ہو سکتا ہے غائبین پر نہیں ہو سکتا اس لئے اگر باہر سے آنے والے قافلے بھی شق القمر کی شہادت دیں تو اس معجزہ کے صحیح ہونے پر یقین کر لینے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی اسی صورت کو معجزہ سمجھتے تھے جس میں ان کی آنکھوں کے تصرف کا کوئی احتمال پیدا نہ ہو سکے۔ نیز معجزہ اگر طلب کیا تھا تو منکرین قریش نے طلب کیا تھا اگر یہاں کوئی تصرف ہوتا تو ان کی آنکھوں میں ہوتا جو منکر تھے نہ کہ مخلصین صحابہ، اس کے طالب تھے نہ ان کی آنکھوں میں یہ تصرف مناسب تھا حالانکہ یہاں حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ کے چند صحابی بھی اس کے مشاہدہ کرنے والوں میں شریک ثابت ہوتے ہیں۔ حیرت ہے کہ صحت واقعہ کے نقل کرنے والے نے اس واقعہ کے حقیقی واقعہ ہونے کے لئے جتنے واضح سے واضح الفاظ استعمال کئے تاویل کرنے والوں نے اتنے ہی بعید سے بعید احتمالات ان میں نکال کھڑے کئے۔ راوی کہتا ہے کہ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہوا اور اتنا صاف ہوا کہ اس کا ایک ٹکڑا پہاڑی کے اس طرف اور دوسرا دوسری طرف نظر آنے لگا آپ نے حاضرین کو اس پر گواہ بھی بنایا اس کے بعد بھی کیا یہ کہنا معقول ہو سکتا ہے کہ یہاں جو تصرف ہوا وہ صرف اہل مکہ کی آنکھوں تک ہی محدود تھا اور اسی لئے اس کا مشاہدہ صرف ان ہی تک محدود رہا جبکہ ان ہی کی ذات تک محدود رہنا چاہئے تھا۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ اس کے بعد جیسا اس معجزہ کا ذکر رہ جاتا ہے اگر یہ تاویل صحیح ہو تو کل ہی نہ سکا کہ اس شب میں صرف آنکھوں کا اثر پھر بھی کچھ نہ تھا۔ اگر اس معجزہ کی حقیقت یہی ہے تو پھر اس کا نام شق القمر کے بجائے اعمائے بصر مناسب تھا کما قال تعالیٰ فی سورۃ محمد: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ (ترجمہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ خدا نے جن کو رحمت سے دور کر دیا پھر ان کو

پڑھتے ہیں۔ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔

واضح رہے کہ یہاں پر خطاب ان مومنین کے ساتھ ہے جو جن غیبی اور نبی کی وجہ سے شک زدہ ہو کر انکار کر چکے ہیں۔ ان سادہ پرستوں سے نہیں جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین رکھتے ہیں اور رسولوں پر۔

معجزات پر تصنیفات اور ان کی محدثانہ حیثیت

معجزات پر تصنیفات کی حیثیت اور ان کے مصنفین کے اسماء گرامی

اس موضوع کا کام بعض نے جیسے صحاح میں فرمایا ہے اور اس پر مستقل تصانیف بھی فرمائی ہیں جیسے کہ حافظ ابو بکر بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، حافظ ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، امام ابو اسحاق حربی متوفی ۲۸۵ھ، شیخ ابو بکر عبد اللہ بن ابی الدنیا متوفی ۲۸۱ھ، حافظ ابو جعفر فریابی متوفی ۳۰۱ھ، حافظ ابو زرعہ رازی متوفی ۲۶۴ھ، حافظ ابو القاسم طبرانی متوفی ۳۶۰ھ، حافظ ابن الجوزی ۵۹۷ھ، حافظ عبد الغنی المقدسی ۶۰۰ھ، ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ وغیرہم۔ ان سب حفاظ نے اپنی اپنی تصانیف میں آپ کے معجزات و فضائل کو اسانید کے ساتھ ذکر کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ ان میں سے بیہقی، ابن جوزی اور ابو عبد اللہ مقدسی نے تو صحیحین و غیر صحیحین کی حدیثیں علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کا اہتمام بھی فرمایا ہے لیکن ابو زرعہ جو مسلم کے شیخ ہیں، ابو الشیخ اور ابو نعیم وغیرہ نے یہ اہتمام نہیں کیا بلکہ صرف حدیثوں کے طرق ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں اور کہیں کہیں ان پر کچھ محدثانہ کلام بھی کیا ہے۔ ان میں سے اکثر نے کتاب کا نام "دلائل النبوۃ" رکھا ہے۔ ان کے علاوہ اور ائمہ حدیث نے بھی اس موضوع پر تصانیف فرمائی ہیں اور آخر میں ان سب کا خلاصہ علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے "خصائص الکبریٰ" میں جمع کر دیا ہے۔ بعض محدثین نے یہاں ایک دوسرا اسلوب اختیار کیا ہے یعنی اسانید حذف کر کے صرف روایات کے متن ذکر کرنے پر کفایت کی ہے جیسا کہ قاضی عیاض نے (متوفی ۵۴۴ھ) شفاء میں۔ بعض علماء نے اسانید اور متن دونوں حذف کر دیئے ہیں اور صرف شہرت پر اکتفاء کر کے آپ کے معجزات ذکر کر دیئے ہیں جیسے قاضی عبد الجبار متوفی ۴۱۵ھ، قاضی ماوردی متوفی ۴۵۰ھ، حافظ متوفی ۴۳۰ھ، ابو الفتح سلیم بن ایوب رازی متوفی ۴۴۷ھ (دیکھو الجواب الصحیح صفحہ ۱۲۲ جلد چہارم)۔

معجزات و فضائل میں صرف معتبر اور صحیح حدیثوں پر اقتصار کرنا محدثانہ طریقہ نہیں تھا

مذکورہ بالا محدثین میں تیسری صدی سے لے کر چھٹی اور ساتویں صدی تک کے مشاہیر محدثین شامل ہیں۔ ان محدثین کی شخصیت اور ان کی اپنی تصانیف میں ان کے اس اہتمام سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ارباب علم کی نظروں میں اس باب کی بہت اہمیت تھی۔ اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اس باب میں صرف صحیحین کے ذکر کردہ

جن تک آپ کی خصوصیات جیسے صوم وصال وغیرہ اور دوسری اتفاقیہ عادات شامل ہیں۔ اسی بنا پر فقہ میں بھی سنن ھدیٰ اور سنن زوائد کے دو عنوان الگ الگ قائم کر دیئے گئے ہیں سنن ھدیٰ سے مراد آپ کی وہ شریعت ہے جس کی اتباع کی آپ کی امت بھی مامور ہے اور جو آپ کی اتفاقی عادات تھیں وہ سنن زوائد میں داخل ہیں۔ آپ کی امت ان کی اتباع کی مکلف نہیں۔ الگ بات ہے کہ صحابہ میں ایک جماعت ایسی بھی نظر آتی ہے جنہوں نے اپنے جذبات اور شغف اتباع میں آپ کی اتفاقیات میں بھی اتباع کی ہے۔ پھر آپ کی شریعت کے اس حصہ پر جب نظر کی جاتی ہے جو سنن ھدیٰ کہلاتا ہے تو اس کے بھی دو پہلو نظر آتے ہیں ایک وہ جو اس سے متعلق ہے مثلاً کسی چیز کا حلال، حرام، واجب اور مستحب ہونا، دوسرا وہ جو بندوں کے اعمال کے ثواب وعقاب سے متعلق ہے مثلاً کسی عبادت کا ثواب یا کسی گناہ کے عذاب کی مقدار یا جنت و دوزخ کے راحت وآلام کا تذکرہ۔ اگرچہ دین مجموعی لحاظ سے ان دونوں اجزاء کو شامل ہے لیکن جہاں تک اعمال امت کا تعلق ہے وہ صرف پہلی قسم ہی دین کا وہ حصہ جو عمل یا عقیدہ سے متعلق ہے اسی میں بال برابر فرق آنے سے دین کی تحریف دین میں سنت اور بدعت کا فرق پڑ جاتا ہے اس کے برخلاف اگر کوئی شخص بالفرض کسی عبادت کے ثواب یا کسی گناہ کے عذاب میں کچھ نشیب و فراز کر دیتا ہے تو گو وہ بلا شبہ ایک بڑی غلطی کا مرتکب ہے لیکن اس سے دین کے عملی حصہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا اس کے برے عواقب کی ذمہ داری تنہا اسی کی ذات تک محدود رہتی ہے۔

اس تفصیل کے بعد جب آپ سلف کے معاملات پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ ان تمام اقسام مسائل میں فروق کی رعایت کرتے تھے جہاں ان کے سامنے کسی عقیدہ کی بحث آ گئی ہے وہاں معلوم ہوتا تھا کہ یہاں ان کو لفظی ترمیم کرنی بھی برداشت نہ تھی اور جب کوئی عمل کا باب آیا بس وہیں کب، کیسا اور کتنا کی بحث شروع ہو گئی۔ رفع یدین و آمین کے مسائل ہمارے آجکل کے تعلیمی دماغوں کے لئے تو ایک معمولی مسائل ہیں مگر جب آپ صحابہ اور محدثین کے معاملات پر نظر ڈالیں گے تو ان کے نزدیک یہ معرکۃ الآراء مسائل ہیں۔ بالکل نظر آئیں گے یہ دوسری بات ہے کہ ان کی وجہ سے آپس میں نزاعات نہ تھے جنگ و جدل نہ ہوتا تھا اور صرف ان فروعی اختلافات کی بنا پر کوئی فرقہ بندی نہ کی جاتی تھی ان کا یہ اتنا اہتمام جو کچھ بھی تھا وہ صرف ایک سنت کی تلاش اور اسی کی زیادہ سے زیادہ اتباع کے لئے تھا۔ حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب کبھی وہ احکام و عقائد کی حدیث روایت کرتے تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا، گلے کی رگیں پھول جاتیں، آواز کانپنے لگتی اور اسی پر بس نہیں بلکہ روایت حدیث کے بعد احتیاطاً کچھ کلمات بھی استعمال کرتے تھے کہ جیسے او کما قال۔ او نحوہ۔ مثلہ اسلام کا ایک معمولی سا مسئلہ جب حضرت عمرؓ کے سامنے آپ کی طرف نسبت کے ساتھ ذکر کیا گیا تو انہوں نے صاف تعجب آمیز لہجہ میں اس پر شہادت پیش کرنے کا مطالبہ فرمایا جس کا اسی قسم کے واقعات سے محدثین کے ہاں یہ بحث

اور جب اس جرم کا ارتکاب حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہو تو اس کی قباحت اور شناعت کا خود اندازہ کر لیجئے اسی کا نام عرف محدثین میں "موضوع" ہے۔ اس کے وضع پر تنبیہ کئے بغیر اس کی روایت کا بھی بڑی فرو گذاشت ہے اس میں احکام و عقائد ہوں یا اعمال و فضائل کسی قسم کی کوئی تفریق نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تو بڑی بات ہے دنیا کے کسی عام سے عام شخص کے متعلق بھی جان بوجھ کر جھوٹ بولنا شرعاً حرام ہے اور درحقیقت من کذب علی متعمداً کا مصداق یہی صورت ہے کہ جان بوجھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کسی جھوٹ کی نسبت کی جائے خواہ وہ آپ کے کسی بھی شعبۂ زندگی کے متعلق ہو ضعیف حدیثوں کو بھی اسی لپیٹ میں لے لینا جن کا ایک ایک لفظ بیان کر دیا جائے یہ بالکل خلاف تحقیق اور مذہب جمہور کے مخالف ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ امام احمد کی مسند میں حدیثوں کے روایت کرنے کے معیار کو اپنے ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:-

وکان احمد علی ما ذکرناہ لا یروی فی	امام احمدؒ جو طریقہ روایت ان کی مسند میں ملحوظ رہا
المسند ما یعرف ان الحدیث موضوع	ہے وہ یہ ہے کہ جب وہ کسی حدیث کو موضوع یا موضوع
او قریب من الموضوع لم یحدث بہ	سے قریب پاتے ہیں تو اس کی روایت نہیں کرتے ہیں
ولذلک ضرب علی احادیث رجال فلم	وجہ ہے کہ انھوں نے بہت سے راویوں کی حدیثیں
یحدث بہا فی المسند [illegible]	قلم زد کر دیں اور انہیں مسند میں ذکر نہیں کیا۔

اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مسند میں جو حدیثیں امام احمدؒ نے قلم زد کی ہیں وہ صرف وہی ہیں جو موضوع یا اس کے قریب تھیں۔ عام ضعیف حدیثیں اپنی مسند سے خارج نہیں کیں۔ پھر ہر ضعیف حدیث کی روایت کو حرام قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ کیا مصنفین رسائل کے ساتھ امام احمدؒ کو بھی اسی فہرست میں داخل کرنے کی جرأت کی جا سکتی ہے؟

محدثین کی اصطلاح میں ضعیف حدیث کی تعریف

محدثین کے نزدیک ہر وہ حدیث جس میں صحیح و حسن کے شرائط میں سے ایک شرط بھی نہ ہو تو اسے ضعیف کہا جاتا ہے مگر اس پر موضوع کا اطلاق اس وقت تک ہرگز نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس کے راوی کا کذب ثابت نہ ہو جائے۔ لہٰذا بلا خوف قلم یہ کہ ہر ضعیف حدیث پر "موضوع" کا اطلاق کر دینا محدثین کی اصطلاح سے لاعلمی ہے اور ہر ضعیف حدیث کی روایت کو لغو، جھوٹ اور جعلی و فرضی کہہ کر حرام قرار دے دینا بھی فن کے معمولی قواعد سے انتہائی ناواقفی ہے۔

حدیث ضعیف کی دو قسمیں مقبول اور مردود

محدثین نے ضعیف حدیث کی بھی دو قسمیں کی ہیں اور ان کے احکامات بھی مختلف لکھے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ضعیف حدیث کے ساتھ کچھ قرائن اور شواہد ایسے جمع ہوجاتے ہیں جو اہل فن کے نزدیک اس کو قابل اعتبار بنا دیتے ہیں اور کبھی ایسے قرائن جمع نہیں ہوتے۔ پہلی صورت میں وہ ضعیف ہونے کے باوجود حدیث "مقبول" کی قسم میں داخل ہوجاتی ہے اور وہ بھی قابل عمل سمجھی جاتی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ ؒ[1] میت کو دفن کے بعد تلقین کرنے کے متعلق لکھتے ہیں۔

وروی فی تلقین المیت بعد الدفن حدیث فیه نظر لکن عمل به رجال من اهل الشام الاولین مع روایتهم له فلذلک استحبه اکثر اصحابنا وغیرهم۔	یعنی اگرچہ اس باب میں جو حدیث ہے اس میں کلام کیا گیا ہے مگر چونکہ شام کے اہل علم اس کی روایت کے ساتھ اس پر عمل بھی کرتے تھے اس لئے اکثر حنبلی علماء نے اس کو مستحب سمجھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نقل کی بو دیکنار بعض مرتبہ ضعیف حدیث احکام و مسائل کے باب میں بھی قابل عمل سمجھی جاتی ہے بشرطیکہ وہاں قرائن ایسے موجود ہوں اور جہاں یہ قرائن جمع نہیں ہوتے اس کو اصطلاح میں "مردود" کہتے ہیں۔ محدثین کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ بالیقین جھوٹ ہے جس پر موضوع کا اطلاق کرنا درست ہے بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ جب تک اس کا حال واضح نہ ہوجائے اس پر عمل نہ کیا جائے۔

صحیح و ضعیف کے معنی میں محدثین کی اصطلاح اور اردو کے استعمال میں فرق کرنا لازم ہے

یہاں صحیح و ضعیف کے اطلاق کرنے یا نہ کرنے میں اردو کے استعمال کا فرق ملحوظ رکھنا بھی بہت اہم ہے۔ اردو کے استعمال میں ہر اس بات کو جو اہل فہم و عقل کے نزدیک قابل اعتبار ہو کسی اعتراض کے بغیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے خواہ محدثین کی اصطلاح کے مطابق کسی لحاظ سے بلند معیار پر بھی اس کو صحیح نہ کہا جاسکے۔ اس کے مقابلے میں صحیح نہ ہونے کا مطلب اردو میں یہ ہوتا ہے کہ وہ بات ناقابل اعتبار ہے لیکن محدثین کی اصطلاح میں صحت کے لئے خاص خاص شرائط ہیں اور پھر اس کے اندر بھی مختلف مراتب ہیں۔ اس کے بعد پھر حسن کا درجہ ہے اور اس کے بھی بے شمار مدارج ہیں۔ اس کے بعد پھر ضعیف کا درجہ ہے اور اس میں بھی مراتب کا یہی حال ہے جن میں سے ضعیف حدیث کبھی کبھی مقبول بھی شمار ہوجاتی ہے۔ اس لحاظ سے محدثین کی اصطلاح کے مطابق کسی حدیث پر یہ حکم دیکھ کر کہ وہ صحیح نہیں ہے اس کا مردود ہونا سمجھ لینا بالکل غلط ہوگا۔ اس کے برخلاف اردو کے محاورہ میں اس کے صحیح نہ ہونے کا یہی مطلب سمجھا جائیگا کہ وہ ناقابل اعتبار اور مردود ہے بلکہ اگر کسی کے سامنے یہ کہا جائے

[1] حافظ ابن تیمیہ ؒ کے اس فقرہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ضعیف حدیث سے بھی استحباب ثابت ہوسکتا ہے جو بجائے خود شرعی حکم ہے۔ اس کو موصوف نے اپنی کتاب کے متعدد مقامات میں [illegible] ہے۔ [illegible] شیخ ابن [illegible] کیا گیا ہے۔

جو بعض راویوں نے بڑھا دی ہے تو ضعیف حدیثوں کی تعداد اور بھی کم ہو جائے گی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو دین
تیرہ سو سال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نسلاً بعد نسل منتقل ہو رہا ہے اس کے متعلق بہر حال اعلیٰ معیار
کی شرط صرف وہ شخص لگا سکتا ہے جو حدیث و تدوین کی تفصیلات پر نظر رکھتا ہے نہ اس کی تبلیغ کی ذمہ داری محسوس
کرتا ہے۔ وہ صرف تخیل کی دنیا میں بسر کرتا ہے اور صرف ذہنیت کے قالب کو ان خوش نما تعبیرات سے سجا تو کر سکتا ہے
لیکن عمل کی دنیا میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا بلکہ چلنا چاہتا بھی نہیں۔ اسی لئے محدثین نے مختلف مذاق اور مختلف
شرائط کی تصانیف فرمائی ہیں ان میں صحیح سے صحیح اور اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کی بھی ہیں اور متوسط معیار کی بھی ہیں
اور وہ بھی ہیں جن میں ضعیف حدیثیں شامل ہیں اگرچہ ان کی ضعیف حدیثیں بھی بعض دنیا کی صحیح سے صحیح
خبروں سے بھی کہیں زیادہ قابل اعتبار ہیں۔ بلکہ موضوعات پر بھی مبسوط اور مستقل تصانیف فرمائی ہیں جن میں ان
احادیث کے متعلق اپنی اپنی آراء کا اظہار فرما دیا ہے۔ وہاں احادیث کے موضوع ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بھی کر دیا
[illegible] تنبیہ ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں لکھا ہے۔ کہ کسی حدیث پر موضوع کا حکم لگانا بھی قطعی
نہیں ہوتا بلکہ صرف ظن غالب پر مبنی ہوتا ہے اور اس کی تفصیل بیان کی ہے مراجعت کی جائے۔ اس کے بعد آپ کو
معلوم ہو جائے گا کہ فن حدیث بازیچۂ اطفال نہیں۔ لہٰذا یہاں صحیح یا ضعیف حدیثوں کو محض لغو اور جھوٹ کا
دفتر قرار دے دینا صرف نظر کا قصور ہے۔ جس طرح صحت کا حکم لگانا علم و تقویٰ کا محتاج ہے اسی طرح کذب اور باطل
کا حکم لگانا بھی علم و تقویٰ کا محتاج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمدؒ کے سامنے جب کوئی ضعیف حدیث آتی اور اس کے
معارض کوئی دوسری حدیث نہ ہوتی تو اگرچہ وہ اس کا معتقد نہ ہوتے مگر کم از کم ایک مرتبہ وہ اس پر بھی عمل کر لیتے
مبادا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہو اور ہمارے قصور علم کی وجہ سے صحیح طریقہ پر عمل نہ چھوٹ جائے۔

(۱) امام احمد بن حنبلؒ کی نظر میں حدیث ضعیف کی اہمیت کیا؟

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے یہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہئے کہ حدیث ضعیف
کی ائمہ و محدثین کے نزدیک اہمیت کیوں ہے؟ یاد رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ضعیف
ہونے کا حکم جس معیار پر لگایا جاتا ہے اس سے کسی خبر کا غلط یا لا محالہ باطل اور بے اصل ہونا ثابت نہیں ہوتا
بلکہ اس کا ثبوت کبھی دنیا کی معتبر خبروں سے زیادہ معتبر طریق پر موجود ہوتا ہے۔ مگر چونکہ محدثین کے اس
محتاط معیار پر وہ نہیں اترتا جو انہوں نے خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے لئے مقرر کیا ہے
اس لئے وہ اس معیار کے مطابق اس کو اصطلاحاً صحیح نہیں کہہ سکتے لیکن صرف اس کے ضعیف ہونے کے
قرائن کے ساتھ ساتھ وہ یہ تصریح بھی کر دیتے ہیں کہ اس کو اصطلاح میں گو صحیح نہ کہہ سکے مگر دوسرے قرائن کے لحاظ
سے وہ قابل تسلیم ہے۔ اسی لئے ضعیف حدیثوں کی وجہ سے کتب دلائل کی حیثیت آجکل کے مولود شریف کی
موضوع کتابوں کے برابر سمجھ لینا اصطلاحات سے ناواقفیت کے ساتھ ساتھ اپنی علمی بے مائیگی کا بھی ثبوت ہے

بہ تقیہ آخر میں ہم آپ کے سامنے کتب دلائل کے متعلق بعض ان علماء کی رائے بھی نقل کرتے ہیں جو نقد و تبصرہ میں ضرب المثل ہیں۔ حافظ ذہبیؒ امام بیہقیؒ کی دلائل النبوۃ کے متعلق فرماتے ہیں:-

(۱) علیک بہ فانہ کلہ ھدی و نور۔ دیکھو اس کتاب کو ضرور حاصل کرنا کیونکہ وہ

(شرح المواہب ج ۱ ص ۳۳) تمام کا تمام ہدایت اور نور ہی نور ہے۔

(۲) حافظ سبکیؒ اس کے متعلق قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ وہ بے نظیر کتاب ہے۔

(۳) حافظ ابن تیمیہؒ جو اپنی ناقدانہ نظر میں مشہور ہیں کتب دلائل کے متعلق فرماتے ہیں:-

ومنہ الکتب فیھا من الاحادیث — یہ وہ کتابیں ہیں جن میں معجزات اور آپ کی نبوت

المتضمنۃ لآیات نبوتہ و براھینہ — کی صداقت کی وہ دلیلیں آتی ہیں جن کے ساتھ

وسائل ما ضعف فلما صنفوا الاحادیث — موجود ہیں کہ اگر ان کو متواتر کہہ دو تو بجا ہے

المأثورۃ فیما ھو متواتر عنہ مثل — مثلاً چشمہ ابلنا اور حدیبیہ کی مثال۔

نبع الماء وکثرتہ بالحدیبیۃ

(الجواب الصحیح ج ۴ ص ۱۶۶)

حافظ ابن تیمیہؒ نے ان کتب کی روایات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے تواتر کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور ان کا یہ بیان بھی اس تصنیف میں ہے جو انہوں نے ایک عیسائی پادری کی تردید میں لکھی ہے اور اس میں تمام معجزات کا ذکر کیا ہے جن کو ہمارے زمانہ کے نقاد مجروح کر چکے ہیں کیونکہ حافظ موصوف پوری بصیرت کے ساتھ یہ جانتے ہیں کہ دوسرے مذاہب عجائبات کا جو انبار اپنے پیشواؤں کی طرف منسوب کرتے اور ان پر یقین رکھتے ہیں وہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے مقابل میں ثبوت کا کوئی پایہ نہیں رکھتے اور نہ کمیت و کیفیت کے اعتبار سے ان کے برابر ثابت ہو سکتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ جنہوں نے کتب محدثین کے طبقات لکھے ہیں انہوں نے بھی کتب دلائل کا ذکر کر کے معجزات کو اعتبار کے ساتھ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں درج فرمایا ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ اسی قسم کی ایک روایت لکھ کر فرماتے ہیں:-

"اس واقعہ کی اسناد میں گو کچھ ایسے راوی موجود ہیں جن کو ضعیف کہا گیا ہے لیکن یہاں ایسے قرائن بھی موجود ہیں جن کی وجہ سے اس پر صدق و صفا کا نور چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ (البدایہ ج ۲ ص ۱۳۳)

اس بیان سے حافظ موصوف کے علم اور ان کی دیانت کے ساتھ ساتھ ان کی فہم و فراست اور محدثانہ تجربہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ بخاری شریف کی شروحات میں اس وقت جو سب سے عمدہ شرح سمجھی گئی ہیں وہ دو بامسمّیٰ
دو بڑے حنفیوں کی ہیں یعنی حافظ بدرالدین عینیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ۔ تیسری شرح حافظ قسطلانی تو ان
دونوں شرحوں پر مبنی ہے۔ جو شخص ان شروح کا مطالعہ کرے گا وہ یہ دیکھے گا کہ ان حفاظ نے کیسے کیسے آثار
اور نصوص پر اور کتنی کثرت کے ساتھ کتب رجال کی روایات سے مدد لی ہے۔ کسی روایت سے راوی کا نام کسی سے
معلوم ہوگا، اور کسی سے بعض ضروری تفصیلات علم میں آجاتی ہیں ان کے علاوہ متابعات اور شواہد کا بڑا ذخیرہ
انہی کتب سے فراہم ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر ان کتب کے مصنفین کے لئے ہمارے دل سے تو بے ساختہ دعائیں
نکلتی ہیں۔ ہمارے نزدیک اگر عشق نبوی میں ڈوب کر رطب و یابس (بقول ناقدین) کا انبار لگانے والے
یہ محدثین نہ ہوتے جن سے طلبائے حدیث مقرر فرمائے ہیں اور فن جرح و تعدیل کی بنیاد ڈالی ہے تو پھر
نصف فن کی تفصیلات میں ان کا لگایا ہوا یہ انبار ضرور قابل صد تحسین و شکر ہونا چاہئے۔

حافظ ابن حجرؒ شرح نخبہ میں لکھتے ہیں:-

> کبھی یہ بات (ضعف حدیث کی) بڑی مہارت کے بعد ہی معلوم ہوتی ہے۔ مگر ایک محدث اپنے طویل تجربہ اور مسلسل
> ورزش کے باعث اس کو درست سمجھ لیتا ہے۔ مگر جب اس سے پوچھو کہ اس کے لئے کوئی واضح دلیل بھی نہیں ہوتی۔
> اس کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ ایک صراف کی کہ وہ ایک زنگ آلود روپیہ یا کھوٹے روپیہ کو
> چٹکی سے پہچان لیتا ہے کہ گو اس کی آواز خراب ہے، مگر اس کی چاندی کھری ہے!

اس کا مقصد تمام قواعد کو بیکار اور معطل ٹھہرا دینا نہیں ہے، بلکہ یہ ہے کہ جنہوں نے
اپنے تجربہ کی بنا پر قواعد مرتب کئے ہیں اگر وہ اپنے تجربہ کی بنا پر اپنے ذوق سے کسی ضعیف حدیث
کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں تو ان کے مقررہ قواعد کی طرح ان کا یہ حکم بھی قابل تسلیم ہونا
چاہئے۔ اصل یہ ہے کہ بہت سی جزئیات اور دقیق امور ضابطہ و قاعدہ میں کبھی نہیں آسکتے۔ اس لئے ایک طرف تو قواعد
کی حکومت اپنی جگہ چلتی رہتی ہے اور دوسری طرف وجدان و ذوق کا حکم بھی اپنی جگہ نافذ رہا کرتا ہے۔
چنانچہ یہ علم دونوں سے قائم ہے۔ بے شک ان صاحب ذوق علماء دونوں سے بہرہ ور کا فیصلہ اعتبار کی
اسی طرح بعض مرتبہ ایک حدیث کی اسناد بالکل کھری نظر آتی ہے لیکن اس میں کوئی ایسا خفیہ روگ ہوتا ہے
جو علم و ضوابط کے تحت نہیں آتا، اس کو بھی محدثین ہی پہچانتے ہیں۔ وہ اس کی بنا پر ایسی صحیح حدیث کو
معلول قرار دیتے ہیں جس کو محدثین نے اس کو بھی فن کا ایک اہم جزو قرار دیا ہے۔ و مختلف محدثین
کے تجربات کے ذریعے مختلف تصانیف فراہم ہیں۔ اس لئے میرا عقیدہ تو ان محدثین کے متعلق طویل
تجربہ کے بعد یہی ہے جو کسی شاعر کا یہ شعر، کے متعلق ہے ؎

سنہ جو فرقت شمائلیہ و بپی ساغر پیجائی ‌‌‌‌ جس جگہ بیٹھ کے پی لیں وہی میخانہ بنے (اصغر گونڈوی)

جس شخص کے قلب میں ان محدثین کے لئے شکر گزاری کے جذبات موجزن ہوں اس کے قلم میں ان پر نکتہ چینی کے لئے جلا روشنائی کہاں؟ یغفر اللہ لہم ورفع درجاتھم فی اعلیٰ العلیین مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔

معجزات اور صاحب معجزات کے دور کا ذوق

یہاں ایک کھلی ہوئی بات پر تنبیہ کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو بدیہی ہونے کے باوجود بھی نظروں سے گم ہو گئی ہے یعنی یہ کہ صحابہ کا دور بعثت کے بعد سے ہی شروع ہوتا ہے اس لئے آپ کی سوانح حیات کے قبل از بعثت واقعات کا علم ان کو بلا واسطہ روایت کرنے والے صحابہ کب لے سکتے ہیں پھر جب اس دور کی بنیاد ہی تنگی ترشی اور جس صورت سے گذری وہ سب کے علم میں ہے اس کے بعد جب ہجرت کا دور آیا تو قتل و قتال غزوات و سرایا کا تانتا لگ گیا۔ بھلا ان حالات میں معجزات کا غلغلہ بلند کرنے کی فرصت کس کو تھی۔ ہاں ان ہی غزوات و سرایا کے تذکرہ میں جہاں جب کوئی غیر معمولی واقعہ نظر آ گیا تو وہ بھی سلسلہ بیان میں آ گیا پھر اس قسم کے واقعات جب شب و روز ان کی آنکھوں کے سامنے ہوا کرتے تھے تو صاحب معجزات کی عظمت سے قلوب پہلے ہی معمور ہو رہے تھے کہ ان واقعات کو دیکھنا ان کے لئے ایک معمولی بات بن گئی تھی۔ آج بھی اگر کوئی صاحب کرامات ہوا کرتا ہو تو اس کی حیات میں ان کا ڈھول کبھی نہیں پیٹا گیا ہاں اگر ان کا ذکر کبھی آیا بھی تو صاحب کرامات کے کمالات کے ذکر میں ضمنی طور پر آ گیا ہے۔ عہد صحابہ میں یہاں تک نقشہ غالب ہی نظر پڑتا ہے کہ صحابہ کرام مستقل بیان معجزات کے لئے کبھی بیٹھے ہوں۔ ہو یا شغل جہاد میں منہمک نظر آتے اگر پھر ان کو فرصت ملتی تو حدیثوں کے تکرار اور علمی شغل یا عبادات میں مصروف ہو کر رہتے اور سب سے زیادہ اس شوق میں لگے رہتے کہ دیکھیں نیر کے آفتاب نبوت طلوع ہو اور کب وہ اس کی زیارت سے مشرف ہوں۔ آپ کی ذرا سی غیبت ان کے لئے ایک مصیبت کا پہاڑ تھی ؎

نشست آں دلربائی پیام ہم بجان و دل ‌‌‌‌ اگر یکدم جدا افتد زجان ماتن بدل آید

فراق یار اگر اندک است اندک نیست ‌‌‌‌ درون دیدہ اگر نیم موئیست بسیار است

یہاں معجزات دیکھنے کی نہ کسی کو ضرورت تھی نہ فرصت کفار اس کی رٹ لگایا کرتے اگر ان کی خاطر کوئی معجزہ ظاہر ہو جاتا تو اس کو صحابہ کی مشتاق آنکھیں بھی دیکھ لیتیں یا کبھی کسی موقعہ پر کسی وقتی ضرورت سے یہ صورت پیدا ہو جاتی تو آپ کے رخ انور کے شیدائی معجزے سے پہلے بھاگ بھاگ کر خود صاحب معجزہ کے

اور پھر اسی کے بعد اس کی نظر میں ہو جاتے۔ جب کسی کے کمال کا علم یقین پہلے سے حاصل ہو چکا ہو تو اب اس کے ظہور پر کمال پر حیرت کیا؟

ایک مرتبہ شق القمر جیسا عظیم الشان معجزہ کفار قریش کی فرمائش پر منیٰ میں ظاہر ہوا لیکن وہاں تو ایک جماعت بھی تھوڑی ہی دیر تھی جو اس کو اس باکمال کا صرف ایک ذرا سا کرشمہ سمجھی تھی اور کو اس پر تحیر کیا ہوتا؟ پھر اس عظیم الشان واقعہ کو دیکھنے والے حسب الاتفاق چونکہ چند ہی اشخاص تھے اس لئے انھوں نے اپنی نظروں میں سب سے عجیب بات سمجھ کر بس اس ایک واقعہ کا بھی ذکر کر دیا لیکن اس کے بعد جگہ جگہ اس کا تذکرہ کرتے پھرنا ثابت ہوتا ہے نہ اس کو کوئی غیر معمولی واقعہ بنا کر اس کے لئے تفتیش قائم کرنا نظر آتا ہے ورنہ تو اس کے راوی آپ کے سیکڑوں صحابہ ہوتے۔ یہ تو جب ہے کہ جب کسی کی نظروں میں کسی کی نفس شخصیت ہی سمائی ہو اس کو دوسری طرف نظر اٹھانے کی فرصت کہاں؟

اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ دو صحابی آپ کی مجلس سے اٹھے اور واپسی کے وقت شب تاریک میں ایک کی لاٹھی مشعل کی طرح خود بخود روشن ہو گئی پھر جب دونوں کے گھروں کا راستہ جدا جدا ہونے لگا تو ہر ایک کی لاٹھی الگ الگ روشن ہو گئی لیکن اس عجیب و غریب واقعہ کو نہ خود انھوں نے نہ دوسروں نے کسی رنگ آمیزی سے بیان کیا اور نہ کسی نے اس کو زیادہ تعجب سے سنا۔ بس ایک بات تھی جو آئی گئی ہو گئی۔

اسی طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں جو سینکڑوں مرتبہ پیش آتے تھے اور گزر جاتے تھے۔ اس لئے ان غیر معمولی سے غیر معمولی واقعات کو ایک مستقل فن کی حیثیت سے مدون کرنا اس وقت کا مذاق ہی نہ تھا۔ نبوت جیسے آفتاب کی درخشانی کے زمانے میں یہ مذاق ہوتا کیسے۔ صحابہ میں جمع قرآن ہی کی طرف وہ توجہ نہ ہوئی جو عہد صدیقی پھر عہد فاروقی اور آخر میں عہد عثمانی میں نظر آتی بھلا وہاں دوسرے ہر دوسرے کے عجائبات کے بیان کا مذاق کب ہو سکتا تھا۔ تعجب ہے کہ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک شق صدر کے واقعہ پر جو آپ کی عہد طفولیت کا تھا، حیرت قابل حیرت ہے کہ اس کو بیان کرنے والے اور صحابہ کیوں نہیں۔ بات تو دیکھنے اور سمجھنے کی یہی ہے جس خادم نے اس کو بیان کیا ہے وہ بھی صرف ضمنی طور پر اور اس واقعہ کی صحت اور مزید تشریح کے لئے بیان کیا ہے۔ حدیثوں سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ صحابہ جگہ جگہ اس کو دہراتے رہے ہوں یا اس کو آپ کے دیگر کمالات کے سامنے کوئی غیر معمولی کمال تصور کرتے ہوں۔ آفتاب بدرخشاں خود کامل ہوتا ہے اس لئے اس کی ایک عام ضوافشانی کے کمال پر کسی کا ذہن ہی نہیں جاتا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین صحابہ کرام کی نظروں کے سامنے سب سے بڑا کمال آپ ہی کا وجود مجمع الکمالات تھا۔ ہر محفل میں ان ہی کا دم بھرتے اور ان ہی کے علوم و معارف کا چرچا کیا کرتے۔ اس ضمن میں اگر

بلکہ خود حسن بصریؒ اور شافعیؒ جیسے امام بھی ہیں۔ اب اگر ہم بھی کسی مبالغہ آمیزی میں مبتلا ہے تو ہم بھی کسی طرح اس سے الگ رہنا نہیں چاہتے بقول امام شافعیؒ

ان کان رفضاً حب آل محمد ۔۔۔ فلیشهد الثقلان انی رافضی

اس موازنہ کے حل کرنے کے لئے اپنے سامنے آپ وہ کلمات رکھئے جو غیر نبیوں نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی الوہیت کے اثبات میں لکھ مارے ہیں۔ یقیناً اگر غیر نبیوں کے افراط اور مبالغہ آمیزی نہ ہوتی تو علماء کرام کے قلم سے وہ کلمات بھی نہ نکلتے جو کہ علی پر حق ہیں پھر بھی حق خلفاء معجزات کے باب میں جو موازنہ کیا گیا ہے وہ تو ایک مومن کے لئے اقتضا باقی ہی ہونا چاہیے۔

اب ذیل میں ہم ایک بڑے حافظ حدیث کا قصیدہ بھی نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ شاعری کے میدان میں آکر بھی اس بات میں مبالغہ کرنے سے انھوں نے کتنا گریز کیا ہے۔

قال الشیخ جمال الدین ابو زکریا الماهر الحافظ للاحادیث المتوفی ۶۵۶ھ

(آنحضرتؐ کی مدح میں حافظ شیخ جمال الدین ابو زکریا رحمۃ صرصری متوفی ۶۵۶ھ کا ایک قصیدہ۔)

۱ محمد المبعوث للناس رحمة ۔۔۔ یشید ما اوهی الضلال ویصلح

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تمام لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں گمراہی نے جن بنیادوں کو کمزور کر دیا تھا آپ نے ان کو پھر استوار و مضبوط کر دیا اور ان کی اصلاح فرما دی۔

۲ لئن سبحت صم الجبال مجیبة ۔۔۔ لداؤد او لان الحدید المصفح

اگر حضرت داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے جواب میں ٹھوس پہاڑوں نے تسبیح پڑھی تھی یا ان کے لئے لوہے کی تختیاں نرم ہو گئی تھیں۔

۳ فان الصخور الصم لانت بکفه ۔۔۔ وان الحصا فی کفه لیسبح

تو آپ کے لئے بھی سخت سے سخت پتھر نرم ہوگئے ہیں اور کنکریوں نے آپ کے دست مبارک میں تسبیح پڑھی ہے

۴ وان کان موسی انبع الماء من العصا ۔۔۔ فمن کفه قد اصبح الماء یطفح

اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بذریعہ عصا پتھر سے چشمہ جاری کیا تھا تو آپ کی انگشت مبارک سے بھی پانی پھوٹ کر ابل پڑا۔

۵ وان کانت الریح الرخاء مطیعة ۔۔۔ سلیمان لا تألو تروح وتسرح

اور اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر کر دی گئی تھی جو صبح و شام آپ کی خدمت کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کرتی تھی۔

۶ فان الصبا کانت لنصر نبینا ۔۔۔ برعب علی شهر به الخصم یکلح

تو بادِ صبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح کے لئے بارعب تھی اور دشمن ایک ماہ کی مسافت پر آپ سے خوف زدہ ہو کر دانت نکالنے لگتا تھا۔

سہو لیجیے کہ الدم والقمل والضفادع والجراد وغیرہ کا ان کے معجزات میں شمار کرنا کیا معنی رکھتا ہے کیونکہ یہ نہیں کہ وہ ان کے لئے آیات نبوت تھیں۔ اس کے بعد اب آئندہ احادیث کو پڑھئے تو تسلی آپ کو ان میں خود نشان معجزات نظر آئیں گے اور ان کے آیات نبوت شمار ہونے میں ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی شبہ نہیں رہے گا۔

بعض وہ معجزات جن کی عام اسانید گو ضعیف ہیں لیکن

حافظ وائمہ کے نزدیک وہ دوسری قابل اعتبار اسانید سے ثابت ہیں

حافظ ابن حجرؒ نے باب علامات النبوۃ کے شروع میں آپؐ کی ولادت کے وقت خانۂ آتش کا سرد ہو جانا اور قصور شام کا روشن ہونا، آسمان سے ستارے کا جھکتا ہوا معلوم ہونا، شب ولادت میں ایوان کسریٰ کے بعض کنگروں کا گر جانا، آتش کدۂ فارس کا بجھ جانا اور آپؐ کی دودھ پلانے والی عورت کے دودھ میں بڑی برکت ہونی اور اس کے علاوہ ان کے گھر میں قسم قسم کی دوسری برکات کا ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری)۔

حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ پھر ان کی انواع واقسام کا اجمالی تذکرہ فرماتے ہوئے لکھا ہے جیسے قرآن مجید، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، اہل کتاب کی شہادت، کاہنوں کی غیبی آوازیں اور انبیاء علیہم السلام کی آپؐ کے متعلق بشارتیں، قصہ اصحاب فیل اور اس کے علاوہ آپؐ کے سن ولادت میں دیگر عجائبات کا ظہور اور آسمان پر غیر معروف طریقے پر کثرت ستاروں کا ٹوٹنا، گذشتہ اور مستقبل کی ایسی خبروں کا بیان کرنا جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر کسی کو نہیں ہو سکتا جیسے آدم علیہ السلام اور بقیہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی کے واقعات بالخصوص جبکہ مکہ میں علماء اہل کتاب کا وجود بھی نہ ہو۔ ادھر آپؐ عربی کے سوا کوئی اور زبان جانتے نہ ہوں بلکہ خود امی بھی ہوں اور عربی کی نوشت وخواند سے بھی ناواقف ہوں اور نبوت سے قبل کہیں باہر تشریف بھی نہ لے گئے ہوں۔ تاریخ سے آپؐ کے کل دو سفر معلوم ہوتے ہیں، ایک میں آپؐ کے چچا آپ کے ساتھ تھے اور کسی ایک مقام پر بھی ان کا آپؐ سے علیحدہ ہونا ثابت نہیں اور نہ کسی اہل کتاب یا غیر اہل کتاب عالم کے ساتھ علیحدہ ملاقات کرنا ثابت ہے۔ ان کے علاوہ بحیرا راہب کا آپؐ کی نبوت کی شہادت دینا یا آپؐ کی انگشتان مبارک سے پانی کا جاری ہونا اور یا تھوڑے سے کھانے میں اتنی برکت ہو جانا کہ بڑی سے بڑی جماعتیں اس سے شکم سیر ہو جائیں۔ اسی طرح پانی میں وہ برکت نمایاں ہونی کہ لشکر کا لشکر اس سے سیراب ہو جائے۔ دشمن کے مقابلے میں حالات کی نامساعدت کے باوجود اپنی فتح ونصرت کا علی الاعلان کر دینا وغیرہ وغیرہ۔

(الجواب الصحیح از ص ۱۳۰ تا ص ۱۵۵)

الاحادیث التی قد تصدی الی تاویلها او انکارها بعض من لجیح الی الاعتزال وغلبت علی عقولهم التحقیقات الحدیثة من غیر نظر الی اسانیدها وما قال فیها الائمة والمحدثون

الرسول الاعظم رؤیا أمه حین وضعته صلوات الله وسلامه علیه

(۳۰۹) عن العرباض بن ساریة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اِنّی عند الله لخاتم النبیین وانّ آدم لمنجدل فی طینته وسأنبئکم بأوّل ذلک دعوة ابراهیم وبشری عیسی ورؤیا امّی التی رأت وکذلک امهات المؤمنین

ان احادیث کا بیان جن کے انکار و تاویل کے بعض وہ لوگ درپے ہوئے ہیں جن کا طبعی میلان معتزلہ کی جانب ہے یا ان کے دماغوں پر جدید تحقیقات کی وحشت طاری ہو چکی ہے۔ اس کے بغیر کہ ان کی اسانید کی طرف اور علماء و محدثین نے ان کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس پر بھی نظر ڈالی گئی ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے متعلق آپ کی والدہ ماجدہ کا ایک نور مشاہدہ کرنا

(۳۰۹) عرباض بن ساریہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین تھا اور آدم علیہ السلام ابھی آب و گل ہی کی حالت میں تھے یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا اور میں تم کو اس کی ابتدا بتاتا ہوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا مصداق ہوں اور اپنی والدہ کے اس خواب کی تعبیر ہوں جو انھوں نے دیکھا تھا چنانچہ جب آپ پیدا

(۳۰۹) یہاں آپ کی والدہ حضرت سعدیؓ نے جتنا غیر معمولی برکات کا ذکر کیا ہے یعنی ان کے گھر کے اندر شاید ہی آئی تھی یعنی ان کے مال و متاع میں برکت۔ اور آپ کے احسان کی وہ زیادتی جو عام معمول سے کچھ اوپر کی تھی منسوب آتی تھی آپ کی بکریوں ہی میں حاصل ہوئی۔ حضرت علیمہ سعدیہؓ کا آپ کے متعلق یہ بیان اسی بیان سے بہت ہی ملتا جلتا ہے جو قرآن پاک میں حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق ذکر کیا ہے۔ وانبتها نباتاً حسناً۔

يَرَوْنَ وفي رواية قالت أمّ رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيت حين وضعته نوراً أضاءت منه قصور الشام. رواه أحمد بأسانيد والبزار والطبراني بنحوه وفي رواية له تصديق لذلك رؤيا أمي التي رأت في منامها أنها وضعت نوراً أضاءت منه قصور الشام. قال الهيثمي وأحد أسانيد أحمد رجاله رجال الصحيح غير سعيد بن سويد وقد وثقه ابن حبان (مجمع الزوائد ج٨ ص٢٢٣). وقد أخرج الحاكم في المستدرك نحوه وهو على شرط الصحيح (ج٢ ص٢٠٠) وجعلها الحافظ ابن حجر شاهداً للأحاديث الواردة في هذا المعنى. وأخرج الهيثمي في مجمع الزوائد عن حليمة بنت الحارث السعدية التي أرضعته صلى الله عليه وسلم قصة كثرة لبنها والبركة في الغنم وهزال النوق ونشوء الصبي وأنه كان يشب في اليوم شباب الصبي في شهر وأن أمه صلى الله عليه وسلم رأت النور وقت الوضع وإضاءة الحالق لأهل بصرى ووضعه اليد على الأرض ورفعه رأسه إلى السماء إلى غير ذلك من خلاف سائر الولدان رواه أبو يعلى والطبراني ورجالهما ثقات (مجمع الزوائد ج٨ ص٢٢١) وأخرج إضاءة قصور الشام من حديث أحمد بأسانيد مختلفة عن أحمد والبزار والطبراني قال الهيثمي وأحد أسانيد أحمد رجاله رجال الصحيح غير سعيد بن سويد وقد وثقه ابن حبان (مجمع الزوائد ج٨ ص٢٢٣) والقصد أن تلك الواقعات التي ذكرت في كتب الدلائل والسير ليست باطلة بأسرها كما زعم بل معتبرة عند أهل الحديث.

ہوئے تو آپ کی والدہ نے ایک نور دیکھا کہ جس کی روشنی سے شام کے محلات جگمگا اٹھے۔ اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کی والدہ بھی دیکھا کرتی تھیں۔ (مسند احمد۔ طبرانی۔ مستدرک)۔

یہاں مصنف نے اس قسم کے ساتھ جو آپ کی برکت ولادت ظہور پذیر ہوا وہیں بعض خصوصیات کا ذکر کیا ہے مثلاً آپ کا عام بچوں کے برخلاف بچپن انگشت مبارک اٹھانے دست مبارک زمین پر رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان واقعات کا بیان کرنے والا آپ کی والدہ ماجدہ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے اور چالیس سال کی عمر تک اس کے ناقل بہت ضبط و اتقان کے ساتھ کہاں مل سکتے ہیں۔ مگر اس پر تعجب ہی تعجب ہوتا ہے کہ اسی واقعہ کو بھی محدثین نے اسی اسانید کے ساتھ پیش کیا ہے جو ان کے نزدیک معتبر تھیں [illegible] تفصیلات ہم عربی میں نقل کر چکے ہیں۔ اور [illegible] ان اصحاب کے سامنے ان کا ذکر کرنا عام طور پر غیر مفید معلوم ہوا۔ حدیث مذکور سے یہ بھی ثابت ہے جو معلوم ہوا کہ یہ نظارہ نہ صرف آپ کی والدہ کو نظر آیا بلکہ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کی والدات کو بھی شرکت نصیب تھی اور ایسا ہی ہونا بھی چاہئے تھا۔ بڑی کی شخصیت کوئی معمولی نہیں ہوتی لہٰذا ان کی ولادت پر ان کی علامات اگر عجیب و غریب [illegible] ہوں تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے ان کو نظارہ [illegible] عجیب سے آج بھی ہم غیر معمولی [illegible] بعض بچوں کی ولادت پر اس قسم کے واقعات سنتے اور ان کا یقین کرتے ہیں [illegible] ان کا مشاہدہ کرنے والا ان کی والدہ یا چند عورتوں کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا اور ہر موقع پر سند کا مطالبہ اور وہ بھی بخاری کی شرط کا مطالبہ کرنا غیر معقول تصور کیا جاتا ہے۔

أُرسلت عليهم الشهب فرجعت الشياطين فقالوا ما لكم فقالوا حيل بيننا و
بين خبر السماء وأرسلت علينا الشهب قال ما حال بينكم وبين خبر السماء إلا
ما حدث فاضربوا مشارق الأرض ومغاربها فانظروا ما هذا الأمر الذي حدث
فانطلقوا فضربوا مشارق الأرض ومغاربها ينظرون ما هذا الأمر الذي
حال بينهم وبين خبر السماء قال فانطلق الذين توجهوا نحو تهامة إلى
رسول الله صلى الله عليه وسلم بنخلة وهو عامد إلى سوق عكاظ وهو يصلي
بأصحابه صلوة الفجر فلما سمعوا القرآن تسمعوا له فقالوا هذا الذي
حال بينكم وبين خبر السماء فهنالك رجعوا إلى قومهم فقالوا يا قومنا
إنا سمعنا قرآنا عجبا يهدي إلى الرشد فآمنا به ولن نشرك بربنا أحدا
وأنزل الله تعالى على نبيه صلى الله عليه وسلم قل أوحي إلي أنه استمع
نفر من الجن وإنما أوحي إليه قول الجن. (رواه البخاري)

(۱۳۱۲) عن مجاهد قال حدثني شيخ أدرك الجاهلية ونحن في غزوة رودس

بندش ہو چکی تھی اور ان پر آتش باری ہونے لگی تھی اس پر شیاطین واپس آ گئے اور باہم گفتگو کرنے لگے آخر یہ بات
کیا ہے کہ اب ہم آسمانوں پر خبریں سننے کے لئے جا بھی نہیں سکتے اور ہمارے اوپر شہب کی بوچھاڑ کی جاتی ہے
ہو نہ ہو ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے لہٰذا مشرق و مغرب کو چھان کر اس کی تحقیق کرو کہ بات کیا پیش آئی ہے
چنانچہ جنات اس واقعہ کی تحقیق کے لئے مشرق و مغرب میں پھیل پڑے۔ اتفاق سے جو جماعت تہامہ
کی طرف چلی تھی وہ مقام نخلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ پہنچی اس وقت آپ بازار عکاظ کو
جاتے ہوئے اپنے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے جب انھوں نے قرآن پاک سنا تو غور کے ساتھ کان
اس کو سننے لگے تب بے ساختہ بول اٹھے کہ وہ بات یہی ہے جس کی وجہ سے ہمارے اور آسمانی خبروں کے
درمیان بندش ہو گئی ہے۔ بس اسی وقت اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے اور اپنی قوم سے کہا ہم نے
ایک عجیب و غریب قرآن سنا ہے جو لوگوں کو بھلائی کی راہ دکھاتا ہے ہم تو اس پر ایمان لا چکے ہیں۔
اور اب ہم اپنے پروردگار کا کسی کو ہرگز شریک نہیں ٹھہرا سکتے۔ اس واقعہ کی تصدیق کے لئے اللہ تعالیٰ
نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی: قل اوحی الی ۔

(۱۳۱۲) مجاہد کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک شیخ نے بیان کیا جن کو ابن عبسی کہا جاتا تھا اس وقت ہم

يقال له ابن عبس قال كنت أسوق بقرة لآل لنا فسمعت من جوفها يا آل ذريح، قول فصيح، رجل يصيح، أن لا إله إلا الله، قال فقدمنا مكة فوجدنا النبي صلى الله عليه وسلم قد خرج بمكة (رواه احمد ورجاله ثقات [illegible]).

(١٣٣) عن جابر بن عبد الله قال إن أول خبر قدم علينا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أن امرأة كانت لها تابع قال فأتاها في صورة طير فوقع على جذع لهم قال فقالت ألا تنزل فتخبرنا ونخبرك قال إنه قد خرج بمكة

غزوہ خندق میں مشغول تھے اس نے کہا کہ میں اپنے خاندان کی گائے چرا رہا تھا میں نے اس کے اندر سے ایک آواز سنی اے ذریح کے خاندان والو ایک فصیح بات ایک خیر خواہ شخص کہتا ہے کہ خدا کے سوا اور خدا کوئی نہیں۔ اس کے بعد اس نے کہا ہم مکہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوے نبوت کا اعلان کر چکے ہیں۔ (مسند احمد)۔

(١٣٣) جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو سب سے پہلی خبر ہم کو ملی وہ اس صورت سے ملی کہ ایک عورت کے ایک جن تابع تھا ایک دن وہ ایک پرندہ کی شکل میں اس کے گھر کے ایک کھجور کے تنہ پر آکر بیٹھا وہ کہتی ہے میں نے کہا آ جاؤ مہمان ہو جاؤ اور تم ہم کو خبریں سناؤ اور ہم تم کو سنائیں اس نے کہا ایک نبی مکہ میں ظاہر ہوئے ہیں جنہوں نے ہم پر زنا حرام کر دیا ہے اور [illegible]

(١٣٣) ان احادیث سے اہل کتاب، نجومیوں اور جنات کے درمیان آپ کی بعثت کا مشہور ہو جانا باسناد حسن اور ایسے رجال کی روایت سے ثابت ہے جن کی توثیق کی گئی ہے لہذا اگر اس قسم کی خبریں کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ کتب دلائل میں ملتی ہیں تو وہ قابل انکار ہو سکتی ہیں نہ قابل تعجب۔ ان کو تسلیم کر لینا چاہئے۔ ہاں اس جزم کے ساتھ ان کو اصطلاحی صحیح کا درجہ دینا بھی بے محل ہوگا لیکن ان کی تکذیب کرنا اور ان کے بے اصل بنانے کی سعی کر کے دنیا کو یہ باور کرانا کہ گویا کہ یہ روایات ان محدثین کی صرف ایک من گھڑت باتیں تھیں یہ بھی قرین انصاف نہیں ہے بلکہ خلاف واقع اور اپنے تعصب سے اونچی بات ہے۔ یہاں ہم نے اس قسم کی احادیث کے استیعاب کا ارادہ نہیں کیا بلکہ صرف مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر یہ بتانا چاہا ہے کہ اگر کسی نے مختصر کر کچھ لکھنا ہی ہو اور ان معجزات کا انکار کرنا ہی ہو تو وہ ذرا سنبھل کر لکھے اور یہ نہ سمجھے کہ [illegible]

اسی نوع کی [illegible] بھی ہیں

(تنبیہ) مجاہدؒ کی یہ روایت اس روایت سے بہت ملتی جلتی ہے جو صحیح بخاری کی آپ کے ملاحظہ سے ابھی گذری اور اسی بات پر ہم نے تنبیہ کی تھی کہ کسی متعدد روایت پر بے بنیاد ہونے کا حکم لگانے سے پہلے یہ بھی دیکھ لینا ضروری ہے کہ کہیں اس کی پشت پناہ دوسری کوئی صحیح روایت موجود تو نہیں۔

رجل حرم علیک انوتک وسلم ومنا الفراش. رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط و
رجالہ وثقوا (مجمع الزوائد ص)

(۱۴۳) عن عائشۃ قالت کان یہودی قد سکن مکۃ فلما کانت اللیلۃ التی
ولد فیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا معشر قریش ہل ولد فیکم اللیلۃ
مولود قالوا لا نعلم قال انظروا فانہ ولد فی ہذہ اللیلۃ نبی ہذہ الامۃ
بین کتفیہ علامۃ لا یرضع لیلتین لان عفریتا من الجن وضع یدہ علی فیہ
فانصرفوا فسألوا فقیل لہم قد ولد لعبد اللہ بن عبد المطلب غلام فذھب
الیہودی معہم الی امہ فاخرجتہ لہم فلما رأی الیہودی العلامۃ خر مغشیا
علیہ وقال ذہبت النبوۃ من بنی اسرائیل یا معشر قریش اما واللہ لیسطون
بکم سطوۃ یخرج خبرہا من المشرق والمغرب۔ قال الحافظ رواہ یعقوب بن
سفیان باسناد حسن (فتح الباری ص)۔

ہم کو روک دیا ہے۔ (احمد، طبرانی)

(۱۴۳) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک یہودی تھا جو مکہ مکرمہ میں رہا کرتا تھا جس شب میں آپ کی
ولادت ہوئی تھی اس نے لوگوں سے تحقیق کی کہ آج کی شب میں کیا تمہارے گھروں میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے
لوگوں نے کہا ہم کو معلوم نہیں۔ اس نے کہا اچھا جاؤ تحقیق کرو کیونکہ اس شب میں ضرور اس امت کا نبی
پیدا ہو چکا ہے اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے اور دو راتوں سے اس نے منہ میں
دودھ بھی نہیں لیا ہے کیونکہ ایک سرکش جن نے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ چھوڑا ہے (یہ جھوٹ کہا) لوگ واپس
ہوئے اور تحقیق شروع کی تو ان سے کہا گیا کہاں عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر ایک فرزند پیدا ہوا ہے وہ یہودی
ان کو ساتھ لیکر ان کی والدہ کے پاس گیا انھوں نے آپ کو دکھلایا۔ یہودی کا اس علامت کو دیکھنا تھا کہ وہ
بیہوش ہو کر گر پڑا اور بولا افسوس، بنی اسرائیل میں نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ معشر قریش یاد رکھو کہ یہ تم پر ایسا زبردست
حملہ کریں گے جس کی خبر مشرق سے غرب تک اڑ جائے گی۔ (فتح الباری)

(۱۴۳) یہ ایک یہودی کی شہادت ہے جس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ان کی کتب میں صرف آپ کی صفات ہی کا ذکر
نہ تھا بلکہ آپ کے وقت ولادت تک کا ذکر موجود تھا اسی بنا پر وہ آپ کی ولادت کی تحقیق کے لئے نکلا تھا۔ یہ روایت
اگرچہ صحیح بخاری میں موجود نہیں ہے مگر حافظ ابن حجرؒ جو اس کے بڑے شارحین میں سے ہیں اپنی مشہور کتاب فتح الباری میں
اس کی سند کی تحسین کر دینے کے بعد ہم کو اس میں کلام کی گنجائش نہیں ہے مگر قسطلانی کو "" سے اس میں تفرد ہے۔ ہم ان روایات کو نقل
کرنے میں یہ نہیں۔ تفصیل کے لئے کتب مولد دیکھی جائے

الرسول الاعظم وصورته المباركة عند الملوك والاحبار صلوات الله وسلامه عليه

(١٣١٦) عن جبير بن المطعم قال كنت اكره اذى قريش للنبي صلى الله عليه وسلم فلما ظننت انهم سيقتلونه خرجت حتى لحقت بدير من الديارات فذهب اهل الدير الى راسهم فاخبروه فقال اقيموا له حقه الذي ينبغي له ثلاثا الى ان قال ان لمست انا فاسئلوه ما شانه فقال فاتوني فسالوه فقال لا والله الا اني في قرية ابراهيم ابن عمي يزعم انه نبي فآذاه قومه فخرجت لئلا اشهد ذلك فذهبوا الى صاحبهم فاخبروه قولي قال هلموا فاتيته فقصصت عليه قصتي قال تخاف ان يقتلوه قلت نعم قال وتعرف شبهه لو تراه مصورا قلت نعم فادخلني بيتا فيه صور فاراه صورا مغطاة فقلت ما رايت شيئا اشبه بشيء من هذه الصورة به كانه طوله وجسمه وبعد

سلاطین اور اہل کتاب کے علماء کبار کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ موجود ہونے کا ثبوت

(١٣١٦) جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی ایذا رسانی مجھ کو سخت ناپسند تھی جب مجھ کو یہ خطرہ گذرنے لگا کہ اب یہ آپ کو قتل کرنے والے ہی ہیں تو میں مکہ سے باہر نکل گیا حتی کہ ایک گرجے میں جا پہنچا گرجے کے لوگ اس کے سردار کے پاس گئے اور اس کو میری اطلاع دی۔ اس نے کہا تین دن تک اس کی مناسب مہمانی کرو۔ ۔ ۔ ۔ اس کے بعد کہا ضرور اس کو کوئی خاص بات پیش آئی ہے۔ جاؤ اس سے جا کر پوچھو کیا واقعہ پیش آیا ہے (راوی کہتے ہیں) وہ آئے اور اس سے آ کر پوچھا اس نے کہا خدا کی قسم اور تو کوئی بات نہیں صرف اتنی بات ہے کہ حضرت ابراہیم کے وطن یعنی شہر مکہ میں میرے چچا زاد بھائی کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے اس بیان کی قوم نے ان کو ایذا دینی شروع کی۔ یہ دیکھ کر میں وہاں سے چلا آیا ہوں تاکہ میں اپنی آنکھوں سے ان واقعات کو نہ دیکھوں۔ انھوں نے میری اس ساری داستان کی اطلاع جا کے بڑے کو جا کر دی۔ اس نے کہا ان کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں اس کے پاس گیا اور اپنا سارا ماجرا اس کو کہہ سنایا۔ اس نے کہا کیا تم کو یہ ڈر ہے کہ وہ لوگ اس کو قتل کر ڈالیں گے میں نے کہا جی ہاں۔ اس نے کہا اگر تم دیکھو گے تو کیا ان کی صورت پہچان لو گے۔ میں نے کہا ہاں ابھی ابھی تو ان کے پاس سے آ رہا ہوں۔ اس کے بعد اس نے

(۳۱۸) عن المغيرة بن شعبة أنه لما دخل على المقوقس بالمصر والإسكندرية ملك النصارى أخرج لهم صور الأنبياء وأخرج له صورة نبينا صلى الله عليه وسلم فعرفها - كذا في الجواب الصحيح ص٢٤٥. وفي ابتداء فتوح الشام ما يدل على أن الأحبار كان عندهم شيء من تصاويره صلى الله عليه وسلم.

(۳۱۹) عن جبير يقول لما بعث الله نبيه صلى الله عليه وسلم وظهر أمره بمكة خرجت إلى الشام فلما كنت ببصرى أتتني جماعة من النصارى فقالوا لي أمن الحرم أنت قلت نعم قالوا أتعرف هذا الذي تنبأ فيكم قلت نعم قال فأخذوا بيدي فأدخلوني ديرا لهم فيه تماثيل وصور فقالوا لي انظر هل ترى صورة هذا النبي الذي بعث فيكم فنظرت فلم أر صورته قلت لا أرى صورته فأدخلوني

---

(۳۱۸) مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ جب وہ مقوقس شاہ مصر اور اسکندریہ شاہ نصاریٰ کے پاس گئے تو اس نے ان کو انبیاء علیہم السلام کی تصویریں دکھائیں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بھی دکھائی جس کو دیکھ کر فوراً انھوں نے پہچان لیا۔ (الجواب الصحیح ص۲۴۵)

(۳۱۹) جبیرؓ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور مکہ میں آپ کی شہرت اڑ گئی تو اتفاق سے میں شام کے لئے نکلا جب بصریٰ پہنچا تو میرے پاس نصرانیوں کی ایک جماعت آئی اور مجھ سے پوچھا کیا تم حرم کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں انھوں نے پوچھا ...... کیا تم اس شخص کو بھی پہچانتے ہو جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ یہ کہتے ہیں اس کے بعد انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ایک گرجا میں لے گئے جس میں کچھ تصویریں وغیرہ تھیں اور مجھ سے کہا ذرا غور سے دیکھئے کہ ان میں کوئی شکل و صورت اس نبی کی ہے جو تم میں بھیجے گئے ہیں۔ میں نے دیکھا تو ان میں

---

(۳۱۸) فتوح شام کے ابتداء میں بھی یہ [illegible] مروی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے پاس [illegible] بھی آپ کی تصویر مبارک موجود تھی۔ حافظ ابن تیمیہ کی شہادت ہی کافی ہے کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے نہیں جو موضوعات اور افسانے نقل کر کے اپنی کتاب میں درج کر لیتے اور پھر ان کو مخالفین نصاریٰ کے سامنے رکھ دیتے لیکن ان روایات کو معتبر مستند بیان کر کے پیش کیا ہے۔

(۳۱۹) ان جملہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تصویر کا موجود ہونا ثابت ہے اور ان سب کے بیانات میں اتنا تواتر ہے کہ قیاس نہیں کہتا کہ مختلف ادوار کی یہ من گھڑت کہانیاں ہوں بالخصوص جبکہ ثقات محدثین بھی ان کو اپنی کتب میں نقل کر کے اپنے دشمنوں کے سامنے بطور حجت پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

فجلست إليه فذكرت له عثمان فقال لا أقول لعثمان أبداً إلا خيراً لشيء
رأيته عند رسول الله صلى الله عليه وسلم كنت أتتبع خلوات رسول الله صلى الله عليه وسلم
وأتعلم منه فذهبت يوماً فإذا هو قد خرج فاتبعته فجلس في موضع فجلست
عنده فقال يا أبا ذر ما جاء بك قال قلت الله ورسوله قال فجاء أبو بكر
فسلم فجلس عن يمين النبي صلى الله عليه وسلم فقال له ما جاء بك
يا أبا بكر قال الله ورسوله قال فجاء عمر فجلس عن يمين أبي بكر فقال يا عمر
ما جاء بك قال الله ورسوله قال فتناول النبي صلى الله عليه وسلم سبع
حصيات أو تسع حصيات فسبحن في يده حتى سمعت لهن حنيناً كحنين النحل
ثم وضعهن فخرسن ثم وضعهن في يد أبي بكر فسبحن في يده حتى سمعت
لهن حنيناً كحنين النحل ثم وضعهن فخرسن ثم تناولهن فوضعهن في
يد عثمان فسبحن في يده حتى سمعت لهن حنيناً كحنين النحل ثم وضعهن

ان کے پاس جا بیٹھا اور ان کے سامنے حضرت عثمانؓ کا تذکرہ آگیا۔ انھوں نے فرمایا کہ ان کی شان میں بھلائی
کے سوا میں ایک کلمہ بھی اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا کیونکہ ان کی ایک خاص بات میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیکھ چکا ہوں۔ بات یہ تھی کہ میں اکثر ایسے موقعوں کی تلاش میں رہا کرتا تھا
کہ کہیں آپ کو تنہا پا جاؤں تو کچھ باتیں آپ سے حاصل کر لوں۔ ایک دن اسی تلاش میں گیا تو آپ
باہر جا چکے تھے میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا۔ آپ ایک جگہ پر جا کر بیٹھ گئے میں بھی آپ کے پاس جا بیٹھا آپ نے
پوچھا ابوذرؓ کہو کیسے آئے۔ میں نے عرض کی صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے۔ یہ کہتے ہی کہ اتنے میں
ابو بکرؓ آنکلے اور سلام کرکے آپ کے داہنی جانب آ بیٹھے آپ نے ان سے بھی یہی پوچھا انھوں نے بھی یہی
جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے۔ پھر اس کے بعد عمرؓ آگئے وہ آکر ابو بکرؓ کے داہنی بیٹھ گئے آپ نے
ان سے بھی وہی پوچھا کہو کیوں آئے انھوں نے بھی وہی جواب دیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے دست مبارک
میں سات یا نو کنکریاں لیں تو وہ آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ ان کی آواز شہد کی مکھیوں
کی بھنبھناہٹ کی طرح میں نے بھی صاف صاف سن لی پھر آپ نے ان کو زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش
ہو گئیں اس کے بعد ان کو ابو بکرؓ کو دے دیا تو ان کے ہاتھ میں پھر اسی طرح تسبیح پڑھنے لگیں اور
ان کی شہد کی مکھیوں کی طرح بھن بھن کی آواز میں نے بھی صاف صاف سن لی پھر ان کو زمین پر رکھ دیا

يدشتو ليهدة، ثم قال أما والله لا يتجعن بطنك وجعا أبدًا. أخرجه الحافظ
الحسن بن سفيان الفسوي المتوفى سنة ٣٠٣ في مسنده والحاكم والدارقطني والطبراني وأبو نعيم
ولأم أيمن هي بركة حاضنته صلى الله عليه وسلم وحاضنته، شرح المواهب ج٤ ص٢٣٢

وفيه قال الدارقطني هو حديث حسن صحيح وتعقب بأنه قال في علله إنه مضطرب
جاء عن أبي مالك النخعي وهو ضعيف اهـ. قال النووي إن القاضي حسينًا قال بطهارة جميع
فضلات صلى الله عليه وسلم وعندنا قال أبو حنيفة كما قاله العيني وقال شيخ الإسلام ابن حجر
قد تكاثرت الأدلة على طهارة فضلاته صلى الله عليه وسلم. شرح المواهب ج٤

وقال العيني بعد ما نقل عدة روايات من هذا الباب وأنا أعتقد أنه لا يقاس عليه
غيره وإن قالوا غير ذلك فأذني عنه صماء. عمدة القاري ج١

وفيه وكيف يقول ذلك (أبو حنيفة؟) وهو يقول بطهارة بوله وسائر فضلاته
صلى الله عليه وسلم. عمدة القاري ج١

پیٹ میں کبھی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ (حاکم۔ دارقطنی)۔

یہ ام ایمنؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ تھیں اور آپ نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی وہ یفعل ما یمکن أن یحتمل في الصدر والله تعالى هذا ما أحدث
به نفسي فإن كان صوابا فمن الله وإن كان خطأ فمني ومن الشيطان.

(تنبیہ): یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعض مرتبہ حدیثوں میں تحسین صرف حسن نیت کی ہوتی ہے جس عمل کی
نہیں۔ اسی لئے جس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینگی لگوانے کے خون کے پی لینے کا واقعہ مذکور ہے
اور جس میں آپ کی جانب سے تحسین کے کلمات مروی ہیں وہ مسئلہ کی لاعلمی کی حالت میں اس صحابی کی حسن نیت
پر مبنی ہیں جیسا کہ ایک صحابی کا ہر رکعت میں قل ھو اللہ کسی دوسری سورت کے ساتھ پڑھنے کا تذکرہ
جب آپ کے سامنے آیا تو آپ نے اس سورت کے بار بار پڑھنے کی وجہ دریافت کی تو اس صحابی نے جواب دیا لأن
فيها صفة الرحمن وأنا أحبها۔ اس نے یہ خوب بات کہی اور گویا یہی نیت تھی کہ اس پر آپ نے فرمایا حبك
إياها أدخلك الجنة۔ ان کلمات مدحیہ کے باوجود کسی امام کے نزدیک بھی ہر رکعت میں اس سورت کا تکرار
مستحب بھی نہیں۔ چہ جائیکہ سنت ہو کیونکہ یہاں تحسین صرف اس کی نیت کی تھی نہ کہ عمل کی، نبہ علیہ الحافظ
ابن تیمیہ فی اقتضاء صراط المستقیم۔

الرسول الاعظم و بعض خصائص جسدہ الشریف صلوات اللہ وسلامہ علیہ

(۱۳۳۳) عن عبد اللہ بن مالک ابن بحینۃ الاسدی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد فرج بین یدیہ حتی نری ابطیہ وقال قال ابن بکیر حدثنا بکر وقال بیاض ابطیہ

آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض جسمانی خصوصیات کا ذکر

(۱۳۳۳) عبد اللہ بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اتنے کشادہ کر دیتے کہ ہم آپ کے بغل دیکھ لیتے تھے۔ راوی کہتا ہے یعنی بغل کی سپیدی دیکھ لیتے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آپ جب بارش کے لئے دعا مانگتے تو اپنے دونوں ہاتھ اتنے اٹھا دیتے کہ آپ کی بغلوں کی سپیدی نظر آنے لگتی تھی۔ ابو موسیٰؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور

(۱۳۳۳) بعض علماء نے آپ کی بغلوں کی سپیدی کو آپ کے فضائل میں شمار کیا ہے حافظ عینی اور حافظ ابن حجرؒ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

قیل مرادہ وصف ابطیہ بالبیاض لانہ لم یکن فیہما شعر فکانا کلون جسدہ — یعنی چونکہ آپ کی بغلوں میں عام عادت کے خلاف بال نہ تھے اس لئے ان کا رنگ بھی آپ کے سارے جسم کی طرح تھا۔

امام قرطبی، محب الطبری اور بیہقی وغیرہ نے اس کو آپ کے معجزات میں شمار کیا ہے۔

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے اس کو آپ کے معجزات کے باب میں شمار کیا ہے ان کے نزدیک یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ ظاہر ہے کہ عرب کے گرم ملک میں بغلوں میں بالوں کا بالکل نہ ہونا تو ایک عجیب بات تھی۔

ہم یہاں یہ بحث نہیں کرتے کہ آپ کی بغلوں میں درحقیقت بال تھے یا نہیں لیکن اس میں شبہ نہیں کہ راوی نے جہاں کہیں آپ کے دست مبارک اٹھانے کا ذکر کیا ہے وہاں بیشتر آپ کی بغلوں کی اس سپیدی کا ذکر ضرور کیا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے اس اہتمام کا باعث ضرور آپ کی کسی غیر معمولی خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ اسی لئے جن علماء نے اس کو معجزات میں شمار کیا ہے وہاں یہ نکتہ پیش کرنے سے پہلے ان کی مراد معلوم کرنی بھی ضروری ہے تاکہ اتنی بات تو کم از کم صاف ہو جائے کہ انہوں نے محض ایک معمولی بات کو معجزہ قرار نہیں دیا۔ ہمارے نزدیک آپ کی اس صفت کی حیثیت وہی ہے جو شمائل میں آپ کی دوسری صفت "بعید ما بین المنکبین" کی ہے یعنی آپ کے دونوں شانوں کے درمیان غیر معمولی فاصلہ تھا جیسا کہ اسی کتاب میں گذر چکا ہے۔ آپ کے شانوں کا یہ فاصلہ کچھ ایسا ممتاز تھا کہ کتب سابقہ میں بھی اس کو آپ کی علامت نبوت میں سے ایک خاص علامت شمار کیا گیا ہے جو کہ جب کبھی یہودیوں نے آپ کے شکل و شمائل کا تجسس کیا ہے تو اس صفت کا بھی خاص طور پر ذکر کیا ہے جب تک یہ حقیقت ہماری نظروں سے پوشیدہ تھی ہمیشہ اس لفظ کی تشریح میں ہم کو [illegible] پڑتا تھا۔ شارحین نے صرف اتنا لکھا ہے کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ کا ہونا آپ کے سینہ کے چوڑے ہونے کی طرف اشارہ ہے اور ممدوح میں یہ بھی صفت ممدوح ہوتی ہے لیکن ہم کو کبھی اس سے تسلی نہ ہوتی اور دل میں یہ سوال پیدا ہوتا رہا کہ معجزہ میں [illegible] آپ کے صدر مبارک کا چوڑا ہونا کیوں نہیں

بين ثديي حتى وجدت بردها على فؤادي وقال إنك رجل مفؤود ائت الحارث بن كلدة أخا ثقيف فإنه رجل يتطبب فليأخذ سبع تمرات من عجوة المدينة فليجأهن بنواهن ثم ليلدك بهن (رواه ابو داؤد)۔

(۳۲۶) أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل على سعد بن أبي وقاص يعوده بمكة فاشتكى ..... قال فوضع يده على جبهتي فمسح وجهي وصدري وبطني فما زلت يخيل إلي أني أجد برد يده على كبدي حتى الساعة. رواه الامام احمد واصل الحديث عند البخاري كذا في شرح المواهب ۲۴۳۔

(۳۲۷) عن يزيد بن الاسود قال ناولني رسول الله صلى الله عليه وسلم يده فاذا هي أبرد من الثلج وأطيب ريحا من المسك. رواه البيهقي كذا في شرح المواهب ۲۴۳

آپ نے اپنا دست مبارک میری چھاتیوں کے درمیان رکھا اور اتنی دیر تک رکھا کہ میں نے اپنے قلب میں آپ کے دست مبارک کی خنکی محسوس کی اس کے بعد آپ نے فرمایا تم کو قلب کی شکایت ہے جاؤ حارث بن کلدہ کے پاس جا کر اپنا علاج کراؤ وہ شخص طبیب ہے۔ مدینہ طیبہ کی عجوہ کھجوریں لے کر اس کو مع گٹھلیوں کے کوٹ لے پھر اس کو بطریق لدود استعمال کرلے یعنی منہ میں ڈالے۔ (ابوداؤد)

(۳۲۶) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن ابی وقاص کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اس وقت یہ مکہ میں تھے اور بہت بیمار تھے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میری پیشانی اور سینہ اور پیٹ پر پھیرا تو آج تک مجھ کو یوں معلوم ہوتا ہے گویا آپ کے دست مبارک کی خنکی کا اثر میرے قلب و جگر پر ہے۔ (مسند احمد)

(۳۲۷) یزید بن الاسود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میری طرف بڑھایا تو میں نے خوشی کے ہاتھوں سے اس کو لے لیا تو وہ برف سے زیادہ خنک اور مشک کی خوشبو سے زیادہ مہکتا ہوا تھا (بیہقی)

آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے کے متعلق صحیح حدیثوں میں صحابہ کرام کا بیان ہے کہ اس میں عطر کی خوشبو تھی یہ صرف تمہیں نہیں بلکہ صحابہ تو خوشبو کے لئے اس کو ملنا شامل سمجھتے تھے کہ آپ کی نہ جانے یہ معطر ہو جاتی تھی آپ کی معاشرت کو بھی۔ آپ کے دست مبارک کی خوشبو مست ہونا تھا اس قسم کے خصوصیات کو معمولی بات کہہ کر ٹال دینا معمولی بات نہیں۔

(۳۲۹) واضح رہے کہ ان حدیثوں میں یہ باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) آپ کے ہاتھ کا ہونا (یعنی خنکی)　(۲) خنکی کا برف سے زیادہ تیز

(۳) پھر اس ہاتھ کا اثر مدت تک محسوس ہونا۔　(۴) اس کے ساتھ خوشبو کا محسوس ہونا یہ الگ بات ہے

کیا آپ اس کو عام انسانوں کی علامات میں شمار کر سکتے ہیں؟

الرسول الأعظم وقصة أم معبد وما ظهر من البركات بنزوله عندها صلوات الله وسلامه عليه

(١٣٣) عن هشام صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج من مكة مهاجرا إلى المدينة وأبو بكر ومولى أبي بكر عامر بن فهيرة ودليلهما الليثي عبد الله بن أريقط مروا على خيمتي أم معبد الخزاعية وكانت امرأة برزة جلدة تحتبي بفناء الخيمة ثم تسقي وتطعم فسألوها لحما وتمرا ليشتروا منها فلم يصيبوا عندها شيئا من ذلك وكان القوم مرملين مسنتين فنظر رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الشاة في كسر الخيمة فقال ما هذه الشاة يا أم معبد قالت شاة خلفها الجهد عن الغنم فقال هل بها من لبن قالت هي أجهد من ذلك

اُن معجزات وبرکات کا تذکرہ جو اُم معبد کے مکان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فروکش ہونے پر ظاہر ہوئیں

(١٣٣) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہشام کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکرؓ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہؓ اور عبد اللہ بن اریقط جو راستہ بتلانے والے تھے جب مکہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کے لئے چلے راستے میں ان کا گذر ام معبد کے خیموں پر ہوا۔ یہ سن رسیدہ اور مستعد عورت تھیں اپنے خیمے کے سامنے بیٹھی رہتیں اور مسافروں کے کھانے پانی سے خاطر کیا کرتی تھیں۔ ان صاحبوں نے اُن سے کچھ گوشت اور کھجور کے متعلق دریافت کیا تاکہ اس سے خرید لیں وہاں قحط پڑ رہا تھا اس لئے ان کو کچھ نہ ملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک بکری پر پڑی جو خیمہ کے ایک کونے میں کھڑی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا ام معبد! یہ بکری کیسی کھڑی ہے؟ انھوں نے عرض کی کمزوری کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکی۔ آپ نے پوچھا کیا اس کے نیچے کچھ دودھ ہے انھوں نے عرض کی اس میں اتنا دم کہاں

(١٣٣) ام معبد کی اس روایت کو متشدد سے متشدد مزاج سیرت نگار محدثین نے بنظر اعتبار ہی ذکر کیا ہے۔ پھر اس جنس کے معجزات مسلم اسانید کے ساتھ ثابت ہیں مگر ہمارے سیرت نگاروں نے اس کو بھی غیر مستند معجزات کی فہرست میں داخل کر دیا ہے۔ ہم حافظ ذہبی کی عبارت کا یہاں ترجمہ کر دیتے ہیں جو کم از کم اردو خواں اصحاب کے لئے تو بہت زیادہ موجب تسکین ہو سکتا ہے۔ ذکریہ بالروایت کو حاکم نے اپنے دستور کے مطابق بخاری و مسلم کی شرط کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔ ذہبی تلخیص المستدرک میں فرماتے ہیں،

قال أتأذنين لي أن أحلبها قالت بأبي أنت وأمي إن رأيت بها حلبا فاحلبها
فدعا بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فمسح بيده ضرعها وسمى الله تعالى
ودعا لها في شاتها فتفاجت عليه ودرت فاجترت فدعا بإناء يربض
الرهط فحلب فيه ثجا حتى علاه البهاء ثم سقاها حتى رويت وسقى
أصحابه حتى رووا وشرب آخرهم حتى أراضوا ثم حلب فيه الثانية على
هدة حتى ملأ الإناء ثم غادره عندها ثم بايعها وارتحلوا عنها فقل
ما لبثت حتى جاء زوجها أبو معبد يسوق أعنزا عجافا يتساوكن هزلا
مخهن قليل فلما رأى أبو معبد اللبن أعجبه قال من أين لك هذا
يا أم معبد والشاء عازب حائل ولا حلوب في البيت قالت لا والله إلا أنه
مر بنا رجل مبارك من حاله كذا وكذا قال صفيه لي يا أم معبد قالت رأيت

آپ نے فرمایا مجھ کو اجازت دو تو میں دودھ نکال کر دیکھوں؟ اس نے عرض کی میرے ماں باپ
آپ پر قربان آپ کو دودھ معلوم ہو تو شوق سے نکال لیجئے۔ آپ نے بکری کو اپنے پاس بلوایا اور اس کے تھن پر
ہاتھ پھیرا اور بسم اللہ کہہ کر برکت کی دعا فرمائی۔ بس نے فوراً ٹانگیں پھیلا دیں اور جگالی کرنے لگی اور دودھ
دینے لگی۔ آپ نے ایک برتن منگایا جو ایک جماعت کو سیراب کر سکے اور اس میں خوب دھاریں لگا کر
دودھ نکالا یہاں تک کہ برتن پر جھاگ آگئے پھر آپ نے اس کو پلایا یہاں تک کہ وہ شکم سیر ہوگئیں پھر اپنے
رفقاء کو پلایا یہاں تک کہ انھوں نے خوب پیٹ بھر کر پی لیا بعد میں آپ نے نوش فرمایا یہاں تک کہ آپ کے
سب ہمراہی شکم سیر ہو کر زمین پر سو رہے۔ آپ نے کچھ دیر کے بعد پھر دودھ نکالا یہاں تک کہ برتن بھر گیا
وہ آپ نے اسی کے پاس چھوڑ دیا اس کے بعد اس کو بیعت فرمایا اور روانہ ہو گئے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر
گزری ہوگی کہ اس کے شوہر ابو معبد آگئے تاکہ جو دبلی اور لاغر ہوئی بکریاں جن کی ہڈیوں میں گودا بھی نہ
تھا ان کو بھی ہانک کر لے آئیں جب ابو معبد کی نظر دودھ پر پڑی تو ان کو بڑا تعجب ہوا انھوں نے
پوچھا اے ام معبد یہ دودھ کہاں سے آیا؟ بکریوں میں تو کوئی بچہ والی نہ تھی اور گھر میں کوئی دوسری
دودھ کی بکری بھی نہیں (پھر یہ دودھ کیسا) اس نے کہا بخدا اور تو کچھ نہیں صرف یہ بات ہوئی ہے کہ
ایک مبارک شخص کا ہمارے پاس سے گزر ہوا ہے یہ ان ہی کے قدم کی برکت ہے انھوں نے کہا اچھا

ليس من هذه الطرق على شرط الصحيح -

یعنی ان طریقوں میں سے کوئی طریقہ اصطلاحاً صحیح کی شرطوں کے مطابق نہیں۔

الرسول الاعظم فی ظهور البركة فی اللبن والطعام صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۳۱) عَنِ الْمِقْدَادِ قَالَ أَقْبَلْتُ أَنَا وَصَاحِبَانِ لِي وَقَدْ ذَهَبَتْ أَسْمَاعُنَا وَأَبْصَارُنَا مِنَ الْجَهْدِ فَجَعَلْنَا نَعْرِضُ أَنْفُسَنَا عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْهُمْ يَقْبَلُنَا فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ بِنَا إِلَى أَهْلِهِ فَإِذَا ثَلَاثَةُ أَعْنُزٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَلِبُوا هَذَا اللَّبَنَ بَيْنَنَا قَالَ فَكُنَّا نَحْتَلِبُ فَيَشْرَبُ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنَّا نَصِيبَهُ وَنَرْفَعُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيبَهُ قَالَ فَيَجِيءُ مِنَ اللَّيْلِ فَيُسَلِّمُ تَسْلِيمًا لَا يُوقِظُ نَائِمًا وَيُسْمِعُ الْيَقْظَانَ قَالَ ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ فَيُصَلِّي ثُمَّ يَأْتِي شَرَابَهُ فَيَشْرَبُ فَأَتَانِي الشَّيْطَانُ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَقَدْ شَرِبْتُ نَصِيبِي فَقَالَ مُحَمَّدٌ يَأْتِي الْأَنْصَارَ فَيُتْحِفُونَهُ وَيُصِيبُ عِنْدَهُمْ مَا بِهِ حَاجَةٌ

آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ معجزات جو دودھ اور کھانوں میں برتر از قیاس برکات کے ظاہر ہوئے

(۱۳۳۱) مقداد روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو رفیق ایسے فقر و فاقہ کی حالت میں آئے کہ ہماری شنوائی اور بینائی دونوں جاچکی تھیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کیا مگر کسی نے ہمارا بار اٹھانا منظور نہ کیا بالآخر ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ہم کو لیکر اپنے گھر تشریف لائے دیکھا تو گھر میں تین بکریاں موجود تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان بکریوں کا دودھ نکال کر ہم سب کے درمیان تقسیم کردیا کرو۔ ہمارا دستور یہ تھا کہ ہم ان بکریوں کا دودھ نکالتے اور ہم میں سے ہر شخص اپنا اپنا حصہ پی لیتا اور آپ کے حصہ کا دودھ آپ کے لئے رکھ چھوڑتا۔ شب میں جب کبھی آپ تشریف لاتے تو بس اتنی بلند آواز سے سلام کرتے کہ اگر کوئی سوتا ہو تو بیدار نہ ہو اور بیدار ہو تو وہ سن لے۔ اس کے بعد مسجد میں تشریف لیجاتے اور نماز پڑھتے اس کے بعد تشریف لاکر اپنا حصہ نوش فرماتے۔ ایک شب کا قصہ ہے کہ میں اپنا حصہ پی چکا تھا شیطان نے مجھے بہکایا کہ آپ تو انصار کے ہاں تشریف لیجاتے ہیں وہ آپ کی

(۱۳۳۱) حدیث مذکور میں آپ کے دعائیہ کلمات میں ہم نے "من أطعمني" کا ترجمہ مستقبل کا کیا ہے تاکہ اصل مطلب واضح ہوجائے۔ بعض علماء نے اس کا ترجمہ ماضی کا کیا ہے جس کی وجہ سے ازاول تا آخر مراد خبط ہوکر رہ گئی ہے چنانچہ نووی مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں: فیہ الدعاء للمحسن والخادم ولمن سیفعل خیرا یعنی ان کلمات کا مقصد اپنے محسن اور خادم اور ہر اس شخص کے لئے جو آپ کے ساتھ آئندہ کوئی اچھا سلوک کرے اس سب کے لئے دعا کرنا تھا۔

إلى هذه الجرعة فأتيتها فشربتها فلما أن وغلت في بطني وعلمت أنه ليس إليها سبيل قال ندمني الشيطان فقال ويحك ما صنعت أشربت شراب محمد صلى الله عليه وسلم فيجيء فلا يجده فيدعو عليك فتهلك فتذهب دنياك وآخرتك وعلي شملة إذا وضعتها على قدمي خرج رأسي وإذا وضعتها على رأسي خرج قدماي وجعل لا يجيئني النوم وأما صاحباي فناما ولم يصنعا ما صنعت قال فجاء النبي صلى الله عليه وسلم فسلم كما كان يسلم ثم أتى المسجد فصلى ثم أتى شرابه فكشف عنه فلم يجد فيه شيئا فرفع رأسه إلى السماء فقلت الآن يدعو علي فأهلك فقال اللهم أطعم من أطعمني وأسق من أسقاني قال فعمدت إلى الشملة فشددتها علي وأخذت الشفرة فانطلقت إلى الأعنز أيها أسمن فأذبحها لرسول الله صلى الله عليه وسلم فإذا هي حافلة وإذا هن حفل كلهن

خدمت میں کچھ نہ کچھ پیش کرتے ہی رہتے ہیں اور آپ ان کے ہاں تناول بھی فرما لیتے ہیں بھلا اس گھونٹ بھر دودھ کی آپ کو کیا ضرورت ہے یہ سوچ کر میں گیا اور جا کر آپ کے حصہ کا دودھ بھی پی گیا جب میں نے اس کو اپنے پیٹ میں ڈال لیا اور اب گنجائش نہ رہی تو اب شیطان نے مجھے الٹا شرمندہ کیا اور کہا کمبخت تو نے یہ کیا نامناسب حرکت کی کہ آپ کے حصہ کا دودھ بھی پی گیا جب آپ تشریف لائیں گے اور اپنا حصہ نہ پائیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے حق میں بددعا فرمائیں اور تیرے دین و دنیا دونوں برباد ہو کر رہ جائیں میں ایک چھوٹی سی چادر اوڑھے ہوئے تھا اگر پیر ڈھانکتا تو میرا سر کھل جاتا اور اگر سر ڈھانکتا تو پیر کھل جاتے اور اس فکر میں کسی طرح نیند نہ آتی تھی میرے دونوں رفیق جنہوں نے یہ حرکت نہ کی تھی وہ آرام سے سو گئے اس کے بعد آپ تشریف لائے اور حسب عادت سلام کیا پھر مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز پڑھی اس کے بعد اپنے حصہ کا دودھ پینے کے لئے آئے برتن کھولا تو وہاں کچھ نہ تھا آپ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا میں نے کہا اب آپ نے میرے اوپر بددعا فرمائی اور میں برباد ہوا۔ مگر آپ نے یہ دعا فرمائی الٰہی جو مجھ کو کھلائے تو اس کو کھلا اور جو مجھ کو پلائے تو اس کو پلا (آپ کی یہ دعا سن کر) میں نے اپنی چادر سنبھالی اور چھری ہاتھ میں لیکر بکریوں کی طرف بڑھا اور ان میں جو فربہ ہو وہ آپ کے لئے اس کو ذبح کر ڈالوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سب کے

اسی لئے نووی نے کہا یہ اس خیال سے بکریوں کی طرف گئے تھے کہ شاید کوئی بھی آپ کی دعا میں شریک ہو جائے اور نووی نے کہا آپ نے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے ساتھیوں [illegible] خدا تعالیٰ کی رحمت میں شریک ہونے کی رغبت انسان [illegible] لیکن [illegible] جب اس کا مقصود حاصل ہو جائے تو [illegible] دوسروں کی شرکت کی بھی تمنا ہے [illegible] علیہم السلام [illegible] صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔

فعمدت الى انية لآل محمد صلى الله عليه وسلم ما كانوا يطمعون ان يحتلبوا فيه فحلبت فيه حتى علته رغوة فجئت به الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال أشربتم شرابكم الليلة قال قلت يا رسول الله اشرب فشرب ثم ناولني فقلت يا رسول الله اشرب فشرب ثم ناولني فلما عرفت ان النبي صلى الله عليه وسلم قد روي واصبت دعوته ضحكت حتى القيت على الارض قال فقال النبي صلى الله عليه وسلم احدى سوآتك يا مقداد فقلت يا رسول الله كان من امري كذا وكذا وفعلت كذا فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما هذه الا رحمة من الله عز وجل افلا كنت آذنتني فنوقظ صاحبيك فيصيبان منها قال فقلت والذي بعثك بالحق ما ابالي اذا اصبتها واصبتها معك من اصابها من الناس. (رواه مسلم في باب اكرام الضيف)

تھنوں میں دودھ بھرا ہوا ہے یہ دیکھ کر میں ایک برتن کی طرف بڑھا جس کے متعلق آپ کے گھر والوں کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ کبھی دودھ اتنا ہوگا کہ اس برتن میں دوہا جائے گا۔ لیکن میں نے اسی میں دودھ دوہا تو وہ بھر گیا یہاں تک کہ اس کے اوپر جھاگ آگئے۔ میں اس کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے پوچھا کیا تم لوگوں نے اپنا حصہ پی لیا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نوش فرمائیے آپ نے کچھ پی کر مجھ کو عنایت فرمادیا میں نے عرض کی اور نوش فرمالیجئے آپ نے اور پی لیا اور پھر مجھ کو عنایت فرمادیا جب میں سمجھ گیا کہ آپ خوب شکم سیر ہوچکے ہیں اور آپ کی دعا مجھ کو لگ چکی ہے تو میں ہنس پڑا اور ہنستے ہنستے زمین پر لیٹ پڑا۔ آپ نے فرمایا مقداد! یہ کیا نامناسب حرکت۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرا یہ واقعہ ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو محض اللہ تعالیٰ کی طرف کی ایک رحمت تھی تم نے پہلے اسی وقت مجھ کو خبر کیوں نہ کی کہ ہم تمہارے دونوں رفیقوں کو بھی جگا دیتے تو وہ بھی اس برکت خداوندی میں شریک ہو جاتے۔ میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے جب وہ برکت آپ کو پہنچ گئی اور آپ کے طفیل مجھ کو بھی نصیب ہوگئی تو پھر مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں رہی کہ کسی اور کو بھی پہنچی یا نہیں۔ (مسلم شریف)

۱ احدی سوآتک کا لفظی ترجمہ ہے کہ تیری ایک نازیبا حرکت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

الرسول الاعظم و معجزة رد الشمس لصلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۳۸) عن اسماء بنت عميس ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى الظهر بالصهباء ثم ارسل عليا عليه السلام في حاجة فرجع وقد صلى النبي صلى الله عليه وسلم العصر فوضع النبي صلى الله عليه وسلم رأسه في حجر علي فلم يحركه حتى غابت الشمس فقال النبي صلى الله عليه وسلم اللهم ان عبدك عليا احتبس بنفسه على نبيك فرد عليه شرقها قالت اسماء فطلعت الشمس حتى وقعت على الجبال و

آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج کا مشرق کی جانب لوٹ آنے کا معجزہ

(۱۳۳۸) اسماءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام صہباء میں ظہر کی نماز پڑھی اور نماز عصر سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ کو بلایا (حضرت علیؓ نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی) جب وہ تشریف لائے تو آپ نے ان کی گود میں اپنا سر مبارک رکھا (دیا) آپ کی آنکھ لگ گئی، حضرت علیؓ نے آپ کو بیدار کرنا پسند نہیں کیا (اور تیسری جلد میں گذر چکا ہے کہ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو خواب سے بیدار نہ کرنے کا دستور تھا) یہاں تک کہ آفتاب قریب الغروب ہو گیا اور عصر کی نماز کا وقت نکل گیا۔ جب آپ کی آنکھ کھلی تو آپ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کی نماز عصر کا وقت جا چکا تو آپ نے دعا فرمائی۔ خدایا تیرا بندہ علیؓ تیرے نبی کی خدمت میں مشغول رہا اس کی نماز عصر جاتی رہی (تو تو آفتاب کو پھر مشرق کی جانب لوٹا دے۔ اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ آفتاب پلٹا تو لوٹ آیا اس کی دھوپ پہاڑوں پر اور زمین پر پھیل گئی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ اٹھے

(۱۳۳۸) اس حدیث میں حضرت یوشع علیہ السلام کے معجزہ حبس شمس سے بڑھ کر آپ کا ایک معجزہ رد شمس منقول ہے۔ ترجمان السنہ جلد سوم میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی آنکھ لگ جاتی تو ان کو بیدار نہ کرنا ایک مستقل دستور تھا۔ وجہ کسی شرعی عذر سے نماز جاتی رہے تو قسمت اس کی [illegible] اور [illegible] کی خاطر [illegible] عظمت کی خاطر کوئی معجزہ دکھا دے تو یہ بالکل ممکن ہے۔ معجزات کا ظہور مشیت الٰہیہ اور اس کی حکمت پر موقوف ہے اس لئے یہ ضروری نہیں کہ جہاں کہیں آپ کی نماز کے فوت ہونے کا ذکر آئے وہاں اسی قسم کے کسی معجزہ کا ظہور بھی لازم ہو۔

واضح رہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے حبس شمس کا معجزہ تو صحیح بخاری سے ثابت ہے اس میں کسی کو کلام [illegible] نہیں [illegible] عقل [illegible] اور علم ہیئت کے [illegible] اعتراضات بیان ہوتے ہیں ان کا جواب پہلے وہاں [illegible] چکے۔ پھر آنحضرت کی [illegible] معجزہ [illegible] عجب ہو سکتا ہے جبکہ آپ کے معجزات میں سے ایک شق القمر بھی ظاہر ہو چکا [illegible] نظر سے [illegible] عجیب [illegible] اب [illegible] بات ہے کہ بعض [illegible] نے [illegible] حضرت علیؓ کے فضائل [illegible] اس کی صحیح [illegible]

ابن الجوزی بما یرادہ لہ فی الموضوعات وکذا ابن تیمیۃؒ فی کتاب الرد علی الروافض فی زعم وضعہ لہ واللہ اعلم فتح الباری ص۵۶۔

الرسول الاعظم وتظلیل السحابۃ علیہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ

(۱۳۳۹) عن عائشۃؓ قالت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم هل اتی علیک یوم کان اشد علیک من یوم احد قال لقد لقیت من قومک ما لقیت وکان اشد ما لقیت منهم یوم العقبۃ اذ عرضت نفسی علی ابن عبد یالیل بن عبد کلال فلم یجبنی الی ما اردت فانطلقت وانا مهموم علی وجهی فلم استفق الا وانا بقرن الثعالب فرفعت راسی فاذا

نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ ابن الجوزیؒ نے اسی طرح حافظ ابن تیمیہؒ نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگا دینے میں غلطی کی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل کے سایہ فگن ہونے کا معجزہ

(۱۳۳۹) حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کیا غزوۂ احد سے بڑھ کر بھی کوئی اور سخت وقت آپ پر گزرا ہے۔ آپ نے جواب دیا تمہاری قوم کی طرف سے جو جو مصائب میں نے برداشت کئے وہ تو گزر ہی چکے لیکن ایک بڑا سخت وقت مجھ پر گزرا ہے جبکہ میں نے ابن عبد یالیل کے سامنے اپنی نبوت کو پیش کیا تو اس نے میری مرضی کا جواب نہ دیا اور صاف انکار کر دیا۔ میں سر جھکائے مغموم چلا آ رہا تھا مقام قرن الثعالب پر آ کر ذرا میری طبیعت سنبھلی تو میں نے

(تشریح) حدیث کے مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہے کہ جب روافض اور دیگر اقوام نے حضرت علیؓ وغیرہ کے مناقب میں بے سر و پا احادیث نقل کرنا شروع کیں تو ان کے مقابلے میں بعض تیز مزاج عوام نے کچھ صحیح احادیث کو بھی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

(۱۳۳۹) جو لوگ مشرکین عرب کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیفوں کا تذکرہ لکھتے ہیں وہ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ پیہم ناکامیوں کے بعد جب طائف میں بھی آپ کو ناکامی کا سامنا ہوا ہوگا تو آپ کے قلب مبارک پر کیا کچھ گزرا ہوگا۔ نبوت عامہ کے بار عظیم کی ذمہ داری اور پھر پہلے ہی مرحلہ پر ناکامیوں پر ناکامیاں جن سے آپ کے قلب مبارک پر غم کے بادل چھا گئے تھے۔ مشکلات سے بڑے بڑے انسان کو بھی برداشت کی عادت پڑ جاتی ہے لیکن ابتدائی قدم پر جو خلاف امید ناکامی پیش آتی ہے وہ بہت صبر آزما ہوتی ہے اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جس طرح آپ کی تسلی کے لئے پہاڑ قدرت نے اپنی حفاظت کا مظاہرہ فرمایا تھا اسی طرح یہیں کرم بھی پیش آیا ہے۔ صحیح بخاری کی اس روایت میں صاف موجود ہے کہ جبرئیل نے دیکھا ایک بادل کا ٹکڑا سایہ کئے ہوئے تھا۔ پھر جبرئیل کے نکلنے والے واقعہ میں آپ کے اوپر بادل کا سایہ کرنا مذکور ہے تو آپ اس سے نتیجے سراسیمہ کیوں ہوتے ہیں جب یہ صحیح بخاری میں سایہ فگن مذکور ہے اس پر اگر سوا بادل سایہ کرے

فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ فَنَادَانِي فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اللّٰهُ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذٰلِكَ فِيمَا شِئْتَ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا. (رواہ البخاری)۔

پھر سر اٹھایا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل کا ٹکڑا مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ اس کی طرف نظر کی دیکھا تو اس میں جبرئیل موجود ہیں اور فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب سن لیا اور آپ کی خدمت میں پہاڑوں پر موکل فرشتہ کو بھیجا ہے۔ آپ ان کے متعلق جو چاہیں اس کو حکم دیں۔ اس کے بعد ملک الجبال (پہاڑوں پر موکل فرشتہ) نے مجھ کو سلام کیا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ درست بات ہے آپ فرمایئے کیا حکم فرماتے ہیں اگر حکم ہو تو میں ان دو پہاڑوں کے درمیان ان سب کو کچل ڈالوں۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں مجھ کو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل میں کوئی بندہ ایسا پیدا کرے گا جو خدائے وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرے۔ (بخاری شریف)

تو عجب کیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اس سب سے بڑھ کر صبر آزما موقعہ پر آپ کا جواب کتنی بڑی عالی حوصلگی کا ہے۔ زیادہ تفصیل کی اب وقت میں گنجائش نہیں۔

(تنبیہ) تعجب ہے کہ محدثین اور سیرت نگاروں نے بڑی مشکل سے تحریر باب کے قصہ میں آپ کے اوپر ایک بادل کے سایہ فگن رہنے کو تسلیم کیا ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا واقعہ نقل نہیں کیا جاتا کہ یہ واقعہ صحیح بخاری میں بھی صاف الفاظ میں موجود ہے۔ اب اگر معجزات سے منحرف حضرات پر یہ گراں ہو تو ان کو اختیار ہے کہ وہ اس کی بھی تاویل کر ڈالیں۔ بہرحال بخاری میں اس کے لئے "تظلیل سحاب" سے زیادہ اور کوئی صریح لفظ نہیں ہو سکتا تھا ورنہ قلم کہیں رکا نہیں جا سکتا اب ای حدیث بعض وہ حضرات۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جب آپ نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا تو اس میں سے جبرائیل کی وہ آواز سنی جو اوپر منقول ہوئی ہے اس کو اتفاقات پر محمول کرنا غیر معقول ہے درحقیقت یہ بادل قصداً قدرت کی طرف سے آپ پر سایہ کرنے کے لئے مامور تھا کہ اگر ایک طرف تو سب نے آپ کو چھوڑ دیا ہو تو دوسری طرف رحمت الٰہی کا آپ کے ساتھ ہونا آپ کے سامنے ہو۔

الرسول الاعظم وكلام السباع في زمانه صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۳۰) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ عَدَا الذِّئْبُ عَلَى شَاةٍ فَأَخَذَهَا فَطَلَبَهُ الرَّاعِي فَانْتَزَعَهَا مِنْهُ فَأَقْعَى الذِّئْبُ عَلَى ذَنَبِهِ فَقَالَ أَلَا تَتَّقِي اللَّهَ تَنْزِعُ مِنِّي رِزْقًا سَاقَهُ اللَّهُ إِلَيَّ؟ فَقَالَ يَا عَجَبًا ذِئْبٌ مُقْعٍ عَلَى ذَنَبِهِ يُكَلِّمُنِي كَلَامَ الْإِنْسِ. فَقَالَ الذِّئْبُ أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَعْجَبَ مِنْ ذَلِكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَثْرِبَ يُخْبِرُ النَّاسَ بِأَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ قَالَ فَأَقْبَلَ الرَّاعِي يَسُوقُ غَنَمَهُ حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ فَزَوَاهَا إِلَى زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَاهَا ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُودِيَ بِالصَّلَاةِ جَامِعَةً ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ باسعادت میں بعض اوقات درندوں کا آدمیوں کی طرح کلام کرنا

(۱۳۳۰) ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ ایک بھیڑیے نے کسی بکری پر حملہ کیا اور اس کو لے چلا۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ بھیڑیا دم دبا کر بیٹھ گیا اور یوں بولا: او چرواہے! تجھ کو خدا کا خوف نہیں آتا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رزق عطا فرمایا تھا اور تو نے اس کو مجھ سے چھین لیا۔ یہ سن کر چرواہا کہنے لگا کیسے تعجب کی بات ہے کہ ایک بھیڑیا دم دبا کر بیٹھا ہوا کس طرح انسانوں کی طرح باتیں کرتا ہے۔ بھیڑیے نے جواب دیا میں تجھ کو اس سے بڑھ کر ایک اور عجیب بات سناتا ہوں اور وہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یثرب میں لوگوں کو وہ خبریں بتا رہے ہیں جو گذر چکی ہیں۔ چرواہا اپنی بکریاں ہانکتا ہوا مدینہ میں پہنچا اور ان کو ایک کونے میں کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے سارا ماجرا عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے حکم دیا چنانچہ اعلان کر دیا گیا کہ نماز تیار ہے۔ اس کے بعد آپ تشریف لائے اور آپ نے

(۱۳۳۰) گذشتہ جلدوں میں آپ بہائم کے کلام کی چند حدیثیں پڑھ چکے ہیں ہمارے نزدیک جس دن بھی حیوانات کو ارتقائی حرکت سے انسان بن جانا قابل تسلیم حقیقت بن جائے تو ان حیوانات کی صرف زبان کا ارتقاء کوئی عجب کی بات نہیں ہونی چاہئے بالخصوص جبکہ حیوانات میں سے طوطا مینا جیسے جانوروں میں اب بھی اس صلاحیت کا ثبوت ملتا ہے مگر عجب ہے کہ جن لوگوں کو انسان حیوانات کی ذات میں ارتقاء پر ایمان لا سکتا ہے وہی زبان کی ذرا سی ارتقاء پر حیران نظر آتا ہے۔ قتل الانسان ما اکفرہ۔

حدیث مذکور میں اس قسم کے خرق عادات پر تعجب کرنے والوں کے لئے اس بھیڑیے کی تقریر قابل یاد ہے

الرسول الاعظم ورفع الحجابات بینه وبین بیت المقدس عند سوال قریش بعد القفول من سفره صلوات الله وسلامه علیه

(۳۴۳۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ فِی الْحِجْرِ وَقُرَیْشٌ تَسْاَلُنِیْ عَنْ مَسْرَایَ فَسَاَلَتْنِیْ عَنْ اَشْیَاءَ مِنْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ اُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهٗ قَطُّ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِ مَا یَسْاَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَنْبَاْتُهُمْ ثُمَّ ذَكَرَ لِقَاءَهٗ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَنَحْوَهٗ مُخْتَصَرٌ (رواه مسلم مشکوٰة ص ۵۲۹)

(۳۴۳۲) عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمَّا كَذَّبَنِیْ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج سے واپسی کے بعد بیت مقدس کے نقشے کے متعلق قریش کا سوالات کرنا اور حق سبحانہ وتعالیٰ کا اس کے اور آپ کے درمیان پردے اٹھا دینا اور آپ کا ان کو جوابات دیتے جانا

(۳۴۳۱) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حطیم میں کھڑا ہوا تھا اور قریش مجھ سے میرے شب میں سفر معراج کے متعلق طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے چنانچہ انھوں نے بیت مقدس کی بہت سی چیزوں کے متعلق بھی مجھ سے سوال کئے جو مجھ کو ٹھیک یاد نہیں رہی تھیں تو اب مجھے ان کے تکذیب کے اندیشے سے وہ بے چینی پیش آئی کہ اس سے پہلے ایسی کبھی پیش نہ آئی تھی (قدرت کا کرشمہ دیکھو) کہ حق تعالیٰ نے بیت مقدس کو میرے سامنے اس طرح کر دیا کہ میں اس کو دیکھ دیکھ کر ان کے ہر ہر سوال کا جواب دیتا رہا۔ اس کے بعد آپ نے انبیاء علیہم السلام سے اپنی ملاقات اور ان کی صورتوں کا بیان کیا۔

(۳۴۳۲) جابرؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ جب

(۳۴۳۱) معراج کا عظیم الشان واقعہ اپنی نوعیت کا ایک ہی واقعہ ہے ... موجود ہے جیسا کہ [illegible]

ليلة الجن وما فيها من العجائب والغرائب

(۱۳۵۲) عن ابن مسعود قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء ثم انصرف فأخذ بيد عبد الله ابن مسعود حتى خرج به إلى بطحاء مكة فأجلسه ثم خط عليه خطا ثم قال لا تبرحن خطك فإنه سينتهي إليك رجال فلا تكلمهم فإنهم لن يكلموك قال ثم مضى رسول الله صلى الله عليه وسلم حيث أراد فبينا أنا جالس في خطي إذا أتاني رجال كأنهم الزط أشعارهم وأجسامهم لا أرى عورة ولا أرى قشرا وينتهون إلي ولا يجاوزون الخط ثم يصدرون إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا كان من آخر الليل لكن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد جاءني وأنا جالس فقال لقد أراني منذ الليلة ثم دخل علي في خطي فتوسد فخذي فرقد

اس رات کا تذکرہ جس میں جنات سے آپ کی ملاقات ہوئی اور عجائبات کا دیکھنا

(۱۳۵۲) ابن مسعودؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اٹھے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو بطحاء مکہ کی طرف لے چلے اور مجھ کو بٹھا کر ایک دائرہ میرے چاروں طرف کھینچا پھر فرمایا دیکھنا اسی دائرہ کے اندر اندر ہی رہنا کچھ لوگ تمہارے پاس تک آئیں گے ان سے گفتگو نہ کرنا وہ بھی تم سے کوئی بات نہ کریں گے۔ یہ کہہ کر جہاں آپ کو جانا تھا وہاں تشریف لے گئے۔ ابھی میں اپنے دائرہ کے اندر ہی تھا کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ ہیں جو جاٹوں کے مشابہ معلوم ہوتے ہیں ان کے جسموں پر نہ تو لمبے لمبے بال تھے کہ ان کے اعضا مستورہ اور ان کے جسم کا رنگ نظر آتا تھا وہ میرے دائرہ کے پاس تک آجاتے مگر اس کے اندر نہ آسکتے تھے۔ اس کے بعد وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس لوٹ گئے۔ پھر جب آخری شب ہوگئی تو یہ دیکھتا ہوں کہ آپ میرے پاس آئے میں اسی طرح اسی وقت بیٹھا ہوا ہی تھا۔ فرمایا تم کو پتہ ہے کہ آج کی شب میں میں نے نیند بھی آنکھ نہیں لگائی یہ کہہ کر آپ اس دائرہ کے اندر تشریف لے آئے اور میری ران سے تکیہ لگا کر سو رہے۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ

(۱۳۵۲) لیلۃ الجن کا یہ واقعہ بسند صحیح ثابت ہے، امام ترمذی نے اس کو باب [illegible] ذکر کیا ہے اس سے آپ کا جنات کی تبلیغ دین کے لئے تشریف لے جانا اور نصف شب اس میں مصروف رہنا ثابت ہوتا ہے عجیب زمانہ ہے کہ لوگ جنات کے وجود ہی کے قائل نہیں ان کی تبلیغ کے لئے صرف آپ کا [illegible] ابن مسعودؓ کا فرشتوں کی زیارت کرنا [illegible] مستفید ہونا بھی ثابت ہوتا ہے [illegible] کے بعد آپ کا ان کی تشریح فرمانا

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَقَدَ نَفَخَ فَبَيْنَا أَنَا قَاعِدٌ وَدُوْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَسِّدٌ فَخِذِيْ إِذَا أَنَا بِرِجَالٍ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ بِيْضٌ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا بِهِمْ مِنَ الْجَمَالِ فَانْتَهَوْا إِلَى مَجْلِسٍ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَجْلِسُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِنْهُمْ عِنْدَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالُوْا بَيْنَهُمْ مَا رَأَيْنَا عَبْدًا قَطُّ أُوْتِيَ مِثْلَ مَا أُوْتِيَ هٰذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عَيْنَيْهِ تَنَامَانِ وَقَلْبَهُ يَقْظَانُ اِضْرِبُوْا لَهُ مَثَلًا مَثَلُ سَيِّدٍ بَنَى قَصْرًا ثُمَّ جَعَلَ مَأْدُبَةً فَدَعَا النَّاسَ إِلَى طَعَامِهِ وَشَرَابِهِ فَمَنْ أَجَابَهُ أَكَلَ مِنْ طَعَامِهِ وَشَرِبَ مِنْ شَرَابِهِ وَمَنْ لَمْ يُجِبْهُ عَاقَبَهُ أَوْ قَالَ عَذَّبَهُ ثُمَّ ارْتَفَعُوْا وَاسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتَ مَا قَالَ هٰؤُلَاءِ وَهَلْ تَدْرِيْ مَنْ هُمْ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ هُمُ الْمَلَائِكَةُ فَتَدْرِيْ مَا الْمَثَلُ الَّذِيْ ضَرَبُوْهُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ الْمَثَلُ الَّذِيْ ضَرَبُوْهُ الرَّحْمٰنُ بَنَى الْجَنَّةَ

جب آپ سو جاتے تو آپ کے خراٹوں کی آواز آنے لگتی میں اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا اور آپ میری ران سے تکیہ لگائے ہوئے تھے دفعۃً کچھ لوگ نظر پڑے جن کے اوپر سفید پوشاک تھی اور ان کے جمال کا حال خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ان کا عجیب حسن تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کے سامنے بیٹھ گئے اور کچھ پیروں کی طرف آ بیٹھے پھر بولے ہم نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس کو وہ کمالات نصیب ہوئے ہوں جو اس نبی کو مرحمت ہوئے عجیب بات ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی نظر آتی ہیں مگر ان کا دل بیدار رہتا ہے۔ اچھا ان کی مثال بیان کرو وہ یہ ہے کہ کسی سردار نے ایک محل تیار کر کے اس میں کھانے کا خوان لگایا پھر لوگوں کو اس پر کھانے اور پینے کی دعوت دی اب جس نے اس کی دعوت کو قبول کیا اس نے کھانا بھی کھایا اور پانی بھی پیا اور جس نے اس کی دعوت رد کر دی اس نے اس کا انتقام لیا۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ ادھر آپ خواب سے بیدار ہو گئے اور فرمایا تم نے سنا انھوں نے کیا کہا تھا اور جاتے ہوئے کون لوگ تھے میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا یہ فرشتے تھے اچھا ان کی بیان کردہ مثال کو بھی سمجھے میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے پھر آپ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ وہ سید تو الرحمٰن ہے جس نے جنت بنائی اور اپنے بندوں کو اس میں دعوت دی

اور قلب کی صفت یہ ہے کہ جو کوئی آپ کی آنکھیں دیکھتا سوتی ہوئی نظر آتی ہیں مگر آپ کا قلب مبارک بیدار ہی رہتا ہے آپ کی اس عجیب صفت کا تذکرہ تو فرشتے یہاں اس کا مشاہدہ بھی ثابت ہوتا ہے ابھی ابھی آپ خراٹوں کے ساتھ سوئے ہوئے باتیں بھی سن رہے تھے مگر آپ کے قلب مبارک کی بیداری کا یہ عالم تھا کہ بیدار ہوتے ہی سب سے پہلے یہ بات آپ کی

وحیا أوحاه الله إلی فأرجو أن أکون أکثرهم تابعا یوم القیامة - صحیح بخاری ص۷۴۴

فی کتاب فضائل القرآن ج۲ ص۷۴۴ و صحیح مسلم له ... ج۱ ص۸۶ ... باب

لائے ہیں مگر جو خاص معجزہ مجھ کو عنایت ہوا ہے وہ وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمائی ہے اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں اتباع کرنے والے

متحمل نہیں وہ سب کھول کر بتلا دیئے جائیں۔ (الجواب الصحیح ص۱۳۳ ج۲)

اس سے قبل حافظ موصوف نے اپنی تصنیف الجواب الصحیح جلد چہارم کی ابتداء میں انجیل یوحنا کی پندرہویں فصل سے یہ نقل فرمایا ہے کہ

- حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بعد فارقلیط کی آمد کی بشارت دی ہے اور آپ کے اوصاف میں سے یہ نقل کیا ہے کہ فانہ لیس ینطق من عندہ بل یتکلم بما یسمع و یخبرکم بکل ما یاتی و یعرفکم جمیع ما لا - اب اس پیشگوئی میں یہ خاص طور پر بتلا دی گئی ہے کہ میرے بعد جو آنے والا ہے وہ جو کچھ بیان کرتا ہوگا وہ سب وحی کے ذریعہ سے ہوگا اپنی جانب سے کوئی استنباط نہ ہوگا یہ بات صرف آپ ہی کی ذات مقدسہ صفات پر صادق آتی ہے کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام اور ان سے قبل جتنے انبیاء علیہم السلام بھی گزرے ہیں وہ اپنی وحی کے علاوہ دیگر لوگوں سے بھی کچھ اور علوم حاصل کر لیتے تھے جو ان کو وحی الٰہی کے ذریعے حاصل نہ ہوتے تھے۔ اس کے برخلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے تھے وہ صرف وہی فرماتے تھے جو وحی سے آپ کو معلوم ہوتا یہاں آپ کی حیثیت صرف مبلغ کی ہوتی تھی اسی لئے ارشاد ہوا کہ بلغ ما انزل الیک من ربک - آپ نے دنیا میں تشریف لا کر ہدایت کی شاہراہ کھول دی اور وہ رموز و اسرار سب ظاہر فرما دیئے جو آپ سے پہلے کسی نے ظاہر نہ کئے تھے اور آپ کو وہ کتاب دی گئی جس میں ایسے حقائق غیب کا خزانہ تھا جو پہلی کسی کتاب میں نہ تھا اور آپ کی امت کو وہ استعداد عطا فرمائی گئی جس میں یہ ایسی استعداد تھی کہ جو علوم آپ نے ان کو بتلائے وہ ان کو خوب سمجھ گئی۔

اس کے بعد حافظ لکھتے ہیں کہ

- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں تشریف لا کر قیامت اور قیامت کے قبل و بعد کے حالات کی اتنی تفصیلات بیان فرمائی ہیں جو آپ سے پہلے نہ تورات میں تھیں نہ انجیل میں اور حق تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے حقوق اور اس کی تفصیلات اور اس کے فرشتوں کا اس طرح سے کی اتنی تاکید و تفصیل قرآن کے سوا کہیں نہیں ملتی۔ یہ وہ صفات ہیں جو ایک نبی کی ذات کے علاوہ کسی اور سے منقول نہیں ہو سکتیں اس کے برخلاف دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اصولی طور پر ان امور کا ذکر کیا ہے مگر یہ تفصیل ذکر نہیں فرمائی جس کی اس وقت تک ان کی عقول عامہ متحمل نہ تھیں اسی لئے حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج بھی انسانوں کے سامنے صرف ایسی ہی باتوں کے اظہار کی اجازت منقول ہے جن کی ان کی عقول اس وقت متحمل ہوں ورنہ اپنی کم فہمی کے باعث ان کی تکذیب ہو جاتی۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباس کے پاس آکر

ممکن ہو اس کی تلاوت کرنے سے محروم نہ رہے تک معرفت الٰہی کی غوطہ زنی اگر نصیب نہ ہو سکے تو نیک لوگوں کا
دامن خشک ہونے سے بچ جاتا ہے۔ معرفت صمدانیہ ایک موہبت رب ہے جس کے لئے کلام الٰہی سے بڑھ کر
کوئی اور سبب نہیں ہو سکتا۔ یہاں بڑے بڑے شناور بھی تہ کا موتی کراسی بحر ناپیدا کنار میں تیرتے ہوئے نظر
آتے ہیں اور غوطہ پر غوطہ لگا کر جب گنج اور تہ کو نہیں پا سکتے تو حسرت سے یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں ؎

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

یہی حال اس تلاوت کرنے والے کا ہے جو چاہتا ہے کہ کلام الٰہی کے اس چمنستان سے
معرفت الٰہی کے رنگ برنگ کے غیر متناہی پھول توڑ توڑ کر اپنے دامن میں جمع کرے مگر دیکھتا ہے کہ پھولوں
کی جتنی کثرت ہے دامن اتنا ہی زیادہ کوتاہ ہے۔

مضمون کچھ طویل ہو گیا اور اصل مقصد جو دل میں تھا وہ پورا نہ ہو سکا اس لئے بصد حسرت و
حرمان یہ ایک واقعہ لکھ کر قلم رکھ دینا پڑا۔

زیب النساء خود ایک شہزادی تھی اس کی شاعری کی دھوم سن کر اس کے والد کو ایک بادشاہ نے
لکھ بھیجا کہ ہم اس شاعرہ کو دیکھنا چاہتے ہیں جس کا یہ شیریں کلام ہے۔ اس کو خبر نہ تھی کہ وہ خود بھی بادشاہ کی
صاحبزادی ہے۔ اس پر اس کا والد غم و غصہ سے بھرا ہوا اپنی لڑکی کے پاس آ کر بولا کہ میں اسی دن کیلئے
شعرگوئی سے تجھ کو منع کیا کرتا تھا۔ لڑکی نے بصد ادب عرض کیا کہ جہاں پناہ آپ پریشان نہ ہوں اور جواب
میں یہ شعر اس کو لکھ کر بھیج دیں ؎

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

بس اگر اپنے شعر و سخن میں زیب النساء دیکھی جا سکتی ہے تو کلام اللہ میں خود صاحب کلام کے
جلوے دیکھنے میں تامل کیا ہے۔ قلم ایں جا رسید و سر بشکست ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان
گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

تَبَارَكَ وَتَعَالٰی وَذَكَرَ فِیْهَا وَفَضْلُ كَلَامِ اللہِ عَلٰی سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللہِ عَلٰی خَلْقِہٖ

(رواہ الترمذی والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)۔

(۱۳۵۹) عَنِ الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ قَالَ مَرَرْتُ فِی الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ یَخُوْضُوْنَ فِی الْاَحَادِیْثِ فَدَخَلْتُ عَلٰی عَلِیٍّ فَاَخْبَرْتُہٗ فَقَالَ اَوَقَدْ فَعَلُوْهَا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ یَارَسُوْلَ اللہِ قَالَ كِتَابُ اللہِ فِیْہِ نَبَاُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَیْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ لَیْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَہٗ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَہُ اللہُ وَمَنِ ابْتَغَی الْهُدٰی فِیْ غَیْرِہٖ اَضَلَّہُ اللہُ وَهُوَ حَبْلُ اللہِ الْمَتِیْنُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِیْمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ

نقل فرمایا جس میں یہ بات بھی بیان فرمائی کہ حق تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ کلام اللہ کی فضیلت دوسرے سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے کہ حق تعالیٰ شانہ کی تمام مخلوق پر۔

(۱۳۵۹) حارث اعور روایت کرتے ہیں کہ آپؐ کی مسجد شریف میں سے میرا گذر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مسجد میں دنیوی باتیں کر رہے تھے۔ میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ سے یہ حال عرض کیا۔ آپ نے افسوس اور تعجب سے فرمایا اچھا کیا لوگ مسجد میں باتیں کرنے لگے میں نے عرض کی جی ہاں۔ اس پر آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ آئندہ زمانے میں فتنے ہوں گے میں نے پوچھا یا رسول اللہ پھر ان سے بچنے کا کیا راستہ ہوگا آپ نے فرمایا بس خدا تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم جس میں گذشتہ قوموں کے حالات اور آئندہ کے واقعات اور تمہارے معاملات کے فیصلے یہ سب موجود ہیں یہ کتاب کیا ہے؟ بس آخری فیصلہ ہے کچھ ہنسی مذاق نہیں جس کسی جابر بادشاہ نے اس کو چھوڑا خدا تعالیٰ نے اس کو ذلیل کیا اور جس نے راہ ہدایت اس کے سوا کہیں اور تلاش کی اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کیا۔ یہی خدا تعالیٰ کی مخلوق کے لئے ایک مضبوط رسی ہے یہی وہ ذکر ہے جو حکمت سے بھرا ہوا ہے اور یہی سیدھی راہ ہے

باقی کو زائل کے ساتھ اور کامل کو ناقص کے ساتھ اور منظم کو غیر منظم کے ساتھ موازنہ نا ممکن ہے اور کوئی نسبت ہے بھی نسبت ان دونوں کے کلاموں کے درمیان سمجھنی چاہئے۔ اس نسبت تر بین کا بیان حدیث مذکور میں جس اسلوب سے کیا گیا ہے اس سے زیادہ حسین کوئی دوسرا پیرایہ اسلوب اختیار کرنا بھی غیر ممکن ہے۔

(۱۳۵۹) ہر چند کہ اس حدیث میں اسنادی ضعف موجود ہے لیکن اس کا ایک ایک کلمہ اپنی جگہ حقیقت ثابتہ ہے اور اس کی تائید صرف دیگر احادیث سے ہی نہیں بلکہ واقعات سے بھی ہوتی ہے یہاں ہم نے اس حدیث کو اس کے ضعف کے باوجود اس لئے نقل کیا ہے کہ قرآن کی صداقت کے ساتھ ساتھ اس کی چند خصوصیات سے بھی آشنا ہو جائیں اور اگر ہم اس کو حدیث کا درجہ نہ بھی دیں تو کیا [illegible] شرعی نوٹ کے [illegible] ان کے ثبوت سے لئے

الْمُسْتَقِيمُ لَا تَزِيغُ بِهِ الْأَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْأَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ هُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتَّى قَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا إِلَيْهِ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

(رواه الترمذی والدارمی وقال الترمذی هذا حدیث اسناده مجهول وفی الحارث مقال)

الرسول الاعظم ومعجزته الشهيرة باسطوانة الحنانة صلوات الله وسلامه عليه

(١٣٦٠) عَنْ جَابِرٍ أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ فَإِنَّ لِي غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ إِنْ شِئْتِ قَالَ فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ فَلَمَّا كَانَ

لوگوں کی خواہشات اس کے معانی بدل نہیں سکتیں۔ مختلف زبانیں اس میں خلط ملط نہیں کر سکتیں۔ علماء کے دل کبھی اس سے نہیں بھرتے۔ کتنا ہی اس کو پڑھے مگر وہ ہر دم تازہ کا لطف دیتا ہے۔ اس کے عجائبات کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ جنات جیسی مخلوق نے جب اس کو سنا تو وہ بھی بے ساختہ بول اٹھے انا سمعنا الخ لوگو آج ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو کہ بھلائی کی راہ دکھاتا ہے ہم تو فوراً اس پر ایمان لے آئے۔ جس نے قرآن پڑھا اس نے سچ ہی سچ بولا جس نے اس پر عمل کیا اس نے بے شبہ ثواب کمایا جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے یقیناً انصاف کا فیصلہ کیا اور جس نے اس کی طرف دعوت دی اس نے بلاشبہ راہ راست کی دعوت دی۔ (ترمذی۔ دارمی)۔

آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا استوانہ حنانہ کا مشہور معجزہ

(۱۳۶۰) جابرؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک انصاری عورت نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی اجازت ہو تو میں آپ کے لئے کوئی چیز یعنی منبر تیار کرا دوں جس پر بیٹھ کر آپ خطبہ دیا کریں کیونکہ میرا ایک غلام ہے جو بڑھئی کا کام جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو تیار کرا دو جب

تفصیل طلب ہیں لیکن جناب مؤلف [illegible] اس پر اتنی وسعت ہی اتنی لکھا ہی گئی۔ چونکہ یہاں اجمال پر ہی کفایت کر لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہاں قرآنی اعجاز کے موضوع ہی میں فضائل کا تذکرہ اس کے معجزہ ہونے کی گویا ایک تشریح سمجھی جائے۔

(۱۳۶۰) استوانہ حنانہ کا معجزہ نہایت مشہور ہے [illegible] کے متعلق [illegible] کوئی قابل بھی [illegible] منبر [illegible] اس میں بعض حضرات [illegible] [illegible] سے [illegible] [illegible] آپ نے ایسے تسکین آمیز کلمات فرمائے [illegible] [illegible]

يوم الجمعة قعد النبي صلى الله عليه وسلم على المنبر الذي صنع له فصاحت النخلة التي كان يخطب عليها حتى كادت ان تنشق فنزل النبي صلى الله عليه وسلم فضمها اليه فجعلت تئن انين الصبي الذي يسكت حتى استقرت (رواه البخاري)

الرسول الاعظم وصيرورة اللحم الذي وضع لاجله حجرا وصلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۶۱) عن مولى لعثمان قال أهدي لام سلمة بضعة من لحم وكان النبي صلى الله عليه وسلم يعجبه اللحم فقالت للخادم ضعيه في البيت لعل النبي صلى الله عليه وسلم يأكله فوضعته في كوة البيت وجاء سائل فقام على الباب فقال تصدقوا بارك الله فيكم فقالوا بارك الله فيك فذهب السائل

جمعہ کا دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر بیٹھے جو آپ کے لئے تیار کیا گیا تھا تو کھجور کا وہ درخت جس کا سہارا لیکر آپ پہلے خطبہ دیا کرتے تھے ایسا چیخ کر رونے لگا گویا غم کے مارے پھٹ جائے گا۔ اس کے نالہ و بکا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور آپ نے آکر اس کو گلے لگایا تو وہ اسی طرح سسکنے لگا جیسا روتے ہوئے بچے کو بہلا کر خاموش کرتے ہیں اور وہ سسکیاں لینے لگتا ہے یہاں تک بالکل خاموش ہوگیا۔ (بخاری و مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے جو گوشت رکھا گیا تھا اس کا ایک پتھر کا ٹکڑا بن جانا

(۱۳۶۱) حضرت عثمانؓ کے ایک مولیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ کے گھر گوشت کا ایک ٹکڑا بطور ہدیہ آیا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا اس لئے انہوں نے گھر کی خادمہ سے کہا اس کو حفاظت سے رکھ چھوڑ شاید آپ تشریف لائیں اور اس کو تناول فرمائیں۔ خادمہ نے گوشت کا وہ ٹکڑا اٹھا کر ایک طاق میں رکھ دیا اتفاق سے ایک سائل آ نکلا اور دروازہ پر آکر اس نے یہ صدا دی کچھ صدقہ دو اللہ تم کو برکت عطا فرمائے۔ عرب کے دستور کے مطابق جواب ملا اللہ تعالیٰ تم کو بھی برکت عطا فرمائے (جب کسی وجہ سے فقیر کو نہ دینا ہو تو یہ کلمہ کہہ دیا جاتا ہے) یہ سن کر سائل واپس چلا گیا۔ جب

آج تک بہت سے جنتیں (جن کو عوام جنت کی کیاری سے طلب کرتے ہیں) پتھروں سے علاوہ اس کے یہ فضیلت ہی کچھ کم نہیں کیونکہ یہ ٹکڑا جنت ہی کا ٹکڑا ہے یہ قیامت میں اٹھا کر جنت ہی لے لیا جائے گا۔

(۱۳۶۱) گوشت کا ٹکڑا کسی کی نیت سے رکھ گیا تھا مگر اتفاق کی بات ہے ایک محتاج کو دینے کا تھا آپ نے کہا ایسے معجزہ کے لئے ایسا ہی گھر مناسب تھا جس میں خدا تعالیٰ کی وحی اترا کرتی ہو اب فرمائیے گوشت کے پتھر بن جانے کا فلسفہ سمجھا جائے سوائے اس کے کہ جو قطرۃً آپ کو انسان بالکل ناسمجھ ہے وہ گوشت کے پتھر بنا دینے پر بھی قادر

فدخل النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا أم سلمة هل عندك شيء أطعمه فقالت نعم قالت للخادم اذهبي فأتي رسول الله صلى الله عليه وسلم بذلك اللحم فذهبت فلم تجد في الكوة إلا قطعة مروة فقال النبي صلى الله عليه وسلم فان ذلك اللحم عاد مروة لما لم تعطوه السائل (رواه البيهقي في دلائل النبوة)

الرسول الأعظم يطلب ذراعاً فذراعاً وعدم مناولة أبي عبيد في المرة الثالثة وقول النبي صلى الله عليه وسلم لو سكت لناولتني ذراعاً فذراعاً ما سكت

(۱۳۶۳) عن أبي عبيد قال طبخت للنبي صلى الله عليه وسلم قدراً وكان يعجبه الذراع فناولته الذراع ثم قال ناولني الذراع فناولته ثم قال ناولني الذراع

آپ گھر میں تشریف لائے تو آپ نے پوچھا ام سلمہ! تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہوگا انھوں نے عرض کی جی ہاں اور خادمہ کو حکم دیا کہ فوراً جائے اور وہ گوشت لاکر آپ کی خدمت میں پیش کرے۔ وہ گوشت لینے گئی کیا دیکھتی ہے کہ وہاں تو ایک پتھر کے ٹکڑے کے سوا اور کچھ نہ تھا جب یہ ماجرا آپ سے بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ گوشت پتھر کا ٹکڑا بن گیا کیونکہ تم نے سائل کو نہیں دیا تھا۔ (بیہقی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بکری کے دو دستوں کے بعد تیسرے دست کا طلب کرنا اور صحابی کا اس پر غلطی سے چپ رہنا اور آپ کا یہ فرمان کہ اگر تو خاموش رہتا تو دست پر دست دیے چلا جاتا

(۱۳۶۳) ابوعبید کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سالن کی ایک ہانڈی پکائی چونکہ آپ کو دست کا گوشت مرغوب تھا اس لیے میں نے پہلے دست ہی آپ کی خدمت میں پیش کیا اس کے بعد آپ نے دوسرا دست طلب فرمایا میں نے دوسرا دست اور پیش کر دیا اس کے بعد جب آپ نے تیسرا دست طلب

اور بارہا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ اس قسم کے واقعات کا نزول وحی اور حیات نبوت میں بھی ظہور ہوتا رہا تو پہلے کیا صرف بیان سے ذہن تربیت [illegible] کا اس بدیہی طور پر بھی کو یقین حاصل ہو سکتا ہے تو علوم عقلیہ و نقلیہ کے ذخیرہ سے جو جدید نظر سوچتے ہیں کیا نہیں ہر ایک [illegible] اس کا یقین حاصل ہو جاتا۔ یہی ہاں نسبت کے وہ مظاہر ہیں جو ہر وقت آنکھوں کے سامنے ہیں [illegible] لانے کے لیے مجبور کرتے تھے صرف ان کا حصہ [illegible] آنکھوں سے غائب ہے اور بس۔

(۱۳۶۳) یہ عبارت بھی صرف اتنا بتاتی ہے کہ جب تک آپ دست طلب فرماتے رہتے قدرت کی جانب سے ضیافت عادت کا ظہور ہوتا رہتا اور جناب ہی نکالتے رہتے بکری کے کتنے دست ہوتے ہیں یہ سب ہی جانتے ہیں کہ دو ہی دست ہوتے ہیں مگر یہ رسول ہی جانتے ہیں کہ ان کے فرمان پر اگر ہو کا [illegible] تو قدرت کا حال ان سے [illegible]

فقلت یا رسول اللہ وکم للشاۃ من ذراع فقال والذی نفسی بیدہ لو سکتّ لناولتنی الذراع ما دعوت (رواہ الترمذی فی الشمائل)

الرسول الاعظم ظہور البرکۃ فی الطعام والشراب صلوات اللہ وسلامہ علیہ

(۱۳۶۳) عن عائشۃ قالت لقد توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما فی رفی من شیء یاکلہ ذو کبد الا شطر شعیر فی رف لی فاکلت منہ حتی طال علی فکلتہ

تو میں نے بادب عرض کی یا رسول اللہ بکری کے اور کتنے دست ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم خاموشی سے دیتے رہتے تو جب تک میں تم سے مانگتا رہتا تم مجھ کو دست پر دست دیتے ہی رہتے (رواہ الترمذی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانے اور پینے کی اشیا میں برکت کا معجزہ

(۱۳۶۳) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال اس حال میں ہوا کہ میرے یہاں الماری میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے بجز تھوڑے سے جو کے جو رکھے ہوئے تھے تو میں ای

دست پہ دست دیتے رہو ان کے لئے یہ جملہ شرح ہو سکتی ہے۔ دوسری حدیث یہ بات بھی عجیب ہے کہ اس کی ایک حد تو یہ نہیں بہت سے مواقع پر جب عالم غیب کی کوئی بات محض رکھی منکشف ہوتی ہے تو پھر خود مشاہدہ پر یہاں اس کے ظہور کے خلاف مطلب بھی ہونا ہو جاتا ہے۔ اب دیکھئے کہ کس طرح یہاں ان کے قلب صحابی کے منہ سے ایک ایسا لفظ نکل گیا جو اس محیر العقول برکت کے ظہور سے مانع آ گیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہاں اس صادق و مصدوق فداہ ابی و امی کے خلاف ہوتے ممکن تھا صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا زیب قلم بھی ہو جاتا تو دراصل معجزہ سے کہیں زیادہ عجیب تر ہوتا جو صحیحین میں مثل سقوط الاحجار وغیرہ میں ثابت ہوئے ہیں۔ مثلاً چند شخصوں کا کھانا سیکڑوں کو کافی ہو جانا۔ تو پھر اس سے کچھ بڑھ کے معجزات کے لئے میزان لگانے کی ضرورت نہ تھی۔ اس کے نظائر ان کی روایتوں میں آپ کی نظروں سے گزرنے والے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ جیسے حضرت ابوہریرہؓ کے کھجوروں کا قصہ اور جیسے ایک مقدس بی بی کے گھی کا واقعہ وغیرہ وغیرہ

(نوٹ) اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر کسی کے ٹوک دینے کا نتیجہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا لیکن آئندہ بھی امت میں تشریعاً اشیاء میں سے برکت نہ رہنے پر ٹوکنے کا طریقہ چھوڑ دیا ہے اور ان کا یہ فعل شاید اسی قسم کی حدیثوں کے ماتحت ہوگا۔

(۱۳۶۳) ہم پہلے متنبہ کر چکے ہیں کہ برکت کی چیزوں کو ناپنے تولنے کا رجحان کا ذوق نکالنا یا اس برکت کو فنا کر دیتا ہے کیونکہ جب تک اس کو ناپا نہ تھا مقدار معلوم کے طریق سے اس کی کمی و بیشی کا امکان نہ ہو سکتا تھا۔ اب جب ناپ لیا تو وہ غیبی برکت فنا کیوں نہ ہو جاتی۔ عالم غیب کی دنیا میں شمول لگانی اچھی نہیں ہوتی۔ اس غیب کو غیب ہی رہنے دینا چاہئے۔ ہم اس جگہ ایک اور متنبہ کرتے ہیں کہ سنت اللہ یہ ہے کہ فانی دنیا میں وہ کسی کو باقی رہنے پسند نہیں کرتا اس لئے اس کے فنا کی صورتیں غیب سے ظاہر ہو کر اس کو فنا کر ڈالتی ہیں۔ اگرچہ وہ اپنے افعال سے ہوتی ہیں مگر سنت اللہ

أخواتي بتمرة فسلم والله البيادر كلها حتى أني أنظر إلى البيدر الذي كان عليه النبي صلى الله عليه وسلم كأنها لم تنقص تمرة واحدة. رواه البخاري. وفي رواية أن أباه ترك عليه ثلاثين وسقا لرجل من اليهود فاستنظره جابر فأبى أن ينظره فكلم جابر النبي صلى الله عليه وسلم ليشفع له إليه فجاء وكلم اليهودي ليأخذ ثمر نخله بالذي له فأبى فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم النخل فمشى فيها ثم قال لجابر جد له فأوف له الذي له فجده بعد ما رجع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثين وسقا وفضل له سبعة عشر وسقا فجاء جابر ليخبره بالذي كان فوجده يصلي العصر فلما انصرف أخبره بالفضل. فقال أخبر ذلك ابن الخطاب فذهب جابر إلى عمر فأخبره فقال عمر لقد علمت حين مشى فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم ليباركن فيها.

دیکھ سکوں تو کچھ پرواہ نہیں لیکن آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے وہ سب کے سب ڈھیر بالکل بچا دیئے اور جس ڈھیر پر حضورؐ بیٹھے تھے اس کو تو میں نے یہ دیکھا کہ گویا اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی (بخاری) اور دوسری روایت میں ہے کہ ان کے والد پر تیس وسق کھجوریں ایک یہودی کی قرض تھیں تو جابرؓ نے چاہا کہ اس قرض خواہ سے کچھ مہلت لے لیں تب جابر حضورؐ کے پاس یہ کہنے آئے کہ اس یہودی سے آپ کچھ مہلت دینے کی سفارش کر دیں تو حضورؐ اس یہودی کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ جتنا تمہارا قرض ہے اس کے عوض تم ایک درخت کی کھجوریں لے لو تو اس نے منظور نہیں کیا اس پر آپ ان کے کھجوروں کے باغ میں تشریف لے گئے اور کچھ ٹہلے، اس کے بعد آپ نے جابرؓ سے فرمایا کہ کھجوریں لیکر اس کا پورا قرض ادا کر دو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے تب جابرؓ نے اس کو ناپ کر تیس وسق کھجوریں دیدیں اس کے بعد بھی ان کے پاس سترہ وسق کھجوریں بچ رہیں تو حضرت جابرؓ اس ماجرے کی خبر دینے آپ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپ عصر کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوگئے تو حضرت جابرؓ نے آپ کو کھجوروں کے بچ جانے کی خبر دی تو حضورؐ نے فرمایا جاؤ اس کی اطلاع عمر ابن خطاب کو بھی کر دو جابر حضرت عمرؓ کے پاس آئے حضرت عمرؓ بولے کہ جب حضورؐ نے اس باغ میں چہل قدمی فرمائی تھی میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ حق تعالیٰ اس میں ضرور بالضرور برکت دے کر رہیں گے۔

(۱۳۶۵) عن جابر أن أم مالك كانت تهدي للنبي صلى الله عليه وسلم في عكة لها سمنا فيأتيها بنوها فيسألون الأدم وليس عندهم شيء فتعمد إلى الذي كانت تهدي فيه للنبي صلى الله عليه وسلم فتجد فيه سمنا فما زال يقيم لها أدم بيتها حتى عصرته فأتت النبي صلى الله عليه وسلم فقال عصرتيها؟ فقالت نعم قال لو تركتيها ما زال قائما۔ (رواه مسلم)

(۱۳۶۶) عن جابر أيضا قال جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم يستطعمه فأطعمه شطر وسق شعير فما زال الرجل يأكل منه وامرأته وضيفهما حتى كاله فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال لو لم تكله لأكلتم منه ولقام لكم۔ (رواه مسلم)

(۱۳۶۵) حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ ام مالکؓ کا دستور تھا کہ ایک کپی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے گھی ہدیۃً بھیجا کرتی تھیں۔ پھر جب ان کے پاس ان کے لڑکے آتے اور کچھ سالن مانگتے اور ان کے یہاں سالن کے قسم کی اور کوئی چیز نہ ہوتی تو وہ اپنی (ام مالکؓ) اسی کپی کی طرف بڑھتیں جس میں حضورؐ کے پاس گھی بھیجا کرتی تھیں تو برابر اس میں گھی پاتیں۔ راوی کہتے ہیں کہ عرصے تک برابر وہ کپی ان کیلئے سالن مہیا کر دیا کرتی تھی۔ بس ایک دن انھوں نے اس کپی کو اچھی طرح نچوڑ کر پونچھ پاچھ لیا اور اس کے بعد حضورؐ کے پاس آئیں (اور نچوڑنے کا ذکر کیا) تو حضورؐ نے فرمایا ہے کیا تم نے اسے نچوڑ کر صاف کر لیا؟ کہنے لگیں جی ہاں فرمایا اگر تم اسے ویسے ہی رہنے دیتیں تو وہ برکت برابر قائم و باقی رہتی۔ (مسلم شریف)

(۱۳۶۶) حضرت جابرؓ ہی اس کے بھی راوی ہیں کہ ایک آدمی حضورؐ کے پاس آیا اور کھانے کو کچھ مانگا آپ نے اس کو تھوڑے سے جو مرحمت فرما دیئے تو عرصے تک وہ آدمی اور اس کی بیوی اور ان دونوں کے آنے گئے مہمان اسی میں سے کھاتے رہے یہاں تک کہ ایک دن اس نے وہ جو ناپ ڈالے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے اسے ناپا نہ ہوتا تو ہمیشہ برابر اس میں سے کھاتے رہتے اور وہ اسی طرح باقی رہتا۔ (مسلم)

(۱۳۶۵) دیکھیے ہماری بات یاد رکھیے کہ یہاں برکت کی [illegible] کپی کو نچوڑنا برکت ختم ہونے کا [illegible] حدیث میں حضرت عائشہؓ کا جو کا ناپ [illegible] ان کے ختم ہونے کا سبب [illegible]
[illegible]

(۱۳۶۷) عن أنس بن مالك قال تزوج النبي صلى الله عليه وسلم فدخل بأهله
قال فصنعت أم سليم حيسا فجعلته في تور من حجارة فقالت يا أنس اذهب
بهذا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقل بعثت بهذا إليك أمي وهي
تقرئك السلام وتقول إن هذا لك منا قليل. فقال ضعه ثم قال اذهب
فادع فلانا وفلانا وفلانا ومن لقيت وسمى رجالا قال فدعوت من سمى
ومن لقيت قال الجعد وقلت لأنس عدد كم كانوا؟ قال كانوا
زهاء ثلاثمائة وقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم يا أنس هات التور
قال فدخلوا حتى امتلأت الصفة والحجرة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ليتحلق عشرة عشرة وليأكل كل إنسان مما يليه قال فأكلوا حتى شبعوا
قال فخرجت طائفة ودخلت طائفة حتى أكلوا كلهم فقال يا أنس

(۱۳۶۷) انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنی شادی فرمائی اور اپنی زوجہ مطہرہ کے ساتھ شب باشی
فرمائی تو ام سلیمؓ نے حریرہ پکا کر اسے پتھر کے ایک برتن میں رکھ دیا اور کہا اے انس! اسے لے کر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ (تو وہ اسے لیکر حضورؐ کے پاس گئے) اور کہا کہ میری والدہ نے
آپ کو سلام کہا ہے اور آپ کی خدمت میں یہ ہدیہ بھیجا ہے اور کہا ہے کہ یہ ہماری طرف سے آپ کی
خدمت میں ایک حقیر ہدیہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا پھر اسے رکھ دو اور جاؤ فلاں اور فلاں اور فلاں کو
بلا لاؤ اور بھی چند آدمیوں کا نام لیا اور فرمایا کہ جو شخص تمہیں ملے اسے بھی بلا لاؤ۔ راوی کہتے ہیں کہ جس
جس کا نام حضورؐ نے لیا تھا ان کو اور جو جو مجھے ملا ان کو بھی میں بلا لایا۔ اس پر جعد (راوی کا نام ہے)
نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ ان سب کی تعداد کل کتنی ہوگی؟ تو انسؓ نے کہا کہ وہ سب کچھ اوپر تین سو
آدمی تھے۔ پھر مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس وہ برتن لے آؤ۔ پھر وہ مہمان آنا شروع
ہوئے تو پھر پورا صفہ اور حجرہ شریفہ سب بھر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس دس آدمی
حلقہ بنا کر بیٹھیں اور ہر شخص اپنے سامنے ہی سے لیکر کھائے۔ راوی کہتے ہیں کہ ان
دسوں نے کھایا اور پیٹ بھر کر کھایا اس طرح ایک ٹولی کھا کر نکلتی اور دوسری ٹولی اندر جاتی
یہاں تک کہ سب حضرات نے کھا لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس اب اسے اٹھا لو
تو انسؓ کہتے ہیں کہ میں کچھ بتا نہیں سکتا کہ جب میں نے وہ پیالہ لا کر رکھا تھا جب زیادہ تھا یا
جب اس کو اٹھایا (یعنی جوں کا توں رہا) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ یہ کسی موقع کا واقعہ ہے کہ

ارْفَعْ فَرَفَعْتُ فَمَا أَدْرِي حِينَ وَضَعْتُ كَانَ أَكْثَرَ أَمْ حِينَ رَفَعْتُ قَالَ وَ
جَلَسَ طَوَائِفُ مِنْهُمْ يَتَحَدَّثُونَ وَذُكِرَ نُزُولُ آيَةِ الْحِجَابِ (رواه الشيخان)

(۱۳۶۸) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نَتَدَاوَلُ مِنْ قَصْعَةٍ مِنْ غُدْوَةٍ حَتَّى اللَّيْلِ يَقُومُ عَشَرَةٌ وَيَقْعُدُ عَشَرَةٌ قُلْنَا
فَمَا كَانَتْ تُمَدُّ قَالَ فَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ تَعْجَبُ مَا كَانَتْ تُمَدُّ إِلَّا مِنْ هٰهُنَا وَ
أَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى السَّمَاءِ۔ رواه النسائي والترمذي وقال حديث حسن صحيح
ورواه الدارمي والحاكم في صحيحه۔

(۱۳۶۹) عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَمَصًا فَانْكَفَأْتُ إِلَى امْرَأَتِي فَقُلْتُ لَهَا هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ فَإِنِّي رَأَيْتُ ——
رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيدًا فَأَخْرَجَتْ لِي جِرَابًا فِيهِ صَاعٌ
مِنْ شَعِيرٍ وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ قَالَ فَذَبَحْتُ وَطَحَنَتْ فَفَرَغَتْ إِلَى فَرَاغِي
فَقَطَّعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ
لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ مَعَهُ قَالَ فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنَتْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عِنْدَنَا
فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ فَصَاحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يَا
أَهْلَ الْخَنْدَقِ إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُورًا فَحَيَّهَلًا بِكُمْ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِينَتَكُمْ حَتَّى أَجِيءَ فَجِئْتُ

ان میں سے کچھ لوگ کھا کر وہیں بیٹھ گئے اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے اور آیت حجاب کا نزول اسی
موقع پر بیان کیا گیا ہے۔ (بخاری مسلم)۔

(۱۳۶۸) سمرہ بن جندبؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے اور
صبح و شام ایک ہی پیالہ میں سے کھانا کھاتے رہتے اور ہم ایک ایک مرتبہ میں اس پر دس آدمی بیٹھتے ان کے بعد
پھر دوسرے دس آدمی اس پر بیٹھ جاتے تو ہم نے پوچھا کہ یہ برکت اس میں ہوتی کہاں سے تھی؟ آپ نے جواب دیا
تم کو تعجب کس بات پر ہے یہ برکت اور کہاں سے آتی یہ کہہ کر آسمان کی طرف اشارہ فرمایا (یعنی
آسمان سے آتی تھی)۔

(۱۳۶۹) جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ کے موقع پر مدینہ کے اندر (گرد) خندق کھودی جا رہی تھی تو

وَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتّٰى جِئْتُ امْرَأَتِي فَقَالَتْ بِكَ وَبِكَ

قَالَ قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتِ لِي فَأَخْرَجَتْ لَهُ عَجِينًا فَبَصَقَ فِيهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ إِلَى

بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ فِيهَا وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ ادْعِي لِي خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ

وَلَا تُنْزِلُوهَا وَهُمْ أَلْفٌ فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَأَكَلُوا حَتّٰى تَرَكُوهُ وَانْحَرَفُوا وَإِنَّ بُرْمَتَنَا

لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَإِنَّ عَجِينَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ (رواه الشيخان) وفي رواية قال جابر إنا

يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيدَةٌ فَجَاءُوا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالُوا هٰذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فَقَالَ أَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوبٌ بِحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلَاثًا

لَا نَذُوقُ ذَوَاقًا فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيبًا أَهْيَلَ فَقُلْتُ

يَا رَسُولَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِي إِلَى الْبَيْتِ فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي رَأَيْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شَيْئًا مَا فِي ذٰلِكَ صَبْرٌ فَقَالَتْ عِنْدِي شَعِيرٌ وَعَنَاقٌ فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنْتُ الشَّعِيرَ حَتّٰى جَعَلْنَا

اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَجِينُ قَدِ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ

الْأَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ أَنْ تَنْضَجَ فَقُلْتُ طُعَيِّمٌ لِي فَقُمْ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ

قَالَ كَمْ هُوَ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ كَثِيرٌ طَيِّبٌ قَالَ قُلْ لَهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّورِ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوکا دیکھا میں فوراً لوٹ کر اپنی بی بی کے پاس آیا اور میں نے کہا،
تمہارے یہاں کھانے کے لئے کچھ ہے کیونکہ میں نے آپ پر شدید بھوک کا اثر دیکھا ہے۔ اس نے ایک تھیلا
نکالا اس میں ایک صاع جو بھرے ہوئے تھے اور ہمارے یہاں گھر کا پلا ہوا بکری کا بچہ تھا میں نے تو اس کو ذبح کیا
اور بی بی نے جو پیسے اُدھر وہ آٹا پیس کر فارغ ہوئی ادھر میں گوشت بنا کر فارغ ہو گیا اور میں نے اس
کی بوٹیاں بنا کر ہانڈی میں ڈالدیں اور گھر سے واپس ہو کر آپ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا۔ بی بی نے
کہا دیکھنا (ذرا سا کھانا ہے) ہم کو آپ کے اور آپ کے ہمراہیوں میں کہیں شرمندہ نہ کرنا۔ جب میں
آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے چپکے سے آپ کے کان میں کہا یا رسول اللہ ہم نے ایک چھوٹا سا
بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور بی بی نے ایک صاع جو کا آٹا پیسا ہے بس آپ ہی اور چند لوگ آپ کے ساتھ تشریف
لے آئیں۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اعلان فرما دیا کہ خندق والو جابر نے تمہاری سب کی دعوت کی ہے
بس تم سب جلدی سے چلو اور آپ نے فرمایا جب تک میں نہ آؤں اپنی گوشت کی ہانڈی چولھے پر سے نہ اتارنا اور
آٹے کی روٹی نہ پکانا۔ میں گھر آیا اور لوگوں سے آگے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے میں بی بی
کے پاس آیا وہ سب سن کر گھبرا گئی، اس نے مجھ سے کہا تمہارا بھلا کرے۔ میں نے کہا کہ میں نے تمہارے کہنے کے مطابق

حتى اتى قال قوموا فقام المهاجرون والانصار فلما دخل على امرأته قالت ويحك
جاء النبي صلى الله عليه وسلم بالمهاجرين والانصار ومن معهم قالت هل سألك قلت
نعم فقال ادخلوا ولا تضاغطوا فجعل يكسر الخبز ويجعل عليه اللحم ويخمر البرمة و
التنور اذا اخذ منه ويقرب الى اصحابه ثم ينزع فلم يزل يكسر ويغرف حتى شبعوا وبقيت
قال كلي هذا واهدي فان الناس اصابتهم مجاعة۔

(١٣٧) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنْ كُنْتُ
لَاَعْتَمِدُ بِكَبِدِيْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ وَاِنْ كُنْتُ لَاَشُدُّ الْحَجَرَ عَلٰى بَطْنِيْ مِنَ الْجُوْعِ
وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلٰى طَرِيْقِهِمُ الَّذِيْ يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ فَمَرَّ اَبُوْ بَكْرٍ فَسَاَلْتُهُ عَنْ اٰيَةٍ مِّنْ
كِتَابِ اللّٰهِ مَا سَاَلْتُهُ اِلَّا لِيَسْتَتْبِعَنِيْ فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِيْ اَبُو الْقَاسِمِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِيْنَ رَاٰنِيْ وَعَرَفَ مَا فِيْ وَجْهِيْ وَمَا فِيْ نَفْسِيْ ثُمَّ قَالَ
يَا اَبَاهِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ الْحَقْ وَمَضٰى فَاتَّبَعْتُهُ فَدَخَلَ فَاسْتَاْذَنَ

خاموشی کے ساتھ ہی آپ کو اطلاع دی تھی (لیکن میں کیا کروں کہ اب سب آگئے) میں نے آٹا نکال کر
آپ کے سامنے پیش کر دیا آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کے لئے دعا فرمائی اس کے بعد
ہماری ہانڈی کے پاس آئے اور اس میں بھی لعاب دہن ڈالا اور دعاء برکت فرمائی پھر فرمایا اب ایک
عورت بلالاؤ جو تمہارے ساتھ روٹیاں پکالے اور اپنی ہانڈی سے گوشت نکال نکال کر دیتی رہو مگر
دیکھنا ہانڈی چولھے کے اوپر سے اتارنا مت۔ اس وقت کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی، خدا کی قسم سب
نے وہ کھانا کھایا یہاں تک کہ سب لوگ کھا کر واپس ہو گئے اور کھانا باقی رہ گیا اور ہماری ہانڈی جیسی
تھی ویسی کی ویسی ہی بھری ہوئی اور آٹا بھی اتنا کا اتنا ہی پکا رہا۔ (الشیخان)

(۱۳۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں
کہ ایک وقت مجھ پر ایسا بھی گذرا ہے کہ میں بھوک کی وجہ سے کبھی زمین سے اپنا کلیجہ لگایا کرتا تھا اور کبھی
بھوک کے مارے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا اور ایک دن تو میں اسی راستے پر جا بیٹھا جس سے مسلمان
گذرا کرتے تھے۔ تو ابوبکر گذرے تو میں نے ان سے قرآن کی ایک آیت کا مطلب محض اس لئے پوچھا کہ شاید
یہ میرا حال پوچھیں اور مجھ کو اپنے ساتھ لے جا کر کچھ کھانے کو دیں مگر وہ گذرتے ہوئے چلے گئے اور انھوں نے
میری بات نہ پوچھی۔ پھر حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم گذرے تو جب مجھے دیکھا تو مسکرائے اور میرے چہرے

(ف ۱۳۷) یہ حدیث میں [illegible] کی صورت تو بالکل [illegible] اس میں کچھ [illegible] آداب بھی موجود ہیں یعنی

فَأَذِنَ لِي فَدَخَلْتُ فَوَجَدَ لَبَنًا فِي قَدَحٍ فَقَالَ مِنْ أَيْنَ هَذَا اللَّبَنُ قَالُوا أَهْدَاهُ لَكَ
فُلَانٌ أَوْ فُلَانَةُ. قَالَ أَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْحَقْ إِلَى أَهْلِ الصُّفَّةِ
فَادْعُهُمْ لِي. قَالَ وَأَهْلُ الصُّفَّةِ أَضْيَافُ الْإِسْلَامِ لَا يَأْوُونَ إِلَى أَهْلٍ وَلَا إِلَى
مَالٍ إِذَا أَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا إِلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا وَإِذَا أَتَتْهُ هَدِيَّةٌ
أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ وَأَصَابَ مِنْهَا وَأَشْرَكَهُمْ فِيهَا فَسَاءَنِي ذَلِكَ فَقُلْتُ وَمَا هَذَا اللَّبَنُ
فِي أَهْلِ الصُّفَّةِ كُنْتُ أَحَقُّ أَنْ أُصِيبَ مِنْ هَذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً أَتَقَوَّى بِهَا فَإِذَا
جَاءُوا أَمَرَنِي فَكُنْتُ أَنَا أُعْطِيهِمْ وَمَا عَسَى أَنْ يَبْلُغَنِي مِنْ هَذَا اللَّبَنِ وَلَمْ يَكُنْ
مِنْ طَاعَةِ اللَّهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ بُدٌّ فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَأَقْبَلُوا فَاسْتَأْذَنُوا فَأَذِنَ

جو میرے دل میں تھا اور خواہش تھی اسے پہچان گئے پھر فرمایا اے ابوہریرہ! میں نے کہا جی یا رسول اللہؐ
فرمایا آؤ میرے ساتھ چلو اور حضورؐ چلے میں پیچھے پیچھے چلا۔ آپ گھر میں چلے گئے پھر میں نے اجازت مانگی
تو آپ نے اندر آنے کی اجازت دی تو آپ نے ایک پیالے میں کچھ دودھ رکھا ہوا پایا۔ آپ نے دریافت
فرمایا یہ دودھ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے کہا اسے فلاں مرد یا عورت نے (راوی کو اس میں شک ہے)
آپ کے پاس ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ نے خوش ہو کر مجھ سے فرمایا اے ابوہریرہ میں نے کہا جی یا رسول اللہؐ
آپ نے فرمایا جاؤ اہل صفہ کے پاس۔ وہاں کو میرے پاس بلا لاؤ۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ اصحاب الصفہ صرف
اسلامی مہمان تھے ان کا نہ کہیں گھر بار تھا نہ کوئی کاروبار تھا جب کبھی حضورؐ کے پاس کہیں سے کوئی صدقہ
خیرات کا کھانا آتا تب تو آپ اُسے سب کا سب انہیں لوگوں کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ
نہ لیتے اور جب آپ کے پاس کچھ ہدیہ آتا تو آپ ان کے پاس بھی بھیجتے اور خود بھی اس میں سے کچھ تناول
فرماتے اور اصحاب صفہ کو بھی اس میں شریک کرتے۔ تو مجھ کو یہ اصحاب صفہ کا بلوانا ذرا شاق گذرا اور
میں نے دل میں سوچا کہ اصحاب صفہ کی تعداد تو بہت ہے۔ ایک پیالہ دودھ بھلا کیا کافی ہو سکے گا۔
میں زیادہ مستحق تھا کہ اس دودھ سے اتنا پینے کو ملتا جس سے مجھ میں کچھ جان آجاتی۔ جب وہ لوگ
آئے تو حضورؐ مجھی کو تقسیم کا حکم دیتے تھے میں ہی ان کو دیتا تھا اور امید نہ تھی کہ اس میں سے مجھ تک کر

ضرورت کے وقت اپنے گھر بلا کر تہذیب کے ساتھ جو سب کی تواضع کرنی۔ لوگوں کا بھلا کرنے کے بجائے اپنی اپنی مجھ
مرتب بیٹھ جانا۔ اس کے بعد ابوہریرہؓ کا ان میں دودھ تقسیم کرنا پھر خود ان کو دودھ پلانے کے بعد پینے کا امر ملنا اور بڑی ضرورت کا سب
آخر میں پیا کرنا۔ یہاں جناب کی تعجب ہے کہ جس دودھ سے ابھی ابھی سب کو سیراب کیا تھا وہ آپ کے پی لینے پر
ختم کیسے ہو گیا۔ اس کو بھی معجزہ قرار دیا جائے کہ خوب بابرکت دودھ تھی میں نے تعجب کو ختم کر دیا۔ پھر حضور
تعلیم بنا کر دکھا دیا۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وبارک علیہ

لَهُمْ وَأَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ فَقَالَ أَبَا هِرٍّ. فَقُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ
خُذْ فَأَعْطِهِمْ فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ أُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ
يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ
فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلٰى يَدِهٖ فَنَظَرَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ يَا أَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بَقِيْتُ أَنَا وَأَنْتَ. قُلْتُ صَدَقْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اقْعُدْ فَاشْرَبْ
فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ فَمَا زَالَ يَقُوْلُ اشْرَبْ حَتّٰى قُلْتُ لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ لَهٗ
مَسْلَكًا. قَالَ فَأَرِنِيْ فَأَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَسَمّٰى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ (رواه البخاري)

(١٧٣) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ثَلَاثِيْنَ وَمِائَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِّنْكُمْ طَعَامٌ فَإِذَا

مجھے بھی مل سکتا مگر آنا پڑا۔ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو خوشی سے ماننے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا۔
غرض میں اصحاب صفہ کے پاس آیا اور میں نے دعوت پہنچا دی تو وہ سب لوگ آپہنچے اور انھوں نے اندر آنے
کی اجازت طلب کی۔ آپ نے ان کو اجازت دی اور وہ لوگ مکان میں آکر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو حضور نے
محبت کے لہجے میں فرمایا اے ابو ہریرہ میں نے کہا جی یا رسول اللہ فرمایا یہ لو اور ان کو تقسیم کر دو۔ میں نے وہ پیالہ
لے کر ہر ایک آدمی کو باری باری دیا وہ پیتے اور جب وہ خوب سیر ہو جاتا تب وہ شخص پیالہ مجھے واپس کر دیتا تا آنکہ
میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے کر پہنچا جبکہ سب لوگ سیر ہو کر پی چکے تھے تو حضور نے وہ
پیالہ لے کر اپنے دست مبارک پر رکھا پھر میری طرف دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا اے ابو ہریرہ! میں نے
عرض کیا جی یا رسول اللہ۔ فرمایا تو اب میں اور تم ہی باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ نے سچ فرمایا
یا رسول اللہ۔ فرمایا بیٹھو اور پیو۔ میں بیٹھ گیا اور میں نے پیا۔ حضور بار بار فرماتے جاتے اور پیو اور پیو۔ آخر میں نے
کہا کہ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا اب میرے پیٹ میں ذرا بھی گنجائش نہیں ہے۔
حضور نے فرمایا اچھا تو لاؤ مجھے دے دو۔ میں نے وہ پیالہ حضور کو دیا۔ آپ نے خدا کی تعریف کی بسم اللہ
پڑھی اور بقیہ دودھ خود پی لیا۔ (بخاری)۔

(۱۷۳) حضرت عبد الرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ہم ایک سو تیس آدمی حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو آپ نے فرمایا کسی کے پاس کھانے کی کوئی چیز بھی ہے! معلوم ہوا کہ ایک

---

(۱۷۳) یہی ایک ادب ہے۔ مدعو کو چاہئے کہ [illegible] کسی شخص کو [illegible] منتظر رہے یا بے چینی کرنا اور
اپنے آگے کی چیز کو [illegible] سے معلوم ہوا [illegible] دوسروں کو اب کھانے والے پر

مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ أَوْ نَحْوُهُ فَعُجِنَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْعَانٌّ الرَّأْسِ ثَائِرُ الرَّأْسِ
طَوِيلٌ بِغَنَمٍ يَسُوقُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً أَوْ قَالَ
هِبَةً قَالَ لَا بَلْ بَيْعٌ فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً فَصُنِعَتْ وَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِسَوَادِ الْبَطْنِ أَنْ يُشْوَى وَايْمُ اللّٰهِ مَا فِي الثَّلَاثِينَ وَمِائَةٍ إِلَّا قَدْ حَزَّ لَهُ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُزَّةً مِنْ سَوَادِ بَطْنِهَا إِنْ كَانَ شَاهِدًا أَعْطَاهُ وَإِنْ
كَانَ غَائِبًا خَبَأَ لَهُ فَجَعَلَ مِنْهَا قَصْعَتَيْنِ فَأَكَلُوا أَجْمَعُونَ وَشَبِعْنَا فَفَضَلَتِ
الْقَصْعَتَانِ فَحَمَلْنَاهُ عَلَى الْبَعِيرِ أَوْ كَمَا قَالَ (رواه الشيخان)

(۳۴۲) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيفًا أَعْرِفُ فِيهِ الْجُوعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ
فَقَالَتْ نَعَمْ فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِنْ شَعِيرٍ ثُمَّ أَخَذَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ

شخص کے پاس ایک صاع یعنی ساڑھے تین سیر جو کا آٹا ہے تو اس نے آٹے کو گوندھا اتنے میں ایک شخص جس کے
بال بکھرے ہوئے تھے دراز قامت تھا کچھ بکریاں ساتھ لیکر آیا۔ اس سے آپ نے دریافت کیا
کہ قیمت سے دوگے یا عطیہ اور ہبہ کے طور پر دوگے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ قیمت سے دونگا۔ تو آپ نے
اس سے ایک بکری خریدلی اور ذبح کی وہ بنائی گئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیٹ کی کلیجی
دل گردہ وغیرہ کو بھوننے کا حکم دیا۔ بخدا کی قسم ایک سو تیس آدمیوں میں کوئی ایک شخص بھی نہیں بچا جس کو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کلیجی اور دل گردہ میں سے نہ دیا ہو اگر وہ موجود ہوا تو اسے دیدیئے اور جو
موجود نہ ہوتا اس کے لئے رکھ دیتے اور اس میں سے ایک پیالہ بھر کر رکھا تو سب لوگوں نے اس میں سے کھایا اور
خوب شکم سیر ہو کر کھایا اس کے بعد بھی دو پیالے بچ گئے تو ہم اسے اونٹ پر لاد کر لے گئے (شیخان)

(۳۴۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ سے کہا کہ آج میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی تو بہت کمزور تھی مجھے اس میں بھوک کی شدت کا اثر محسوس ہوا، تو کیا
تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ انھوں نے کہا ہاں ہے۔ اس کے بعد انھوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں پھر

مخالفین اسلام کو لوٹنے کا الزام لگاتے شرم نہیں آتی۔ مال غنیمت کو لوٹ کا مال [illegible] سے معلوم ہوتا
تعجب ہے اس بحث کو معجزات کے ضمن میں پھیلایا نہیں جا سکتا۔ مال غنیمت کا مال حلال ہونا اور اس بات کو طرح
[illegible] الزام ہونا بھی شریعت سے بعید ہے [illegible]

(۳۴۲) یہاں آنحضرت [illegible] جب معلوم ہو کہ کوئی چیز [illegible] سے [illegible]
ضرورت [illegible]

بِبَعْضِهِ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ ثَوْبِي وَرَدَّتْنِي بِبَعْضِهِ ثُمَّ أَرْسَلَتْنِي إِلَى رَسُولِ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهِ فَوَجَدْتُهُ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ
فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ فَقُلْتُ
نَعَمْ قَالَ بِطَعَامٍ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَعَهُ
قُومُوا. قَالَ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ حَتَّى جِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ
أَبُو طَلْحَةَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ
عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتِ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَانْطَلَقَ أَبُو طَلْحَةَ حَتَّى لَقِيَ
رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو طَلْحَةَ
مَعَهُ. فَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هَلُمِّي يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا عِنْدَكِ فَأَتَتْ بِذَلِكَ
الْخُبْزِ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً لَهَا فَأَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا
ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ

انھوں نے اپنی ایک اوڑھنی نکال کر اس کے ایک حصہ میں تو روٹیاں لپیٹ دیں پھر مجھے میرے کپڑوں
کے نیچے چھپا دیا اور اس کے دوسرے حصہ کو مجھے اڑھا دیا پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج
دیا میں لے کر گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ مسجد میں بیٹھے ہیں اور آپ کے ساتھ بہت سے لوگ بیٹھے تھے تو میں نے
ان کو سلام کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو ابو طلحہؓ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے پوچھا
کچھ کھانا دے کر بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ کے لوگوں سے فرمایا
اٹھو چلو۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ چلے اور میں بھی آپ کے ہمراہ چلا یہاں تک کہ میں ابو طلحہؓ کے
پاس پہنچا اور میں نے ان کو خبر دی تو ابو طلحہؓ نے ام سلیمؓ سے کہا لو حضورؐ تو سب لوگوں کو ہمراہ لے
آ پہنچے ہیں اور ہمارے پاس تو کچھ ہے نہیں کہ آپ کو کھلا سکیں۔ وہ بولیں اب اللہ اور اللہ کے رسول ہی
(صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو خوب سمجھتے ہیں۔ حضرت ابو طلحہؓ پھر آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو حضورؐ آگے
بڑھے اور ابو طلحہؓ آپ کے ہمراہ تھے آپ گھر میں تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا کہ ہاں اے ام سلیمؓ لاؤ
دیکھیں تمہارے پاس کیا ہے؟ تو وہ وہی روٹیاں سامنے لے آئیں۔ آپ نے ان روٹیوں کو توڑ کر چورا کیا
اس کے بعد ام سلیم گھی کی کپی (شیشی) لے آئیں وہاں روٹیوں پر گھی لگایا۔ پھر حضورؐ نے اس پر کچھ پڑھا
جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ان سے پڑھوایا اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ دس آدمیوں کو اندر بلاؤ تو ان کو آنے کی

فَأَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ حَتّٰى أَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ رَجُلًا أَوْ ثَمَانُونَ۔ رواه الشیخان وفی طریق البخاری ثَمَانُونَ وَقَالَ فِي رِوَايَةٍ ثُمَّ أَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو طَلْحَةَ وَأُمُّ سُلَيْمٍ وَأَنَسٌ وَفَضَلَتْ فَضْلَةٌ فَأَهْدَيْنَاهَا لِجِيرَانِنَا۔

(۱۳۷۳) عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ فَأَمَرَنَا أَنْ نَجْمَعَ مَا فِي أَزْوَادِنَا يَعْنِي مِنَ التَّمْرِ فَبَسَطَ نِطَعًا فَنَثَرَ عَلَيْهِ أَزْوَادَنَا قَالَ فَتَمَطَّيْتُ فَتَطَاوَلْتُ فَنَظَرْتُ فَحَزَرْتُهُ كَرَبْضَةِ شَاةٍ وَنَحْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً قَالَ فَأَكَلْنَا ثُمَّ تَطَاوَلْتُ فَنَظَرْتُ فَحَزَرْتُهُ كَرَبْضَةِ شَاةٍ (رواه مسلم)۔

(۱۳۷۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمَرَاتٍ فَقُلْتُ ادْعُ اللّٰهَ لِي فِيهِنَّ بِالْبَرَكَةِ قَالَ فَصَفَّهُنَّ أَوْ ضَمَّهُنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ ثُمَّ دَعَا

اجازت دی تو انھوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا دس آدمیوں کو اور بلا لو تو انھوں نے بھی پیٹ بھر کر کھایا اور باہر چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا دس آدمیوں کو بلا لو وہ بھی آئے گئے یہاں تک کہ پوری جماعت نے شکم سیر ہو کر کھا لیا۔ اس وقت اس جماعت میں ستر یا اسی آدمی تھے (بخاری مسلم) اور بخاری میں اسی کی تعداد ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ پھر حضورؐ نے اور ابو طلحہؓ نے۔ ام سلیمؓ نے اور انسؓ نے بھی کھایا پھر بھی جو کچھ بچ رہا اسے ہم نے اپنے پڑوسیوں کے پاس ہدیۃً بھیج دیا۔

(۱۳۷۳) حضرت سلمہؓ کہتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ نے ہم کو حکم دیا کہ جو کچھ ہمارے توشہ دانوں میں ہے یعنی کھجوریں لے ایک جگہ جمع کریں اس کے بعد حضورؐ نے چمڑے کا دسترخوان بچھایا اور ہم سب نے توشہ دانوں کا سامان انڈیل لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے گردن اونچی کی اور اس ڈھیر کو دیکھا تو میرے اندازے میں وہ ڈھیر بکری کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر تھا اور ہم لوگوں کی تعداد چودہ سو تھی تو ہم سب نے کھایا اس کے بعد پھر میں نے گردن اٹھائی اور اس کا اندازہ کیا تو میرے اندازے میں وہ ڈھیر اب بھی بکری کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر ہی تھا (یعنی اتنے کا اتنا ہی تھا)۔

(۱۳۷۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کھجوریں لیکر آیا اور میں نے عرض کیا کہ آپ میرے لئے ان میں برکت کی دعا فرما دیجئے تو کہتے ہیں کہ حضورؐ نے ان کو اپنے

(۱۳۷۳) دیکھئے یہاں کھجوروں کے پھیلانے کی حاجت ویسی ہی تھی جیسا کہ حضرت عائشہؓ کو اپنے کھانے کے تولنے کی۔ بس غیب کو غیب ہی کی حد تک رہنے دیجئے اور تول کر اور پھیلا کر اس میں برکت کا اثبات کیجئے۔ جہل

يَمْصُونَ بِالنَّوٰى قَالَ يَمُصُّونَهُ وَيَشْرَبُونَ عَلَيْهِ الْمَاءَ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهَا حَتّٰى مَلَأَ الْقَوْمُ اَزْوِدَتَهُمْ قَالَ فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرُ شَاكٍّ فِيْهِمَا اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ. قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاضِحَنَا فَاَكَلْنَا وَادَّهَنَّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْعَلُوْا. قَالَ فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ (وَفِيْ رِوَايَةٍ مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ اِبِلِهِمْ) وَلٰكِنْ اُدْعُهُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَدَعَا بِنِطَعٍ فَبَسَطَهُ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ قَالَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ وَيَجْعَلُ الْاٰخَرُ يَجِيْءُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَيَجْعَلُ الْاٰخَرُ يَجِيْءُ بِكِسْرَةٍ حَتَّى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطَعِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَسِيْرٌ قَالَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ خُذُوْا فِيْ اَوْعِيَتِكُمْ قَالَ

گیہوں والا اپنے پاس کا گیہوں لے آیا اور کھجور رکھنے والا اپنے پاس کی کھجوریں لے آیا اور جس کے پاس صرف کھجور کی گٹھلیاں تھیں وہ ان کو ہی لے آیا۔ کسی نے پوچھا کھجور کی گٹھلی سے کیا کام لیا جاتا تھا؟ تو کہنے لگے کہ ان کو چوس لیتے تھے اور پھر اس پر پانی پی لیتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذخیرہ پر دعائے برکت کی تو اتنی برکت ہوئی کہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے توشہ دان بھر لیے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے اس موقعہ پر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور اس کی کہ میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ سے ان دونوں باتوں کی گواہی لے کر ملے گا کہ ان میں ذرا بھی شک نہ ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ راوی کہتا ہے کہ جب تبوک کی لڑائی ہوئی تو لوگوں کو بھوک کی تکلیف ہوئی تو لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ! کاش آپ ہمیں اجازت دیتے کہ ہم اپنے بعض دودھ والے جانور ذبح کرتے اور ان کا گوشت کھاتے اور ان کی چربی بدن پر ملتے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا ایسا ہی کرلو مگر راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت عمرؓ آگئے اور انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی اور دوسری روایت میں ہے کہ اونٹوں کے ذبح ہونے کے بعد پھر ان کی زندگی بیکار ہو جائے گی بلکہ بجائے اس کے ان سب سے ان کے بچے کھچے توشے منگوایئے اور پھر اس پر دعائے برکت فرمایئے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دیدے تو حضورؐ نے بھی فرمایا ہاں یہی صورت مناسب ہے۔ اس کے بعد آپ نے چمڑے کا دسترخوان منگا کر بچھایا پھر سب سے ان کا بچا کھچا کھانا

فَاَخَذُوْا وَعَيْنُهُمْ حَتّٰى مَا تَرَكُوْا فِى الْعَسْكَرِ وِعَاءً اِلَّا مَلَئُوْهُ قَالَ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَفَضَلَتْ فَضْلَةٌ (الحديث) رواه الشيخان

(۱۳۷۵) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ غَزْوَةٍ فَاَصَابَهُمْ عَوَزٌ مِّنَ الطَّعَامِ فَقَالَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ عِنْدَكَ شَيْءٌ؟ قَالَ قُلْتُ لَا اِلَّا شَيْءٌ مِّنَ التَّمْرِ فِىْ مِزْوَدِىْ قَالَ جِئْ بِهٖ ـ فَجِئْتُ بِالْمِزْوَدِ فَقَالَ هَاتِ نِطْعًا فَجِئْتُ بِالنِّطْعِ فَبَسَطْتُهَا فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فَقَبَضَ عَلَى التَّمْرِ فَاِذَا هُوَ اِحْدٰى وَّعِشْرُوْنَ تَمْرَةً فَقَالَ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ فَجَعَلَ يَضَعُ كُلَّ تَمْرَةٍ وَّيُسَمِّىْ حَتّٰى اَتٰى عَلَى التَّمْرِ فَقَالَ بِهٖ هٰكَذَا فَجَمَعَهٗ فَقَالَ اُدْعُ فُلَانًا وَّاَصْحَابَهٗ فَاَكَلُوْا وَشَبِعُوْا وَخَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ اُدْعُ فُلَانًا وَّاَصْحَابَهٗ فَاَكَلُوْا وَشَبِعُوْا وَخَرَجُوْا قَالَ وَفَضَلَ تَمْرٌ فَقَالَ لِىْ اُقْعُدْ فَقَعَدْتُ فَاَكَلَ وَاَكَلْتُ قَالَ فَفَضَلَ تَمْرٌ فَاَخَذْتُهٗ فَاَدْخَلْتُهٗ فِى الْمِزْوَدِ فَقَالَ

منگوایا تو کوئی آدمی ایک مٹھی آٹا لانے لگا کوئی آدمی ایک مٹھی کھجور اور کوئی ایک روٹی کا ٹکڑا۔ اس طرح اس دسترخوان پر کچھ تھوڑا سا کھانے کا سامان اکٹھا ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضورؐ نے اس پر دعائے برکت کی پھر فرمایا اپنے اپنے برتنوں کو لے کر آؤ اور انھیں بھر لو تو لوگ اپنے اپنے برتن بھرنے اور لشکر کا کوئی برتن ایسا نہ بچا جسے لوگوں نے نہ بھر لیا ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد سب نے کھایا بھی اور شکم سیر ہو کر کھایا اور اس کے بعد بھی بہت سا بچ گیا۔ (بخاری و مسلم)

(۱۳۷۶) حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑائی میں گئے تھے تو فوج کو کھانے کی تنگی ہوئی تو آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہؓ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے! کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضورؐ! بجز تھوڑی سی کھجور کے اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا اسی کو لے آؤ۔ میں لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا چمڑے کا ایک دسترخوان لاؤ۔ میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا اور مٹھی میں کل کھجوریں لے لیں تو وہ کل اکیس کھجوریں تھیں پھر بسم اللہ شریف پڑھی پھر ہر کھجور کو بسم اللہ کہہ کر رکھتے جاتے یہاں تک کہ کل کھجوریں رکھ دیں پھر راوی نے ان کو جمع کرنے کا اشارہ کر کے بتایا کہ حضورؐ نے اس طرح کیا۔ پھر فرمایا جاؤ فلاں شخص کو اور اس کے ساتھیوں کو بلا لاؤ تو ان سب نے آ کر کھایا اور شکم سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے۔ تب آپ نے فرمایا اب جاؤ فلاں شخص کو اور اس کے ساتھیوں کو بلا لاؤ تو یہ لوگ بھی آئے اور خوب پیٹ بھر

(۱۳۷۶) تشریح :- یہ روایت ابھی آپ کے سامنے گزر چکی ہے اور ان دونوں میں کچھ لفظی فرق ہے صرف تاثیر کے بیان میں اس کو نقل کیا گیا ہے اس کو دوسرا واقعہ سمجھنا نہیں چاہیے۔

يَا أَبَا هُرَيْرَةَ إِذَا أَرَدْتَ شَيْئًا فَأَدْخِلْ يَدَكَ وَلَا تَكْفَأْ فَيُكْفَأَ عَلَيْكَ. قَالَ فَمَا كُنْتُ أُرِيدُ تَمْرًا إِلَّا أَدْخَلْتُ يَدِي فَأَخَذْتُ مِنْهُ خَمْسِينَ وَسْقًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَكَانَ مُعَلَّقًا خَلْفَ ظَهْرِي فَوَقَعَ زَمَانَ عُثْمَانَ فَذَهَبَ. رَوَاهُ الْحَافِظُ عَبْدُ الْغَنِيِّ۔

(١٣٧٧) عَنْ دُكَيْنِ بْنِ سَعِيدٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ وَأَرْبَعَمِائَةٍ نَسْأَلُهُ الطَّعَامَ فَقَالَ لِعُمَرَ اذْهَبْ فَأَعْطِهِمْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا بَقِيَ إِلَّا آصُعٌ مِنْ تَمْرٍ مَا أَرَى أَنْ يُقَيِّظَنِي قَالَ اذْهَبْ فَأَعْطِهِمْ قَالَ سَمْعًا وَطَاعَةً قَالَ فَأَخْرَجَ عُمَرُ الْمِفْتَاحَ مِنْ حُجْزَتِهِ فَفَتَحَ الْبَابَ فَإِذَا شِبْهُ الْفَصِيلِ الرَّابِضِ مِنْ تَمْرٍ فَقَالَ لَنَا خُذُوا فَأَخَذَ كُلٌّ مِنَّا مَا أَحَبَّ ثُمَّ الْتَفَتُّ وَكُنْتُ آخِرَ الْقَوْمِ وَكَأَنَّا لَمْ نَرْزَأْ تَمْرَةً. رواه الإمام احمد ورواه ابو داؤد قال ابو عبد الله المقدسي واسناده على شرط الصحيح.

کھاتے چلے گئے پھر بھی کچھ کھجوریں بچ گئیں تو حضورؐ نے مجھ سے فرمایا مِزود میں جتنی ہیں تو آپؐ نے بھی کھجوریں نوش فرمائیں اور میں نے بھی کھائیں۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد بھی کچھ کھجوریں بچ گئیں تو حضورؐ نے وہ کھجوریں لیں اور ان کو میرے توشہ دان میں رکھدیں پھر مجھ سے فرمایا اے ابوہریرہؓ جب تم اس میں سے کچھ لینا چاہو تو اس کے اندر ہاتھ ڈال کر نکال لینا اور ان کو الٹنا مت ورنہ وہ ختم ہو جائیں گی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر جب مجھے کھجوریں درکار ہوتیں تو میں اس توشہ دان میں ہاتھ ڈالتا اس طرح میں نے اسی توشہ دان میں سے پچاس وسق کھجوریں تو اللہ عزوجل کی راہ میں دیدیں وہ توشہ دان میری پیٹھ کے پیچھے لٹکا رہتا تھا پھر حضرت عثمانؓ کے زمانۂ شہادت میں اسے اتار کر رکھا تو وہ توشہ دان غائب ہو گیا۔

(١٣٧٧) دکین ابن سعید مزنیؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ چار سو چالیس تھے حضورؐ کی خدمت میں کھانے کی چیزیں مانگنے آئے۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا جاؤ ان کو دیدو۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اب تو بجز چند صاع کھجوروں کے کچھ نہیں ہیں اسے تو وہ گرمی بھی بمشکل کافی ہوں گی آپؐ نے پھر فرمایا جاؤ ان کو دیدو حضرت عمرؓ نے کہا جی بہت اچھا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے کنجی اپنے حجرے سے نکالی اور دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ کھجوروں کا اتنا بڑا ڈھیر ہے جیسا کہ اونٹ کا بچہ بیٹھا معلوم ہو۔ تو انھوں نے ہم سب سے کہا تو لیتے جاؤ تو ہم میں سے ہر ایک نے جتنا چاہا لے لیا۔ پھر میں اُدھر متوجہ ہوا اور میں ان میں سب سے اخیر شخص تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم نے ایک کھجور بھی کم نہیں کی۔ (احمد)

الرسول لاعظم نبع الماء من بين اصابعه وتسبيحة الطعام وهو يؤكل في زمنه صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۷۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الْاٰيَاتِ بَرَكَةً وَاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِيْفًا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ اُطْلُبُوْا فَضْلَةً مِّنْ مَّاءٍ فَجَاءُوْا بِاِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ قَلِيْلٌ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُ الْمَاءَ يَنْبَعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ يُؤْكَلُ۔ (رواه البخاري)

(۱۳۷۹) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَكَانَ يَجْمَعُ الصَّلٰوةَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا وَالْمَغْرِبَ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انگشتان مبارک سے پانی کا ابل پڑنا اور آپ کے زمانے میں کھانا کھانے میں کھانے کی تسبیح پڑھنا

(۱۳۷۸) عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم تو معجزات کو برکت سمجھتے تھے اور تم ان کو خوف کی چیز سمجھتے ہو ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے پانی کی کمی ہو گئی آپ نے فرمایا تلاش کر کے کچھ تو بچا پانی بچا ہو تو لے آؤ۔ لوگ ایک برتن لے آئے جس میں تھوڑا سا پانی تھا آپ نے برتن میں اپنا دست مبارک ڈالا اور فرمایا چلو اور وضو کا پانی اور خدا کی برکت تو میں نے بچشم خود دیکھا کہ آپ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح پھوٹ رہا ہے۔ اور آپ کے عہد مبارک میں ایسا بھی ہوتا تھا ہم کھانا کھایا کرتے تھے اور کھانے کی تسبیح اپنے کانوں سے سنا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

(۱۳۷۹) معاذؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ تبوک کے لئے نکلے آپ اس

(۱۳۷۸) امام بخاری اس حدیث سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ جو لوگ ان معجزات سے متوحش ہوتے ہیں جن میں خوف کا ظہور ہوا اور صحابہ کرامؓ کو وہ معجزات نافع ہوتے تھے جو موجب برکت ہوتے۔

امام طحاویؒ نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے قلوب میں معجزات دیکھ کر حق تعالیٰ کی ہیبت پیدا ہوتی اور اس سے ان کا ایمان بڑھتا اور تسلی ہوتی اس لئے معجزات ان کے لئے موجب برکت ہوتے تھے تم معجزات دیکھ کر صرف ڈر جاتے ہو۔ بالکل ان سے تو کوئی نفع نہیں ہوتا اور اس لئے کوئی یا صرف باعث خوف ہی ہیں وہ تمہارے حق میں موجب برکت نہیں ہوتے۔ (المعتصر)

وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمًا أَخَّرَ الصَّلَاةَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ
جَمِيعًا ثُمَّ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ ذَلِكَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا ثُمَّ قَالَ
إِنَّكُمْ سَتَأْتُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ عَيْنَ تَبُوكَ وَإِنَّكُمْ لَنْ تَأْتُوهَا حَتَّى يُضْحِيَ النَّهَارُ فَمَنْ
جَاءَهَا مِنْكُمْ فَلَا يَمَسَّ مِنْ مَائِهَا شَيْئًا حَتَّى آتِيَ. فَجِئْنَاهَا وَقَدْ سَبَقَنَا إِلَيْهَا
رَجُلَانِ وَالْعَيْنُ مِثْلُ الشِّرَاكِ تَبِضُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ فَسَأَلَهُمَا رَسُولُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَسِسْتُمَا مِنْ مَائِهَا شَيْئًا قَالَا نَعَمْ فَسَبَّهُمَا رَسُولُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَهُمَا مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ قَالَ ثُمَّ غَرَفُوا بِأَيْدِيهِمْ
مِنَ الْعَيْنِ قَلِيلًا قَلِيلًا حَتَّى اجْتَمَعَ فِي شَيْءٍ قَالَ وَغَسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِيهِ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ ثُمَّ أَعَادَهُ فِيهَا فَجَرَتِ الْعَيْنُ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ أَوْ قَالَ غَزِيرٍ حَتَّى اسْتَقَى
النَّاسُ ثُمَّ قَالَ يُوشِكُ يَا مُعَاذُ إِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ أَنْ تَرَى مَا هَاهُنَا
قَدْ مُلِئَ جِنَانًا. (رواه مسلم)

سفر میں دو دو نمازیں ملا کر ادا فرماتے تھے۔ پہلے ظہر و عصر کی نمازیں پڑھیں اس کے بعد اندر تشریف لے گئے
اور باہر تشریف لا کر مغرب و عشاء ملا کر پڑھیں۔ اس کے بعد فرمایا ان شاء اللہ کل تم لوگ تبوک کے چشمہ پر
پہنچ جاؤ گے اور اس وقت تک نہیں پہنچو گے جب تک کہ دن چڑھ نہ جائے تو جو شخص بھی وہاں پہنچے وہ
تاوقتیکہ میں نہ آؤں پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ ہم سے پہلے دو شخص تبوک کے چشمے پر پہنچ چکے تھے۔ جب
ہم پہنچے دیکھا تو چشمہ تسمے کی طرح باریک بہہ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے
پوچھا تم نے اس کے پانی کو ہاتھ تو نہیں لگایا۔ انھوں نے عرض کی جی لگایا تو ہے۔ اس پر رسول اللہ کی
نے اظہار ناگواری فرمایا۔ اس کے بعد صحابہ نے چلو بھر بھر کر اس چشمے سے تھوڑا تھوڑا پانی جمع کر لیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا دست مبارک اور چہرۂ مبارک دھویا اور وہ پانی اسی چشمہ
میں ڈال دیا۔ اسی وقت وہ ایک بڑے چشمے کی طرح بہہ پڑا اور لوگوں نے خوب پانی پیا۔ اس کے بعد
فرمایا معاذ تمہاری زندگی دراز ہوئی اور تم اسی جگہ اتنا پانی دیکھو گے کہ اس سے باغات
ہرے بھرے ہوں گے۔ (مسلم)

(۱۳۸۰) مِنْ حَدِيثِ جَابِرٍ الطَّوِيلِ رَوَاهُ عُبَادَةُ بْنُ الْوَلِيدِ وَقَدْ تَقَدَّمَ أَوَّلُهُ فِي قِصَّةِ الشَّجَرَتَيْنِ وَالْتِيَامِهِمَا وَمَا أَثَّرَ أَمْرُهُمَا وَوَضْعِهِ الْغُصْنَ عَلَى الْقَبْرَيْنِ وَقَالَ فِي آخِرِهِ فَأَتَيْنَا الْعَسْكَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ نَادِ بِوَضُوءٍ فَقَالَ أَلَا وَضُوءَ أَلَا وَضُوءَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا وَجَدْتُ فِي الرَّكْبِ مِنْ قَطْرَةٍ وَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُبَرِّدُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاءَ فِي أَشْجَابٍ لَهُ فَقَالَ لِيَ انْطَلِقْ إِلَى فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ الْأَنْصَارِيِّ فَانْظُرْ هَلْ فِي أَشْجَابِهِ مِنْ شَيْءٍ قَالَ فَانْطَلَقْتُ إِلَيْهِ فَنَظَرْتُ فِيهَا فَلَمْ أَجِدْ فِيهَا إِلَّا قَطْرَةً فِي عَزْلَاءِ شَجْبٍ لَوْ أَنِّي أُفْرِغُهُ لَشَرِبَهُ يَابِسُهُ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي لَمْ أَجِدْ فِيهَا إِلَّا قَطْرَةً فِي عَزْلَاءِ شَجْبٍ لَوْ أَنِّي أُفْرِغُهُ لَشَرِبَهُ يَابِسُهُ قَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهِ فَأَتَيْتُهُ بِهِ فَأَخَذَهُ بِيَدِهِ فَجَعَلَ يَتَكَلَّمُ بِشَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ

(۱۳۸۰) جابرؓ کی وہ حدیث جس کو عبادہ بن الولید نے روایت کیا ہے اس کے آخر میں مذکور ہے کہ ہم اپنے لشکر میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا جب نہ ملا تو آپ نے فرمایا لشکر میں تلاش کرو میں نے عرض کی قافلہ بھر میں ایک قطرہ پانی بھی مجھ کو نہیں ملا۔ انصار میں ایک شخص تھے جو خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی مشکوں میں پانی ٹھنڈا کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا اس کے پاس ہی جا کر دیکھو اس کی مشک میں کچھ بھی پانی ہے میں گیا تو ان کے مشک میں بھی اتنا سا پانی ملا کہ اگر میں اس کو انڈیلتا تو جو حصہ اس کا خشک تھا وہ اس کو پی جاتا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ان کی مشک میں تو صرف اتنا ہی پانی ہے کہ اگر میں اس کو انڈیلوں تو وہ اس کے خشک حصہ ہی میں جذب ہو کر رہ جائے گا آپ نے فرمایا جاؤ اور جا کر وہی لے آؤ میں اس کو لے آیا آپ نے اس کو اپنے دست مبارک میں لیا اور اس پر کچھ پڑھنے لگے مجھ کو معلوم نہیں کہ آپ نے کیا پڑھا تھا اور اس کو اپنے ہاتھ سے ملنے لگے اس کے بعد آپ نے فرمایا کسی کے پاس اتنا بڑا پیالہ ہو جو پورے قافلے کے لئے کافی ہو جائے اس کو آواز دو۔ میں نے اعلان کر دیا جس کے پاس بھی ایسا پیالہ ہو وہ لے آئے چنانچہ اتنا ہی بڑا ایک پیالہ پیش کیا گیا

(۱۳۸۰) یہاں آپ کے انگشتان مبارک سے پانی کا جوش مار کر پھوٹنے کا تذکرہ ہے اور یہی اس معجزہ کی اصل [illegible] حق تعالیٰ کی جتنی مخلوق تھی سب اسی سے سیراب ہو گئی مگر یہ تفصیل بالضرور معلوم ہو جاتی ہے کہ اس قسم کے [illegible] برتن بہت چھوٹے چھوٹے بنائے جایا کرتے تھے اس لئے پیالہ کے بڑے ہونے کی وجہ سے چند آدمیوں کو اس کو اٹھانا پڑا [illegible] اسی طرح [illegible] زمانوں میں [illegible] ہے [illegible] معلوم ہوتے ہیں۔ [illegible] اس حدیث میں ہے وہ [illegible] آئے گا۔

يُحَرِّكُهُ بِيَدِهِ ثُمَّ أَعْطَانِيهِ ثُمَّ قَالَ يَا جَابِرُ نَادِ بِجَفْنَةِ الرَّكْبِ فَقُلْتُ يَا جَفْنَةَ الرَّكْبِ فَأُتِيتُ بِهَا تُحْمَلُ فَوَضَعْتُهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ فِي الْجَفْنَةِ هٰكَذَا فَبَسَطَهَا وَفَرَّقَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ وَضَعَهَا فِي قَعْرِ الْجَفْنَةِ فَقَالَ خُذْ يَا جَابِرُ فَصُبَّ عَلَيَّ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ بِسْمِ اللّٰهِ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَفُورُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ فَارَتِ الْجَفْنَةُ وَدَارَتْ حَتَّى امْتَلَأَتْ. فَقَالَ يَا جَابِرُ نَادِ مَنْ كَانَ لَهُ حَاجَةٌ بِمَاءٍ. قَالَ فَأَتَى النَّاسُ فَاسْتَقَوْا حَتَّى رَوُوا قَالَ فَقُلْتُ هَلْ بَقِيَ أَحَدٌ لَهُ حَاجَةٌ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ مِنَ الْجَفْنَةِ وَهِيَ مَلْأَى. (رواه مسلم في ذيل حديث)

(١٣٨١) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ لَهُ فَأَدْلَجْنَا لَيْلَتَنَا حَتَّى إِذَا كَانَ وَجْهُ الصُّبْحِ عَرَّسْنَا فَغَلَبَتْنَا أَعْيُنُنَا حَتَّى بَزَغَتِ

جس کو لوگ اٹھا کر لائے۔ میں نے اس کو آپ کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ آپ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈال کر اپنی انگلیاں پھیلا دیں اور اس کو طشت کے تہ میں رکھ دیا اور فرمایا کہ جابر لو اور بسم اللہ کہہ کر میرے ہاتھ پر ڈالو۔ میں نے بسم اللہ کہہ کر پانی ڈالا۔ میں نے دیکھا کہ جیسے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی امنڈ رہا ہے پھر پورے پیالہ میں پانی جوش سے چکر کھانے لگا حتیٰ کہ پیالہ پانی سے لبریز ہو گیا۔ آپ نے فرمایا جابر! اعلان کر دو جس کو پانی کی ضرورت ہو وہ آ کر لے لے۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ (تشنہ لب) آتے رہے اور پانی پی کر سیراب ہوتے گئے یہ بیان کرتے ہیں میں نے کہا، کوئی شخص ایسا رہ گیا ہے جس کو پانی کی ضرورت ہو؟ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ سے اپنا ہاتھ باہر نکال لیا اور پیالہ تھا کہ جوں کا توں بھرا کا بھرا تھا۔ (مسلم)

(١٣٨١) عمران بن حصین بیان کرتے ہیں ہم ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے ہم ساری رات چلتے رہے صبح کے قریب آرام کے لئے اترے اور (ایسے غافل سو گئے) کہ ہماری آنکھ نہ کھل سکی یہاں تک کہ آفتاب چمک اٹھا۔ جو شخص سب سے پہلے بیدار ہوئے وہ ابوبکرؓ تھے۔ ہمارا دستور یہ تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتے میں جگایا نہ کرتے تھے یہاں تک کہ آپ خود ہی بیدار ہو جاتے کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے

(١٣٨١) اس حدیث میں دو ... معجزے کے سوا کچھ اور بھی امور ہیں جو بہت زیادہ قابل یادداشت ہیں پہلی بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیدار نہ کرنے کے متعلق صحابہؓ کی عادت میں منقول ہے وہ ترجمان السنۃ کی تیسری جلد میں نوم نبیہ کے زیر عنوان بوجوہ مذکور ہو چکی ہے جو حدیث میں نقل کی اس لئے اس کو تکرار ہم نے غلط ... جو اسے پیش کیا ہے جانتے ... وہ خود صحابہ کی عادت میں منقول ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں بااتفاق ہے کہ پہلے بیدار ہونے والوں میں

الشمس فكان أول من استيقظ منا أبو بكر الصديق وكنا لا نوقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم من منامه حتى يكون هو الذي يستيقظ لأنا لا ندري ما يحدث له في نومه ثم استيقظ عمر فجعل يكبر حتى استيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما رفع رأسه ورأى الشمس قد بزغت قال ارتحلوا فسار بنا حتى ابيضت الشمس نزل فصلى بنا الغداة فاعتزل رجل من القوم لم يصل معنا فلما انصرف قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم ما منعك أن تصلي معنا قال أصابتني جنابة ولا ماء. قال له عليك بالصعيد فإنه يكفيك فتيمم بالصعيد فصلى ثم عجلني في ركب بين يديه نطلب الماء وقد عطشنا عطشا شديدا فبينما نحن نسير إذا نحن بامرأة سادلة رجليها بين مزادتين فقلنا لها أين الماء فقالت أيهاه أيهاه لا ماء لكم. فقلنا كم بين أهلك وبين الماء. قالت

کوئی نئی بات کیا ہے جو کہ حالت خواب آپ کو پیش آتی ہے۔ اس کے بعد عمرؓ بیدار ہوئے اور اللہ اکبر اللہ اکبر کہنے لگے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جاگ اٹھے آپ نے جب سر اٹھایا اور دیکھا کہ آفتاب چمک اٹھا ہے تو فرمایا یہاں سے کوچ کرو۔ ہم کوچ کر کے روانہ ہوئے یہاں تک کہ اب دھوپ میں سفیدی آگئی تھی (یعنی کراہت کا وقت نکل گیا تھا) آپ نے اتر کر ہم کو نماز پڑھائی۔ ہمارے ساتھ ایک شخص تھا۔ وہ علیحدہ جا کر بیٹھ گیا اور اس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ آپ جب نماز سے فارغ ہو کر اس سے سوال کیا ہمارے ساتھ تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی۔ اس نے عرض کی کہ مجھ کو غسل کی ضرورت پیش آگئی تھی اور پانی تھا نہیں۔ آپ نے اس سے فرمایا مٹی سے تیمم کرلے وہ تیرے لئے کافی ہے اس نے تیمم کیا اور نماز ادا کی۔ پھر ہم کو سخت پیاس لگی تو آپ نے پانی کی تلاش کے لئے ایک قافلہ جو آگے جا رہا تھا اس کی طرف جلدی سے ہم کو روانہ کیا۔ ہم چلے جاتے دیکھتے ہیں کہ ایک عورت اپنی چھاگلوں کے درمیان دونوں پیر لٹکائے جا رہی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا پانی کا چشمہ کہاں ہے گا۔ اس نے جواب دیا ایسے پانی کہاں۔ ہم نے اس سے پوچھا تیرے گھر اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہوگا اس نے کہا ایک دن رات کا۔ ہم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چل۔ اس نے کہا رسول اللہ کس کو

کون شخص تھے۔ روایت مذکورہ سے حضرت ابو بکرؓ کا نام معلوم ہوتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جب نماز قضا ہو جائے تو اس کی قضا وقت مکروہ میں نہ کرنا چاہئے۔ جیسا کہ راوی نے حتی ابیضت الشمس اور بزغت کے لفظ فرما کر اس بات کو صاف کر دیا ہے چنانچہ ان سب الفاظ سے جب ہی کہ تو سمیں پوری کر جانا چاہئے۔

(۱۳۸۳) عن أبي قتادة قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال إنكم
تسيرون عشيتكم وليلتكم وتأتون الماء إن شاء الله غدا فانطلق الناس لا يلوي
أحد على أحد وذكر حديث النوم في الوادي فقال ثم دعا بميضأة كانت معي فيها
شيء من ماء فتوضأ منها وضوءا دون وضوء قال وبقي فيها شيء من ماء ثم قال
لأبي قتادة احفظ علينا ميضأتك فسيكون لها نبأ ثم قال أصبح الناس فقدوا
نبيهم فقال أبو بكر وعمر إن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعدكم لم يكن
ليخلفكم وقال الناس إن رسول الله صلى الله عليه وسلم بين أيديكم فإن
يطيعوا أبا بكر وعمر يرشدوا قال فانتهينا إلى الناس حين امتد النهار وحمي
كل شيء وهم يقولون يا رسول الله هلكنا عطشنا فقال لا هلك عليكم ثم قال
أطلقوا لي غمري قال ودعا بالميضأة فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم
يصب وأبو قتادة يسقيهم فلم يعد أن رأى الناس ما في الميضأة تكابوا عليها

(۱۳۸۳) ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیا
اور اس میں فرمایا کہ تم لوگ آج شام اور ساری رات سفر کرنے کے بعد کل ان شاء اللہ تعالیٰ چشمہ پر جا پہنچو گے
بس لوگ چل پڑے اور ایک دوسرے کی طرف کوئی توجہ نہ کرتا تھا بس سفر طے کرنے میں مشغول تھا اس کے
بعد وادی میں پہنچنے اور وہاں غفلت کی نیند سو جانے کا قصہ بیان ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ وضو کے
پانی کا جو برتن میرے ساتھ تھا آپ نے اس کو منگایا اس میں تھوڑا سا پانی تھا آپ نے اس پانی سے مختصر سا
وضو فرمایا اور جو پانی بچا اس کے متعلق فرمایا کہ اس کو محفوظ رکھنا آئندہ چل کر اس سے ایک بڑا معجزہ ظاہر
ہوگا۔ یہ کہتے ہیں کہ جب صبح ہو گئی تو لوگوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک تشریف
نہیں لائے۔ اس پر ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وعدہ فرمائیں اور پھر اس کا خلاف کریں۔ لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے سامنے
ہیں ... ابوبکرؓ و عمرؓ جیسے بڑے صحابہ موجود ہیں اگر ان کی رائے پر عمل کرو گے تو کامیاب ہو گے۔
راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم ان لوگوں سے اس وقت آکر ملے جب کہ دن چڑھ چکا تھا اور آفتاب کی حرارت
سے ہر چیز جلنے لگی تھی۔ لوگ آپ سے فریاد کر رہے تھے یا رسول اللہ ہم تو پیاس سے مر رہے۔ آپ نے فرمایا نہیں
ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ یہ فرما کر وضو کے پانی کا برتن منگایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برتن سے
پانی ڈالتے تھے اور ابو قتادہؓ لوگوں کو پلاتے جا رہے تھے۔ لوگوں نے برتن کے پانی کو دیکھا تھا کہ

(۱۳۸۵) ومن حديث سلمة بن الأكوع نحوه قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزوة فأصابنا جهد حتى هممنا أن ننحر بعض ظهرنا فأمرنا نبي الله صلى الله عليه وسلم فجمعنا مزاودنا فبسطنا له نطعا فاجتمع زاد القوم على النطع قال فتطاولت لأحزره كم هو فحزرته كربضة العنز ونحن أربع عشرة مائة قال فأكلنا حتى شبعنا جميعا ثم حشونا جربنا فقال نبي الله صلى الله عليه وسلم فهل من وضوء قال فجاء رجل بإداوة له فيها نطفة فأفرغها في قدح فتوضأنا كلنا ندغفقه دغفقة أربع عشرة مائة ثم جاء بعد ذلك ثمانية فقالوا هل من طهور فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فرغ الوضوء - (رواه البخاري)

(۱۳۸۶) عن أنس أيضا أن النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه بالزوراء والزوراء بالمدينة عند السوق والمسجد فيما ثمه دعا بقدح فيه ماء فوضع كفه

(۱۳۸۵) سلمہ بن اکوعؓ کی حدیث میں بھی اسی طرح ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک غزوہ میں تھے تو ہمیں بھوک سے تکلیف ہونے لگی یہاں تک کہ ہم لوگوں کا ارادہ ہوا کہ اپنی ایک آدھ سواری کے اونٹ ذبح کر دیں۔ تب ہم کو اللہ کے نبی نے حکم دیا کہ ہم سب اپنے اپنے ناشتہ دانوں کو اکٹھا کریں تو ہم نے چمڑے کا ایک دسترخوان بچھایا اور سب لوگوں کا توشہ اسی دسترخوان پر اکٹھا ہوا تو میں نے گردن اٹھائی کہ اس کا اندازہ کروں کہ کل مال کتنا جمع ہو گیا۔ تو میں نے اندازہ کیا کہ وہ کل اتنا ہو گا جیسا کہ بکری کی ٹیک ہوتی ہے (یعنی اس کی نشست گاہ) اور ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم سب نے کھایا اور پیٹ بھر بھر کر کھایا پھر ہم سب نے اپنے اپنے توشہ دان بھی بھر لئے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہیں کچھ پانی بھی ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص ایک برتن لے کر آیا جس میں چند قطرے پانی تھا تو آپ نے اُسے ایک بڑے برتن میں انڈیل لیا تو ہم سب چودہ سو آدمیوں نے تھوڑا تھوڑا پانی لیکر وضو کیا۔ اس کے بعد آٹھ آدمی اور آگئے اور انہوں نے پوچھا کچھ وہ پانی وضو کیلئے بچا ہے یا نہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس اب پانی ختم ہو گیا۔ (بخاری)

(۱۳۸۶) انسؓ سے یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ مقام زوراء میں تھے یہ مدینہ طیبہ میں بازار کے پاس ایک مقام کا نام تھا! وہ وہاں مسجد بھی تھی۔ آپ نے پیالہ منگایا، جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈالا تو پانی آپ کی انگلیوں سے پھوٹ پھوٹ کر

فَجَعَلَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّاَ جَمِيْعُ اَصْحَابِهٖ قَالَ قُلْتُ كَمْ كَانُوْا يَا اَبَا حَمْزَةَ قَالَ كَانُوْا زُهَاءَ الثَّلَاثِمِائَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ بِمَاءٍ لَا يَغْمُرُ اَصَابِعَهٗ (رواه الشيخان)

(۱۳۸۷) عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوْءَ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ فِيْ ذٰلِكَ الْاِنَاءِ يَدَهٗ وَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ يَتَوَضَّؤُوْا مِنْهُ قَالَ فَرَاَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّاَ النَّاسُ حَتّٰى تَوَضَّؤُوْا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِهِمْ (رواه الشيخان)

(۱۳۸۸) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدْ رَاَيْتُنِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ حَضَرَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ وَلَيْسَ مَعَنَا مَاءٌ غَيْرُ فَضْلَةٍ فَجُعِلَ فِيْ اِنَاءٍ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِيْهِ وَفَرَّجَ اَصَابِعَهٗ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الْوَضُوْءِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ. فَلَقَدْ رَاَيْتُ الْمَاءَ يَتَفَجَّرُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّاَ النَّاسُ

اُبلنے لگا یہاں تک کہ آپ کے سب ہمراہیوں نے وضو کر لیا۔ میں نے پوچھا اے ابو حمزہ (حضرت انسؓ کی کنیت ہے) آپ کے ان ساتھیوں کی کل تعداد کتنی ہوگی؟ انہوں نے جواب دیا تقریباً تین سو کے قریب صحابہؓ ہوں گے۔ دوسری روایت میں ہے کہ پانی اتنا تھا کہ آپ کی انگلیاں بھی اس میں نہ ڈوبتی تھیں۔ (شیخین)

(۱۳۸۷) انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس وقت نماز عصر کا وقت آچکا تھا لوگوں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا تو نہ ملا۔ آپ کے سامنے تھوڑا سا پانی پیش کیا گیا آپ نے اس برتن میں اپنا دست مبارک ڈالا اور لوگوں سے کہا کہ وضو کریں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے آپ کی انگلیوں سے پانی اُبل اُبل کر نکلتے ہوا دیکھا اور تمام حضرات نے ایک ایک کر کے وضو کر لیا۔ (شیخین)

(۱۳۸۸) جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا۔ میں نے دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت آگیا ہے اور ہمارے پاس پانی نہیں ہے صرف جو کسی کے پاس بچا کھچا رہ گیا تھا بس وہی تھا اور وہ ایک برتن میں ڈال کر آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس میں ڈالا اور اپنی انگلیاں پھیلا دیں۔ اس کے بعد فرمایا لوگو چلو اور وضو کا پانی اور اللہ کی طرف سے برکت لوٹو۔ میں نے دیکھا کہ پانی تھا کہ پھوٹ پھوٹ کر آپ کی انگلیوں سے ابل رہا تھا حتیٰ کہ تمام صحابہؓ نے وضو بھی کر لیا اور جو پی سکے پی بھی لیا۔ اور میں نے تو جتنا پانی میرے پیٹ میں سما سکتا تھا پوری طرح پی ڈالا کیونکہ میں جان چکا تھا کہ یہ برکت ہی برکت کا پانی ہے۔ میں نے جابرؓ سے

ثم مضمض ثم صبه فيها فتركناها غير بعيد ثم انها اصدرتنا ما شئنا نحن و ركائبنا ولنا الف واربع مائة او اكثر من ذلك. (رواه البخاري)

الرسول الاعظم البركة في الماء والطعام والثمار الذي كان يكثر ببركته فوق العادة صلوات الله عليه

(۳۹۱) عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم دعا بماء فأتي بقدح رحراح فجعل القوم يتوضؤون فحزرت ما بين السبعين الى الثمانين. رواه الشيخان. وفي رواية لهما ان النبي صلى الله عليه وسلم خرج في بعض مخارجه ومعه اناس من اصحابه فانطلقوا يسيرون فحضرت الصلوة فلم يجدوا ما يتوضؤون به فانطلق رجل من القوم فجاء بقدح فيه ماء يسير فاخذه النبي صلى الله عليه وسلم فتوضأ ثم مد اصابعه الاربع على القدح ثم قال قوموا فتوضؤوا وكانوا سبعين او نحوه.

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچی آپ تشریف لائے اور اس کی منڈیر پر آکر بیٹھ گئے اور ایک برتن میں کچھ پانی منگایا اور وضو فرمایا اور کلی کرکے وہ پانی اس کنویں میں ڈال دیا۔ ہم نے کچھ زیادہ دیر بھی نہیں کی تھی کہ اس میں اتنا پانی بڑھ گیا کہ جتنا ہو سکا ہم نے خود پانی پیا اور اپنے اونٹوں کو بھی پلایا اس وقت ہماری تعداد چودہ سو ہوگی یا اس سے کچھ زیادہ۔ (بخاری شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پانی اور کھانے اور پھلوں میں وہ برکت جو عادت واسباب کی حد سے بڑھ کر تھی

(۳۹۱) انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پانی طلب فرمایا آپ کے سامنے ایک کشادہ پیالہ پیش کیا گیا وہاں لوگوں نے اس سے وضو کرنا شروع کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اندازہ لگایا تو کوئی ستر و اسی کے درمیان ہوں گے (متفق علیہ)۔ اور بعض روایت میں اس طرح ہے کہ آپ کسی سفر میں باہر تشریف لے گئے اور اس سفر میں آپ کے ہمراہ آپ کے کچھ صحابہ بھی تھے وہ چلتے رہے یہاں تک کہ نماز کا وقت آگیا اور وضو کے لئے پانی نہ مل سکا تو قوم میں سے ایک شخص گیا اور ایک پیالہ میں تھوڑا سا پانی لیکر آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لیکر وضو فرمایا۔ پھر اپنی چاروں انگلیاں پانی کے پیالے پر پھیلا دیں اور فرمایا لوگو اٹھو اور وضو کرو۔ یہ لوگ ستر یا کچھ کم و بیش ہوں گے۔

(۳۹۱) اس واقعہ میں کل ستر یا اسی افراد موجود ہونے کا پتہ ملتا ہے آپ ان دو واقعوں کو علیحدہ واقعہ

* شمار کیجئے یا ایک ہی شمار کیجئے۔ ہمارا مقصد تو صرف معجزات شماری کا ایک نمونہ پیش کرنا ہے۔

(۱۳۹۲) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ إِنَّ أَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوا أُنَاسًا
فُقَرَاءَ وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ
بِثَالِثٍ وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ أَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ أَوْ سَادِسٍ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ
جَاءَ بِثَلَاثَةٍ وَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ تَعَشَّى عِنْدَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتَّى صُلِّيَتِ الْعِشَاءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتَّى
تَعَشَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضَى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَتْ لَهُ
امْرَأَتُهُ مَا حَبَسَكَ عَنْ أَضْيَافِكَ قَالَ أَوَعَشَّيْتِهِمْ قَالَتْ أَبَوْا حَتَّى تَجِيءَ فَغَضِبَ
وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا أَطْعَمُهُ أَبَدًا فَحَلَفَتِ الْمَرْأَةُ أَنْ لَا تَطْعَمَهُ وَحَلَفَ الْأَضْيَافُ
أَنْ لَا يَطْعَمُوهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ كَانَ هٰذَا مِنَ الشَّيْطَانِ فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَأَكَلَ وَأَكَلُوا
فَجَعَلُوا لَا يَرْفَعُونَ لُقْمَةً إِلَّا رَبَتْ مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ يَا أُخْتَ

(۱۳۹۲) حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ تہی دست لوگ
تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو اسے چاہیے کہ تیسرے
کو اپنے ساتھ لیجائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو اسے چاہیے کہ پانچویں یا چھٹے آدمی کو اپنے ساتھ
(کھانا کھلانے) لیجائے۔ اور حضرت ابوبکرؓ تین آدمیوں کو ساتھ لیکر گھر آئے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم
دس آدمیوں کو ہمراہ لیکر چلے اور خود ابوبکرؓ نے بھی رات کا کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کھایا پھر ٹھہر
رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھ لی گئی پھر وہاں سے لوٹے۔ وہ اتنی دیر ٹھہرے رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
بھی رات کا کھانا کھا لیا اور ابوبکرؓ رات کا اتنا حصہ گذرنے کے بعد گھر پہنچے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا تو
ان کی بیوی نے ان سے پوچھا کہ اپنے مہمانوں کو چھوڑ کر آپ اتنی دیر کہاں رک گئے؟ تو ابوبکرؓ نے پوچھا
یہ بتاؤ کہ تم نے ان کو کھانا کھلا دیا یا نہیں؟ کہنے لگیں کہ ان لوگوں نے کہا کہ اس وقت تک نہ کھائیں گے
جب تک تم نہ آجاؤ گے تو حضرت ابوبکرؓ کو غصہ آیا۔ اور انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں تو کھانا نہ کھاؤں گا۔
تو ان کی بیوی نے بھی قسم کھا کر کہا کہ میں بھی کھانا نہ کھاؤں گی۔ اس پر مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ ہم
بھی یہ کھانا نہ کھائیں گے۔ اب حضرت ابوبکرؓ متنبہ ہو کر کہنے لگے کہ یہ سب کچھ شیطان کی وجہ سے ہوا
اس کے بعد انھوں نے کھانا منگوایا اور خود کھایا تو مہمانوں نے بھی کھانا کھایا تو یہ حال تھا کہ جب وہ لوگ
ایک لقمہ اٹھاتے تھے تو اس کے نیچے اس سے زیادہ کھانا نمودار ہو جاتا تھا تو انھوں نے اپنی بیوی سے
فرمایا کہ اے بنو فراس کی خاتون! دیکھو یہ کیا ہے؟ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! اب یہ تو پہلے سے تین گنا

بني فراس ما هذا قالت وقرة عيني إنها الآن لأكثر منها قبل ذلك بثلاث مرار فأكلوا وبعث بها إلى النبي صلى الله عليه وسلم فذكر أنه أكل منها رواه الشيخان وذكر عبد الله بن مسعود كنا نسمع تسبيح الطعام في المعجزات.

الرسول الأعظم دعا على سراقة وارتطام فرسه في جلد من الأرض ثم خروجه منها بعد أن دعا له صلوات الله عليه

(۱۳۹۳) عن البراء بن عازب حين هاجر النبي صلى الله عليه وسلم وأبو بكر من مكة إلى المدينة قال فتبعهم سراقة بن مالك بن جعشم ونحن في جلد من الأرض فقلت يا رسول الله أتينا قال لا تحزن إن الله معنا فدعا عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فارتطمت فرسه إلى بطنها فقال إني قد علمت أنكما دعوتما علي فادعوا لي فالله لكما أن أرد عنكما الطلب فدعا الله فنجا فرجع لا يلقى أحدا إلا قال قد كفيتم ما هنا فلا يلقى أحدا إلا رده وفي نسخة فساخت فرسه في الأرض

زیادہ ہوگیا ہے تو ان سب نے خوب کھایا اور ابو بکرؓ نے وہ کھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھجوا دیا اور کہا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس میں سے کھایا۔ (شیخین) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں بیان کرتے ہیں کہ ہم کھانے کے اندر سے تسبیح سنتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سراقہ جاسوس مشرکین پر بددعا اور اس کے گھوڑے کا سنگلاخ زمین میں دھنس جانا پھر آپ کی دعا کی برکت سے اس زمین سے نکل جانا

(۱۳۹۳) براء بن عازبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کی مکہ مکرمہ سے ہجرت کا واقعہ نقل کرتے ہوئے خود سراقہ بن مالک کا بیان نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم سخت پتھریلی زمین میں تھے تو ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو اب پکڑے گئے آپ نے فرمایا فکر نہ کرو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر حضورؐ نے اسے بددعا دی تو اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ اس نے کہا میں سمجھ گیا تم دونوں نے مجھے بددعا دی ہے لہٰذا اب آپ دونوں میرے لئے نجات کی دعائے خیر کریں۔ خدا کی قسم آپ دونوں کا احسان میرے اوپر ہے اور اس کے لئے میں اب یہ کروں گا کہ تمہیں ڈھونڈنے والوں کو یہیں سے لوٹا دوں گا۔ تب حضورؐ نے اس کے حق میں دعا فرمائی تو وہ اس مصیبت سے نجات پا گیا۔ پھر سراقہ وہاں سے لوٹا دیا مجھے ہیں جس سے بھی ملتا سب کو یہیں سے واپس کر دیتا کہ جاؤ کچھ فکر کی ضرورت نہیں

إلى بطنه ووثب عنه فقال يا محمد قد علمت أن هذا عملك فادع الله أن يخلصني مما أنا فيه ولك علي لأعمين على من ورائي (رواه الشيخان)

(١٣٩٤) عن ابن شهاب من رواية سراقة نفسه قال جاءنا رسل كفار قريش يجعلون في رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر دية كل واحد منهما لمن قتله أو أسره فبينما أنا جالس في مجلس قومي بني مدلج إذ أقبل رجل منهم حتى قام علينا ونحن جلوس فقال يا سراقة إني رأيت آنفا أسودة بالساحل أراها محمدا وأصحابه قال سراقة فعرفت أنهم هم فقلت إنهم ليسوا بهم ولكنك رأيت فلانا وفلانا انطلقوا ثم لبثت ساعة ثم قمت فدخلت بيتي فأمرت جاريتي أن تخرج فرسي وهي من وراء أكمة فتحبسها علي وأخذت رمحي فخرجت به من ظهر البيت فخططت بزجه الأرض وخفضت عاليه حتى أتيت فرسي فركبتها فرفعتها

سارا ہو تو نہیں گئے غرض جس سے بھی ملتا سب کو لوٹا دیتا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا تو وہ کود پڑا اور کہنے لگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سمجھ گیا یہ آپ ہی کا کام ہے۔ اب اللہ کو دعا کیجئے کہ وہ مجھے اس مصیبت سے جس میں میں ہوں چھڑا دے اور میں آپ کے لئے یہ کروں گا کہ جو شخص بھی میرے پیچھے آئے گا اس کو دھوکے میں ڈال کر راستہ بتاؤں گا۔

(۱۳۹۴) ابن شہاب سراقہ بن مالک کا خود اپنا بیان اس طرح نقل کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد یہ پیام لے کر آئے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کو قتل کرے یا قید کرے تو اس کو ان میں سے ہر ایک کے عوض میں ایک دیت کی برابر مال ملے گا۔ یہ کہتے ہیں کہ ابھی کچھ دیر گذرنے نہ پائی تھی۔ میں اپنی قوم بنی مدلج میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص سامنے سے آیا اور کہنے لگا اے سراقہ دریا کے کنارے میں نے ابھی ابھی کچھ لوگ دیکھے ہیں جن کے متعلق میرا غالب گمان یہی ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے رفیق ہوں گے اس کے یہ کہتے ہی میں بھی تاڑ گیا کہ یہ وہی ہیں مگر بات ٹالنے کے لئے میں نے اس سے کہا وہ بھلا کہاں ہوتے شاید تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہوگا۔ پھر ذرا سا توقف کر کے میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر جا کر اپنی باندی سے کہا کہ میرا گھوڑا باہر نکالے۔ وہ ایک ٹیلے کے پیچھے تھا اور اس کو پکڑ کر کھڑی رہے

(۱۳۹۴) ہجرت کا یہ واقعہ صحیح بخاری وغیرہ میں مختلف جگہ موجود ہے ہم نے صرف اس کے بعض ٹکڑے نقل کئے ہیں تاکہ آپ یہ اندازہ کر سکیں کہ کہنے کو تو یہ ایک ہی واقعہ ہے مگر نہ معلوم کتنے معجزات کا حامل ہے۔ ذرا غور تو کیجئے کہ خدا کا محبوب اپنے وطن مالوف و محبوب سے تنہا کس لئے باہر کیا جا رہا ہے۔ ایک ذی حس انسان تصور کرے کہ ان حالات میں کیسے اور کیا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی تسلی کے لئے [illegible] ہوئی [illegible] دشمن کے دلوں میں ان کا تصور تو دور فرمائیے

تقرب بي حتى دنوت منهم وعثرت بي فرسي فخررت عنها فقمت فأهويت يدي إلى كنانتي فاستخرجت منها الأزلام فاستقسمت بها أضرهم أم لا فخرج الذي أكره فركبت وعصيت الأزلام تقرب بي حتى إذا سمعت قراءة رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو لا يلتفت وأبو بكر يكثر الالتفات ساخت يدا فرسي في الأرض حتى بلغتا الركبتين فخررت عنها ثم زجرتها فنهضت فلم تكد تخرج يديها فلما استوت قائمة إذا لأثر يديها غبار ساطع في السماء مثل الدخان فاستقسمت بالأزلام فخرج الذي أكره فناديتهم بالأمان فوقفوا فركبت فرسي حتى جئتهم ووقع في نفسي حين لقيت ما لقيت من الحبس عنهم أن سيظهر أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم وذكر تمام الحديث (رواه الشيخان)

نیزہ بھی گھوڑے کی پشت کی طرف سے نکالا اور اس کی بھال زمین کی طرف کر دی اور اس کا اوپر کا حصہ گرا دیا تاکہ کسی کی نظر نہ پڑے یہاں تک کہ پھر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اس کو تیز کر دیا تاکہ وہ جلد ان کو جا پہنچے جب میں ان کے نزدیک جا پہنچا تو میرا گھوڑا ٹھوکر کھا کر پھسلا اور میں اس کے اوپر سے جا پڑا، کھڑے ہو کر میں نے اپنے ترکش کے تیر نکالے اور ان کا پانسہ کھینچا کہ میں ان کو نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں دیکھا تو اس میں ایسی بات نکلی جس کو میں ناپسند کرتا تھا مگر پھر بھی میں نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے اتنا نزدیک جا پہنچا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پڑھنے کی آواز سنائی دیتی تھی آپ کسی طرف توجہ نہ فرماتے تھے اور ابو بکر بار بار مڑ کر دیکھ رہے تھے جب میں اتنا قریب جا پہنچا تو میرے گھوڑے کے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے یہاں تک کہ گھٹنوں تک جا پہنچے اور میں پھر اس کی پشت سے جا پڑا، میں پھر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کو ڈانٹا مگر وہ اپنے پاؤں زمین سے نکال سکا پھر جب مشکل وہ سیدھا کھڑا ہوا تو زمین سے دھوئیں کی طرح ایک غبار نکلا میں نے پھر اپنے تیروں سے فال کھینچی مگر پھر وہی بات نکلی جو مجھ کو ناپسند تھی اس پر میں نے امن کے لئے آواز دی وہ ٹھہر گئے میں گھوڑے پر سوار ہو کر جب بالکل ان کے پاس پہنچ گیا تو راہ میں اتنا قصہ گزرنے کی وجہ سے میرے دل میں اب یہ یقین ہو گیا کہ آپ کا دین ضرور غالب ہو کر رہے گا۔ اس کے بعد پورا واقعہ نقل کیا۔ (متفق علیہ)

ابھی خوابگاہ پر بھی نہ پہنچے تھے کہ حضرت علی کو رخصت کیا اور جس طرح دشمنوں کا محاصرہ تھا اس سے صاف آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل گئے کس طرح تعاقب کرنے والے دشمنوں کا ہر کوشش ناکام رہی اور آپ ہر طرح محفوظ رہے کس طرح ام معبد کے گھر پہنچ کر کس طرح دودھ کے متعلق روایت ہے وہ واقعات ظاہر ہوئے۔ یہ سب واقعات ان کی آنکھوں میں آپ کی نظروں کے سامنے گزرے تھے اور جو معجزات ہماری نظروں سے چھپے ہوئے ہیں [illegible] کی وجہ سے غائب رہے [illegible] کے مقصود سب ان کے نذر ہو گئے یہاں تک کہ [illegible] کی وجہ سے [illegible] ساتھ [illegible]

م: اس قصہ کا مکمل واقعہ کے بیان کے لئے [illegible] جلدوں میں دیکھئے۔

الرسول الاعظم واستجابة دعائه صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۹۵) عن علیؓ قال بعثنی رسول الله صلی الله علیه وسلم الی الیمن قاضیا
فقلت یا رسول الله ترسلنی وانا حدیث السن ولا علم لی بالقضاء فقال ان الله
سیهدی قلبک ویثبت لسانک اذا تقاضی الیک رجلان فلا تقض للاول حتی
تسمع کلام الآخر فانه احری ان یتبین لک القضاء قال فما شککت فی قضاء
بعد. (رواه الترمذی وابو داؤد وابن ماجة)

(۱۳۹۶) عن کعب بن مالکؓ قال کان ابی بن خلف اخو بنی جمح قد حلف
وهو بمکة لیقتلن رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما بلغت رسول الله
صلی الله علیه وسلم حلفته قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بل انا اقتله
ان شاء الله فاقبل ابی مقنعا فی الحدید وهو یقول لا نجوت ان نجا محمد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعائے مبارک کی شان قبولیت

(۱۳۹۵) حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے قاضی و منصف بنا کر بھیج رہے ہیں حالانکہ میں ابھی کم عمر ہوں اور
مجھے جھگڑے چکانا نہیں آتا حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو صحیح بات ہی کی طرف رہنمائی فرمایا کرے گا
اور تمہاری زبان کو حق بات پر جما کرے گا لہٰذا جب بھی تمہارے سامنے دو فریق آئیں تو تم ایک ہی شخص کی بات
سن کر فیصلہ نہ کر دیا کرنا جب تک کہ تم فریق ثانی کی بات بھی نہ سن لو کیونکہ اس صورت میں معاملہ تمہارے سامنے
خوب زیادہ واضح ہو جائے گا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد مجھے کسی معاملے میں شک نہیں ہوا (ترمذی)

(۱۳۹۶) کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ابی بن خلف نے جو بنی جمح کا بھائی تھا مکہ میں یہ
قسم کھائی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور قتل کر کے چھوڑے گا جب اس کی اس قسم کی خبر آپ کو
ہوئی تو آپ نے فرمایا انشاء اللہ میں ہی اس کو قتل کروں گا چنانچہ جب ابی چاروں طرف سے ہتھیاروں سے
جکڑ کر میدان جنگ میں آیا تو اس نے پکار کر کہا آج کے دن اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بچ گئے تو میں زندہ
نہ بچوں گا یہ کہہ کر اس نے آپ پر حملہ کیا مصعب بن عمیرؓ جو بنی عبدالدار کے بھائی لگتے تھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کیلئے فوراً سامنے آ گئے اور شہید ہو گئے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فحبس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بريش قتل فاستقبل مصعب بن عمير أخو
بني عبد الدار يقي رسول الله صلى الله عليه وسلم بنفسه فقتل مصعب بن عمير
وأبصر رسول الله صلى الله عليه وسلم ترقوة أبي بن خلف من فرجة بين سابغة
الدرع والبيضة فطعنه فيها بحربته فوقع أبي عن فرسه ولم يخرج من طعنته
دم فأتاه أصحابه فاحتملوه وهو يخور خوار الثور فقالوا له ما أجزعك إنما هو
خدش فذكر لهم قول رسول الله صلى الله عليه وسلم أنا أقتل أبيا. ثم قال
والذي نفسي بيده لو كان هذا الذي بي بأهل ذي المجاز لماتوا أجمعون فمات إلى
النار (رواه موسى بن عقبة عن ابن شهاب الزهري عن سعيد بن المسيب وذكره
الواقدي وهذا لفظه وهو ما ذكره عروة بن الزبير في مغازيه وابن إسحاق
وغيرهما والحاكم في المستدرك ص ۳۲۷).

(۱۳۹۷) عن عبد الله بن مسعود قال بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي
عند البيت وأبو جهل وأصحاب له جلوس وقد نحرت جزور بالأمس فقال أبو جهل
أيكم يقوم إلى سلا جزور بني فلان فيأخذه فيضعه في كتفي محمد إذا سجد

دیکھا تو اس کے خود اور بیچ جوڑی زرہ کے درمیان اس کی ہنسلی کے پاس ذرا سی جگہ کھلی ہوئی تھی آپ نے
ایک نیزہ لیکر اس جگہ پر مارا اس نیزہ لگنے سے ابی اپنے گھوڑے سے گر پڑا اور حال یہ تھا کہ آپ کے نیزہ
سے ذرا سا خون بھی نہ نکلا۔ اس کے ساتھی اس کو اٹھا کر لے گئے اور وہ بیل کی سی آواز نکال رہا تھا۔ اس کے
ساتھیوں نے کہا کتنا بزدل شخص ہے یہ معمولی زخم ہے صرف ایک معمولی سی خراش ہے۔ یہ سن کر اس نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کا ذکر کیا کہ آپ نے فرمایا تھا میں ابی کو قتل کروں گا۔ اس کے
بعد کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ تکلیف مجھے ہے اگر سارے ذی المجاز
(ایک بازار کا نام ہے) والوں کو پہنچتی تو وہ سب اس کی وجہ سے ختم ہو جاتے۔ یہ کہکر واصل جہنم ہو گیا (مستدرک)

(۱۳۹۷) حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے
پاس نماز ادا فرما رہے تھے اور ابو جہل اور اس کے رفقاء جو وہاں جمع تھے ان میں سے کسی نے ایک اونٹ ذبح کیا تھا
اس کی اوجھڑی وہاں پڑی ہوئی تھی ابو جہل بولا تم میں سے ہے کوئی شخص جو فلاں کی اونٹنی کی اوجھڑی اٹھا لائے
اور جب آپ سجدہ کریں تو آپ کے شانوں پر رکھ دے آخر ان میں سب سے زیادہ بدنصیب تھا اس نے
ہمت کی اور جب آپ سجدہ میں تشریف لے گئے تو اس نے وہ اوجھڑی لا کر آپ کے شانوں پر ڈال دی بڑی تھا

فانبعث أشقى القوم فأخذه فلما سجد النبي صلى الله عليه وسلم وضعه بين كتفيه قال فاستضحكوا وجعل بعضهم يميل على بعض وأنا قائم أنظر لو كانت لي منعة طرحته عن ظهر رسول الله صلى الله عليه وسلم والنبي صلى الله عليه وسلم ساجد ما يرفع رأسه حتى انطلق إنسان إلى فاطمة فأخبرها فجاءت وهي جويرية فطرحته عنه ثم أقبلت عليهم تسبهم فلما قضى النبي صلى الله عليه وسلم صلاته رفع صوته ثم دعا عليهم وكان إذا دعا دعا ثلاثا وإذا سأل سأل ثلاثا ثم قال اللهم عليك بقريش ثلاث مرات فلما سمعوا صوته ذهب عنهم الضحك وخافوا دعوته ثم قال اللهم عليك بأبي جهل بن هشام وعتبة بن ربيعة وشيبة بن ربيعة والوليد بن عقبة وأمية بن خلف وعقبة بن أبي معيط وذكر السابع ولم أحفظه فوالذي بعث محمدا بالحق لقد رأيت الذين سمى صرعى يوم بدر ثم سحبوا إلى القليب قليب بدر رواه الشيخان۔

وكان أبو لهب لما عادى النبي صلى الله عليه وسلم أمر ابنيه أن يطلقا ابنتي النبي صلى الله عليه وسلم رقية وأم كلثوم قبل الدخول وقال عتيبة

ایک قہقہہ لگا ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر جا جا کر گرنے لگے۔ میں یہ سب ماجرا کھڑا دیکھ رہا تھا کاش میرے ساتھ کوئی چھوٹی سی جماعت بھی ہوتی تو میں آپ کے شانوں سے اس کو ہٹا کر پھینک دیتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور سر بسجود تھے اور اپنا سر مبارک نہ اٹھاتے تھے۔ اتنے میں کسی نے جا کر حضرت فاطمہؓ سے اس کی خبر کی۔ یہ اس وقت بہت کم سن تھیں بھاگی ہوئی آئیں اور آپ کے شانوں سے اس کو اٹھا کر پھینک دی پھر ان لوگوں کو برا بھلا کہنے لگیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہو گئے تو با آواز بلند ان پر بددعا فرمائی اور آپ کا دستور مبارک یہ تھا کہ جب بددعا فرماتے تو تین بار فرماتے اسی طرح جب کوئی بات مانگتے تو تین بار مانگتے پھر فرمایا الٰہی قریش سے انتقام لے۔ جب انھوں نے آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمہ سنا تو ان کی سب ہنسی خوشی نا ہو گئی اور سہم کر رہ گئے۔ اس کے بعد آپ نے نام لے لے کر بددعا فرمائی۔ یعنی ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ولید، امیہ اور عقبہ کے لئے اور ایک ساتویں شخص کا اور نام لیا پر اس وقت مجھ کو یاد نہیں رہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق دے کر بھیجا ہے جن جن شخصوں کے آپ نے نام لئے تھے میں نے ان میں سے ایک ایک کو جنگ بدر کے میدان میں مقتول پڑا ہوا دیکھا۔ ان کے جسدوں کو گھسیٹ کر بدر کے ایک کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

جب ابو لہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہو گیا تو اس نے اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ

لرسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم كفرت بدينك وفارقت ابنتك لا تحبني ولا احبك
ثم تسلط عليه بالاذى وشق قميصه فقال رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم اللهم
سلط عليه كلبا من كلابك فخرج في تجر من قريش حتى نزلوا في مكان من الشام
يقال له الزرقاء ليلا فطاف بهم الاسد تلك الليلة فجعل عتيبة يقول ويل امي
هو والله آكلي كما دعا محمد علي قتلني وهو بمكة وانا بالشام فعدا عليه الاسد
من بين القوم واخذ برأسه فذبحه وفي رواية هشام بن عروة عن ابيه
قال لما طاف الاسد بهم تلك الليلة انصرف عنهم فناموا وجعلوا عتيبة
في وسطهم فاقبل الاسد يتخطاهم حتى اخذ برأس عتيبة ففدغه فهذا هو
المشهور عند اصحاب السير ذكره ابن تيمية في الجواب الصحيح ص٢٢٢ رواه الحاكم
في المستدرك وصححه الذهبي. وذكره القرطبي في تفسير سورة والنجم وابن كثير
في البداية والنهاية ص١٢٦ ج١۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیوں رقیہؓ اور ام کلثومؓ کو رخصتی سے قبل ہی طلاق دیدیں۔ تو
عتیبہ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر بدتمیزی سے یوں کہا کہ میں تمہارے دین کو نہیں مانتا
اور میں نے تمہاری لڑکی کو چھوڑ دیا اب نہ وہ میرے ہاں آئے نہ میں اس کے ہاں جانے پر آؤں۔ زبانی ہی
جواب دینے میں اُسے جواب دے دوں۔ پھر اس بدبخت نے حضورؐ کو ایذا دینے کا قصد کیا اور آپ کا پیراہن مبارک
پھاڑ دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی کہ اے میرے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے کوئی کتا
مسلط کر دیجئے۔ کچھ دنوں کے بعد قریش کے ایک قافلے کے ساتھ وہ لڑکا کسی سفر کو نکلا۔ ملک شام میں
ایک مقام پر جس کا نام زرقاء ہے وہ قافلہ رات کو اترا۔ ایک شیر رات میں اُن کے پاس سے گھوم گیا تو
عتیبہ کہنے لگا ہائے میری ماں کا برا غضب ہو گیا، یہ شیر کہیں مجھے کھا جائے گا جیسا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے
مجھ پر بددعا کی ہے حالانکہ وہ اس وقت مکہ میں ہیں اور میں شام میں ہوں۔ بس پھر اس شیر نے قافلہ کے بیچ
میں سے گذر کر اسی پر حملہ کیا۔ اور اس کا سر پکڑ کر اسے مار ڈالا۔ اور ہشام نے اپنے والد عروہ سے یوں روایت
کی ہے کہ جب شیر اس رات میں ان کے پاس سے گھوم گیا تو قافلے والے اٹھ بیٹھے اور انھوں نے عتیبہ کو
بیچ میں کر کے چاروں طرف اردگرد سو گئے تو وہ شیر سب کے بیچ میں سے گذرتا ہوا آیا اور اسی نے عتیبہ کا
سر چبا کر اسے توڑ ڈالا۔ اہل سیر کے یہاں اسی طرح مشہور ہے۔ ابن تیمیہ نے اس کا ذکر جواب الصحیح
میں کیا ہے۔

الرسول الأعظم الهداية في الدنيا والكرامة في الآخرة لمن أطاعه صلوات الله وسلامه عليه

(١٣٩٨) روي في مغازيه أن عمير بن وهب الجمحي لما رجع من المشركين إلى مكة وقد قتل الله من قتل منهم أقبل عمير حتى جلس إلى صفوان بن أمية في الحجر فقال صفوان قبح الله العيش بعد قتلى بدر قال أجل والله ما في العيش خير بعدهم ولولا دين علي لا أجد له قضاء وعيال لا أدع لهم شيئا لرحلت إلى محمد فقتلته إن ملأت عيني منه فإن لي عنده علة أعتل بها أقول قدمت على ابني الأسير ففرح صفوان بقوله وقال له علي دينك وعيالك أسوة عيالي في النفقة فحمله صفوان وجهزه وأمر بسيف عمير فصقل وسم فأقبل عمير حتى قدم المدينة فنزل بباب المسجد وعقل راحلته وأخذ السيف فعمد لرسول الله صلى الله عليه وسلم فنظر إليه عمر بن الخطاب وهو في نفر من الأنصار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور فیضِ تاثیر سے دنیا میں حصولِ ہدایت اور آخرت میں عزت و کرامت

(۱۳۹۸) عمیر بن وہب الجمحی جب مشرکین مکہ کے پاس واپس آئے اور جنگ بدر میں جن کفار کو قتل ہونا تھا وہ قتل ہو گئے تو اب عمیر صفوان بن امیہ کے پاس حجر میں آ کر بیٹھا اور بولا صفوان! جنگ کے مقتولین کے بعد ہماری یہ زندگی بیکار ہے۔ اس نے کہا بیشک اس کے بعد جینے کا کوئی مزا نہیں۔ اگر میرے ذمہ قرضہ نہ ہوتا جس کی ادائیگی کا میرے پاس کوئی سامان نہیں ہے اور میرے بچے نہ ہوتے جن کے لئے میرے بعد کوئی سرمایہ نہیں ہے تو میں جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیتا اگر تم میرے بچوں اور قرض کی طرف سے مجھ کو مطمئن کر دیتے تو میرے لئے ان سے اس وقت بہانہ کرنے کا ایک موقعہ بھی ہے میں ان سے یہ کہوں گا کہ میں اپنے قیدی کا فدیہ دینے کے لئے آیا ہوں۔ اس کی اس بات سے صفوان بڑا خوش ہوا اور بولا تیرا قرض میرے ذمہ ہے اور تیرے بچوں کے سب اخراجات میرے بچوں کے برابر ہوں گے۔ صفوان نے اس کو سواری دی اور سب ساز و سامان کے ساتھ تیار کر دیا۔ عمیر نے کہا کہ صفوان کی تلوار صیقل کر کے زہر میں بجھا دی جائے۔ اب عمیر روانہ ہو گیا مدینہ پہنچا اور مسجد شریف کے دروازہ پر آ کر اترا اور اپنی سواری باندھی اور تلوار لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا۔ حضرت عمر نے اس کو دیکھا اس وقت وہ جماعت انصار کے درمیان بیٹھے ہوئے

يضحكون فقال عمر بن الخطاب هذا عدو الله الذي حرش بيننا يوم بدر وحزرنا للقوم ثم قام عمر حتى دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر الحديث إلى أن قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أقدمك؟ قال أسيري عندكم تفادونا في أسيرنا فإنكم العشيرة والأهل. قال فما بال السيف في عنقك؟ فقال عمير قبحها الله من سيوف فهل أغنت عنا شيئا إنما نسيته في عنقي حين نزلت. فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم أصدقني ما أقدمك؟ قال ما قدمت إلا في أسيري. قال فماذا شرطت لصفوان بن أمية في الحجر؟ ففزع عمير وقال ماذا شرطت؟ قال تحملت بقتلي على أن يعول بنيك ويقضي دينك والله حائل بينك وبين ذلك. فقال عمير أشهد أنك رسول الله وأن لا إله إلا الله كنا نكذبك بالوحي وبما يأتيك من السماء وإن هذا الحديث كان بيني وبين صفوان في الحجر لم يطلع عليه أحد غيري وغيره فأخبرك الله به وذكر بقية الحديث رواه موسى بن عقبة قلت ورواه الطبراني قال الهيثمي ورجاله رجال الصحيح (ج ۸)

کچھ گفتگو فرما رہے تھے جس کو دیکھ کر انہوں نے فرمایا یہ وہی کتا خدا کا دشمن اب آپ کے سامنے ہے جس نے جنگ بدر میں ہمارے درمیان جنگ کی سازش مرتب کی تھی اور لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکایا تھا اس کے بعد عمرؓ کھڑے ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس کے بعد آپ نے پورا واقعہ بیان کیا بات یہاں تک پہنچی کہ آپ نے عمیر سے پوچھا تم کیوں آئے ہو بولا میرا ایک قیدی آپ کے پاس ہے لہذا مجھ سے اس کا فدیہ قبول کر لیجئے تو آپ ہمارے قبیلہ و کنبہ کے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تمہاری گردن میں تلوار کیسی لٹک رہی ہے؟ بولے خدا تعالیٰ اس کو [illegible] جنگ بدر میں اس نے ہم کو کیا نفع دیا جب میں آیا تو اس کو لٹکا ہوا بھول گیا تھا میری گردن میں پڑی رہ گئی۔ آپ نے پھر پوچھا سچ سچ بتلاؤ کیوں آئے ہو بولا میں نے کہا میں تو صرف اسی مقصد کے لئے آیا ہوں کہ اپنے قیدی کو فدیہ دوں۔ آپ نے فرمایا پھر تم نے حجر میں بیٹھ کر صفوان کے ساتھ کس معاہدہ پر شرط باندھی تھی تب تو وہ گھبرا اٹھے اور بولے میں نے کونسی بات پر شرط باندھی تھی آپ نے فرمایا اس بات پر کہ تم مجھے قتل کر دو گے اور وہ تمہارے بچوں کے مصارف کا کفیل رہے گا اور تمہارا قرض خود ادا کرے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اور تیرے عزائم ارادہ کے درمیان حائل ہے تو مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر عمیر نے فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور کہا بیشک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ہم وحی اور ان خبروں کو جو آسمان سے آپ کو بتائی جاتی ہیں جھٹلایا کرتے تھے لیکن یہ بات جو حجر میں بیٹھ کر میرے اور صفوان کے درمیان ہوئی تھی اس کی خبر سوائے ہم دونوں کے کسی کو نہ تھی یقیناً اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کو اس کی خبر دی [illegible]

قال عنه عامر بن الطفيل لقد رأيته بعد ما قتل رفع إلى السماء حتى إني لأنظر إلى السماء بينه وبين الأرض. (رواه البخاري)

الرسول الأعظم البركة في ريقه المبارك ويده الكريمة صلوات الله وسلامه عليه

(١٤٠٠) عن عاصم بن عمر بن قتادة عن أبيه قتادة بن النعمان أنه أصيبت عينه في الغزوة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم أحد فسالت على وجنته فأرادوا أن يقطعوها فسألوا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لا فدعاه فغمز حدقته براحته فكان لا يدري أي عينيه أصيبت فكانت أحسن عينيه وأحدهما وفي رواية فرجعت حدقته حتى وضعها موضعها ثم غمزها براحته وقال اللهم اكسها جمالاً فمات وما يدري من لقيه أي عينيه أصيبت (رواه البيهقي وقد ذكر ابن كثير قصة أخرى تشبهها البداية والنهاية ج ٦)

(١٤٠١) عن قتادة بن النعمان أنه أصيبت عينه يوم بدر فسالت حدقته على

حضور نے ان کے دشمن کی ناکامی کی تھی چالیس دن تک آپ نے بددعا فرمائی۔ عامر بن طفیل بیان کرتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ کی شہادت کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی نعش آسمان کی طرف اٹھائی گئی یہاں تک کہ میں اس کو آسمان و زمین کے درمیان اپنی آنکھوں سے اٹھتا ہوا دیکھتا تھا۔ (بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن اور دست مبارک کی برکت و تاثیر

(١٤٠٠) عاصم بن عمر بن قتادہ اپنے والد قتادہ بن نعمان سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لڑتے ہوئے ان کی آنکھ میں زخم لگا، وہ ان کے رخسار پر ڈھلک آئی۔ لوگوں نے چاہا کہ اسے کاٹ کر پھینک دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرنے کے لئے پوچھا آپ نے فرمایا نہیں۔ اب ان کو بلایا اور اپنی ہتھیلی سے ان کی آنکھ کے حلقہ کو دبا دیا تو انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ان کی کونسی آنکھ میں زخم آیا تھا۔ وہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز ہوگئی تھی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب آنکھ ڈھلک کر باہر آ گئی تو آپ نے اس کو اس کی جگہ پر رکھ دیا پھر اپنی ہتھیلی سے دبا دیا اور یوں دعا فرمائی الٰہی اس کو خوبصورتی و جمال عطا فرما تو پھر ان کے انتقال تک یہی حال رہا کہ ان سے جو بھی ملتا اس کو بھی یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ ان کی کس آنکھ میں زخم لگا تھا۔ (دلائل مسلم)

(١٤٠١) قتادہ بن نعمان سے روایت ہے کہ ان کی ایک آنکھ غزوہ بدر میں اسی طرح سے زخمی ہو گئی

وجنته فارادوا ان يقطعوها فاتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لا فدعاه فغمز حدقته براحته فكان لا يدري اي عينيه اصيبت وفي رواية فكانت احسن عينيه

رواه البيهقي (والبداية والنهاية ج٣) ثم روي من طرق اخرى مثلها.

(۱۳۰۲) عن البراء بن عازب قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الى ابي رافع اليهودي رجالا من الانصار وامر عليهم عبد الله بن عتيك وكان ابو رافع يؤذي رسول الله صلى الله عليه وسلم ويعين عليه وكان في حصن له بارض الحجاز فلما دنوا منه وقد غربت الشمس وراح الناس بسرحهم فقال عبد الله لاصحابه اجلسوا مكانكم فاني منطلق ومتلطف للبواب لعلي ادخل فاقبل حتى دنا من الباب ثم تقنع بثوبه كانه يقضي حاجة وقد دخل الناس فهتف به البواب يا عبد الله ان كنت تريد ان تدخل فادخل فاني اريد ان اغلق الباب فدخلت فكمنت فلما دخل الناس اغلق الباب ثم

کہ اس کی ہتھیلی تک ان کے رخسار پر بہنے لگی تو لوگوں نے اس کو بالکل کاٹ کر پھینک دینے کا ارادہ کر لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے منع فرمایا اور ان کو بلا کر اپنی ہتھیلی کو اس کی پتلی پر مسل دیا اسی وقت وہ درست ہو گئی حتی کہ یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ ان کی دونوں آنکھوں میں کونسی آنکھ زیادہ بہتر ہے اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ وہی آنکھ ان کی دونوں آنکھوں میں زیادہ خوشنما معلوم ہونے لگی۔ (بیہقی البدایہ والنہایہ)۔

(۱۳۰۲) براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع یہودی کے قتل کے لیے چند انصاریوں کو مقرر کیا اور ان پر عبداللہ بن عتیک کو امیر بنایا۔ ابو رافع حضور کو بہت ایذا دیا کرتا اور آپ کے مخالف لوگوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ سرزمین حجاز میں اس کی ایک زمین تھی وہیں وہ رہا کرتا تھا جب یہ لوگ اس کے قریب پہنچ گئے اور سورج ڈوب گیا اور لوگ اپنے مویشیوں کو لیکر چلے گئے تو عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آپ لوگ یہیں بیٹھیں میں اکیلا جاتا ہوں اور دربان سے ملاطفت اور بہلانے کی باتیں کروں گا شاید میں اندر جا سکوں۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ چل کر آگے بڑھے یہاں تک کہ پھاٹک کے قریب پہنچے پھر منہ پر ڈھاٹا باندھا گویا وہ قضائے حاجت کرنے لگے تھے بہت سے لوگ اندر جا چکے تھے تو دربان نے ان کو دیکھ کر پکار کر کہا اے اللہ کے بندے اگر اندر آنا چاہتا ہے تو جلد آجا کیونکہ اب پھاٹک بند کرنا چاہتا ہوں۔ میں اندر داخل ہو گیا اور ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب اور لوگ بھی اندر داخل ہو گئے تو اس نے پھاٹک بند کر دیا پھر کنجیوں کا گچھا

ذلك ثلاث مرات ثم قال الحق بعملك قال فقال عثمان فلعمري ما أحسبه خالطني بعد. رواه ابن ماجه في باب الفزع والأرق۔

(۳۰۴) عن أم جندب قالت رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم رمى جمرة العقبة من بطن الوادي يوم النحر ثم انصرف وتبعته امرأة من خثعم ومعها صبي لها به بلاء لا يتكلم فقالت يا رسول الله إن هذا ابني وبقية أهلي وإن به بلاء لا يتكلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ائتوني بشيء من ماء فأتي بماء فغسل يديه ومضمض فاه ثم أعطاها فقال اسقيه منه وصبي عليه منه واستشفي الله له قالت فلقيت المرأة فقلت لو وهبت لي منه فقالت إنما هو لهذا المبتلى قالت فلقيت المرأة من الحول فسألتها عن الغلام فقالت برأ وعقل عقلا ليس كعقول الناس. (رواه ابن ماجه في باب النشرة)

سامنے کوئی چیز ایسی آجاتی ہے کہ مجھ کو یہ خبر نہیں رہتی کہ میں کیا پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ شیطان ہے۔ ذرا قریب آؤ میں آپ کے قریب آگیا اور اپنے دونوں پیروں کے بل بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا "او خدا کے دشمن نکل جا"۔ تین بار ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد فرمایا: اچھا اب جاؤ اپنے کام پر جاؤ۔ عثمانؓ کہتے ہیں میں قسم کہتا ہوں اس کے بعد پھر کبھی مجھ کو اس کا اثر نہیں ہوا۔ (ابن ماجہ)

(۳۰۴) ام جندب بیان کرتی ہیں کہ میں نے دسویں تاریخ کو وادی کے اندر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرۃ العقبہ کی رمی کرتے ہوئے دیکھا۔ جب آپ واپس ہوئے تو آپ کے پیچھے پیچھے قبیلہ خثعم کی ایک عورت اپنا بچہ لئے ہوئے آئی جو کچھ بیمار تھا اور بول نہیں سکتا تھا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ یہ میرا بچہ ہے اور خاندان بھر میں یہی رہ گیا ہے اور اس کو کوئی بیماری ہے جس کی وجہ سے یہ بولتا نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا تھوڑا سا پانی لاؤ۔ پانی حاضر کیا گیا آپ نے اپنے دونوں دست مبارک دھوئے اور منہ میں پانی لے کر کلی کی اور وہ پانی اس کو دے دیا اور فرمایا کہ یہ پانی بچے کو پلا دو اور کچھ اس پر چھڑک دو اور اللہ تعالیٰ سے اس کیلئے کامل صحت کی دعا کرو۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ اس پانی میں سے ذرا سا مجھ کو دے دیجئے انہوں نے فرمایا کہ یہ تو صرف اس بیمار بچے کے لئے ہے۔ یہ بیان کرتی ہیں کہ آئندہ سال میری اس عورت سے پھر ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے اس بچے کا حال پوچھا اس نے کہا وہ بالکل اچھا ہو گیا اور ایسا سمجھدار ہو گیا کہ عام لوگ ایسے سمجھدار نہیں ہوتے۔ (ابن ماجہ)

(۱۳۰۵) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ فِي سَاقِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فَقُلْتُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ مَا هٰذِهِ الضَّرْبَةُ؟ قَالَ هٰذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ أُصِيْبَ سَلَمَةُ قَالَ فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيْهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُ مِنْهَا حَتَّى السَّاعَةِ۔ (رواه البخاري)

(۱۳۰۶) عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَخْبَرَنِي سَهْلٌ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُفْتَحُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ فَبَاتَ النَّاسُ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطٰى فَغَدَوْا كُلُّهُمْ يَرْجُوْهُ فَقَالَ أَيْنَ عَلِيٌّ فَقِيْلَ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ۔ (رواه البخاري وفي طريق عنده فبرأ مكانه)

(۱۳۰۵) یزید بن ابی عبید بیان کرتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع کی پنڈلی میں ایک زخم کا نشان دیکھا تو میں نے کہا اے ابومسلم! یہ زخم کیسا ہے؟ کہنے لگے یہ اس زخم کا نشان ہے جو جنگ خیبر میں لگا تھا لوگوں نے شور مچایا کہ سلمہ تو کام آ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس میں تین بار پھونک مار دی۔ اس وقت سے آج تک مجھے کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی۔

(۱۳۰۶) سہل روایت کرتے ہیں کہ جنگ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر کی فتح نصیب فرمائے گا وہ اللہ کو اور اس کے رسول کو پیارا ہے اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کا پیارا ہے۔ اس بشارت کو سن کر لوگ تمام شب بے چین رہے کہ دیکھئے کل جھنڈا کس کو ملتا ہے یہ بشارت کس کے نصیب میں ہے۔ دوسرے دن ہر شخص اسی امید میں آپ کے سامنے حاضر ہوا مگر آپ نے پوچھا علیؓ کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کی ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ آپ نے ان کو بلایا وہ آئے۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی بس اسی وقت وہ ایسی صاف ہو گئیں گویا ان میں کوئی تکلیف ہی نہ تھی پھر جھنڈا ان کے حوالے فرما دیا۔ (بخاری شریف)

(۱۳۰۶) مسند احمد، نسائی، ابن حبان اور حاکم میں ہے کہ غزوہ خیبر میں جھنڈا صدیق اکبرؓ کے ہاتھ میں دیا پھر دوسرے دن حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں مگر خیبر فتح نہ ہو سکا اور جیسے تھے ہو آ جیسا کہ مالا بد منہ میں ہے [illegible] بالآخر تیسرے دن آپ نے جھنڈا ان کے حوالہ فرمایا [illegible] کہ خیبر کی فتح ان کے ہاتھ پر مقدر ہے [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں کیسی یہ عجیب صفت تھی کہ جب ان کی کمالات صحابہ میں تقسیم ہوئی تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا ان میں ہر شخص جدا جدا الفضل و کمال کا مالک ہے۔ ان کے لعاب دہن پر ماں باپ قربان جس کی برکت سے حضرت علیؓ کی آنکھیں شفایاب ہو گئیں۔

(۴۰۹) عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ حَتّٰى إِذَا دَفَعْنَا إِلٰى حَائِطٍ مِنْ حِيْطَانِ بَنِي النَّجَّارِ إِذَا فِيْهِ جَمَلٌ لَا يَدْخُلُ الْحَائِطَ أَحَدٌ إِلَّا شَدَّ عَلَيْهِ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ حَتّٰى أَتَى الْحَائِطَ فَدَعَا الْبَعِيْرَ فَجَاءَ وَاضِعًا مِشْفَرَهُ إِلَى الْأَرْضِ حَتّٰى بَرَكَ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَاتُوْا خِطَامًا فَخَطَمَهُ وَدَفَعَهُ إِلٰى صَاحِبِهِ قَالَ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى النَّاسِ فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا يَعْلَمُ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَّا عَاصِي الْجِنِّ وَالْإِنْسِ (رواہ الامام احمد والدارمی وغیرھما)

(۴۱۰) عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا فِيْ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِحَرَّةِ وَاقِمٍ عَرَضَتْ امْرَأَةٌ بَدَوِيَّةٌ بِابْنٍ لَهَا فَجَاءَتْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا ابْنِيْ قَدْ غَلَبَنِيْ عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ أَدْنِيْهِ مِنِّيْ فَأَدْنَتْهُ مِنْهُ۔

---

(۴۰۹) جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر سے مدینہ واپس ہوئے یہاں تک کہ جب قبیلۂ بنی نجار کے باغوں میں سے ایک باغ کے پاس پہنچے تو اس میں ایک اونٹ تھا جو شخص بھی اس باغ میں گھستا وہ اس پر حملہ آور ہوتا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کی گئی۔ آپ باغ کے پاس تشریف لائے، اس اونٹ کو آواز دی، وہ اپنا ہونٹ زمین پر لٹکائے ہوئے آیا اور آپ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی مہار لاؤ۔ آپ نے مہار لے کر اس کی ناک میں ڈالدی اور اونٹ کو مالک کے حوالے کر دیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا زمین و آسمان میں ایسا کوئی نہیں جس کو اس کا یقین نہ ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے کافر جنات اور کافر انسانوں کے۔ (امام احمد، دارمی)

(۴۱۰) جابر روایت فرماتے ہیں کہ ہم ذات الرقاع (مقام کا یا غزوہ کا نام ہے) میں غزوہ کے ارادہ سے نکلے اور ایسا ہوا کہ جب (مقام) حرۂ واقم میں پہنچے تو سامنے سے ایک دیہاتی عورت اپنا بچہ لئے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی: یا رسول اللہ میرا لڑکا ہے، شیطان نے اس کا ایسا پیچھا کیا کہ مجھے تنگ کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا اس بچہ کو ذرا میرے قریب لاؤ، وہ قریب لے آئی آپ نے فرمایا

(۴۱۰) اس روایت میں جو غزوہ ذات الرقاع کا ذکر ہے اس کے متعلق تفصیلی بحث حضرت کے ساتھ متفرق طور پر صحیح حدیثوں میں ملحوظ ہے، علیحدہ علیحدہ مذکور ہیں، یہاں سب ایک سلسلہ میں ذکر ہوئے ہیں۔ یہ تمام ایک ایک عجیب معجزہ میں شمار ہو سکتے ہیں، ان کے اجزاء الگ الگ صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں۔ اس لئے ان کو ترتیب کے ساتھ بیان کرنا بعید نہیں، ہم شبہات پہلے کئی بار بیان کر چکے ہیں کہ کوئی معجزہ ایسا کم ہوگا جس کی جنس کا کوئی اور معجزہ متواتر نہ ہو، پھر وہ موجود ہو یا دوسری ترکیب سے ثابت نہ ہو اب کسی ضعیف سند کو بھی اپنے سامنے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

فقال يا بني افتح ففتحه فبصق فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال اخسأ
عدو الله وانا رسول الله قالها ثلاث مرات ثم قال شأنك بابنك ليس عليه بأس
فلن يعود اليه شيء مما كان يصيبه وذكر قصة الشجرتين الى ان قال ثم خرجنا
فنزلنا منزلا بصحراء دوية ليس فيها شجر فقال النبي صلى الله عليه وسلم
يا جابر انطلق فانظر لي مكانا اتوضأ فيه فخرجت انظر فلم اجد الا شجرتين متفرقتين لو انهما
اجتمعتا لسترتا فرجعت الى النبي فاخبرته فقلت يا رسول الله ما رأيت الا
شجرتين متفرقتين لو انهما اجتمعتا لسترتا فقال النبي صلى الله عليه وسلم
انطلق اليهما فقل لهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اجتمعا قال
فرجعت فقلت لهما ذلك فاجتمعتا حتى كأنهما في اصل واحد ثم رجعت فاخبرت
النبي صلى الله عليه وسلم فقضى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى قضى حاجته
ثم رجع فقال ائتيهما فقل لهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لكما
ارجعا كما كنتما كل واحدة الى مكانها فرجعت فقلت لهما ان رسول الله

اس کا منہ کھول، اس نے بچے کا منہ کھول دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن
ڈال کر یہ الفاظ فرمائے او اللہ کے دشمن تجھ پر پھٹکار دفع ہو جا، تین بار یہی کلمات تکرار کئے اور کہا اب اپنے
بچہ کو لے جا۔ اب یہ بالکل اچھا ہو گیا اور آئندہ یہ تکلیف اس کو نہ ہوگی۔ اس کے بعد راوی حدیث نے دو
درختوں کا واقعہ بیان کیا وہ کہتا ہے کہ پھر ہم چلے اور ایک جنگل بیابان میں پہنچے جس میں کہیں کوئی درخت نہ تھا
آپ نے جابر سے فرمایا جابر جاؤ اور قضائے حاجت کے لئے کوئی مناسب جگہ جا کر دیکھو۔ میں دیکھنے چلا مگر مجھے
کہیں کوئی پردہ کی جگہ نہ ملی صرف دو درخت نظر آئے جو علیحدہ علیحدہ تھے اگر وہ ایک جگہ ہو جائیں تو آپ کیلئے
پردہ بن سکتے تھے۔ میں واپس ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ مجھے تو علیحدہ علیحدہ
صرف دو درخت ہی ایسے نظر پڑے ہیں اگر وہ ایک جگہ ہوتے تو آپ کے لئے پردہ بن سکتے تھے آپ نے فرمایا
جاؤ اور ان سے جا کر کہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم دونوں مل جاؤ۔ یہ بیان کرتے ہیں
میں گیا اور آپ کا حکم ان سے فرمان کو سنا دیا وہ فوراً ایک دوسرے سے مل گئے اور ایسے مل گئے گویا وہ دونوں ایک
ہی جڑ میں لگے ہوئے درخت ہیں۔ میں واپس ہوا اور آپ سے صورت حال بیان کی۔ آپ تشریف لائے اور جب
اپنی ضرورت سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو مجھ سے فرمایا ان سے جا کر کہو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ جاؤ پھر اپنی اپنی جگہ پر چلے جاؤ اور جیسے پہلے تھے اسی طرح علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ۔ چنانچہ

صلی اللہ علیہ وسلم یقول لكن ارجعوا إلى سقفكم فرجعنا ثم خرجت فنزلنا في واد من
أودية بني محارب فعرض له رجل من بني محارب يقال له غورث بن الحارث
والنبي صلى الله عليه وسلم متقلد سيفه فقال يا محمد أعطني سيفك هذا
فسله فناوله إياه فنظر فيه ساعة ثم أقبل على النبي صلى الله عليه وسلم فقال
يا محمد من يمنعك مني؟ قال الله فرعدت يده حتى سقط السيف من يده
فتناوله رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال يا غورث من يمنعك مني؟ قال
لا أحد قال ثم أقبلنا راجعين فجاء رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم
بفرخ طير يحمله وفي يده آخر وأبواه يتبعانه ويقعان على يد الرجل فأقبل
النبي صلى الله عليه وسلم على من كان معه فقال أتعجبون بفعل هذين الطيرين
بفرخيهما، زاد في رواية فوالله لله أرحم بكم من هذا الطير بفرخه ثم أقبلت
راجعين حتى إذا كنا بالحرة وإذ تعرضت لنا المرأة التي جاءت بابنها برطب
وكبش شواء فأهدته له فقال ما فعل ابنك هل أصابه شيء مما كان يصيبه فقالت

میں گیا اور میں نے جا کر ان سے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب تمہیں یہ حکم فرمایا ہے کہ پھر جا کر اسی
طرح علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ جیسا پہلے تھے چنانچہ سب لشکر والے اسی طرح واپس ہو گئے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ
اس کے بعد ہم بنو محارب کی ایک وادی میں پہنچے، وہاں بنو محارب کا ایک شخص جس کا نام غورث بن الحارث
تھا سامنے سے آیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے تھے بولا یا محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم) ذرا اپنی یہ تلوار مجھے دیں آپ نے وہ تلوار میان سے نکال کر اس کے حوالہ کر دی وہ کچھ دیر
تو آپ کو دیکھتا رہا اس کے بعد بولا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اب تو بتائیے تم کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ آپ
نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر اس کے ہاتھ میں رعشہ پڑ گیا یہاں تک کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھا کر فرمایا اے غورث اب تم بتاؤ میرے ہاتھ سے تم کو کون بچائے گا؟ وہ بولا
کوئی نہیں (اس کے بعد اس کا قصہ یہاں مذکور نہیں ہے)۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر ایسا ہوا کہ جب ہم
واپس ہوئے تو ایک صحابی ایک پرندہ کا گھونسلا اس کے بچوں سمیت اٹھا کر لے آیا۔ ان کے ماں باپ بھی
اڑتے ہوئے پیچھے پیچھے آ گئے اور اس صحابی کے ہاتھ پر گرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کے پاس
گھونسلا تھا اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ان بچوں کے ساتھ ان کے ماں باپ کی محبت دیکھ کر کیا تم تعجب
کرتے ہو؟ ایک روایت میں اسی جگہ یہ زیادتی ہے کہ آپ نے فرمایا تمہارا پروردگار تم پر ان بچوں کے ماں باپ ان

لو والذي بعثك بالحق ما أصابه شيء إلا كان بعصيبه وقبل هذبتها ثم أقبلنا
حتى إذا كنا بمهبط من الحرة أقبل جمل يرقل فقال أتدرون ما قال هذا
الجمل قالوا الله ورسوله أعلم. قال هذا جمل جاءني يستعديني على سيده يزعم أنه
كان يحرث عليه منذ سنين حتى إذا أجربه وأعجفه وكبرت سنه أراد نحره اذهب
معه يا جابر إلى صاحبه فأت به فقلت ما أعرف صاحبه يا رسول الله قال
إنه سيدلك عليه قال فخرج بين يدي معنقا حتى وقف بي في مجلس بني خطمة
فقلت أين رب هذا الجمل قالوا فلان فجئته فقلت أجب رسول الله
صلى الله عليه وسلم فخرج معي حتى جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال له
النبي صلى الله عليه وسلم إن جملك هذا يستعدي عليك يزعم أنك حرثت
عليه زمانا حتى أجربته وأعجفته وكبرت سنه أردت نحره. فقال والذي

ماں باپ سے کہیں زیادہ مہربان ہے۔ آپ کے اور جب ہم پھر مقام حرہ پر واپس ہوئے تو وہی عورت
جو پہلے اپنا (آسیب زدہ) بچہ لے کر آئی تھی اس مرتبہ تازہ کھجوریں اور بکری کے دودھ کا ہدیہ لے کر آئی اور آپ کے
سامنے پیش کیا۔ آپ نے پوچھا اب تیرا بچہ کیسا ہے اس کو وہ شکایت جو پہلے ہو گئی تھی پھر تو نہیں ہوئی
وہ بولی اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے وہ شکایت تو اس کو پھر کبھی نہیں ہوئی۔
آپ نے اس کا ہدیہ قبول فرمالیا۔ اس کے بعد جب ہم اس سنگستان کے نشیب میں اترے تو ایک اونٹ
دوڑتا ہوا آیا۔ آپ نے فرمایا جانتے ہو اس اونٹ نے کیا کہا ہے ہم سب نے عرض کی اس کو تو اللہ تعالیٰ اور
اس کا رسول ہی زیادہ جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس یہ اونٹ اپنے مالک کی زیادتی کی شکایت
لے کر آیا تھا۔ یہ کہتا تھا اس کا مالک سالہا سال تو اس سے کھیتی کا کام لیتا رہا یہاں تک کہ جب اس کو
خارشتی بنا ڈالا اور دبلا کر ڈالا اور جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اب اس کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جابر!
جاؤ اس کو ساتھ لے کر اس کے مالک کے پاس جاؤ اور اس کو میرے پاس لے آؤ۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ
میں اس کے مالک کو نہیں پہچانتا۔ آپ نے فرمایا یہ اونٹ ہی تم کو بتادے گا۔ یہ کہتے ہیں وہ تیز تیز میرے
آگے آگے چلنے لگا یہاں تک کہ بنو خطمہ کی ایک مجلس میں جا کر مجھ کو کھڑا کر دیا۔ میں نے پوچھا اس اونٹ کا
مالک کون ہے۔ لوگوں نے کہا فلاں آدمی ہے۔ میں اس کے پاس آیا اور میں نے کہا چلو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بلاتے ہیں۔ وہ میرے ساتھ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا تیرا اونٹ
تیری زیادتی کی شکایت کرتا ہے کہتا ہے کہ مدتوں تو نے اس سے کھیتی کا کام لیا اور جب اس کو خارشتی بنا ڈالا

بإداوة من ماء فنظر رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم ير شيئا يستتر به فإذا
شجرتين بشاطئ الوادي فانطلق رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى إحداهما فأخذ
بغصن من أغصانها فقال انقادي علي بإذن الله فانقادت معه كالبعير
المخشوش الذي يصانع قائده حتى أتى الشجرة الأخرى فأخذ بغصن من
أغصانها فقال انقادي علي بإذن الله فانقادت معه كذلك حتى إذا كان
بالمنصف فيما بينهما لأم بينهما يعني جمعهما فقال التئما علي بإذن الله
تعالى فالتأمتا عليه فخرجت أحضر مخافة أن يحس رسول الله صلى الله عليه وسلم
بقربي فيبتعد فجلست أحدث نفسي فحانت مني لفتة فإذا أنا برسول الله
صلى الله عليه وسلم مقبلا وإذا الشجرتان قد افترقتا فقامت كل واحدة
منهما على ساق وذكر الحديث رواه مسلم

کنارے دو درخت نظر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کے پاس پہنچے اور اس کی دو ٹہنیاں
پکڑ کر فرمایا۔ اللہ کے حکم سے میرے پیچھے چل اور میرا حکم مان۔ وہ درخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پاکر آپ کے
پیچھے اس طرح چلا آیا جیسے کوئی اونٹ اپنی نکیل کھینچنے والے کے ساتھ ساتھ چلا ہو۔ اس کے بعد دوسرے
درخت کے پاس پہنچے اور اس کی ایک ٹہنی پکڑ کر یہی فرمایا۔ اللہ کے حکم سے میرے پیچھے چلا آ۔ وہ آپ کے حکم کو پاکر
اسی طرح چلا آیا جب آپ نے ان دونوں کے بیچ میں آکر دونوں کو ملایا اور فرمایا تم دونوں اللہ کے حکم سے
پاس پاس جڑ جاؤ تو وہ دونوں آپ کے آس پاس جڑ گئے تو میں وہاں تیزی سے کھسک گیا کہ کہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم میرا قریب ہونا محسوس نہ فرمائیں تو میں دور چلا گیا اور میں بیٹھ کر دل سے باتیں کرنے لگا
بس میں تھوڑی ہی دیر غافل ہوا ہوں گا کہ دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے تشریف لا رہے
تھے اور وہ دونوں درخت الگ الگ ہو کر اپنے اپنے تنے پر پہلے کی طرح کھڑے ہیں۔ (مسلم)

اب یہ پوچھو کہ قسمت رہا بنا کر پردہ رکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جابر کی روایت میں جو واقعہ مذکور ہے اس میں
درختوں کی واپسی کا تماشہ بھی موجود ہے اب دل چاہے تو آپ اس کو مستقل اسی جنس کا علیحدہ واقعہ تسلیم کریں یا اس کے
کے ٹکڑے بیان کی مسلّم شریعت کا یہ واقعہ ہیر پھیر تسلیم کرنا پڑے گا تھوڑا بہت فرق تو روایات احکام میں بھی ملتا ہے
اور اسے نظر بچا کے بحث و ادبی طے ہو کر قابل اعتنا نہیں ہوتا۔

(۱۳۱۳) عن يعلى ابن مرة الثقفي قال ثلاثة أشياء رأيتهن من رسول الله صلى الله عليه وسلم بينما نحن نسير معه إذ مررنا ببعير يسنى عليه فلما رآه البعير جرجر ووضع جرانه بالأرض فوقف عليه النبي صلى الله عليه وسلم فقال أين صاحب هذا البعير فجاءه فقال بعنيه فقال بل أهبه لك يا رسول الله فقال لا بل بعنيه فقال بل نهبه لك وإنه لأهل بيت ما لهم معيشة غيره فقال أما إذ ذكرت هذا من أمره فإنه شكى كثرة العمل وقلة العلف فأحسنوا إليه وفي رواية أخرى أرادوا نحره. رواه الإمام أحمد وفي شرح السنة ثم سرنا حتى نزلنا منزلا فنام النبي صلى الله عليه وسلم فجاءت شجرة تشق الأرض حتى غشيته ثم رجعت إلى مكانها فلما استيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم ذكرت له فقال هي شجرة استأذنت ربها في أن تسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم فأذن لها قال ثم سرنا فمررنا بماء فأتته امرأة بابن لها به جنة فأخذ النبي صلى الله عليه وسلم بمنخره فقال اخرج إني محمد رسول الله ثم سرنا فلما رجعنا من سفرنا مررنا بذلك الماء فسألها عن الصبي

(۱۳۱۳) یعلیٰ بن مرہ ثقفی کہتے ہیں ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین عجیب باتیں دیکھیں۔ ایک دفعہ تو ہم سب آپ کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے کہ ایک اونٹ کے پاس سے گذر ہوا جس پر کھیتی کو پانی دیا جاتا تھا تو اونٹ نے جب آپ کو دیکھا تو بلبلایا اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور پوچھا کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟ وہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ میں اسے آپ کو ہدیۃً پیش کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے وہی کہا نہیں بلکہ میں اسے آپ کو ہدیۃً پیش کرتا ہوں اور واقعہ یہ ہے کہ یہ اونٹ ایسے گھرانے کا ہے جن کے پاس زندگی کا سہارا اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا جب تم نے اس کا حال بتا دیا تو سنو یہ اونٹ مجھ سے شکایت کر رہا تھا کہ مجھ سے کام بہت لیا جاتا ہے اور چارہ کم دیا جاتا ہے تو دیکھو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرو۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے اس کے ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ (احمد اور شرح السنۃ میں ہے کہ پھر ہم چلے یہاں تک کہ ایک منزل پر اترے اور وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے تو ایک درخت زمین چیرتا ہوا وہاں تک آیا اور اس نے آپ کو ڈھانک کر اپنے سایہ میں کر لیا پھر کچھ دیر بعد اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو میں نے آپ سے یہ حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا ہاں یہ وہ درخت ہے جس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی تھی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے دے تو اللہ تعالیٰ نے

فقالت والذي بعثك بالحق ما رأينا منه ريبا بعدك. كذا في المشكوة.

(۴ ۱۴۱) عن ابن مسعود قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر فدخل رجل غيضة فأخرج منها بيض حمرة فجاءت الحمرة ترف على رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه فقال أيكم فجع هذه. فقال رجل من القوم أنا أخذت بيضها فقال رده رحمة لها. (رواه ابوداود الطيالسي)

(۵ ۱۴۱) عن عبد الله بن جعفر قال أردفني رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم خلفه فأسر إلي حديثا لا أحدث به أحدا من الناس قال وكان أحب ما استتر به في حاجته هدف أو حائش نخل فدخل حائطا لرجل من الأنصار فإذا جمل فلما رأى

اسے سہارت دیدی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم لوٹ کر آئے اور ایک پانی پر پہنچے تو ایک عورت آپ کے پاس اپنا ایک لڑکا لے کر آئی جس کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ (یا جس پر آسیب کا اثر تھا) تو حضور نے اس کی ناک پکڑی اور فرمایا نکل دیکھ میں اللہ کا رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ پھر ہم آگے چلے جب لوٹنے لگے تو اسی تالاب پر پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے اس کے لڑکے کے متعلق دریافت فرمایا تو اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہم نے آپ کے جانے کے بعد کچھ اثر اس پر نہیں دیکھا۔ (مشکوٰۃ)۔

(۴ ۱۴۱) ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے ایک آدمی ایک جھاڑی میں گھس گیا اور وہاں سے چڑیا کا انڈا اٹھا لایا وہ چڑیا بھی پھڑپھڑاتی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے سروں پر گھومنے لگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کس نے اسے ستایا ہے؟ مجمع میں سے ایک شخص بولا میں میں اس کا انڈا لایا ہوں آپ نے فرمایا اسے پیار کی وجہ سے انڈا واپس رکھ آؤ (ابوداؤد طیالسی)

(۵ ۱۴۱) عبد اللہ بن جعفرؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور چپکے سے ایک بات مجھ سے کہی جو کسی شخص سے میں ظاہر نہیں کروں گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ قضاء حاجت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پردہ کی جگہ پسند تھی وہ باغ ہو یا کھجور کے

ف (۴ ۱۴۱) اس حدیث میں جانور سے ظلم کرنے کے بجائے کس قدر شفقت و محبت سکھلائی گئی ہے کہ جانور سے محبت کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم انسانوں کو بالعموم حق تعالیٰ کی محبت ... ہوتی ہے ... اور اس کی ... ظاہر ...
... جائے گا۔

وَاَخَذَ الْمِعْوَلَ وَوَضَعَ رِدَاءَهُ نَاحِيَةَ الْخَنْدَقِ وَقَالَ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا
لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ فَنَدَرَ ثُلُثُ الْحَجَرِ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ قَائِمٌ يَنْظُرُ
فَبَرَقَ مَعَ ضَرْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرْقَةٌ ثُمَّ ضَرَبَ الثَّانِيَةَ
وَقَالَ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
فَنَدَرَ الثُّلُثُ الْآخَرُ فَبَرَقَتْ بَرْقَةٌ فَرَآهَا سَلْمَانُ ثُمَّ ضَرَبَ الثَّالِثَةَ وَقَالَ وَتَمَّتْ
كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ فَنَدَرَ الثُّلُثُ
الْبَاقِيْ وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخَذَ رِدَاءَهُ وَجَلَسَ قَالَ سَلْمَانُ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَيْتُكَ حِيْنَ ضَرَبْتَ مَا تَضْرِبُ ضَرْبَةً اِلَّا كَانَتْ مَعَهَا بَرْقَةٌ قَالَ

آپ کا ضرب لگانا تھا کہ چٹان کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ کر گر گیا۔ اس وقت سلمان فارسیؓ وہاں کھڑے دیکھ رہے
تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرب کے ساتھ بجلی کی سی ایک چمک نظر آئی جو انہوں نے
آنکھوں سے دیکھی اس کے بعد پھر دوسری ضرب لگائی اور پھر وہی کلمات پڑھے تو تہائی چٹان اور ٹوٹ گئی
اور آپ کی ضرب کے ساتھ پھر ایک چمک پیدا ہوئی جس کو سلمان فارسیؓ نے آنکھوں سے دیکھا۔ تیسری بار
وہی کلمات پڑھ کر آپ نے پھر ضرب لگائی تو اس کا بقیہ ٹکڑا ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد آپ اپنی چادر لے کر
خندق سے باہر تشریف لائے اور بیٹھ گئے سلمانؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دیکھا تھا جب
آپ پتھر پر ضرب لگاتے تھے تو بجلی کی سی ایک چمک نکلتی تھی آپ نے فرمایا سلمانؓ کیا تم نے یہ دیکھا تھا؟
انہوں نے عرض کیا ہاں اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا جب

بظاہر یہ ایک معمولی واقعہ ہے جس میں اعجاز کیا ہے مگر سلمان فارسیؓ کی آنکھوں سے پوچھو جنہوں نے نہ معلوم
کتنی بار خندقیں دیکھی ہوں گی اور پتھروں پر ضربیں بھی لگتی دیکھی ہوں گی کہ وہ اس چمک کو دیکھ کر متحیر ہوتے رہے
تا آنکہ اس عجیب چمک کا راز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر نہ رہ سکا اور جب آپ نے وہ تفصیلات جو سلمان
کے خواب و خیال میں بھی نہ تھیں واضح کیں تو آپ کی ایک ایک ضرب میں ساری دنیا کے بڑے بڑے نقشے [illegible]
پنہاں تھے۔ اگر سلمان [illegible] [illegible] تو بجلی کی چمک کو ہی کوئی بڑا معجزہ سمجھتے لیکن اب معلوم ہوا
کہ آپ کی ضرب میں صرف ایک [illegible] نہ تھی بلکہ ان چمکوں کا معجزہ نوع انسانی کے وہم و گمان سے بالا تر واقعات کی
عظیم الشان پیشگوئی کے [illegible] [illegible] دیکھنے کے لئے حضرت سلمان تھے سلمان الفارسی [illegible]
یکے بعد دیگرے ہوتے دیکھیں [illegible] ان کے سامنے بھی ایسے کرتے [illegible] [illegible]
خدا کی ربانی طاقت دینے کے واسطے کافی ہے اسی کا نام معجزہ ہے۔
درحقیقت معجزہ [illegible] [illegible] معجزہ کی حقیقت سے ناآشنا ہے جو عقل
کا [illegible] [illegible]

رسول الله صلى الله عليه وسلم يا سلمان أرأيت ذلك فقال إي والذي بعثك بالحق يا رسول الله قال فإني حين ضربت الضربة الأولى رفعت لي مدائن كسرى وما حولها ومدائن كثيرة حتى رأيتها بعيني قال له من حضره من أصحابه يا رسول الله ادع الله أن يفتحها علينا ويغنمنا ذراريهم ويخرب بأيدينا بلادهم فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم بذلك ثم ضربت الضربة الثانية فرفعت لي مدائن قيصر وما حولها حتى رأيتها بعيني قالوا يا رسول الله ادع الله أن يفتحها علينا ويغنمنا ذراريهم ويخرب بأيدينا بلادهم فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم بذلك ثم ضربت الثالثة فرفعت لي مدائن الحبشة وما حولها من القرى حتى رأيتها بعيني قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عند ذلك دعوا الحبشة ما ودعوكم واتركوا الترك ما تركوكم (رواه النسائي في المجتبى)

میں نے پہلی ضرب لگائی تھی تو میرے سامنے کسریٰ کی سلطنت اور اس کے ارد گرد کی سب بستیاں سامنے کر دی گئی تھیں یہاں تک کہ میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، حاضرین نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان ملکوں کے فتح کرنے والے کون لوگ ہوں گے؟ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے سامنے فتح کر دے اور ان کی بستیاں ہمارا مال غنیمت بنا دے اور ہمارے ہاتھوں سے ان کو تباہ و برباد کرے۔ آپ نے اس بات کے لئے دعا فرمائی۔ پھر جب میں نے دوسری بار ضرب لگائی تھی تو قیصر کی سلطنت اور اس کے ارد گرد کے شہر سامنے کئے گئے یہاں تک کہ ان کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے سامنے فتح کرا دے اور ہماری غنیمت بنا دے اور ہمارے ہاتھوں سے ان کو برباد کرائے۔ آپ نے اس کے لئے بھی دعا فرما دی۔ پھر میں نے تیسری بار ضرب لگائی تو حبشہ کی سلطنت میرے سامنے کی گئی اور جو اس کے ارد گرد کی بستیاں تھیں یہاں تک کہ میں نے ان کو بھی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب تک اہل حبشہ تم سے کچھ نہ کہیں تم بھی ان سے کچھ نہ کہنا اور اسی طرح جب تک ترک خاموش رہیں تم بھی خاموش رہنا۔

(نسائی شریف)

الشَّمْسَ سَبْتًا قَالَ ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يُمْسِكَهَا عَنَّا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَمَا يُشِيْرُ بِيَدِهٖ إِلٰى نَاحِيَةٍ إِلَّا انْفَرَجَتْ حَتّٰى رَأَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فِي مِثْلِ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِي قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ يَجِئْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا أَخْبَرَ بِجَوْدٍ۔

(۱۳۲۳) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَلَمَّا وَاجَهْنَا الْعَدُوَّ تَقَدَّمْتُ فَأَعْلُوْ ثَنِيَّةً فَاسْتَقْبَلَنِيْ رَجُلٌ مِنَ الْعَدُوِّ فَأَرْمِيْهِ بِسَهْمٍ فَتَوَارٰى عَنِّيْ فَمَا دَرَيْتُ مَا صَنَعَ وَنَظَرْتُ إِلَى الْقَوْمِ فَإِذَا هُمْ

ہے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی پشت کی جانب سے ایک چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا اٹھا جو سپر یعنی ڈھال کی طرح نظر آتا تھا پھر جب آسمان کے درمیان پہنچا تو چاروں طرف پھیل گیا پھر برسا اور ایسا برسا کہ ایک ہفتہ تک ہم نے آفتاب کی شکل نہیں دیکھی۔ راوی کہتا ہے کہ دوسرے جمعہ میں پھر وہی شخص اسی دروازے سے آیا اور آپ اس وقت کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے وہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور اس مرتبہ اس کی شکایت یہ تھی کہ یا رسول اللہ بارش کی کثرت کے مارے ہمارے مال سب تباہ و برباد ہو گئے اور ندی نالے بھر جانے کی وجہ سے راستے بند ہو گئے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ اب تو وہ بارش بند کر دے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا فرمائی: اے اللہ اب بارش ہمارے ارد گرد ہو اور ہماری بستی پر نہ ہو۔ اے اللہ اب بارش پہاڑوں پر، ٹیلوں پر، نالوں اور جنگلوں میں ہو۔ راوی بیان کرتا ہے کہ آپ اپنے دست مبارک سے جس جانب بھی اشارہ کرتے جاتے تھے اسی جانب سے بادل پھٹتے جاتے تھے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ بادل چاروں طرف سے پھٹ گئے اور مدینہ بیچ میں اس طرح نظر آنے لگا جیسے تاج ہوتا ہے۔ اور وادی قناۃ ایک مہینے تک بہتی رہی اور جس جانب سے بھی کوئی شخص آتا وہ بارش ہی کی خبر لاتا (متفق علیہ)۔

(۱۳۲۳) حضرت سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین میں جنگ کی جب دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ گیا اور ایک ٹیلہ پر چڑھا تو سامنے سے دشمن کا ایک آدمی آیا میں نے اس کے ایک تیر مارا تو وہ کہیں چھپ گیا اور میں نہ معلوم کر سکا کہ اس کا کیا ہوا۔ جب میں نے اس جماعت کو دیکھا تو نظر آیا کہ وہ دوسرے ٹیلے سے چڑھ رہے ہیں اور اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھڑ گئے

قَدْ طَلَعُوا مِنْ ثَنِيَّةٍ أُخْرَى فَالْتَقَوْا هُمْ وَأَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَلَّى
أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَعْتُ مُنْهَزِمًا وَعَلَيَّ بُرْدَتَانِ مُتَّزِرًا بِإِحْدَاهُمَا
مُرْتَدِيًا بِالْأُخْرَى فَاسْتَطْلَقَ إِزَارِي فَجَمَعْتُهُمَا جَمِيعًا وَمَرَرْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْهَزِمًا وَهُوَ عَلَى بَغْلَتِهِ الشَّهْبَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَقَدْ رَأَى ابْنُ الْأَكْوَعِ فَزَعًا فَلَمَّا غَشُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ ثُمَّ
قَبَضَ قَبْضَةً مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَقْبَلَ بِهِ وُجُوهَهُمْ فَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوهُ فَمَا
خَلَقَ اللهُ مِنْهُمْ إِنْسَانًا إِلَّا مَلَأَ عَيْنَيْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ فَهَزَمَهُمُ اللهُ

(رواہ مسلم والحاکم فی صحیحہ)

(۱۳۲۳) عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَوْمَ حُنَيْنٍ فَلَزِمْتُ أَنَا وَأَبُو سُفْيَانَ ابْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمْ نُفَارِقْهُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ بَيْضَاءَ أَهْدَاهَا لَهُ فَرْوَةُ بْنُ نُفَاثَةَ
الْجُذَامِيُّ فَلَمَّا الْتَقَى الْمُسْلِمُونَ وَالْكُفَّارُ وَلَّى الْمُسْلِمُونَ مُدْبِرِينَ فَطَفِقَ رَسُولُ اللهِ

ہی تو دن کی سخت تیر اندازی کی وجہ سے آپ کے صحابہ تتر بتر ہو گئے تھے اور میں بھی بھاگتا ہوا پلٹ پڑا۔ میں
ایک چادر کمر سے باندھے ہوئے اور ایک چادر اوڑھے ہوئے تھا تو میری لنگی کھل گئی میں نے اسے
سمیٹ کر باندھا اور بھاگتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزرا۔ سب پر تو شکست کے آثار تھے
لیکن آپ اپنے سرخ خچر پر جمے بیٹھے سوار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن اکوع کوئی خطرہ
دیکھ کر گھبرایا ہوا آیا ہے۔ تو جب دشمنوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو آپ اپنے خچر سے اتر گئے اور ایک
مٹھی بھر مٹی لے کر دشمنوں کے چہروں کی طرف پھینک کر فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوهُ = چہرے خراب و برباد ہوں
پھر تو اللہ تعالیٰ نے ان میں کسی انسان کو جس کو اس نے پیدا فرمایا تھا ایسا نہ چھوڑا جس کی دونوں آنکھوں میں
اسی ایک مٹھی سے مٹی نہ بھر گئی ہو تو وہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی (مسلم)

(۱۳۲۳) عباس بن عبد المطلب کہتے ہیں کہ میں جنگ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ میں
اور ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی لگے رہے آپ سے الگ
نہیں ہوئے اور آپ اپنے سفید خچر پر سوار تھے جسے فروہ بن نفاثہ جذامی نے آپ کو ہدیہ بھیجا تھا۔ جب
مسلمان اور کفار بھڑ گئے۔ مسلمان سراسیمہ ہو کر ادھر اُدھر ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خچر کفار کی
طرف بڑھائے چلے جا رہے تھے عباس کہتے ہیں کہ میں حضور کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھا اور اُسے

صلی اللہ علیہ وسلم یرکض بغلتہ قبل الکفار قال العباس وانا آخذ بلجام
بغلۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکفہا ارادۃ ان لا تسرع وابو سفیان
آخذ برکاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ای عباس ناد اصحاب السمرۃ فواللہ لکأن عطفتہم حین سمعوا صوتی عطفۃ
البقر علی اولادہا فقالوا یا لبیک یا لبیک قال فاقتتلوا والکفار والدعوۃ فی الانصار یقولون
یا معشر الانصار ثم قصرت الدعوۃ علی بنی الحارث بن الخزرج فقالوا یا
بنی الحارث بن الخزرج فنظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو علی بغلتہ
کالمتطاول علیہا الی قتالہم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا حین حمی
الوطیس ثم اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حصیات فرمی بہن وجوہ الکفار
ثم قال انہزموا ورب الکعبۃ قال فذہبت انظر فاذا القتال علی ہیئتہ فیما
اری فواللہ ما ہو الا ان رماہم بحصیاتہ فما زلت اری حدہم کلیلا وامرہم
مدبرا حتی ہزمہم اللہ وقد قال اللہ تعالی عن یوم بدر وما رمیت اذ رمیت
ولکن اللہ رمی ۔ (رواہ مسلم)

روک رہا تھا اس خیال سے کہ کہیں وہ تیز چل کر کفار کے جھرمٹ میں آپ کو نہ لے جائے اور ابو سفیانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی رکاب پکڑے ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عباسؓ اصحاب سمرہ کو آواز دو خدا کی قسم جوں ہی
انہوں نے میری آواز سنی تو اسی طرح لبیک لبیک کہتے ہوئے جلدی سے لوٹ پڑے جیسے گائے اپنے بچے کی
طرف پلٹ پڑتی ہے عباسؓ کہتے ہیں کہ پھر مسلمان کفار سے جم کر لڑے ۔ دوسرا اعلان انصار میں ہوا یا معشر الانصار
کا نعرہ فضا میں بلند ہوتے ہوتے یہ نعرہ یا بنی الحارث بن الخزرج پر ختم ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر پر سے ادھر
ادھر اپنی گردن بڑھا بڑھا کر لڑائی کی تیزی دیکھ کر فرمایا اب گرما گرمی کی جنگ ہو رہی ہے پھر آپ نے چند کنکریاں
لیں ان کافروں کے چہروں پر پھینک ماریں عباسؓ کہتے ہیں کہ رب کعبہ کی قسم پھر تو کفار بھاگ نکلے ۔ کہتے ہیں
کہ میں آگے بڑھا تاکہ ذرا جنگ دیکھوں تو جنگ میری نظر میں اسی طرح جاری تھی مگر خدا کی قسم جوں ہی
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کنکریاں ماری ہیں تو میں دیکھنے لگا کہ ان کی تلوار کی دھاریں کند
ہو گئیں اور جنگ کا رخ پلٹ گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی اور اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر
کے قصے میں فرمایا تھا وما رمیت الخ یعنی جب تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ
نے پھینکی تھیں ۔ (مسلم)

(۱۴۳۳) عن جماعة منهم عروة والزهري وعاصم بن عمر وغيرهم قالوا فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم في العريش هو وأبو بكر ما معهما غيرهما وقد تدانى القوم بعضهم من بعض فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يناشد ربه ما وعده من نصره ويقول اللهم إن تهلك هذه العصابة لا تعبد وأبو بكر يقول كفاك مناشدتك ربك يا رسول الله فإن الله منجز لك ما وعدك من نصره وخفق رسول الله صلى الله عليه وسلم خفقة ثم هب فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أبشر يا أبا بكر أتاك نصر الله عز وجل هذا جبريل آخذ بعنان فرس يقوده على ثناياه النقع (يقول الغبار) ثم خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فعبأ أصحابه وهيأهم وقال لا يعجلن رجل منكم بقتال حتى نؤذنه فإذا أكثبكم القوم يقول قربوا منكم فانضحوهم عنكم بالنبل. ثم تزاحم الناس فلما تدانى بعضهم من بعض خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخذ حفنة من حصباء

(۱۴۳۳) ایک جماعت سے جن میں عروہ، زہری، عاصم بن عمرو وغیرہ شامل ہیں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ بدر میں عریش (سائبان) میں تھے ان کے سوا کوئی تیسرا نہ تھا اور فوجیں آپس میں گتھ گئی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار سے وہ نصرت عطا کرنے پر اصرار کر رہے تھے جس کا اس نے وعدہ فرمایا تھا اور یہ فرما رہے تھے کہ اے میرے اللہ اگر آپ اس تھوڑی سی جماعت کو ہلاک کر دیں گے تو پھر آپ کی پرستش نہ ہو سکے گی اور ابو بکرؓ یہ عرض کر رہے تھے یا رسول اللہ بس کیجئے آپ نے اپنے رب کے سامنے بہت اصرار کر لیا اب یقیناً اللہ تعالیٰ اس وعدہ کو جو انہوں نے آپ سے کیا ہے ضرور پورا فرمائیں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کچھ لگ گئی۔ پھر بیدار ہوئے تو فرمایا ابو بکرؓ خوش ہو جاؤ تمہارے پاس اللہ کی امداد آ پہنچی۔ یہ جبریلؑ ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے لا رہے ہیں اس کے دانتوں پر غبار پڑا ہوا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے اپنے صحابہؓ کو جنگ کے موقع موقع سے کھڑا کیا اور ان کو سامان جنگ جو کچھ بھی تھا اس سے لیس کیا پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص لڑائی شروع کرنے میں اس وقت تک جلدی نہ کرے جب تک کہ میں لڑائی کی اجازت نہ دے دوں۔ ہاں جب دشمن تمہارے قریب آ جائے تب تم ان کو تیروں سے ہٹا لینا۔ پھر لوگ آپس میں گتھ گئے تو جب بعض آدمی بعض کے بالکل قریب پہنچ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی کنکریاں اٹھائیں پھر ان کو لے کر آپ نے قریش کی طرف منہ کیا اور ان لوگوں کے منہ پر پھینک مارا اور فرمایا شاہت الوجوہ (چہرے بگڑ گئے) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلمانوں کی

ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهَا قُرَيْشًا فَنَضَحَ بِهَا وُجُوهَهُمْ وَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْمِلُوا عَلَيْهِمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ فَحَمَلَ الْمُسْلِمُونَ وَهَزَمَ اللّٰهُ قُرَيْشًا وَقُتِلَ مَنْ قُتِلَ مِنْ أَشْرَافِهِمْ وَأُسِرَ مَنْ أُسِرَ مِنْهُمْ (رواه ابن اسحاق) وَفِي حَدِيثِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَوِ الْوَالِبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَهُ جِبْرِيلُ خُذْ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ فَأَخَذَ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ فَرَمَى بِهَا وُجُوهَهُمْ فَمَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَأَصَابَ عَيْنَيْهِ وَمَنْخَرَيْهِ وَفَمَهُ تُرَابٌ مِنْ تِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ۔

(۴۲۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو جَهْلٍ هَلْ يُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْهَهُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ فَقِيلَ نَعَمْ فَقَالَ وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى لَئِنْ رَأَيْتُهُ يَفْعَلُ ذٰلِكَ لَأَطَأَنَّ عَلَى رَقَبَتِهِ فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي زَعَمَ لِيَطَأَ عَلَى رَقَبَتِهِ فَمَا فَجِئَهُمْ مِنْهُ إِلَّا وَهُوَ يَنْكُصُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَيَتَّقِي بِيَدَيْهِ فَقِيلَ لَهُ مَا لَكَ فَقَالَ إِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَهُ لَخَنْدَقًا مِنْ نَارٍ وَهَوْلًا وَأَجْنِحَةً فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دَنَا مِنِّي لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عُضْوًا عُضْوًا۔ (رواه مسلم)

جماعت ان پر ٹوٹ پڑو۔ پس مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے قریش کو شکست دی اور ان کے معزز اور شرفاء میں سے جو قتل ہوئے وہ قتل ہوئے اور جو قید ہوئے وہ قید ہوئے۔ (ابن اسحاق) اور ابن ابی طلحہ والبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں روایت کی ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ مٹی کی ایک مٹھی پھینکئے تب آپ نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھائی اور اس کو ان کے چہروں پر پھینکا۔ اور مشرکین میں سے کوئی بھی نہ تھا جس کی آنکھوں میں نتھنوں میں اور منہ میں اس ایک مشت کی مٹی نہ پہنچی ہو۔ پس وہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔

(۴۲۵) ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو جہل نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مٹی پر رگڑتے ہیں یا وہ تم کو نظر آتے ہیں (اس ملعون کا مطلب سجدہ کرنا تھا) لوگوں نے کہا ایسا تو ہے۔ اس نے کہا مجھ کو لات اور عزیٰ کی قسم اگر میں نے اس کو ایسے کرتے دیکھ پایا تو میں اس کی گردن روند دوں گا (معاذ اللہ) اتفاق سے ایک بار آپ کو نماز پڑھتے اس نے بھی دیکھ لیا تو آپ کی گردن روندنے کے ارادہ سے آگے بڑھا تو لوگوں نے کیا دیکھا کہ ناگہاں وہ ایڑیوں کے بل اپنے پیچھے ہٹ رہا تھا اور اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے ہوئے سامنے کی چیز سے بچ رہا ہے۔ اس سے پوچھا گیا کیا ماجرا تھا وہ بولا میرے اور آپ کے درمیان ایک خندق نظر آتی ہے جس میں آگ اور طرح طرح کی خوفناک چیزیں تھیں اور کچھ مخلوق ایسی ہے جس کے بازو ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر وہ میرے ذرا قریب آتا فرشتے اس کو اچک کر لے جاتے اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے۔ (مسلم شریف)

الرسول الاعظم و الآيات العظام ببركة صلوات الله و سلامه عليه

(۲۳۴۶) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ انْطَلَقَ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفْرَةٍ سَافَرُوْهَا حَتّٰى نَزَلُوْا عَلٰى حَيٍّ مِّنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمْ فَلُدِغَ سَيِّدُ ذٰلِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهٗ شَيْءٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ اَتَيْتُمْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِيْنَ نَزَلُوْا لَعَلَّهٗ اَنْ يَّكُوْنَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ فَاَتَوْهُمْ فَقَالُوْا يَا اَيُّهَا الرَّهْطُ اِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ وَسَعَيْنَا لَهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهٗ فَهَلْ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْكُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ نَعَمْ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرْقِيْ وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُوْنَا فَمَا اَنَا بِرَاقٍ لَّكُمْ حَتّٰى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوْهُمْ عَلٰى قَطِيْعٍ مِّنَ الْغَنَمِ فَانْطَلَقَ يَتْفُلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار برکت سے ظاہر ہونے والی چند اور بڑی نشانیاں

(۲۳۴۶) حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک جماعت ایک سفر میں گئی تو عرب کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ میں جا کر اترے اور صحابہؓ نے ان سے ضیافت چاہی یعنی کچھ کھانے کو مانگا تو انہوں نے ضیافت سے انکار کر دیا۔ اتفاق سے اس قبیلے کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا تو لوگوں نے ہر قسم کی دوڑ دھوپ کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو ان میں سے کسی نے کہا کاش تم اسی جماعت کے پاس چلے جاتے جو یہاں آ کر اترے ہوئے ہیں شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی چیز کام کی ہو۔ تو وہ لوگ ان صحابہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے لوگو! ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا ہے اور ہم نے بہت دوڑ دھوپ کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا تو کیا آپ لوگوں میں سے کسی کے پاس کوئی جھاڑ پھونک ہے؟ ایک نے کہا ہاں بخدا میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں لیکن جب ہم نے تم سے کھانا مانگا تھا تب تو تم نے ہمیں کچھ کھانے کو دیا نہیں تو اب خدا کی قسم میں بھی اب دم نہ کروں گا جب تک تم لوگ ہم کو کچھ معاوضہ نہ دو گے ان لوگوں نے صحابہؓ سے بکریوں کی ایک ٹکڑی پر صلح کر لی تو وہ صحابی گئے اور مریض پر

(۲۳۴۶) انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات میں خودداری بھی ہوتی ہیں آپ نے ان کی تسلی خاطر رفع کرنے کے لئے یہ حکم فرمایا کہ میرا حصہ بھی لگاؤ تاکہ ان کی حلت میں کوئی تردد نہ کریں۔ اس قسم کے متعدد واقعات صحیح روایات میں نظر پڑتے ہیں جن میں آپ نے اپنا حصہ بھی مقرر فرمایا [illegible] یہاں اس امر پر متنبہ کرنا ضروری ہے کہ قرآن کریم پر اجرت لینے کا مسئلہ [illegible] اور مسئلہ ہے اور اجرت لینا الگ بات ہے۔ ہمارے زمانہ میں اب زیادہ تر جو اجرت کا معاملہ ہے وہ یہی ہے

فوجدته ممتلئا قال فرجع الزوج فقال أصبتم بعدي شيئا قالت امرأته نعم من ربنا وقام إلى الرحى ــــ فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال أما إنه لو لم يرفعها لم تزل تدور إلى يوم القيامة. (رواه أحمد)

(۱۴۲۸) وعن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال لما حضر أحد دعاني أبي من الليل فقال ما أراني إلا مقتولا في أول من يقتل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وإني لا أترك بعدي أعز علي منك غير نفس رسول الله صلى الله عليه وسلم وإن علي دينا فاقض واستوص بأخواتك خيرا فأصبحنا فكان أول قتيل ودفنت معه آخر في قبره ثم لم تطب نفسي أن أتركه مع الآخر فاستخرجته بعد ستة أشهر فإذا هو كيوم وضعته غير أذنه فجعلته في قبر على حدة. (رواه البخاري)

مل کر درست کیا۔ پھر چولہے کے پاس جاکر اسے جلایا۔ اس کے بعد اس نے دعا کی کہ اے اللہ ہم کو غذا دے۔ اس کے بعد جو اس کی نظر پیالہ پر پڑی تو دیکھا کہ وہ کھانے سے بھرا ہوا ہے۔ چولہے کے پاس گئی تو دیکھا تنور روٹیوں سے بھرا ہوا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اتنے میں شوہر لوٹ کر آیا تو اس نے پوچھا کیا تم کو میرے جانے کے بعد کوئی چیز نہیں ملی؟ وہ بولی ہاں ملی اور ہمارے رب کے پاس سے پہنچی۔ پھر چکی کی طرف بڑھے (اور اس نے اوپر کا پاٹ اٹھا کر الگ رکھ دیا) تو یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر انھوں نے بیان کی۔ آپ نے فرمایا اگر وہ اس چکی کا پاٹ نہ اٹھاتے تو قیامت کے دن تک برابر چلتی رہتی۔ (رواہ احمد)

(۱۴۲۸) جابرؓ سے روایت ہے کہ جب غزوۂ احد شروع ہوا تو میرے والد نے پکار کر شب کو مجھ سے کہا کہ آپ کے صحابیوں میں سے جو سب سے پہلے شہید ہونے والے ہیں میرا خیال ہے کہ میں ان میں سب سے پہلا شخص ہوں گا اور دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تم سے زیادہ مجھ کو کوئی شخص پیارا نہیں جس کو اپنے بعد چھوڑتا ہوں۔ دیکھو میرے ذمہ کچھ قرض رہ گیا ہے اس کو تم ادا کر دینا اور تمہاری کچھ بہنیں ہیں ان کے ساتھ ہمدردی کا سلوک رکھنا۔ جب صبح ہوئی تو وہی شہیدوں میں سب سے پہلے شخص تھے جن نے شہداء کی کثرت کی وجہ سے ایک دوسرے شخص کے ساتھ ان کی قبر میں ان کو دفن کر دیا گیا مگر بعد میں میرا دل اس پر راضی نہ ہو سکا کہ میں ان کو دوسروں کے ساتھ رکھوں تو میں نے ان کو چھ ماہ کے بعد نکال کر ایک قبر میں علیحدہ دفن کیا۔ عجیب بات یہ تھی کہ اتنی طویل مدت میں کان کے ذرا سے حصہ کے سوا ان کا سارا جسم اسی طرح موجود تھا گویا کہ آج ہی ان کو دفن کیا ہو۔ (بخاری شریف)

الرسول الاعظم والہدایۃ والبرکۃ فی العلم والمال بدعائہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ

(۴۲۹) عن جریر بن عبد اللہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ألا تریحنی من ذی الخلصۃ فقلت بلی وکنت لا أثبت علی الخیل فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فضرب بیدہ علی صدری حتی رأیت أثر یدہ فی صدری وقال اللہم ثبتہ واجعلہ ہادیا مہدیا قال فما وقعت عن فرسی بعد فانطلق فی مائۃ وخمسین فارسا من أحمس فحرقہا بالنار وکسرہا۔ (متفق علیہ)

(۴۳۰) عن ابن عمر أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہم أعز الإسلام بأحب الرجلین إلیک بعمر بن الخطاب أو بأبی جہل بن ہشام وکان أحبہما إلی اللہ عمر فأسلم عمر وروی أن الدعوۃ کانت فی یوم الأربعاء فأسلم یوم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مبارک سے حصول ہدایت اور علم و مال میں خیر و برکت

(۴۲۹) جریر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مجھ کو خطاب کر کے فرمایا کیا تم ذی الخلصہ (بتکدہ) کو نیست و نابود کر کے مجھ کو راحت نہیں پہنچا سکتے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ضرور مگر میں گھوڑے پر جم کر سوار نہیں ہو سکتا تھا میں نے آپ سے اپنی اس شکایت کا تذکرہ کر دیا۔ آپ نے میرے سینے پر اپنے دست مبارک کی ایک ضرب لگائی جس کا اثر میں نے اپنے سینے تک محسوس کیا پھر دعا کی خداوندا اس کو جم کر بیٹھنے کی قوت عطا فرما دے اس کو ہادی و مہدی بنا دے۔ یہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد تو کیا بات ہے کہ میں اپنے گھوڑے سے کبھی نہیں گرا۔ الغرض قبیلۂ احمس کے ڈیڑھ سو سوار لے کر گئے اور اس بتکدہ کو توڑ پھوڑ کر خاک سیاہ کر کے چلے آئے۔ (متفق علیہ)
صحیح بخاری میں اتنا اور ہے کہ جب ہم نے آپ کو اطلاع دی تو آپ نے مجھ کو اور قبیلۂ احمس کو دعا دی۔

(۴۳۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اے میرے اللہ عمر بن الخطاب یا ابو جہل بن ہشام میں سے جو شخص تجھ کو محبوب اور پیارا ہو اس کے اسلام کی توفیق دے کر اسلام کو قوت

---

(۴۲۹) یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی موجود ہے لیکن ہمارے بعض سیرت نگار دوستوں نے اس کو صرف صحیح مسلم کے حوالہ سے نقل کیا ہے امام بخاری نے باب مناقب جریر بن عبد اللہ میں اس قصہ کو کچھ تغیر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(۴۳۰) حضرت عمرؓ سے اسلام کو جو قوت پہنچی وہ ایک بہت بڑا مقصد تھا اس لیے یہ بات عجیب نہیں کہ زبان مبارک سے دعا کا عنوان بھی اسی کے مطابق صادر ہوا کہ اے اللہ اسلام کو عزت دے ان دو میں سے اس ایک کے اسلام کے ذریعہ جو تیری بارگاہ میں زیادہ محبوب ہو عمر بن الخطاب کے ذریعہ یا ابو جہل بن ہشام کے ذریعہ۔

يوما فأسمعتني في رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أكره فأتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم
وأنا أبكي فقلت يا رسول الله إني كنت أدعو أمي إلى الإسلام وتأبى علي فدعوتها
اليوم فأسمعتني فيك ما أكره فادع الله أن يهدي أم أبي هريرة فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم اللهم اهد أم أبي هريرة فخرجت مستبشرا بدعوة رسول الله
صلى الله عليه وسلم فجئت إلى الباب فإذا هو مجاف فسمعت أمي خشف قدمي
فقالت مكانك يا أبا هريرة وسمعت خضخضة الماء فاغتسلت ولبست درعها
وعجلت عن خمارها ففتحت الباب فقالت يا أبا هريرة أشهد أن لا إله إلا الله
وأشهد أن محمدا رسول الله فأتيته وأنا أبكي من الفرح فقلت يا رسول الله
أبشر فقد استجاب الله دعوتك وهدى أم أبي هريرة فحمد الله وقال خيرا
فقلت يا رسول الله ادع الله أن يحببني وأمي إلى عباده المؤمنين ويحببهم إلينا

کہ میں نے ان سے اسلام قبول کرنے کے لئے کہا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مجھ کو ایک
ایسی بات سنائی جس کو میں نہ سن سکا اور آپ کی خدمت میں روتا ہوا پہنچا اور کہا یا رسول اللہ میں اپنی والدہ
کو ہمیشہ اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا مگر وہ اس کے قبول کرنے سے انکار کرتی رہیں لیکن آج کا واقعہ ہے کہ میں نے
ان کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے آپ کے متعلق مجھ کو ایسی بات سنائی جس کو میں نہ سن سکا تو اب
اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ وہ ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت نصیب فرما دے۔ آپ نے فوراً یہ دعا دی کہ الٰہی
ابوہریرہؓ کی ماں کو اسلام کی توفیق بخش دے۔ پھر کیا تھا آپ کی دعا کی وجہ سے میں خوش ہوتا ہوا گھر کے دروازے
کے پاس پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بھڑا ہوا ہے میری والدہ نے میرے پیروں کی آہٹ پائی تو فرمایا ابوہریرہؓ باہر
ہی رہنا۔ ادھر مجھ کو پانی بہانے کی آواز آئی وہ غسل فرما چکی تھیں اور اپنا کرتہ پہن چکی تھیں فوراً ہی اوڑھنی
لینے کے بجائے جلدی اٹھیں اور فوراً دروازہ کھول دیا اور مجھ کو دیکھ کر بولیں أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ
أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ۔ میں مارے خوشی کے روتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرما لی اور ابوہریرہؓ کی
والدہ کو اسلام قبول کرنے کی ہدایت نصیب فرمائی۔ اسی وقت آپ نے اللہ کی تعریف اور ثنا کے کلمات فرمائے

دیکھا کرتے تھے [illegible] آج بھی دیکھی جاتی ہیں۔ ابوہریرہؓ کی والدہ [illegible] اور آپ کی
[illegible] دوسری دعا
[illegible] اس وقت [illegible] کا
[illegible] اسی طرح ابوہریرہؓ [illegible]

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللّٰهم حبّب عُبيدك هذا يعني أبا هريرة وأمّه إلى عبادك المؤمنين وحبّب إليهم المؤمنين فما خلق الله من مؤمن يسمع بي ولا يراني إلا أحبّني (رواه مسلم)

(۳۳۳۴) عن رافع بن سنان أنه أسلم وأبت امرأته أن تسلم فأتت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت ابنتي وهي فطيم أو شبهه وقال رافع ابنتي فقال له النبي صلى الله عليه وسلم اقعد ناحية وقال لها اقعدي ناحية وأقعد الصبية بينهما ثم قال ادعواها فمالت الصبية إلى أمها فقال النبي صلى الله عليه وسلم اللّٰهم اهدها فمالت إلى أبيها فأخذها (رواه أبو داؤد وأخرج النسائي في باب إسلام أحد الزوجين وتخيير الولد ورواه الحاكم في المستدرك)۔

یہ سماں دیکھ کر میں بول پڑا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اب یہ دعا بھی کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میری والدہ کو مسلمانوں میں محبوب بنا دے اور ان کو ہماری نظروں میں محبوب بنا دے۔ آپ نے پھر اسی وقت دعا دی الٰہی اپنے اس بندہ کو اور اس کی والدہ کو اپنے مومن بندوں کی نظروں میں محبوب بنا دے اور ان دونوں کو ان کی نظروں میں محبوب بنا دے اس کے بعد پھر کوئی مومن نہ بچا جو مجھ کو دیکھے بغیر صرف میرا نام سن کر مجھے محبوب نہ رکھتا ہو۔ (مسلم شریف)۔

(۳۳۳۴) رافع بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور میری بی بی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ہماری ایک لڑکی تھی اس کے بارے میں جھگڑا ہوا اس کو کون لے۔ میری بی بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی یہ لڑکی میری ہے ابھی اس کا دودھ چھوٹا ہے۔ رافع نے کہا یہ میری لڑکی ہے مجھ کو ملنی چاہیئے۔ یہ دیکھ کر آپ نے رافع سے کہا جاؤ تم ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ جاؤ اور عورت سے کہا تم بھی دوسرے گوشہ میں جا کر بیٹھ جاؤ پھر لڑکی کو ان دونوں کے درمیان بٹھا دیا اس کے بعد اس کے والدین سے فرمایا اس کو بلاؤ جدھر چلی جائے اسی کے پاس لڑکی رہے گی۔ وہ لڑکی اپنی ماں کی طرف جانے لگی۔ آپ نے دعا فرمائی خداوندا اس کو ہدایت عطا فرما۔ بس وہ فوراً اپنے باپ کی طرف آ گئی اور فیصلہ کے مطابق انھوں نے اپنی لڑکی لے لی۔

جیسا کہ اب تک تمھارا مشاہدہ ہے ذوق و استعارہ تھا یہ زبانی آنکھوں کی کثرت پھر یا اسی لئے یہاں معتزلہ بھی قرار کرنے پہ مجبور ہو گئے اور استجابت دعا کے معجزہ ہونے کے وہ بھی قائل ہو گئے۔

(۳۳۳۴) کسی نے اس کو اسلام کا فیصلہ سمجھ کر تخییر کا حکم باقی رکھا ہے اور کسی کا خیال یہ ہے کہ یہ بچہ آپ کی دعا کا اثر تھا۔ ظاہر ہے کہ اسلام و کفر کے حقانیت کے ہوتے ہوئے بھی اس کا جواب طرفداری ثابت نہ ہو۔

(۱۳۳۴) عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم رأى على عبد الرحمن بن عوف اثر صفرة فقال ما هذا قال يا رسول الله اني تزوجت امرأة قال كم سقت اليها قال وزن نواة من ذهب قال بارك الله لك اولم ولو بشاة (رواه الشيخان)۔

(۱۳۳۵) عن عبد الرحمن بن عوف انه لما قدم اخى رسول الله صلى الله عليه وسلم بينه وبين سعد بن الربيع الانصاري فعرض سعد بن الربيع ان يناصفه اهله وماله فقال له عبد الرحمن بارك الله لك في اهلك ومالك دلني على السوق فما انقلب الا بشيء من اقط وسمن ثم تابع الغدو وذكر الحديث فظهرت بركة دعوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما كان لعبد الرحمن وقال الزهري انه تصدق باربعين الف دينار ثم حمل على خمسمائة فرس في سبيل الله وخمسمائة راحلة في سبيل الله قال وكان عامة ماله التجارة وقال محمد بن سيرين اقتسم نساء عبد الرحمن بن عوف ثمنهن فكان ثلاثمائة وعشرين الف وقال الزهري

(۱۳۳۴) انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ پر (زعفرانی) زردی کا نشان دیکھا تو آپ نے دریافت فرمایا کیسا رنگ ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے آپ نے فرمایا کس قدر مہر اس کو دیا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! گٹھلی بھر سونا۔ آپ نے دعا برکت دی اور فرمایا ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کے ہی کر سکو (بخاری ومسلم)۔

(۱۳۳۵) عبدالرحمٰن بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ جب وہ ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے دستور کے مطابق ان کا اور سعد بن الربیعؓ کا بھائی چارہ کرا دیا۔ اس کے بعد سعدؓ نے چاہا کہ اس رشتے کے موافق عبدالرحمٰن ان کے مال اور بیویوں میں نصف نصف کے شریک ہو جائیں (حتیٰ کہ وہ ایک بیوی کو طلاق دے دیں اور عبدالرحمٰن اس سے نکاح کر لیں) عبدالرحمٰن نے اس بے نظیر پیشکش کے جواب میں کہا اللہ تمہارے اہل و مال میں برکت عطا فرمائے مجھ کو تو بازار بتلا دو کہ کدھر ہے۔ پس گئے اور معمولی سی تجارت کرکے اتنا نفع حاصل کر لیا کہ جس سے پنیر اور کچھ گھی خرید کر اپنے گھر واپس آئے۔ دوسرے دن پھر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کا یہ واقعہ نقل کیا۔ آپ کی دعا کے اثر سے عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایسے مالدار ہو گئے کہ حسب بیان زہری چالیس ہزار دینار تو انہوں نے صدقہ و خیرات میں صرف کئے اور پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ جہاد کے لئے مجاہدوں کو دیئے تھے۔ زہری کہتے ہیں کہ ان کا زیادہ سب مال تجارت ہی کا تھا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ان کی بیویوں نے جب ان کے ترکہ میں اپنا آٹھواں حصہ باہم تقسیم کیا تو ہر ایک کے حصہ میں ۳۲۰۰۰ آئے۔

كل بركتها فكلوا منها اجمعون وفي رواية ذكر حلف الاضياف بترك الطعام تبركا بابي بكر فاكلوا معه وان النبي صلى الله عليه وسلم اكل منه (رواه الشيخان)۔

(۲۳۷) روى البخاري قال دخل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على ام سليم فاتته بتمر وسمن فقال اعيدوا سمنكم في سقائه وتمركم في وعائه ثم قام الى ناحية البيت فصلى غير مكتوبة فدعا لام سليم واهل بيتها. فقالت ام سليم يا رسول الله ان لي خويصة فقال ما هي قالت خادمك انس قال فما ترك خير آخرة ولا دنيا الا دعا لي به اللهم ارزقه مالا وولدا وبارك له فيه فاني لمن اكثر الانصار مالا وحدثتني ابنتي امينة انه دفن لصلبي الى مقدم الحجاج البصرة بضع وعشرون ومائة وفي رواية لمسلم عن انس بثلاث دعوات قد رأيت منها اثنتين وانا ارجو الثالثة في الآخرة۔

اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے وہ صبح تک آپ کے یہاں ہی رہا۔ اتفاق سے ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ تھا اس کی مدت ختم ہو گئی۔ اور ہم بارہ آدمی متفرق طور پر چلے گئے ہر شخص کے ساتھ کچھ لوگ ہو لیے۔ میرا اندازہ خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ ہر شخص کے ساتھ کتنے آدمی ہوں گے مگر سب نے ہی وہ کھانا کھا لیا۔

(۲۳۷) بخاری نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ام سلیم کے یہاں تشریف لے گئے تو وہ آپ کے پاس کچھ کھجوریں اور گھی لے آئیں آپ نے فرمایا گھی اس کے برتن میں اور اپنی کھجوریں اس کے تھیلے میں واپس رکھ دو پھر حضور اس گھر کے ایک کونے میں جا کھڑے ہوئے اور آپ نے نفل نمازیں پڑھیں پھر ام سلیم کے اور ان کے گھر والوں کے لئے دعا فرمائی ام سلیم نے کہا یا رسول اللہ مجھے ایک خاص بات عرض کرنی ہے آپ نے فرمایا کہو وہ کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا وہ آپ کا خدمت گزار لڑکا انس! راوی کہتے ہیں کہ حضور نے دنیا اور آخرت کی کوئی چیز نہ چھوڑی جس کی ان کے لئے دعا نہ کی ہو۔ فرمایا اے اللہ ان کو مال اور اولاد دے اور ان کو اس میں برکت بھی دے بس یہی وجہ ہے کہ آج تمام انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ اور مجھ سے میری لڑکی امینہ کہتی تھی کہ جب حجاج بصرہ کا حاکم بن کر آیا ہے اس وقت تک کچھ اوپر ایک سو بیس تو خود میرے بچے دفن کئے جا چکے تھے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں تین باتوں کی دعا فرمائی۔ ان میں سے دو کا پورا ہونا تو میں نے دیکھ لیا اب آخرت میں تیسری دعا دیکھنے کی امید رکھتا ہوں۔

(۴۳۸) عَنْ أَبِي خَلْدَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي الْعَالِيَةِ سَمِعَ أَنَسٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَدَمَهُ عَشْرَ سِنِينَ وَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَهُ بُسْتَانٌ يَحْمِلُ فِي السَّنَةِ الْفَاكِهَةَ مَرَّتَيْنِ وَكَانَ فِيهَا رَيْحَانٌ كَانَ يَجِئُ مِنْهُ رِيحُ الْمِسْكِ۔ (رواه الترمذی)

(۴۳۹) عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ أَسِيرُ عَلَى جَمَلٍ قَدْ أَعْيَا وَأَرَدْتُ أَنْ أُسَيِّبَهُ قَالَ فَلَحِقَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَهُ وَدَعَا لَهُ فَسَارَ سَيْرًا لَمْ يَسِرْ مِثْلَهُ وَفِي رِوَايَةٍ فَقَالَ لِي مَا لِبَعِيرِكَ فَقُلْتُ عَلِيلٌ قَالَ فَتَخَلَّفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَجَرَهُ فَدَعَا لَهُ فَمَا زَالَ بَيْنَ يَدَيِ الْإِبِلِ قُدَّامَهَا فَقَالَ لِي كَيْفَ تَرَى بَعِيرَكَ قُلْتُ بِخَيْرٍ قَدْ أَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ قَالَ أَفَتَبِيعُنِيهِ (فذكر الحديث) وفي الترمذي وغيره وقال النبي صلى الله عليه وسلم اللَّهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ إِذَا دَعَاكَ وَفِي لَفْظٍ اللَّهُمَّ أَجِبْ دَعْوَتَهُ وَسَدِّدْ رَمْيَتَهُ فَكَانَ سَعْدٌ لَا يَرْمِي إِلَّا يُصِيبُ وَكَانَ لَا يَدْعُو إِلَّا أُجِيبَ۔

(۴۳۸) ابوخلدہ کہتے ہیں میں نے ابوالعالیہ سے کہا کیا انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر روایت کی ہے انھوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت انھوں نے دس سال تک کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا بھی فرمائی ہے ان کا جنگل کا ایک باغ تھا اس میں سال بھر میں دوبار پھل آتے تھے اور کہ ایک پھول بھی (ریحان) کا بھی تھا جس میں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

(۴۳۹) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک اونٹ پر سفر کر رہا تھا وہ بہت تھک گیا تھا میں چاہتا تھا کہ اسے چھوڑ دوں کہتے ہیں کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس پہنچ گئے اور آپ نے اسے چلنے کے لئے مارا اور اس کے لئے دعا بھی فرمائی تو پھر وہ ایسی چال چلنے لگا کہ پہلے کبھی اس طرح نہیں چل سکتا تھا۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ آپ نے دریافت کیا کہ تمہارے اونٹ کو کیا ہو گیا ہے میں نے عرض کیا کہ حضور یہ بیمار ہے۔ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذرا اپنی جگہ سے پیچھے کو ہٹے اور اس کے لئے دعا فرمائی بس پھر وہ برابر اونٹوں سے آگے ہی آگے چلنے لگا۔ تو آپ نے فرمایا کہو تمہارا اونٹ اب اچھا ہو گیا؟ میں نے کہا جی ہاں اب ٹھیک ہو گیا آپ کی دعاؤں کی برکتیں اسے مل گئیں۔ آپ نے فرمایا اچھا اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔ (پھر پوری حدیث بیان کی) اور ترمذی وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے اللہ جب یہ سعد تجھ سے دعا مانگے تو ان کی دعا قبول فرما۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ اے میرے اللہ تو ان کی دعا قبول فرما اور ان کا نشانہ ٹھیک بٹھا پھر یہ حال تھا کہ حضرت سعدؓ کا ہر تیر نشانہ پر ٹھیک بیٹھتا تھا اور ہر دعا قبول ہوتی تھی۔

(۱۴۴۲) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرِضْتُ فَعَادَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ أَجَلِي قَدْ حَضَرَ فَأَرِحْنِي وَإِنْ كَانَ مُتَأَخِّرًا فَارْفَعْنِي وَإِنْ كَانَ بَلَاءً فَصَبِّرْنِي فَقَالَ اللّٰهُمَّ اشْفِهِ اللّٰهُمَّ عَافِهِ ثُمَّ قَالَ قُمْ فَقُمْتُ فَمَا عَادَ إِلَيَّ ذٰلِكَ الْوَجَعُ بَعْدُ (رواه الحاكم وصححه)

(۱۴۴۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ بَدْرٍ فِي ثَلَاثِ مِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ اللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ اللّٰهُمَّ إِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَأَشْبِعْهُمْ فَفَتَحَ اللّٰهُ لَهُ فَانْقَلَبُوا وَمَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَقَدْ رَجَعَ بِجَمَلٍ أَوْ جَمَلَيْنِ وَاكْتَسَوْا وَشَبِعُوا (رواه ابو داؤد)

(۱۴۴۴) عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ قَالَ لَمَّا خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ خَرَجْتُ عَاشِرَ عَشَرَةٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ نَطْلُبُهُمْ فَسَمِعْنَاهُمْ يُؤَذِّنُونَ بِالصَّلَاةِ فَقُمْنَا نُؤَذِّنُ نَسْتَهْزِئُ بِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَمِعْتُ فِي هٰؤُلَاءِ تَأْذِينَ إِنْسَانٍ حَسَنِ الصَّوْتِ فَأَرْسَلَ إِلَيْنَا فَأَذَّنَّا رَجُلٌ رَجُلٌ وَكُنْتُ آخِرَهُمْ فَقَالَ

(۱۴۴۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بیمار ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو آئے اس وقت میں یہ دعا کر رہا تھا کہ اے میرے اللہ اگر میرا وقت آ گیا ہے تو مجھے بیماری سے نجات دے کر راحت دے اور اگر ابھی نہیں آیا تو مجھے تندرستی عطا فرما اور اگر یہ آزمائش ہے تو مجھے صبر عطا فرما۔ حضور نے یہ دعا فرمائی الٰہی ان کو مرض سے شفا دے۔ پھر فرمایا کھڑے ہو جاؤ۔ میں کھڑا ہو گیا پھر یہ درد مجھے دوبارہ کبھی نہیں ہوا۔ (حاکم)

(۱۴۴۳) عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر میں تین سو پندرہ صحابہ کے ساتھ میدان بدر میں نکلے جن کے حق میں آپ نے یہ دعا فرمائی الٰہی یہ سب پیادہ پا ہیں ان کو سواری عطا فرما۔ الٰہی یہ سب ننگے ہیں ان کو لباس دے۔ الٰہی یہ سب بھوکے ہیں ان کو پیٹ بھر کر کھلا دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے یہی دعا قبول فرمائی کہ فتح نصیب ہوئی۔ ہر ایک شخص بھی ایسا نہ تھا کہ جب وہ لوٹے تو اس کے پاس سواری کے لئے ایک یا دو اونٹ نہ ہوں اور سب کو پوشش بھی نصیب ہوئی اور سب شکم سیر بھی ہو گئے۔ (ابوداؤد)

(۱۴۴۴) ابو محذورہ رضی اللہ عنہ (جو مکہ کے تھے، اسلام اور مؤذن ہونے کا قصہ) بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے نکلے تو ہم مکہ والوں کی تلاش میں نکلے جن میں دسواں میں تھا

حِيْنَ أَذَّنْتُ فَدَعَانِي فَأَجْلَسَنِي بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَسَحَ عَلَى نَاصِيَتِي وَبَرَّكَ عَلَيَّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَأَذِّنْ عِنْدَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ۔

(۱۴۳۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ إِلَى السُّوْقِ فَيَتَلَقَّاهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ عُمَرَ فَيَقُوْلَانِ لَهُ أَشْرِكْنَا فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيُشْرِكُهُمْ فَرُبَّمَا أَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبْعَثُ بِهَا إِلَى الْمَنْزِلِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيْحِهِ۔ وَأَخْرَجَهُ صَاحِبُ الْمِشْكٰوةِ فِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ مِنْ بَابِ الشَّرِكَةِ وَالْوَكَالَةِ مَعَ تَغْيِيْرٍ وَعَزَاهُ إِلَى الْبُخَارِيِّ وَزَادَ فِيْهِ

(۱۴۳۴) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ الْبَارِقِيِّ قَالَ عُرِضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَبٌ فَأَعْطَانِي دِيْنَارًا وَقَالَ أَيْ عُرْوَةُ ائْتِ الْجَلَبَ فَاشْتَرِ لَنَا شَاةً فَأَتَيْتُ الْجَلَبَ فَسَاوَمْتُ صَاحِبَهُ فَاشْتَرَيْتُ مِنْهُ شَاتَيْنِ بِدِيْنَارٍ فَجِئْتُ بِهِمَا

ہم نے نماز کے لئے آپ کے رفقاء کی اذان سنی تو طرف ہو کر ان کی نقل اتارنے کے لئے ہم نے بھی اذان دینی شروع کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں ایک شخص کی اذان میں نے سنی جس کی آواز بہت اچھی تھی اور ہمارے بلانے کے لئے ایک شخص کو بھیجا۔ آپ کے سامنے حاضر ہو کر ہم میں سے ہر ہر شخص نے اذان دی سب سے آخر میں میں نے اذان دی جب میں اذان دے چکا تو آپ نے مجھ کو بلایا اور سامنے بٹھا کر میری پیشانی کے اوپر اپنا دست مبارک پھیرا اور تین بار برکت کی دعا فرمائی اس کے بعد مجھ کو حکم دیا جاؤ اور بیت اللہ کے پاس جا کر اذان دیا کرو۔ (نسائی)۔

(۱۴۳۳) عبداللہ بن ہشامؓ بازار میں نکلتے تھے تو ان سے ابن زبیرؓ اور ابن عمرؓ ملتے تو یہ دونوں ان سے کہتے ہم کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیجئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے برکت کی دعا فرمائی تھی تو وہ ان کو بھی شریک کر لیتے۔ تو بسا اوقات تجارت میں ان کو اتنا نفع ہوتا کہ وہ اپنی اونٹنی سامان سے بھری ہوئی جوں کی توں گھر واپس کر دیتے۔ (بخاری)

(۱۴۳۴) عروہ بن ابی الجعدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دودھ والی بکری پیش ہوئی تو آپ نے مجھے ایک دینار عطا فرمایا اے عروہ! ریوڑ کے جانوروں میں جا کر ایک بکری خرید لاؤ۔ تو میں جانوروں میں گیا وہاں کے مالک سے بھاؤ کیا تو میں نے اس سے ایک دینار میں دو بکریاں خریدیں اور میں انہیں ہنکا کر لایا۔ راستے میں مجھے ایک آدمی ملا اس نے مجھ سے بھاؤ تاؤ کیا تو میں نے اس کے ہاتھ ایک بکری ایک دینار میں بیچ دی اور ایک بکری اور ایک دینار لے آیا اور

أَسُوقُهُمَا فَلَقِيَنِي رَجُلٌ فَسَاوَمَنِي فَأَبِيعُهُ شَاةً بِدِينَارٍ فَجِئْتُ بِالدِّينَارِ وَجِئْتُ بِالشَّاةِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا دِينَارُكُمْ وَهٰذِهِ شَاتُكُمْ قَالَ وَصَنَعْتَ كَيْفَ فَحَدَّثْتُهُ الْحَدِيثَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُ فِي صَفْقَةِ يَمِينِهِ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي أَقِفُ بِكُنَاسَةِ الْكُوفَةِ فَأَرْبَحُ أَرْبَعِينَ أَلْفًا قَبْلَ أَنْ أَصِلَ إِلٰى أَهْلِي (رواه الامام احمد في مسنده)

(۱۳۳۵) عَنْ أُمِّ خَالِدٍ قَالَتْ أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثِيَابٍ فِيهَا خَمِيصَةٌ سَوْدَاءُ صَغِيرَةٌ فَقَالَ مَنْ تَرَوْنَ نَكْسُوهُ هٰذِهِ الْخَمِيصَةَ فَسَكَتَ الْقَوْمُ فَقَالَ ائْتُونِي بِأُمِّ خَالِدٍ فَأُتِيَ بِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَلْبَسَنِيهَا بِيَدِهِ فَقَالَ أَبْلِي وَأَخْلِقِي مَرَّتَيْنِ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلٰى عَلَمِ الْخَمِيصَةِ وَيُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَيَّ وَيَقُولُ يَا أُمَّ خَالِدٍ هٰذَا سَنَا وَالسَّنَا بِلِسَانِ الْحَبَشِيَّةِ الْحَسَنُ فَبَقِيَتْ حَتّٰى ذَكَرْتُ (رواه الشيخان)۔

عرض کیا یا رسول اللہ یہ لیجیے آپ کا دینار ہے اور یہ آپ کی بکری ہے۔ آپ نے فرمایا اسے یہ تم نے کیا کیا؟ تو میں نے آپ سے سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ ان کی خرید و فروخت میں برکت دیجیے۔ میں نے پھر خود کو دیکھا کہ میں کوفہ کے کباڑ خانے میں جا کھڑا ہوتا تھا اور بال بچوں کے پاس پہنچنے سے پہلے پہلے چالیس ہزار نفع کما لیتا تھا۔ (احمد)

(۱۳۳۵) حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے جن میں ایک کالی اوڑھنی (یا قمیص) بھی تھی تو آپ نے فرمایا تم لوگوں کا کیا خیال ہے۔ یہ اوڑھنی میں پہنانا چاہتا ہوں؟ سب لوگ چپ رہے۔ اس پر آپ نے فرمایا ام خالد کو بلاؤ۔ لوگ مجھے حضور کے پاس بلا کر لے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اوڑھنی مجھے پہنائی اور دو بار یہ دعا دی: خوب پہنا کرو، خوب پہنو۔ پھر اوڑھنی کی نشانیوں کو دیکھنے لگے اور اپنے دست مبارک سے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا اے ام خالد! یہ سنا ہے۔ سنا حبشی لفظ ہے اس کے معنی ہیں بہت اچھا۔ تو وہ اوڑھنی بہت دنوں تک چلتی رہی اور یہاں تک باقی رہی کہ بوسیدہ ہو گئی۔ (بخاری، مسلم)

(۱۳۳۵) بعض روایات میں حتی ذکرت کا لفظ آیا ہے کہ وہ اتنے دنوں تک باقی رہی کہ اس کی شہرت ہو گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اس مدت میں ان کے قامت کے ساتھ ساتھ ان کے جسم پر راست آتی رہی۔ یہ بھی عجیب سے عجیب تر ہے کہ ایک غیر نامی چیز نامی شے کی طرح بڑھتی رہی۔

(١٣٤٦) وعن يزيد بن عمرو بن أخطب الأنصاري قال قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم أدن مني فمسح بيده على رأسي ولحيتي ثم قال اللهم جمّله وأدم جماله قال الراوي عنه فلقد بلغ بضعاً وثمانين سنة وما في لحيته بياض إلا نبذ يسير ولقد كان منبسط الوجه ولم ينقبض وجهه حتى مات رواه الإمام أحمد وقال البيهقي إسناده صحيح ورواه الترمذي وقال مسح رسول الله صلى الله عليه وسلم على وجهي ودعا لي قال عزرة إنه عاش مائة وعشرين سنة وليس في رأسه إلا شعرات بيض وقال حديث حسن۔

الرسول الأعظم البركة في العمر والصحة بدعائه صلوات الله وسلامه عليه

(١٣٤٧) وعن حذيم قال يا رسول الله إني رجل ذو بنين وهذا أصغرهم فسمّت عليه قال تعال يا غلام فأخذ بيدي ومسح برأسي وقال بارك الله فيك أو بورك

(١٣٤٦) یزید بن عمرو بن اخطب انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ذرا میرے قریب آؤ تو آپ نے اپنا دست مبارک میرے سر اور داڑھی پر پھیر کر فرمایا اے اللہ ان کو حسن و جمال عطا فرما اور ان کے حسن و جمال کو قائم رکھ۔ راوی ان کا حال بیان کرتا ہے کہ ان کی عمر کچھ اوپر اسی کی ہوئی مگر ان کی داڑھی میں بس چند ہی بال سپید ہوئے تھے وہ بہت ہنس مکھ تھے اور مرتے دم تک ان کے چہرے پر جھریاں نہ پڑیں۔ امام ترمذی نے یوں روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر دست مبارک پھیرا اور میرے حق میں دعا فرمائی عزرہ کہتے ہیں۔ وہ ایک سو بیس برس تک زندہ رہے مگر ان کے سر میں بس چند ہی بال سفید ہونے پائے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مبارک سے عمر اور صحت میں معجزانہ برکت اور ترقی

(١٣٤٧) حذیم بیان کرتے ہیں کہ حنظلہ کے والد حنظلہ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کی یا رسول اللہ میں ایک بوڑھا آدمی ہوں اور یہ میرا سب سے چھوٹا لڑکا ہے میں نے اپنا مال اسے بانٹ کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا میاں لڑکے آؤ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی کہ اللہ تجھ میں برکت دے۔ یا یوں فرمایا کہ تجھ میں برکت ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت حنظلہؓ کا یہ حال دیکھا کہ ان کے پاس ورم والا انسان (دوسری روایت بڑی اور دراز بھی ہے) لایا جاتا الخ

(۳۵۴) عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ فِتْنَةٍ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهِ وَحَلَّقَ بِإِصْبَعِهِ وَبِالَّتِيْ تَلِيْهَا فَقَالَتْ زَيْنَبُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ (رواه البخاري)

(۳۵۵) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هَلَاكُ أُمَّتِيْ عَلٰى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ غِلْمَةٌ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُسَمِّيَهُمْ بَنِيْ فُلَانٍ وَبَنِيْ فُلَانٍ . (رواه البخاري)

(۳۵۶) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ . (رواه البخاري) .

(۳۵۷) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ (رواه البخاري)

---

(۳۵۴) زینب بنت جحشؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے تو آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے لا الہ الا اللہ، خاص طور پر عرب کے لئے افسوس ہے اس فتنہ کی وجہ سے جو نزدیک آپہنچا ہے یاجوج و ماجوج کی سد کا اتنا حصہ کھل چکا ہے اور آپ نے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنا کر بتلایا۔ زینبؓ بولیں یا رسول اللہ کیا ہم لوگوں پر ہلاکت ایسے وقت آسکتی ہے کہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں جب گندگی بہت زیادہ پھیل جائے (للاکثر حکم الکل)۔

(۳۵۵) ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے ایک ایسے راست باز کی زبان مبارک سے سنا ہے جن کی صداقت کا جہان قائل ہے۔ آپ سے یہ خبر سنا کہ بات سنی ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں کے ہاتھ پر ہو کر رہے گی۔ مروان نے تعجب سے پوچھا کیا ان لڑکوں کے ذریعے؟ ابوہریرہؓ نے کہا مجھ کو اسی طرح معلوم ہے اگر چاہوں تو یہ کہ ان کے باپ دادا تک کا نسب بھی بیان کر دوں۔ (بخاری شریف)

(۳۵۶) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں جنگ نہ ہو لے جن کا دعویٰ ایک ہی ہو۔ (بخاری شریف)

(۳۵۷) ابوہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کعبۃ اللہ کو برباد کرنے والا ایک حبشی شخص ہوگا جس کی پنڈلیاں چھوٹی چھوٹی ہوں گی۔ (بخاری شریف)

(۱۴۵۸) عن الحسن أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لسراقة بن مالك كيف بك إذا لبست سواري كسرى قال فلما أتي عمر بسواري كسرى دعا سراقة فألبسه وقال قل الحمد لله الذي سلبهما كسرى بن هرمز وألبسهما سراقة الأعرابي.

أخرجه البيهقي. (كذا في الخصائص ص۱۱۴)

(۱۴۵۹) عن ابن محيريز قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فارس نطحة أو نطحتان ثم لا فارس بعد هذا أبدا والروم ذوات القرون كلما هلك قرن خلفه قرن. أخرجه البيهقي (كذا في الخصائص ص۱۱۴)

(۱۴۶۰) عن أبي ذر قال ركب رسول الله صلى الله عليه وسلم حمارا وأردفني خلفه ثم قال يا أبا ذر أرأيت إن أصاب الناس جوع شديد حتى لا تستطيع أن تقوم من فراشك إلى مسجدك كيف تصنع؟ فقال الله ورسوله أعلم قال تعفف قال

(۱۴۵۸) حسن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک سے فرمایا اس وقت تیری مسرت وخوشی کا عالم کیا ہوگا جب تو کسریٰ کے دو کنگن پہنے گا۔ راوی کہتا ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے سامنے کسریٰ کے یہ دو کنگن ایران کی فتح کے بعد پیش کئے گئے تو انھوں نے سراقہ بن مالکؓ کو بلا بھیجا اور ان کے ہاتھ میں یہ کنگن ڈال دیئے اور فرمایا کہ اب اس خدا کی تعریف کرو جس نے کسریٰ کے ہاتھوں سے یہ کنگن نکال کر سراقہ جیسے دیہاتی کو پہنا دیئے۔

(۱۴۵۹) ابن محیریزؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فارس تو بس ایک یا دو ٹکر میں ختم ہو جانے والا ہے اس کے بعد فارس کا تو نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا۔ اب روم کچھ باقی ہے کہ ایک قرن ختم ہوگا اس کے بعد دوسرا باقی رہے گا۔

(۱۴۶۰) ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوئے اور مجھ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا پھر فرمایا اگر کسی زمانے میں لوگ بھوک کی شدت میں مبتلا ہوں ایسی بھوک کہ اس کی وجہ سے تم اپنے بستر سے اٹھ کر نماز کی جگہ تک بھی نہ آسکو تو بتاؤ اس وقت تم کیا کروگے۔ انھوں نے عرض کی یہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں فرمایا دیکھو اس وقت بھی کسی سے سوال نہ کرنا۔ اچھا ابوذر بتاؤ اگر

(۱۴۵۸) سبحان اللہ کہ یہ پیشگوئی جو ایک ریگستان کو گلزار بنانے والے نے کسریٰ کے متعلق اور کن حالات میں کی تھی کیا ظاہری اسباب اس کی تائید کرسکتے تھے مگر آج آپ کے سامنے وہ ایک واقعہ بن کر نظر آرہی ہے کیا اس کو بجز آپ کی فراست سے قیاس آرائی پر محمول ہے یا معجزہ صرف ان ہی اعلیٰ نگاہوں سے ہے جو آپ کے جسد مبارک میں آپ سے ظاہر ہوئے۔

(۱۳۶۵) عن ابی عامر او ابی مالک الاشعری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول لیکونن من امتی اقوام یستحلون الخز والحریر والخمر والمعازف
ولینزلن اقوام الی جنب علم یروح علیہم بسارحۃ لہم یاتیہم رجل لحاجۃ
فیقولون ارجع الینا غدا فیبیتہم اللہ ویضع العلم ویمسخ آخرین قردۃ و
خنازیر الی یوم القیمۃ (رواہ البخاری)

(۱۳۶۶) عن عمرو بن عوف قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الدین
لیارز الی الحجاز کما تارز الحیۃ الی جحرھا ولیعقلن الدین من الحجاز معقل الارویۃ
من الجبل ان الدین بدا غریبا ویرجع غریبا فطوبی للغرباء وھم الذین یصلحون
ما افسد الناس من بعدی من سنتی (رواہ الترمذی وفی مسلم اولہ وفیہ وھو
یارز بین المسجدین من ورق مرا اتہ الی ظلمتہ)

(۱۳۶۵) ابو عامرؓ اور ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
سنا ہے کہ میری امت میں کچھ لوگ ضرور ایسے آئیں گے جو خالص اور غالب ریشم کے کپڑوں اور شراب اور
باجوں کو حلال بنا کر رہیں گے اور یہ بھی ہوگا کہ ایک پہاڑ کے دامن میں ایک قافلہ آکر اترے گا جب شام کو
ان کے مویشی ان کے پاس آئیں گے تو ایک شخص اپنی حاجت سے ان کے پاس آئے گا وہ جواب دیں گے
تم کل آنا۔ اللہ تعالیٰ رات ہی میں ان پر عذاب نازل فرمائے گا۔ پہاڑ ان پر گر پڑے گا اور کچھ لوگوں کی ہمیشہ
کے لئے بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ کر دے گا۔ (بخاری)

(۱۳۶۶) عمرو بن عوفؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آخر زمانے میں دین
تمام اطراف سے سمٹ کر حجاز کی طرف اس طرح لوٹ آئے گا جیسا کہ سانپ دور دور جا کر پھر اپنے بل
سوراخ کی طرف لوٹ آتا ہے اور آخر میں دین حجاز میں آکر اس طرح پناہ لے گا جیسا کہ پہاڑی بکرا پہاڑ
کی چوٹی پر جا کر پناہ لیتا ہے۔ جب شروع اسلام دنیا میں آیا تھا تو ایک پردیسی شخص کی طرح اپنے
خیال کا اکیلا تھا اور آخر میں پھر اسی طرح پردیسی بن جائے گا تو مبارک ہو ان کو جو دین کی خاطر اپنے
دیس میں بھی پردیسی کی طرح بن جائیں۔ یہ لوگ وہی ہیں جو اصلاح کریں گے میری سنت کی ان باتوں کی
جو بعضوں نے میرے بعد آکر خراب کر دی ہوں گی۔ (ترمذی شریف)

أَهْلِيهِمْ بِمَكَّةَ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ فِيهِمْ يَدًا يَحْمُونَ بِهَا قَرَابَتِي وَمَا فَعَلْتُ ذَلِكَ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِينِي وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ. فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ قَدِ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ. (متفق عليه)

(۱۴۷۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَعَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَخَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى وَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ وَفِي لَفْظٍ

رشتہ داری تھی جس کے ذریعہ ان کے عزیزوں کی وہاں نگہداشت ہو رہی تھی میں نے سوچا جب میرا ان سے کوئی رشتے ناطے کا تعلق نہیں تو لاؤ ان پر کوئی احسان ہی کر دوں جس کی رعایت سے وہ میرے خاندان والوں کی حفاظت کریں۔ بس اتنی سی بات ہے ورنہ میں نے یہ حرکت نہ کفر کی وجہ سے کی ہے اور نہ اس لئے کہ میں مرتد ہو گیا ہوں یا کفر سے خوش ہوں میرا بیان سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انھوں نے جو بات کی وہ سچ کہدی ہے۔ عمرؓ غصہ میں بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس منافق کا سر تن سے جدا کرنے دیں۔ آپ نے فرمایا یہ جنگ بدر میں شریک ہو چکا ہے اور تم کو کیا معلوم ہے کہ شرکاء بدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا ہے کہ جو عمل چاہو کرو میں تم سب کو بخش چکا۔ (متفق علیہ)

(۱۴۷۰) ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے انتقال کی خبر آنے سے پہلے جس دن ان کا انتقال ہوا تھا اسی دن لوگوں کے سامنے بیان فرما دی تھی اس کے بعد آپ نے باہر تشریف لا کر نماز جنازہ ادا فرمائی اور چار تکبیریں کہیں۔ جابرؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی کی نماز جنازہ ادا کی اور ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ نجاشی اللہ تعالیٰ کے ایک

اور وہ اس کے لئے بے چین تھے کہ جو خط اس کے پاس ہے وہ لیکر آئیں اس نے خط چوٹی سے نکال کر دیدیا [illegible] بات پردہ میں مخفی ہو جاتی نہیں کی جب آپ نے حضرت عمرؓ کی [illegible] جب کوئی صورت باقی نہ رہی تو آخر یہی بات کی بعد میں [illegible] جس کے بعد میں [illegible] جو قوانین کے مقدمات کا [illegible] نہیں لکھتے وہ پاؤں حفاظت کی غلط نظریات میں پھنس جاتے ہیں یا پھر مقصد کا اندازہ نہ کر کے اجتماعی مصالح کو معمولی سی بات سمجھ کر ترجیح کر دیتے ہیں جب تک شریعت کا پورا پورا علم اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کے خوف سے قلب پوری طرح معمور نہ ہو اس توازن کو نباہنا مشکل ہے۔

[illegible]

اس کو تو [illegible] اور حضرت عمرؓ کے مزاج سے ناواقف تھا۔

ومن رواية أبي هريرة قال قد مات عبد لله صالح أصحمة فقام وصلى عليه وفي رواية عمران بن حصين قال إن أخا لكم قد مات فصلوا عليه يعني النجاشي رواهما الشيخان

(۱۴۷۱) عن زيد بن أرقم أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل على زيد يعوده من مرض كان به قال ليس عليك من مرضك بأس ولكن كيف لك إذا عمرت بعدي فعميت قال أحتسب وأصبر قال إذن تدخل الجنة بغير حساب قالت أنيسة بنت زيد فعمي بعد ما مات النبي صلى الله عليه وسلم ثم رد الله عليه بصره ثم مات. رواه البيهقي في دلائل النبوة

(۱۴۷۲) عن أنس بن مالك قال كان رجل نصراني فأسلم وقرأ البقرة وآل عمران وكان يكتب للنبي صلى الله عليه وسلم فعاد نصرانيا فكان يقول ما يدري محمد إلا ما كتبت له فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم اجعله آية فأماته الله فأصبح وقد لفظته الأرض فقالوا هذا عمل محمد وأصحابه لما هرب

نیک بندے اصحمہ کی وفات ہو گئی ہے اور اس پر نماز ادا فرمائی اور ہماری امامت فرمائی۔ اور عمران بن حصین کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تمہارا ایک اسلامی بھائی انتقال کر گیا ہے پس اس پر نماز جنازہ پڑھو۔

(۱۴۷۱) حضرت زید بن ارقم کہتے ہیں کہ حضرت زید بیمار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بیمار پرسی کو تشریف لائے اور فرمایا اس بیماری سے تو تمہیں کوئی اندیشہ نہیں لیکن یہ بتاؤ کہ جب تم میرے بعد طویل عمر پاؤ گے اور نابینا ہو جاؤ گے تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں صبر کروں گا اور طلب ثواب کی نیت اور توقع رکھوں گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اب تو پھر تم جنت میں بغیر حساب کتاب کے پہنچ جاؤ گے۔ انیسہ بنت زید کہتی ہیں کہ واقعی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد نابینا ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا بھی دی کہ بینا ہو گئے اس کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ (بیہقی)

(۱۴۷۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک عیسائی ایمان لایا اور مسلمان ہوا اور اس نے سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب ہو گیا تھا مگر پھر عیسائی بن گیا۔ وہ کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انہی باتوں کا علم ہوتا ہے جو میں ان کے لئے لکھ دیا کرتا ہوں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا فرمائی: اے اللہ اس کو ایسی سزا دیجئے کہ آپ کی قدرت کی نشانی بن جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے موت دی پھر اس کا یہ حال ہو گیا تھا اس کی لاش زمین نے باہر پھینک دی۔ ان لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کا کام ہے کہ جب وہ

بأنا قطعنا بيننا وبينكم كل حبل واجتمعتم على خطة الهلكة لقومكم على غير بينة
وقتلتم بينكم فقال أبو طالب إنما أتيتكم لأعطيكم أمرا فيه نصفة إن ابن
أخي أخبرني ولم يكذبني أن الله عز وجل برئ من هذه الصحيفة التي في أيديكم
ومحا كل اسم هو له فيها وترك فيها غدركم وقطيعتكم إيانا وتظاهركم علينا
بالظلم فإن كان الحديث الذي قال ابن أخي كما قال فأفيقوا فوالله لا نسلمه
أبدا حتى يموت من عندنا آخرنا وإن كان الذي قال باطلا دفعناه إليكم
فقتلتموه أو استحييتموه قالوا قد رضينا بالذي تقول ففتحوا الصحيفة
فوجدوا الصادق المصدوق صلى الله عليه وسلم قد أخبر خبرها فلما رأتها
قريش كالذي قال أبو طالب قالوا والله إن كان هذا إلا سحر من صاحبكم
فارتكسوا وعادوا بشر ما كانوا عليه من كفرهم والشدة على رسول الله صلى الله
عليه وسلم والمسلمين وعلى رهطه والقيام بما تعاهدوا عليه فقال أولئك

اگر درمیان میں صلح ہو اس سے پہلے وقت آگیا کہ تم لوگ ہماری بات قبول کر لو تو اس راہ کی طرف لوٹ آؤ جو
تمہاری قوم میں پھر اتفاق پیدا کر دے کیونکہ ہمارے اور تمہارے درمیان صرف ایک ہی شخص پھوٹ کا باعث
ہے جس کی خاطر تم نے اپنی قوم اور اپنے قبیلے کی بربادی اور ہلاکت کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ اس پر ابو طالب
نے کہا میں تمہارے سامنے انصاف کی بات رکھتا ہوں، میرے بھتیجے نے مجھے بتلایا ہے اور وہ کبھی
جھوٹ نہیں بولا کہ جو صحیفہ تمہارے ہاتھوں میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے، اس سے جہاں جہاں
اپنا نام تھا اس کو ہر جگہ سے مٹا دیا ہے اور تمہاری غداری اور ہمارے ساتھ قطع رحمی اور ہمارے برخلاف
ظلم پر تمہارے باہم اتفاق کو باقی رکھا ہے۔ اب اگر حقیقت اسی طرح نکلے جس طرح میرے بھتیجے نے کہی ہے
تو ہوش میں آجاؤ، خدا کی قسم ہم اس وقت تک ان کو ہرگز تمہارے سپرد نہیں کریں گے جب تک کہ ہمارا بچہ بچہ
موت کے گھاٹ نہ اتر جائے اور اگر آپ کی بات غلط نکلے تو ہم ان کو تمہارے حوالے کر دیں گے، پھر خواہ ان کو
قتل کر دینا یا زندہ چھوڑ دینا۔ وہ بولے ہم اس فیصلہ پر راضی ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے صحیفہ کھولا دیکھا
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے سچے تھے جو معاملہ تھا وہ پہلے بتا چکے تھے، جب قریش نے دیکھا کہ بات
وہی نکلی جو ابو طالب فرما چکے تھے تو کہنے لگے خدا کی قسم یہ تو تمہارے ساتھی کا جادو معلوم ہوتا ہے اور پھر لوٹ کر
اپنے کفر اور آپ کی اور مسلمانوں کی ایذا رسانی میں اس سے بڑھ گئے اور پہلے جیسا برتاؤ تھا اس سے زیادہ
سخت ہو گئے۔ بنو عبد المطلب کی اس جماعت نے کہا کہ جھوٹ اور سنگدلی اور جادوگری کے مستحق تو ہم نہیں بلکہ

النفر من بني عبد المطلب ان اولى بالصدق والكذب غيرنا كيف ترون فانا نعلم
ان الذي نجمعهم علينا من قطيعتنا اقرب الى الجنف والظلم من ان ناتي ولا
تنكروا الحديث ثم على ابتسر لتهتكن صحيفتكم وتعرفن انه قد محق الله ما كان فيها من
اسمه وما كان فيها من بغي تركه. أصدق الصحيفة أم اتهم؛ فقال بعض ذلك النفر من
بني عبد مناف ذوي قصي ورجال من قريش ولدتهم نساء بني هاشم منهم ابو البختري
والمطعم بن عدي وزهير بن ابي امية بن المغيرة وزمعة بن الاسود وهشام
ابن عمرو وكانت الصحيفة عنده وهو من بني عامر بن لؤي في رجال من اشرافهم
ووجوههم نحن برآء مما في هذه الصحيفة. فقال ابو جهل لعنه الله هذا امر
قضي بليل وانشأ ابو طالب يقول الشعر في شأن صحيفتهم ويمدح النفر
الذين تبرؤا ونقضوا ما كان فيها من عهد ويمتدح النجاشي.

کہیں اے لوگ نہ بولیں یہ بات تعجب کی ہے کہ ہمارے ساتھ قطع رحمی کے جرم پر تم ہی لوگ متفق ہوئے ہو۔ اب اس
بات کو خباثت یا جادو کہنا زیادہ مناسب ہے یا اس صلح و آشتی جو ہمارا عزیز عمل رہا ہے اگر تم لوگ متفق ہو کر جادو
نہ جانتے تو عہد نامہ کبھی دیمک نہ کھاتی اب دیکھئے ہو کہ یہ تمہارے ہی قبضہ میں تھا اس کے باوجود
اس میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک تھا وہ سب اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا ہے اور جس جس جگہ تمہارے ظلم
کی باتیں تھیں وہ سب بچے رہ گئی ہیں۔ یہ جواب جادو جیسے ونیلہ ہوئے یا ہم۔ یہ سن کر کچھ لوگ قبیلہ
بنو عبد مناف بنو قصی اور قریش کے وہ لوگ جو بنو ہاشم کی عورتوں سے پیدا شدہ تھے بول اٹھے جو ان کے
بڑے بڑے سربرآوردہ تھے جیسے ابو البختری، مطعم بن عدی، زہیر بن ابی امیہ، زمعہ بن الاسود اور
ہشام بن عمرو ان ہی کے قبضہ میں یہ عہد نامہ تھا اور یہ بنو عامر بن لوی کی اولاد تھے۔ یہ اور دوسرے
سربرآوردہ لوگ کہنے لگے کہ ہم سب لوگ اس عہد نامہ سے اپنی علیحدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس پر ابو جہل
بولا اچھا یہ سازش تو رات ہی رات میں کی گئی ہوگی اس عہد نامہ کے بارے میں اور اس جماعت کی شان میں جنھوں نے اس
عہد نامہ سے علیحدگی ظاہر کی تھی اور اس میں جو عہد مذکور تھا اس کو توڑ دیا تھا ابو طالب نے مدحیہ اشعار
بھی کہے ہیں۔ اور نجاشی بادشاہ کے متعلق بھی مدحیہ اشعار کہے ہیں کیونکہ وہ بھی مسلمانوں کا ہمدرد تھا۔ موسیٰ
ابن عقبہ (صاحب مغازی) بیان کرتے ہیں کہ جب اس عہد نامہ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح محو و نابود کر کے
خراب کر دیا تو اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے باہر تشریف لے آئے اور لوگوں کے ساتھ
پھرنے چلنے لگے۔

(١٣٤٥) وَعِنْدَ الْبُخَارِيِّ فِي قِصَّةِ قَتْلِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ إِلَى مَكَّةَ رَجَعْتُ مَعَهُمْ فَأَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتَّى فَشَا فِيهَا الْإِسْلَامُ ثُمَّ خَرَجْتُ إِلَى الطَّائِفِ فَأَرْسَلُوا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُسُلًا فَقِيلَ لِي إِنَّهُ لَا يَهِيجُ الرُّسُلَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَآنِي قَالَ آنْتَ وَحْشِيٌّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنَ الْأَمْرِ مَا بَلَغَكَ قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّي قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ قُلْتُ لَأَخْرُجَنَّ إِلَى مُسَيْلِمَةَ لَعَلِّي أَقْتُلُهُ فَأُكَافِئَ بِهِ حَمْزَةَ فَرَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِي فَأَضَعُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتَّى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ (رواه البخاري مختصرا)

(١٣٤٥) امام بخاریؒ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ قتل میں وحشی قاتل حمزہؓ کا بیان نقل فرماتے ہیں کہ جب سب لوگ مکہ کی طرف لوٹے تو میں بھی مکہ میں مقیم ہو گیا یہاں تک کہ (فتح مکہ کے بعد) اسلام پھیل گیا پھر میں طائف کی جانب نکل کھڑا ہوا تو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قاصد روانہ کئے اور مجھ سے کسی نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہی ہے کہ کسی قاصد کو پریشان نہ کرتے۔ اتفاق سے ایک جماعت قاصدین کی آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہی تھی، اس لئے میں بھی ان ہی کے ساتھ شامل ہوا۔ یہاں تک کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا جب آپ نے مجھ کو بھی دیکھا تو فرمایا کیا وہ وحشی تو ہی ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں آپ نے فرمایا اس بے دردی کے ساتھ تو نے ہی ان کو شہید کیا ہے؟ میں نے کہا کہ جو کچھ حضرت آپ کو میری جانب سے پہنچی یہی بات تو ہوئی آپ نے فرمایا اچھا کیا تو اتنی سی بات کر سکتا ہے کہ اپنے چہرے کو میرے سامنے سے ہٹالے تاکہ تجھ کو دیکھ کر میرا غم تازہ نہ ہوا کرے (مجھ کو اپنے پیارے چچا یاد آتے ہیں) یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے اس فرمان پر شرمندہ ہو کر باہر چلا گیا اور آپ کے سامنے نہ ٹھہر سکا جب آپ کی وفات ہو گئی تو مسیلمہ کذاب کا فتنہ شروع ہو گیا میں نے دل میں کہا کہ میں بھی اس کے مقابلے کے لئے چلوں اور شاید اس کے قتل میں کامیاب ہو کر (کم از کم روز محشر میں تو آپ کو منہ دکھانے کے قابل ہو جاؤں) اور اس عمل سے شاید حمزہؓ کے قتل کی کچھ مکافات کر سکوں۔ چنانچہ میں نے جا کر اس کی طرف اپنا نیزہ پھینکا بس وہ ٹھیک اس کے سینہ سے نکل کر اس کے پشت کی جانب سے نکل گیا (بخاری شریف)۔

(١٣٤٥) آخر میں وحشیؓ نے جب کہ زمانہ کفر میں ایک بہترین ہستی کو قتل کیا تھا تو چاہا کہ اب اسلامی دور میں ایک بدترین شخص کو قتل کر دیں تاکہ اس طرح اس غلطی کا کچھ بدلہ ہو جائے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

تلک من انباء الغیب نوحیہا الیک ما کنت تعلمہا انت ولا قومک من قبل ھذا (ہود)

یہ قصہ من جملہ اخبار غیب کے ہے جن کو ہم وحی کے ذریعہ پہنچاتے ہیں۔ اس کو اس سے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔

اس کے بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات پر غور کیا جاتا ہے تو ان کے نزدیک بھی پیشگوئی کی بڑی اہمیت نظر آتی ہے حتیٰ کہ روم و فارس کی پیشگوئی پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کفار کے ساتھ اسی بنا پر شرط لگائی تھی۔ جنگ جمل کی فتح کے بعد صحابہ نے بڑی اہمیت کے ساتھ یہ بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جس کا ذکر کیا جہاں جہاں قتل ہونا بتلایا تھا وہ شخص ایک انچ برابر بھی ادھر ادھر نہیں پایا گیا۔ حضرت علیؓ جب خوارج کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوگئے تو انھوں نے خوارج کے سردار کی نعش کی تلاش کا حکم دیا اور جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ نقشے کے مطابق وہ شخص نہ مل گیا اس وقت تک آپ برابر ہی مضطرب رہے آخرکار جب اسی نقشے کا شخص ہاتھ آگیا تو اس وقت جا کر دم لیا۔

اس کے برخلاف جب نامساعد حالات اور مخالف اسباب کی وجہ سے آپ کی پیشگوئی پوری ہونے میں ذرا سا بھی تردد ہوا ہے تو آپ نے اس پر سخت تنبیہ فرمائی ہے چنانچہ ایک جنگ میں جب آپ نے سنا کہ فلاں شخص قابل قطع جانبازی کا ثبوت دے رہا ہے تو آپ نے یہ خبر دی کہ وہ تو دوزخی شخص ہے حالانکہ جس بہادری کے ساتھ وہ جنگ کر رہا تھا اس کو دیکھ کر خود صحابہؓ بھی تعجب کر رہے تھے۔ ان حالات میں یہ ظاہر ہے کہ اس کا دوزخی ہونا بظاہر محل تردد ہو سکتا تھا لیکن جب اس نے زخموں کی تکلیف سے تنگ آکر خودکشی کر لی تو آپ کی پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوگئی تو سب پر عیاں ہوگیا کہ رسول وہ نہیں ہوتے جو حالات کا سماع دیکھ کر از خود کوئی رائے قائم کر لیتے ہوں بلکہ جو خبر بھی غیب سے متعلق بیان کرتے ہیں وہ سچی ہوتی ہے اس لئے اس میں تخلف ممکن نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جانب سے اس کا ثبوت کہیں نہیں ملتا کہ ان کے نزدیک آپ کی پیشگوئی اور آپ کے دوسرے اقوال پر ایمان لانے میں سرمو کوئی فرق ہوتا تھا حقیقت یہ ہے کہ جو بات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی طریقوں سے ثابت ہو اس سب ہی پر ایمان لانا فرض ہے اور جب ہو تو خواہ وہ عقائد میں داخل ہو یا احکام و اخبار میں۔ اب سوال ان کے اجمال و ابہام کا معاملہ تو بسا اوقات وہ ابہام ہی مقصود ہوتا ہے اور اسی ابہام میں انسان کی آزمائش اور اس کے ایمان کی قوت و ضعف کا امتحان لینا منظور ہوتا ہے۔ اسی لئے محدثین نے اس باب کا نام ہی کتاب الفتن رکھا ہے پھر یہ ابہام بھی اس کے مصداق کے ظہور سے پہلے پہلے ہی نظر آتا ہے

وہ اُس کے مشاہدے سے قبل ہی مبہم ہوتا ہے لیکن جب اس کے ظہور کا وقت آتا ہے تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے
کہ تعبیرات اس صورت حال کے بیان کرنے کے لئے دی گئی تھیں اس سے زیادہ الفاظ کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔
بلکہ اس کے ظہور سے قبل جتنے الفاظ بھی استعمال کئے جاتے وہ اور ابہام کا موجب ہی بن جاتے اور جتنے الفاظ
استعمال ہوئے ہیں وہ اس واقعہ کا نقشہ کھینچنے کے لئے بہت کافی تھے۔ یہاں ترجمان السنہ جلد اول از ص ۲۲۱
تا ۲۲۳ مزید ملاحظہ فرما لیجئے۔ ہم اس میں یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ بعض اسرار اس نوع کے ہوتے ہیں کہ ان کی
وضاحت کتنی بھی کر دی جائے مگر ان کے ظہور سے پہلے کسی نہ کسی پہلو میں ابہام رہ جانا ناگزیر ہوتا ہے پھر حیلہ جو
طبائع میں بھی بعض پر ایک مفسدانہ رنگ ہوتا ہے وہ ان پیشگوئیوں کا ہر پہلو زیادہ سے زیادہ صاف موجود ہے کیا
ضعیف الایمان طبیعتوں کو ان پر یقین حاصل ہو سکتا ہے؟ غرض پیشگوئیوں سے قطع نظر کرلینا معمولی بات نہیں
بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت کے پورے باب ہی سے قطع نظر کرلینا ہے۔

اب رہا ان کے بعید از قیاس ہونے کا مسئلہ تو رسالت اور خدائی پیغمبری کے تسلیم کرلینے کے بعد اس سے
بڑھ کر کوئی بات بعید از قیاس نہیں ہوتی اس کی وجہ ان کا خود بعید از قیاس ہونا نہیں بلکہ انسانی فطرت کا
یہ ضعف ہے کہ وہ اپنے مشاہدات اور تجربات کے ماسوا غیب پر ایمان بالغیب کو ایک کٹھن منزل تصور
کرتی ہے خواہ وہ پیشگوئیاں ہوں یا احوال محشر یا جنت و دوزخ کا عالم بلکہ کچھ مناسبت یہ ہے کہ وہ جن و
ملائکہ کے وجود کا بھی قائل ہونا نہیں چاہتے حالانکہ اب موجودہ تحقیقات کی بنا پر بھی عالم روحانیات پر
کچھ حد تک دسترس ہو چکی ہے۔

اب رہا ان کے بعید از قیاس ہونے کا مسئلہ تو رسالت اور خدائی پیغمبری تسلیم کرلینے کے بعد یہ سوال
ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ تعبیرات مادی عقول کے لئے یہاں سب سے زیادہ بعید از قیاس ہے وہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور
ایک انسان کا اس کی جانب سے رسول ہونا ہے جب دلائل و بینات کی روشنی میں یہ دعویٰ قابل تصدیق ہو جاتا
ہے تو اس کے بعد اس کی ایک خبر کو بھی بعید از قیاس کہنا یہی بات سب سے زیادہ بعید از فہم ہو جاتی ہے۔ اسی
سبب سے جب صدیق اکبرؓ کو آپ کے سفر معراج کی خبر پہنچی تو انہوں نے فوراً اس کی تصدیق فرما دی اور عجب جزم و
اطمینان کے ساتھ یہ فرمایا کہ جب ہم آسمان کی خبروں کے معاملہ میں آپ کی تصدیق کر چکے ہیں تو پھر یہ خبر تو
زمین ہی کی ایک خبر ہے۔

اب آپ چند پیشگوئیاں ملاحظہ فرمائیے جو بظاہر بعید از قیاس معلوم ہوتی ہیں یا اسی صحابہ کرامؓ کی جانب
سے ان کے متعلق سوالات بھی منقول ہیں لیکن آپ کے جوابات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بات مشاہدے سے
قبل قبل کتنی ہی بعید از قیاس نظر آتی ہو وہی بات مشاہدہ کے بعد کتنی قرین قیاس معلوم ہونے لگتی ہے۔

(۱) آپ نے فرمایا کہ محشر میں مرد و عورت سب برہنہ جسم قبروں سے اٹھ کر ایک میدان میں جمع ہوں گے
یہ سن کر حضرت عائشہؓ کی طبعی غیرت جنبش میں آگئی اور انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر
تو بڑا کٹھن مرحلہ ہوگا آپ نے فرمایا ہوگا تو یہی مگر اس وقت مخلوق کی بدحواسی کا عالم یہ ہوگا کہ اپنی جان کے
سوا کسی کا دوسری جانب خیال ہی نہ جائے گا۔ آج بھی غیر معمولی پریشانیوں میں آدمی کو تن بدن کا ہوش گم ہو کر رہ
جاتا ہے۔ چونکہ انسانی ذلت و رسوائی ننگے پن کے مشابہ ہونے کے مفہوم رکھتا ہے اس وقت اس کی برہنگی پر سوال کیا
یہ خدا تعالیٰ کے مقدس انبیاء علیہم السلام ہی ہوں گے کہ وہ اس عام منظر میں بھی لباس فاخرہ میں ملبوس نظر آئیں گے
(۲) آپ نے فرمایا کہ محشر میں ایک جماعت سر کے بل چلتی ہوئی آئے گی چونکہ یہ بھی ایک خلاف عادت
بات تھی اس لئے یہاں بھی تعجب کے ساتھ آپ سے سوال کیا گیا آپ نے فرمایا کہ جس قادر مطلق نے آج ان کو
پیروں سے چلنے کی طاقت دی ہے وہی ان کو سروں کے بل چلنے کی طاقت دے دے گا۔
(۳) قرآن کریم نے فرمایا کہ قیامت میں خود انسان کے اعضاء اس کے اعمال کی شہادت دیں گے یہ بھی چونکہ
کچھ بعید از قیاس مسئلہ معلوم ہوتا ہے مگر جب انسان متحیر ہو کر اپنے اعضاء سے پوچھے گا کہ تم بھی آج میرے خلاف
شہادت دے رہے ہو تو ان کا جواب خود قرآنی الفاظ میں یہ منقول ہے کہ۔

انطقنا اللہ الذی انطق	یعنی جس ذات لایزال نے طاقت گویائی بخشی ہے
کل شیء۔	آج ہم کو بھی یہ طاقت بخشی ہے۔

اسی مقام سے ان احادیث کی شرح بھی سمجھ لینی چاہئے جن میں قرب قیامت میں حیوانات و انسانی اعضاء حتی کہ
سواریوں کے چابک کے پھندنے کا کلام کرنا مذکور ہے۔ ریکارڈ و گراموفون کی صوتی نوبت تو قدیم کی ایجاد ہے اب
جدید ایجادات اس سے کہیں آگے جا چکی ہیں جنہوں نے جمادات سے آواز پیدا ہونے کو بہت کچھ معقول بنا دیا ہے۔
(۴) جو پیشگوئیاں کسی وقت معین کے ساتھ محدود نہیں ان کے قبل از وقت پیدا نہ ہونے سے ان میں
تردد کرنا بھی بالکل غیر معقول ہے غلط ہے کیونکہ جس رسول کی بعثت کا دامن قیامت تک کے لئے پھیلا ہوا ہو اس کی
پیشگوئیوں کا دامن بھی قیامت تک پھیلا ہوا ہونا چاہئے تاکہ ہر دور میں آپ کی صداقت کی براہین عجائب
عالم پر نمایاں ہوتی رہیں۔ کیا یہاں جلد بازی کر کے کفار مکہ کی طرح یہ کہنا چاہئے کہ متیٰ هٰذا
جس کا مقصد تکذیب ہے آخرت کب آئے گی؟ بہرحال جو پیشگوئیاں موقت نہیں ہیں اگر اب تک ان کا
ظہور نہیں ہوا تو نہ ان کا صورت بعید ہونا مناسب ہے اور نہ ان کی تاویل کرنا درست ہے بلکہ یہاں
صبر کے ساتھ ان کے پیدا ہونے کے وقت کا انتظار کرنا چاہئے۔
(۵) جو پیشگوئیاں بظاہر ظاہری الفاظ میں آپ کو پوری ہوتی معلوم نہ ہوں تو یہ بھی کچھ وجہ تردد

نہ ہونی چاہئیں۔ سب سے پہلے تو اس لئے کہ بعض مرتبہ بیان خود اپنی فہم کی غلطی ہو جاتی ہے جیسا کہ روم و
فارس کی پیشگوئی میں بضع کے وعدہ کے ساتھ قرآن کریم میں بضع کا لفظ موجود تھا جس کا اطلاق دس سے کم کم پر
آتا ہے۔ یہاں صدیق اکبرؓ نے ایک مدت اپنی جانب سے معین کر لی اور اسی پر مشرکین سے شرط بدلی (اس وقت
تک شرط لگانا ممنوع نہ ہوا تھا) حسب الاتفاق اس مدت میں فتح حاصل نہ ہوئی اور صدیق اکبرؓ شرط ہار گئے۔
جب آنحضرت کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا جب قرآن کریم نے یہاں لفظ "بضع" استعمال فرمایا تھا تو پھر اپنی جانب
سے کوئی خاص مدت مقرر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جاؤ اب کی بار پھر شرط لگاؤ۔ نتیجہ اس مرتبہ پیشگوئی بروقت پوری ہو گئی
اور صدیق اکبرؓ نے شرط جیت لی۔ پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ راوی کے ذہن میں ترتیب سے سنے ہوئے الفاظ پورے
طور پر محفوظ نہیں رہتے تو وہ آپ کی مراد کو ان کے ہم معنی الفاظ میں ادا کرتا ہے جس کو روایت بالمعنی کہا جاتا ہے
اور اس کے اس تصرف کی وجہ سے کوئی کمی رہ جاتی ہے مگر یہ بات صرف اسی باب کے ساتھ مخصوص نہیں
دوسرے ابواب میں بھی روایت بالمعنی ثابت ہے۔ پس اگر کسی راوی کے الفاظ کی وجہ سے پیشگوئی کے کسی ایک
حصے کے پورا ہونے میں کوئی خامی نظر آئے تو کیا یہ معقول ہوگا کہ صرف اتنی بات سے تمام صحیح حدیثوں سے کم از کم
پیشگوئی کے پورے باب ہی سے رخصت برداری دیدی جائے۔ اس کا نام علم نہیں راحت طلبی ہے۔ اگر
ذرا محنت اٹھائی جائے تو حدیث کے طرق کے تتبع سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ اس جگہ روایت
بالمعنی ہوئی ہے یا نہیں۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ استعداد و مناسبت بخشے تو کچھ نہ کچھ اس کی نوعیت کا اندازہ بھی ہو جاتا
اصول حدیث کی کتابوں میں اس پر ایک اہم باب قائم کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیلات وہاں دیکھ لی جائیں۔
ہاں استاذ کا سوال بیشک ایک اہم سوال ہے مگر کسی علم کا خبر واحد سے ثابت ہونا یہ کوئی سوال
نہیں ہے۔ ہم حجیت حدیث کے مضمون میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ خبر واحد بھی قطعیت کا فائدہ دے سکتی ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ رد و قبول کے بارے میں صرف پیشگوئی اور غیر پیشگوئی ہونے کا فرق ہمارے نزدیک نہ کبھی
چلایا گیا ہے اور نہ اب یہ کوئی معقول بات ہے۔ آخر قیامت، حشر و نشر، جنت و دوزخ کی تمام تفصیلات
یہ سب خبر واحد سے ہی ثابت ہیں اور عالم غیب سے متعلق پیشگوئیاں ہی ہیں مگر یہ پیشگوئی سے زیادہ مبہم
اور قیاس سے بھی بعید یعنی دنیوی معمول کے نزدیک ہیں۔ مگر کیا ان کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح ثابت شدہ پیشگوئیوں کو
بھی اسی طرح تسلیم کرنا واجب ہے اور جب ثبوت کی نوعیت ضعیف ہو تو پھر اس ضعف کا اثر بھی دونوں جگہ یکساں رہے گا۔
یہ بات بڑی اہمیت کے ساتھ یاد رکھنی چاہئے کہ پیشگوئیاں خواہ وہ معمولی نظر آئیں یا غیر معمولی،
مستقبل قریب سے متعلق ہوں یا مستقبل بعید سے۔ قیاس کے موافق ہوں یا بیرون از قیاس اپنی اصل نوع
کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ پیشگوئی کی اصل حقیقت یہی ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پاکر

بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں سب عالم یکساں روشن ہے، وہاں معمولی و غیر معمولی یا بعید و قریب کا کوئی تخیل ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے کسی معمولی سی معمولی پیشگوئی کو معمولی سمجھنا بھی غلطی ہے کیونکہ نبی کا جو ذریعۂ اطلاع ہوتا ہے وہ تمام جگہ یکساں ہوتا ہے اس لئے اس کی اہمیت بھی ہر جگہ یکساں ہی رہنی چاہئے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے خانگی معاملات میں جب دو بیبیوں کی گفتگو کا راز آپ نے کھول دیا تو انھوں نے تعجب سے پوچھا "من انبأك هذا" اس کی تو ہم دو کے سوا کسی کو خبر بھی نہ تھی۔ بتلائیے یہ بات آپ کو بتائی کس نے؟ آپ نے فرمایا "نبأني العليم الخبير" اس نے جو سب سے زیادہ علم والا اور سب سے بڑا خبردار ہے۔ پس جس ذریعہ کے لحاظ سے انبیا علیہم السلام کی تمام پیشگوئیاں یکساں ہوتی ہیں اسی لحاظ سے قطعیت میں بھی وہ یکساں ہی رہنی چاہئیں اور کسی معمولی سی معمولی خبر کو بھی معمولی نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ ہر ہر خبر کے متعلق نبی کا دعویٰ یہی ہوتا ہے کہ یہ خبر اس کو خدا کی طرف سے دی گئی ہے۔ جو لوگ ان حقائق پر غور نہیں کرتے وہ معمولی خبروں کو معمولی اور بیرون از قیاس خبروں کو خلاف قیاس سمجھ کر دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ وہ دونوں جگہ جزم و یقین سے محروم رہتے ہیں۔

نجومی و کاہن اور غیب کی دوسری خبریں دینے والوں کا ذریعۂ علم یا تو علم نجوم ہے یا تجربات اور یا محض قیاس آرائی اس لئے ان میں نہ صدق کی وہ شان نظر آتی ہے نہ جزم و یقین کی وہ کیفیت جو پیشتر ان میں سے کتنی ہی جو سبب سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ کہانت تو بعض مرتبہ فطری بھی ہوتی ہے مگر اس کے ادراکات اکثر ناتمام ہوتے ہیں۔ یہاں ہم نے متفرق معجزات کے علاوہ آپ کی پیشگوئیوں کا باب بھی رکھا ہے اور اجمالاً اس کی تین قسمیں کی ہیں اور ہر قسم میں سے چند چند بطور نمونہ انتخاب کر کے آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں تاکہ مختلف انواع کی پیشگوئیاں دیکھ کر آپ کے ذہن میں ان کے متعلق کچھ تصور آ جائے۔ (معجزہ کی حقیقت کا سمجھنا گو کتنا ہی مشکل ہے مگر معجزہ کی شناخت کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہے) (۱) پہلی قسم وہ پیشگوئیاں جو گذشتہ زمانہ میں پوری ہو چکی ہیں۔ (۲) وہ پیشگوئیاں جو دور حاضر میں پوری ہو رہی ہیں۔ (۳) وہ پیشگوئیاں جو آئندہ زمانے سے متعلق ہیں اور ابھی ان کا انتظار کرنا چاہئے۔

یہاں ایک غلط فہمی لفظ عقیدہ و تصدیق کے متعلق بھی ہے اور اسی غلط فہمی پر یہ خیال قائم کر لیا گیا ہے کہ پیشگوئیاں چونکہ واضحات عقائد اور اصول کی فہرست میں داخل نہیں ہیں اس لئے ان کے انکار یا تاویل کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ تفریعات تمام غلط ہیں جو صرف عقیدہ کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ مذہب اہل السنۃ تمام تر عقائد کا ایک مجموعہ ہے۔ فقہ اکبر گو امام ابوحنیفہؒ کی براہ راست تصنیف نہ ہو مگر اس کا ان کے تلامذہ کی تصنیف ہونا یقینی ہے۔ فقہ ابسط بروایت ابو مطیع بلخی کی روایت ہے

ليس منها الانجيل الا لتأليف بعد رفع المسيح باعوام كثيرة ودهر طويل. (كتاب الفصل ج۲ ص۲۰۲ و ص۲۰۳)	عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے سالہا سال بعد پادریوں نے تصنیف کی ہیں۔

معتزلہ گو بہت سے عقائد میں اہل سنت والجماعت سے علیحدہ ہیں مگر رویت باری تعالیٰ کے مسئلہ میں بھی وہ جمہور کے ساتھ نہیں ہیں مگر اس مسئلہ میں جمہور معتزلہ بھی جمہور امت کے ساتھ ہیں جیسا کہ زمخشری معتزلی کی تفسیر سے ظاہر ہے۔ ابن عطیہ نے اس مسئلہ پر اجماع امت کا دعویٰ کیا ہے۔ (دیکھو بحر محیط ج۲ ص۲۲۴) حتیٰ کہ حافظ ذہبی نے ”تجرید الصحابہ“ میں اور حافظ ابن حجر نے ”الاصابہ“ میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحابہ کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ محدثین کی اصطلاح میں صحابی وہ ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ایمان کے ساتھ حیات میں کی ہو اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باجماع زندہ ہیں اور شب معراج میں بحالت حیات ان کو آپ کی زیارت ہونا بھی ثابت ہے اس لئے وہ بھی صحابی کی تعریف میں داخل ہیں پس اگر وہ مسائل عقائد کی فہرست میں داخل ہو سکتے ہیں جن میں کہ علماء کو کچھ اختلاف بھی ہے تو وہ مسئلہ جس میں نہ تو مفسرین کا کچھ اختلاف ہے اور نہ علمائے معتبرین کا عقائد کی فہرست میں کیوں شمار نہیں ہو سکتا۔

یہ خیال بھی محض غلط ہے کہ عقیدہ میں صرف وہی مسائل داخل ہیں جو تواتر کے ساتھ قطعی طریقہ پر ثابت ہوں اور جو ظنی طریقہ پر ثابت ہوں وہ عقائد کی فہرست میں شمار نہیں ہو سکتے۔ یہ اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہئے کہ اعتقاد قلبی اور قطعی علم دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ دیکھو بعض اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا قطعی علم حاصل تھا مگر اس پر ان کو اعتقاد نہ تھا۔ اسی طرح ایک عامی مسلمان کو آپ کی نبوت کا اعتقاد تو حاصل ہوتا ہے مگر کسی برہان قطعی سے اس کو علم نہیں ہوتا۔ لہٰذا نہ تو یقین کے لئے اعتقاد حاصل ہونا لازم ہے اور نہ اعتقاد کے لئے پہلے اس کا علم حاصل ہونا لازم ہے لہٰذا یہ گمان کر لینا کہ جو چیزیں خبر واحد سے ثابت ہیں چونکہ وہ علم و یقین کے مرتبہ میں نہیں آتیں اس لئے عقیدہ بھی نہیں بن سکتیں یکسر بے بنیاد گمان ہے۔ اعتقاد قلب کا ایک عمل ہے جس طرح کہ دوسرے اعمال جوارح کا عمل ہیں۔ لہٰذا جس طرح کہ خبر واحد سے ثابت شدہ مسائل پر جوارح انسانی عمل کے مکلف ہیں اسی طرح نفس بھی ان پر اپنے عمل کا مکلف ہے اور اسی کا نام عقیدہ ہے۔ پس اگر خبر واحد سے اگر کسی کا قلب اپنا یہ عمل کر لیتا ہے تو کسی تردد کے بغیر اس کو عقیدہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ متکلمین چونکہ قطعیات سے بحث کرتے ہیں اس لئے انہوں نے عقیدہ میں صرف قطعیات کو شمار کیا ہے اور ظنیات کو شمار نہیں کیا۔ پس قطعی اور ظنی ہونے کا فرق قطع و ظن پر نہیں بلکہ جو امر قطعیہ ہیں وہ نص احادیث صحیحہ میں

شمار ہیں اور جو ظنی طریق پر ثابت ہیں وہ ظنی طریق پر عقیدہ میں شمار ہیں۔ جیسا طریق ثبوت ہو اسی طرح اس پر اعتقاد نصب ہوگا اب اختلاف صرف اپنے اپنے فن کا ہے نہ کہ حقیقت کا۔

یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ وہ غیوب جو انبیا علیہم السلام لے کر آئے ہیں اگر کسی کی تعلیم کے بغیر محض وحی ربانی سے آپ بیان فرمائیں تو یہ آپ کی صداقت کی اور بھی بڑی دلیل ہے بلکہ انبیا سابقین کی بھی صداقت کی دلیل ہے اسی لئے قرآن کریم کی کل سورتوں میں صرف ان مشترک اصول تعلیمی کی تعلیم دی گئی ہے جو تمام انبیا علیہم السلام کا مشترک دین رہے ہیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ آپ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب نجاشی بادشاہ نے قرآن کریم کی چند آیات سنیں تو فوراً یہ کہا کہ یہ اور انجیل ایک ہی سرچشمہ سے نکلے ہوئے کلام معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب ورقہ نے آپ کا حال سُنا تو اس نے بھی یہی شہادت دی کہ یہ فرشتہ وہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا پس انبیائے سابقین کے بیان کردہ غیوب کے متعلق یہ سمجھنا کہ ان کا بیان کرنا صداقت کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے ناسمجھی ہے۔ ہر نبی ایک مشترک تعلیم ہی لے کر آتا ہے بلکہ اسلام اور قرآن کا دعویٰ یہی ہے کہ وہ تم کو ان ہی باتوں کا حکم دیتا ہے جو سب انبیا علیہم السلام وصیت کرتے چلے آئے ہیں۔ ہاں اس کے ساتھ ہر رسول کی شریعت میں کچھ احکام مختلف بھی ہوتے چلے آئے ہیں اور وہ یہاں بھی ہیں اور ان کا تذکرہ مثلاً سورۂ شوریٰ میں مفصل مذکور ہے۔ اس لئے جن نادانوں نے اسلام کی چند تعلیمات میں تورات و انجیل کا حوالہ دیکھ کر یہ سمجھ لینا چاہا ہے کہ قرآن کریم کتب سابقہ سے ماخوذ ہے یہ انتہا درجہ کی نادانی ہے قرآن خود ہر جگہ یہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میں پہلی کتابوں کا مصدق ہوں اور مصدق کے معنی صرف زبانی تصدیق کے نہیں بلکہ ایسی اندرونی تصدیق کے ہیں جس کے بعد یہ یقین ہو سکے کہ یہ کلام بھی اسی کا ہو سکتا ہے جس کے وہ تھے اسی لئے نجاشی اور ورقہ نے سن کر یہ بات کہی تھی۔ بے شک کسی کی تعلیم اور دوسرے ذرائع علم کے بغیر برحق ہونے کی یہ سب سے واضح دلیل ہے۔

ثم موتان يأخذ فيكم كقعاص الغنم ثم استفاضة المال حتى يعطى الرجل مائة دينار فيظل ساخطا ثم فتنة لا يبقى بيت من العرب إلا دخلته ثم هدنة تكون بينكم وبين بني الأصفر فيغدرون فيأتونكم تحت ثمانين غاية تحت كل غاية اثنا عشر ألفا۔ (رواه البخاري)

(۱۴۸۰) عن خباب بن الأرت قال شكونا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو متوسد بردة له في ظل الكعبة وقد لقينا من المشركين شدة فقلنا ألا تدعو الله لنا ألا تستنصر لنا قال فجلس محمرا وجهه ثم قال والله إن من كان قبلكم ليؤخذ الرجل فيمشط بأمشاط الحديد ما بين لحمه وعصبه ما يصرفه ذالك عن دينه ويحفر له الحفيرة فيوضع المنشار على رأسه فيشق باثنين ما يصرفه عن دينه وليتمن الله هذا الأمر حتى يسير الراكب من صنعاء إلى

پھیلنا تو میری وفات، اس کے بعد بیت المقدس کا فتح ہونا پھر ایک عام وبا جو بکریوں کے پھوڑے کی طرح سے ظاہر ہوگی اور یہ عام موت کا باعث ہوگی۔ پھر مال کی کثرت اور اتنی کثرت کہ ایک شخص کو سو سو اشرفیاں دی جائیں گی لیکن وہ اس پر بھی ناراض رہے گا اس کے بعد ایک ایسا فتنہ ظاہر ہوگا جو عرب کے گھر گھر میں داخل ہو جائے گا پھر روم اور تمہارے درمیان صلح ہوگی اور وہ لوگ غداری کریں گے اور ایک لشکر جرار لے کر تم سے جنگ کے لئے آئیں گے جس میں اسی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار آدمی ہوں گے۔

(۱۴۸۰) حضرت خباب بن ارتؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے آپ کے سامنے ان مصائب کی جو اس زمانہ میں ہم مشرکین کی جانب سے جھیل رہے تھے شکایت کی اور کہا آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں فرماتے؟ آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب نہیں کرتے؟ خبابؓ کہتے ہیں یہ سن کر آپ سیدھے بیٹھ گئے اور آپ کا چہرۂ مبارک تمتما رہا تھا، اس کے بعد آپ نے فرمایا خدا کی قسم تم سے پہلی امتوں میں ایسے مصائب گزرے ہیں کہ ایک شخص کو پکڑ کر لوہے کی کنگھیوں سے اس کا گوشت اور پٹھے ادھیڑ دیئے جاتے تھے اور یہ ایذا بھی اس کو اپنے دین سے روگردانی کا باعث نہ ہوتا تھا اور کسی شخص کے ساتھ یہ بھی کیا جاتا کہ ایک گڑھا کھود کر اس میں اس کو دبا دیا جاتا پھر اس کے سر پر آرا چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے لیکن یہ بھی اس کے لئے اپنے دین سے روگردانی کا باعث نہ ہوتا تھا۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور پورا کرے گا اور ایسا غالب کرے گا کہ ایک سوار شہر صنعاء سے چل کر مقام حضرموت تک سفر کرے گا راستے میں سوائے

حضرموت لا يخشى إلا الله عز وجل أو الذئب على غنمه ولكنكم تستعجلون (رواه الشيخان)

(۱۴۸۱) عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تقوم الساعة حتى تقاتلوا الترك صغار الأعين حمر الوجوه ذلف الأنف كأن وجوههم المجان المطرقة ولا تقوم الساعة حتى تقاتلوا قوما نعالهم الشعر

(رواه الشيخان واللفظ للبخاري)

(۱۴۸۲) عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أسرعكن لحوقا بي أطولكن يدا قالت فكن يتطاولن أيتهن أطول يدا قالت فكانت أطولنا يدا زينب لأنها كانت تعمل بيدها وتصدق (رواه الشيخان)

اللہ کی ذات پاک کے اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا حتی کہ ایک بکری کے مالک کو اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا خطرہ بھی نہ ہوگا لیکن تم لوگ بہت جلد بازی کرتے ہو۔ (شیخین)

(۱۴۸۱) ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ترکوں سے جنگ نہ کرلوگے (اس وقت تک ترک مسلمان نہ ہوئے تھے) جن کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں سرخ سرخ چہرے اور چپٹی چپٹی ناکیں ہوں گی اور ان کے چہرے ایسے پر گوشت جیسا چمڑہ چڑھی ہوئی ڈھال، اور قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ تم ایسی قوم سے جنگ نہ کروگے جن کے چپل بال کے ہوں گے۔

(۱۴۸۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تم سب میں سب سے جلد مجھ سے ملنے والی وہ ہوگی جن کے ہاتھ تم سب میں دراز ہوں۔ اس پر آپ کی بیویوں نے اپنے ہاتھوں کی پیمائش شروع کردی کہ ان میں کس کے ہاتھ دراز ہیں لیکن بعد میں یہ معلوم ہوگیا کہ آپ کی مراد اس سے سخاوت تھی اور وہ صاحبہ تھیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں کیونکہ وہ اپنی دستکاری سے کماتیں اور راہ خدا میں صدقہ کیا کرتی تھیں۔ (شیخین)

(۱۴۸۱) حدیث مذکور جنگ تاتار میں حرف بحرف پوری ہوگئی۔ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ ان کے دیکھنے والے بھی اس سے زیادہ ان کا نقشہ بیان کرنا چاہیں تو بیان نہیں کر سکتے۔ اس فتنہ کی لمبی داستان تقریباً دو ہزار صفحات سے زیادہ میں محفوظ ہے۔

سيدة نساء المؤمنين (رواه الشيخان)۔

(١٣٨٥) عن أسماء بنت أبي بكر عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال سيكون في ثقيف كذاب ومبير (رواه مسلم)

(١٣٨٦) عن أبي هريرة أنه قال لقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً أيكم يبسط ثوبه فيأخذ من حديثي فيجمعه إلى صدره فإنه لن ينسى شيئاً سمعه فبسطت بردة علي حتى فرغ من حديثه ثم جمعتها إلى صدري فما نسيت بعد ذلك اليوم شيئاً سمعته منه۔ (رواه الشيخان)

(١٣٨٧) عن جابر بن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يزال الإسلام عزيزاً إلى اثني عشر خليفة كلهم من قريش وفي لفظ اثني عشر أميراً۔

تم جنت میں سب عورتوں کی سردار کہلاؤ گی۔

(۱۳۸۵) اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک شخص ظاہر ہوگا جو پہلے درجہ کا جھوٹا اور دوسرا انتہا درجہ کا ظالم اور خونریز ہوگا۔ (مسلم شریف)

(۱۳۸۶) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں جو شخص بھی اس وقت اپنا کپڑا پھیلائیگا اور جو کلمات میں کہتا ہوں ان کو لیکر پھر اپنے سینے سے لگا لیگا تو وہ جو میری حدیثیں سنے گا ان کو پھر کبھی نہیں بھولے گا۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جو چادر میرے جسم پر تھی میں نے فوراً اس کو پھیلا دیا تا آنکہ آپ وہ کلمات کہہ کر فارغ ہو گئے پھر میں نے اس چادر کو سمیٹ کر سینے سے لگا لیا اس تاریخ کے بعد سے پھر جو حدیث بھی میں نے آپ کی سنی وہ نہیں بھولا۔ (شیخین)

(۱۳۸۷) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسلام بارہ خلفاء تک برابر غالب رہے گا جو سب کے سب قریشی ہوں گے اور ایک روایت میں

(۱۳۸۵) حسب بیان حدیث مذکور قبیلہ ثقیف میں مختار ابن ابی عبید ظاہر ہوا۔ اسی نے امام حسینؓ کی ہمدردی کے پردہ میں شیعیت کی بنیاد ڈالی آخرکار وحی کا مدعی ہوا اور مبیر کا مصداق حجاج ظاہر ہوا جس کی خونریزی ظلم امت میں آج تک ضرب المثل ہے۔

(۱۳۸۶) یعنی فما نسیت بعد ذلک الیوم شیئاً سمعته منه۔ اس واقعہ کی وجہ سے ہم نے مختصر روایت میں اس لفظ کی رعایت رکھی ہے یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا ایک عظیم انسانی ذخیرہ جو حقیقت بن کر دنیا کے سامنے ظاہر ہوئی۔ ابوہریرہؓ کا یہ مثل حفظ سے رکھنا۔

(۱۳۸۷) یہ حدیث بارہ کی شرح میں ہم لکھ چکے ہیں یہاں مطلب یہ ہے کہ بارہ خلفاء سے مراد خلیفہ نہیں بلکہ

لا تحصوه لا تنکروه رواه الشیخان ولفظ البخاری اکثر [illegible] من تلفظ بالسلام. وفی روایة عمر

ستة ایام [illegible] والنحو وهذا ظاهر لا اشکال فیه

(۱۳۸۹) من حدیث ابی حمید الساعدی قال خرجنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم

غزوة تبوك فاتینا وادی القری علی حدیقة لامرأة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم

اخرصوها فخرصناها وخرصها رسول الله صلی الله علیه وسلم عشرة اوسق. قال

احصیها حتی نرجع الیك ان شاء الله تعالی وانطلقنا حتی قدمنا تبوك فقال

النبی صلی الله علیه وسلم ستهب علیکم اللیلة ریح شدیدة فلا یقم فیها احد

منکم فمن کان له بعیر فلیشد عقاله فهبت ریح شدیدة فقام رجل فحملته

الریح حتی القته بجبلی طی (رواه الشیخان)۔

(۱۳۹۰) عن ابن عباس قال کان الذی اسر العباس بن عبد المطلب ابو الیسر

شاید تم کسی آزمائش میں مبتلا ہو اور حضرت کہتے ہیں اگر تم خسوف میں مبتلا ہوئے حتی کہ یہیں کسی کو تو

چھپ کر نماز پڑھنی پڑی۔ (متفق علیہ)

(۱۳۸۹) ابو حمید ساعدی بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ تبوک کے لئے

چلے۔ جب وادی القری کے ایک باغ پر پہنچے جو ایک عورت کا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اس کے پھلوں کا تخمینہ لگاؤ ہم نے ان کا تخمینہ لگایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تخمینہ دس

وسق لگایا اس کے بعد آپ نے فرمایا اس کو یاد رکھنا یہاں تک کہ ہم ان شاء اللہ تعالی یہاں واپس ہوں۔

ہم آگے چلے یہاں تک کہ تبوک پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج شب میں نہایت تیز و تند

آندھی آئے گی لہذا کوئی شخص بھی تم میں اپنی جگہ سے نہ ہلے جس کا اونٹ ہو وہ اپنے اونٹ کو باندھ کر رکھے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا نہایت تیز آندھی آئی۔ ایک شخص اتفاق سے کھڑا ہو گیا تھا ہوا کے جھونکے اس کو طے کے

پہاڑوں پر لا کر ڈال دیا (متفق علیہ)۔

(۱۳۹۰) ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جس شخص نے حضرت عباس کو قید کر کے لایا تھا وہ قبیلہ

(۱۳۹۰) اس جگہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ آرہا ہے کہ آپ نے ایک آنے والی [illegible] اطلاع دی کہ جس کا

جاننے والا اس کے سوا کوئی نہ تھا [illegible] اور تیسرا اللہ تھا اگر اس کی تہہ میں یہاں اس معجزہ سے کم با خلاف تجویز نہیں کہ ہم یہ کہہ

کا معاملہ ایسا ہی ہے۔ احتیاط تو یہ کہ صاف ان کے بیان سلام کے دلوں کی وجہ سے کچھ نرمی کا موقع ہے کچھ بھی اگر

کم از کم اتنا ہی ہو جاتا کہ ان سے اصل زر ہی کو فدیہ میں شامل کر لیا جاتا۔ پھر حقیقت کی کسی کو خبر بھی نہیں ہے لیکن ان

سب کے باوجود جس مال میں سب مسلمانوں کا حق ہو تم ہو چکا تھا اس میں حقوق عامہ کے بالمقابل یہاں مراعات [illegible]

ابن عمرو وهو كعب بن عمرو أحد بني سلمة فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم
كيف أسرته يا أبا اليسر؟ فقال لقد أعانني عليه رجل ما رأيته بعد ولا قبل هيئته
كذا وكذا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد أعانك عليه ملك كريم.
وقال للعباس يا عباس افد نفسك وابني أخيك عقيل بن أبي طالب ونوفل
ابن الحارث بن فهر قال فإني قد كنت مسلما قبل ذلك وإنما استكرهوني. فقال
الله أعلم بشأنك إن يك ما تدعي حقا فالله يجزيك بذلك وأما ظاهر
أمرك فقد كان علينا فافد نفسك وقد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
قد أخذ منه عشرين أوقية ذهبا. فقال يا رسول الله احسبها لي من فداي
فقال لا ذاك شيء أعطاناه الله منك. قال فإنه ليس لي مال قال فأين
المال الذي وضعته بمكة حين خرجت عند أم الفضل وليس معكما أحد

جو سلمہ کا ایک شخص تھا جس کی کنیت ابوالیسر اور نام کعب بن عمرو تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ اے
ابوالیسر بتاؤ تو سہی کہ تم نے کس صورت سے قید کیا انھوں نے عرض کی ایک شخص نے اس میں میری مدد کی تھی
جس کو میں نے نہ بعد میں دیکھا اور نہ اس سے پہلے دیکھا تھا اس کی صورت ایسی ایسی تھی۔ یہ سن کر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوالیسر تیری ایک عظیم فرشتے نے مدد کی تھی اس کے بعد آپ نے حضرت عباس
سے کہا کہ آپ اپنی جانب سے اور اپنے دونوں بھتیجوں عقیل اور نوفل بن حارث کی جانب سے بھی فدیہ دیجیے
انھوں نے فرمایا میں تو اپنی اسیری سے پہلے ہی مسلمان تھا یہ لوگ زبردستی گھسیٹ کر مجھ کو لے آئے تھے۔ آپ
نے فرمایا اس کی خبر تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اگر یہ بات جس کا آپ دعویٰ کرتے ہیں درست ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو
اس کا بدلہ دے گا لیکن آپ کی ظاہری صورت تو یہی تھی کہ آپ ہمارے مقابلے کے لیے آئے تھے لہذا اب
بہتر یہ ہے کہ آپ فدیہ ادا کیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے حضرت عباسؓ سے بیس اوقیہ سونا
لے چکے تھے وہ بولے یا رسول اللہ اس سونے کو میرے فدیہ کے حساب میں شمار فرما لیجیے۔ آپ نے فرمایا یہ سونا تو
اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ سے دلا دیا ہے انھوں نے کہا کہ میرے پاس تو اب کچھ مال نہیں آپ نے فرمایا اچھا

حق کی کوئی رعایت نہیں کی گئی اور جب آپ کے سربستہ راز کو بھی انھوں نے اصل بات بتا دی تو عباس نے اعتراف کیا اور
پھر علم ہو گیا کہ منصب رسالت افشا کر دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے قبضے سے گو بیس اوقیہ کی دولت تو ضرور
نکل گئی مگر اسلام حقیقی کی انمول دولت ان کے ہاتھوں میں آگئی سبحان اللہ انبیاء علیہم السلام کو یہی افادہ بھی کتنا
جزم و یقین حاصل ہوتا ہے کہ اگر کوئی بڑھے تو اس کا نتیجہ یہ نکالے مگر ان کے قلوب میں شک و تردد کا جیتا جا
کا نام بھی نہیں رہتا۔

غیرکما فقلت إن أصبت في سفري هذا فللفضل كذا ولقثم كذا ولعبد الله كذا قال فوالذي بعثك بالحق ما علمه أحد من الناس غيري وغيرها وإني لأعلم أنك رسول الله (رواه الإمام أحمد)

(٣٩١) عن سفيان بن أبي زهير قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تفتح اليمن فيأتي قوم يبسون فيتحملون بأهليهم ومن أطاعهم والمدينة خير لهم لو كانوا يعلمون ثم تفتح الشام فيأتي قوم يبسون فيتحملون بأهليهم ومن أطاعهم والمدينة خير لهم لو كانوا يعلمون ثم تفتح العراق فيأتي قوم يبسون فيتحملون بأهليهم ومن أطاعهم والمدينة خير لهم لو كانوا يعلمون وفي رواية فتخرج من المدينة (رواه الشيخان)

(٣٩٢) عن أبي ذر عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال ستفتحون مصر وهي أرض يسمى فيها القيراط فاستوصوا بأهلها خيرا وفي رواية فأحسنوا إلى

(وہ مال کہاں ہے جو آپ نے نکلتے وقت ام الفضل کے پاس رکھا تھا اور اس وقت تمہارے دونوں کے علاوہ کوئی شخص نہ تھا اور تم نے کہا کہ اگر اس جنگ میں قتل ہو جاؤں تو اس میں سے فضل کا اتنا حصہ اور قثم کے لئے اتنا اور عبداللہ کے لئے اتنا۔ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے اس کی اطلاع میرے اور ام الفضل کے سوا لوگوں میں کسی ایک شخص کو بھی نہیں ہے اور میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ بلا کسی شبہ کے بیشک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (مسند احمد)

(۳۹۱) سفیان بن زہیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ زمانے میں ملک یمن فتح ہو جائے گا کچھ لوگ اپنے اہل و عیال کو لیکر اور ان شخصوں کو جو ان کے ساتھ رہنے میں متفق ہوں گے مدینہ چھوڑ کر یمن کی جانب کھسک جائیں گے۔ ان کے لئے مدینہ کی رہائش ہی بہت بہتر تھی کاش کہ وہ جانتے۔ اس کے بعد پھر ملک شام بھی فتح ہوگا اور کچھ لوگ اپنے اہل و عیال اور اپنے رفقاء کے ساتھ اس طرف بھی کھسک جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے حق میں بہت بہتر تھا کاش کہ یہ لوگ جانتے۔ پھر عراق بھی فتح ہوگا اور اسی طرح اس کی طرف بھی کچھ لوگ اپنے اہل و عیال اور رفقاء کے ساتھ چلے جائیں گے اور ان کے لئے مدینہ ہی بہتر تھا کاش کہ وہ جانتے (یعنی مدینہ چھوڑ کر ان ممالک کا سفر کرتے)۔ (شیخین)

(۳۹۲) ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا عنقریب مصر فتح ہو جائے گا جس ملک کا نام قیراط ہے تم اس کے باشندوں سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ ان کا

أَمَّنَهَا فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا فَإِذَا رَأَيْتُمْ رَجُلَيْنِ يَخْتَصِمَانِ عَلٰى مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا قَالَ فَرَأَيْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ شُرَحْبِيْلَ بْنِ حَسَنَةَ وَأَخَاهُ رَبِيْعَةَ يَخْتَصِمَانِ فِيْ مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَخَرَجْتُ مِنْهَا۔ (رواہ مسلم)

(٣٩٢) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حِيْنَ أُجْلِيَ الْأَحْزَابُ عَنْهُ الْآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا (رواہ البخاری)

(٣٩٣) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْرَسُ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ (وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ) قَالَتْ فَأَخْرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ مِنَ الْقُبَّةِ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ انْصَرِفُوْا فَقَدْ عَصَمَنِيَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (رواہ الترمذی والحاکم وابن جریر کذا فی تفسیر ابن کثیر واصل الحدیث فی الصحیحین)

ہمارے ساتھ عہد ہے اور ان کے ساتھ رشتہ داری بھی ہے اور جب تم دیکھنا کہ دو شخص ایک اینٹ برابر جگہ پر باہم لڑتے ہیں تو پھر وہاں سے نکل جانا۔ (مذکورہ بالا پیش گوئی کے مطابق مصر فتح ہوا اور اس کی کچھ مدت کے بعد ابوذرؓ کا وہاں گذر ہوا وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا شرحبیل بن حسنہ کے دو بیٹے ایک اینٹ برابر جگہ پر جھگڑ رہے ہیں یہ دیکھ کر حدیث کے حکم کے مطابق میں وہاں سے چلا آیا۔ (مسلم شریف)

(٣٩٢) سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے خود سنا ہے جبکہ غزوۂ احزاب میں دشمن شکست کی جانب سے پسپا ہو کر جا چکا تھا آج کے بعد ہم لوگ ان پر چڑھائی کر کے جائیں گے اور وہ لوگ ہم پر چڑھ کر نہ آ سکیں گے۔ (بخاری شریف)

(٣٩٣) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ آیت واللہ یعصمک من الناس کے نازل ہونے سے پہلے شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے سر مبارک خیمہ سے باہر نکال کر فرمایا لوگو! اب پہرہ داری موقوف کر دو اللہ تعالیٰ میری حفاظت کا متکفل ہو چکا ہے۔ (ترمذی شریف)

---

(٣٩٢) تاریخ شاہد ہے کہ غزوۂ احزاب کے بعد کفار کو مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کی کبھی جرأت نہیں ہوئی۔

(٣٩٣) یہ معجزہ کتنا عظیم الشان ہے کہ جس وقت کہ یہ حالات تھے تب یہ پیشگوئی فرمائی تھی جبکہ ہر طرف دشمن قوم آمادۂ انتقام تھی ملک میں دم بدم بغاوتیں پھیلی ہوئی تھیں۔ پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ آپ کی یہ پیشگوئی کس صفائی کے ساتھ پوری ہوئی۔ علماء نے آپ کی شہادت نہ ہونے کی مختلف وجوہات بیان فرمائی ہیں اگر اس آیت کو بھی سامنے رکھ لیا جائے تو یہ ادنیٰ وہ واضح ہو سکتا ہے کہ عصمت کے وعدہ کے ساتھ آپ کے لئے شہادت قطعاً مناسب نہ تھی۔ قلب پر خصوصیت خاتم النبیین ہونے کیلئے ظاہری شہادت یہاں بھی مناسب نہ ہوئی حسن اتفاق ہے کہ خاتم انبیاء سلسلۂ بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بھی دشمنوں کے ہاتھوں شہادت مناسب نہ ہوئی اور آپ کیلئے بھی عصمت کا وعدہ ہوا تو یہ ہر دو اخیر دونوں سلسلوں کیلئے خاتم تھے ان کے لئے شہادت کچھ مناسب نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳۴۹۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا (رواه مسلم).

(۳۴۹۸) عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ وُلِّيتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ وَاعْدِلْ قَالَ فَمَا زِلْتُ أَظُنُّ أَنِّي مُبْتَلًى بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ابْتُلِيتُ. (رواه احمد والبيهقي)

(۳۴۹۹) عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ ابْنَتِهِ وَهُوَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَسَيُصْلِحُ اللّٰهُ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ. (رواه البخاري)

(۳۴۹۷) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دو قسم کے لوگ پیدا ہونے والے ہیں جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ایک وہ مرد جن کے ہاتھوں میں بیلوں کی دموں کے کوڑے رہیں گے جن سے وہ لوگوں پر ظلم توڑتے رہیں گے۔ دوم وہ عورتیں جو لباس پہنے ہوئے ہوں گی لیکن درحقیقت برہنہ ہوں گی ان کا حال یہ ہوگا کہ دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں گی اسی طرح خود بھی غیروں کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی ان کے سروں کے اوپر ایسے جوڑے بندھے ہوئے بال ہوں گے جیسے اونٹ کے کوہان اونچے معلوم ہوتے ہیں۔ نہ وہ جنت میں جائیں گی نہ اس کی خوشبو سونگھ سکیں گی حالانکہ اس کی خوشبو بڑے فاصلے سے مہکتی ہوگی۔ (مسلم)

(۳۴۹۸) حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ اگر حاکم بنو تو خدا تعالیٰ کے تقویٰ کا خیال رکھنا اور انصاف کا لحاظ رکھنا اسی وقت سے مجھے خیال لگا ہوا تھا کہ مجھے مسلمانوں کی تولیت میں مبتلا ہونا ہے آخرکار میں حضورؐ کے اس فرمان کی وجہ سے اس میں مبتلا ہو کر رہا۔

(۳۴۹۹) ابوبکرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے اس وقت آپؐ نے اپنے نواسے حضرت امام حسنؓ کے متعلق ارشاد فرمایا میری یہ اولاد سید ہے۔ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ (بخاری)

(۳۴۹۷) یہ دونوں اشارے پیشگوئی ذکر صفات کے ساتھ کس زمانے میں فرمائی گئی جبکہ اس کا تخیل بھی نہ ہو سکتا تھا۔
(۳۴۹۹) حسب بیان حدیث بتایا گیا ہے بعض مسلکوں میں ان میں حضرت امام حسنؓ کے ذریعے حضرت امیر معاویہؓ کے لشکر میں صلح کی صورت پیدا فرما دی۔

(۱۵۰۰) عن ابن عباس أن رجلا أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله إني رأيت الليلة في المنام ظلة تنطف السمن والعسل فأرى الناس يتكففون منها بأيديهم فالمستكثر والمستقل ثم إذا سبب واصل من الأرض إلى السماء فأراك أخذت به فعلوت ثم أخذ به رجل بعدك فعلا ثم أخذ به رجل آخر فعلا ثم أخذ به رجل آخر فانقطع ثم وصل له فعلا قال أبو بكر يا رسول الله بأبي أنت وأمي لتدعني فلأعبرها فقال اعبر فقال أبو بكر أما الظلة فظلة الإسلام وأما الذي تنطف من السمن والعسل فهو القرآن حلاوته ولينه. وأما ما يتكفف فالمستكثر من القرآن والمستقل وأما السبب الواصل من السماء إلى الأرض فالحق الذي أنت عليه فأخذت به فيعليك الله ثم يأخذ به رجل من بعدك فيعلو به ثم يأخذ به رجل فيعلو ثم يأخذ به رجل فينقطع به ثم يوصل له فيعلو به فأخبرني يا رسول الله أصبت أم أخطأت فقال

(۱۵۰۰) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ آج کی شب میں نے خواب میں ایک بادل دیکھا جس سے گھی اور شہد برس رہا تھا اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کو لئے جا رہے ہیں بعض ان میں کوئی زیادہ لے رہا ہے اور کوئی کم اس کے بعد میں نے ایک رسی دیکھی جو زمین سے لیکر آسمان سے متصل تھی میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اس کو پکڑا ہے اور اوپر تشریف لے گئے ہیں پھر آپ کے بعد ایک اور شخص نے اس کو پکڑا ہے اور وہ بھی اوپر چلا گیا۔ اس کے بعد ایک دوسرے شخص نے اس کو پکڑا اور وہ بھی اوپر چلا گیا پھر تیسرے شخص نے اس کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی تھوڑی دیر کے بعد پھر جڑ گئی اور وہ بھی اوپر چلا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے آپ اجازت دیں کہ اس خواب کی تعبیر بیان کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اچھا بیان کرو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بادل سے مراد اسلام ہے۔ اور جو اس سے شہد اور گھی برس رہا ہے اس کا مصداق قرآن کریم کی شیرینی اور اس کا نرم طرز تعبیر ہے اور جو لوگ اس کو اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں تو اس کا مصداق وہ لوگ ہیں جو ان میں سے کوئی تو اس کو زیادہ مقدار میں حاصل کر رہا ہے اور کوئی کم۔ اور وہ جو رسی آسمان سے لے کر زمین تک لٹک رہی ہے اس کا مصداق وہ حق ہے جس پر آپ قائم ہیں آپ نے اس حق کو مضبوط پکڑ رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو بلند کرے گا۔ آپ کے بعد پھر اس کو دوسرا

أَصَبْتَ بَعْضًا وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا قَالَ فَوَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَتُحَدِّثَنِّي بِالَّذِي أَخْطَأْتُ قَالَ لَا تُقْسِمْ (رواه الشيخان)۔

(۱۵۰۱) عَنْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الْفِتَنَ فَقَرَّبَهَا فَمَرَّ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ فِي ثَوْبٍ فَقَالَ هٰذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدٰى فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ۔

(رواه الترمذي وابن ماجه وقال الترمذي هذا حديث حسن صحيح)

(۱۵۰۲) عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي رَأَيْتُ حُلْمًا مُنْكَرًا اللَّيْلَةَ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَتْ إِنَّهُ شَدِيدٌ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَتْ رَأَيْتُ كَأَنَّ قِطْعَةً مِنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِي حِجْرِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتِ خَيْرًا تَلِدُ فَاطِمَةُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ

شخص ہوگا وہ اسے پکڑ کر اوپر چڑھ جائے گا۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص رسی کو پکڑے گا اور وہ بھی اوپر چلا جائے گا۔ پھر ایک تیسرا شخص اس کو تھامے گا تو وہ ٹوٹ جائے گی اور پھر بعد میں وہ جوڑ دی جائے گی اور وہ شخص بھی اوپر چلا جائے گا۔ یا رسول اللہ مجھے بتائیے کہ تعبیر میں نے صحیح کی یا غلط۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ صحیح کی اور کچھ غلط۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ خدا کی قسم آپ مجھے ضرور بتائیں میں نے کیا غلطی کی۔ آپ نے فرمایا قسم مت دو۔

(۱۵۰۱) مرہ بن کعب روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے جبکہ آپ آئندہ آنے والے فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے اور اس طرح ذکر فرما رہے تھے گویا وہ بہت ہی قریب نمودار ہونے والے ہیں۔ اسی درمیان میں سر پر کپڑا ڈالے ہوئے ایک شخص گزرا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ان ایام میں حق پر ہوگا۔ میں ان کی طرف چلا۔ پھر دیکھتا ہوں کہ وہ عثمان غنی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کا رخ آپ کی طرف پھیر کر کہا کہ کیا یہی ہیں آپ نے فرمایا یہی ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(۱۵۰۲) ام فضل بنت حارث روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ آج شب میں نے ایک بہت خوفناک خواب دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی وہ بہت ہی سخت ہے۔ آپ نے فرمایا آخر کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی میں نے دیکھا گویا آپ کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے (حضرت) فاطمہ کے انشاء اللہ تعالیٰ لڑکا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں ہوگا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ایسا ہی ہوا کہ حضرت فاطمہ کے لڑکا ہوا۔ اور وہ میری گود میں آیا۔ پھر ایک دن

صلی اللہ علیہ وسلم عن ھؤلاء الآخرین فقال لو کان الدین معلقا بالثریا لنالہ رجال
من ابناء فارس وفی لفظ لو کان الایمان وفی لفظ العلم (رواہ البخاری)

(۱۵۰۳) عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدخل علی ام حرام بنت
ملحان فتطعمہ وکانت ام حرام تحت عبادۃ بن الصامت فدخل علیہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فاطعمتہ وجعلت تفلی راسہ فنام ثم استیقظ وھو یضحک
فقالت ما یضحکک قال عرض علی ناس من امتی یرکبون ثبج ھذا البحر ملوکا
علی الاسرۃ او مثل الملوک علی الاسرۃ فقالت ام حرام ادع اللہ ان یجعلنی منھم
فدعا لھا ثم وضع راسہ فنام ثم استیقظ وھو یضحک فقالت ما یضحکک
فقال عرض علی ناس من امتی کما قال فی الاولی فقالت یا رسول اللہ ادع اللہ

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دوسرے لوگ کا اس آیت میں
تذکرہ ہے وہ لوگ کون ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ ابنائے فارس ہیں اگر دین ثریا پر بھی چلا جائے جو بہت بلند ستارہ ہے
تو یہ لوگ دین کو وہاں جا کر بھی حاصل کر لیں گے۔ بعض روایتوں میں یہاں دین کے بجائے ایمان کا اور
بعض میں علم کا لفظ آیا ہے۔ (مقصد سب کا ایک ہی ہے ایمان تو دین کی بنیاد ہے اور اسی طرح علم سے
مراد بھی علم دین ہی ہے)۔ (بخاری شریف)

(۱۵۰۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام کے یہاں تشریف
لیجاتے اور وہ آپ کی تواضع کے طور پر کھانا ان کو میسر ہوتا آپ کے سامنے پیش کرتیں یہ عبادہ بن صامت
رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ ان کے گھر تشریف لے گئے انھوں نے حسب معمول
آپ کے سامنے کھانا پیش کیا اور آپ کا سر سہلانے لگیں آپ سو گئے تھوڑی دیر بعد مسکراتے ہوئے اٹھے
انھوں نے پوچھا آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں آپ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش
کئے گئے تھے جو سمندر کی گہرائی میں جہاد کے لئے سفر کریں گے ایسی شان و شوکت والے نظر آرہے تھے جیسے

روایت ہے کہ جب آیت فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا
گیا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں آپ نے ابو موسیٰ اشعری کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اس کی قوم کے لوگ ہیں اور
فرمایا "انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن" مجھے یمن کی جانب سے رحمٰن کی رحمت کی بھینی بھینی آتی
محسوس ہوتی ہے۔ (ترجمان السنہ جلد ۲)

(۱۵۰۳) ام حرام کی شہادت حضرت عثمان غنی کے عہد میں ہوئی ہے جب امیر معاویہ ان کی جانب کی
نیابت فرما رہے تھے حضرت عمر کے عہد تک مسلمانوں کو بحری غزوہ کی نوبت نہ آئی تھی اب پہلی مرتبہ بحری سفر کرکے

أن يجعلني منهم قال أنت من الأولين. قال أنس فركبت البحر زمن معاوية بن
أبي سفيان فصرعت عن دابتها حين خرجت من البحر فماتت (رواه الشيخان).

(۱۵۰۵) عن حذيفة عن النبي صلى الله عليه وسلم في الفتن التي تموج موج البحر
وقال لعمر إن بينك وبينها بابا مغلقا يوشك ذلك الباب أن يكسر فسأله
مسروق من ذلك الباب فقال عمر. (رواه الشيخان)

(۱۵۰۶) عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ستكون فتن
القاعد فيها خير من القائم والقائم فيها خير من الماشي والماشي فيها خير من
الساعي من تشرف لها تستشرفه ومن وجد فيها ملجأ فليعذ به. رواه أبو بكرة
وقال فيه فإذا وقعت فمن كان له إبل فليلحق بإبله ومن كانت له غنم

بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہیں۔ ام حرام نے عرض کی دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے ان میں بنا دے۔ آپ نے ان کے
حق میں دعا کر دی اس کے بعد آپ اپنا سر مبارک تکیہ پر رکھ کر پھر سو گئے اور تھوڑی دیر بعد پھر مسکراتے
ہوئے اٹھے۔ ام حرام نے آپ سے پھر پوچھا کہ آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا میری امت کے
کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے تھے اور ان کی شان بھی وہی بیان فرمائی جیسا پہلی مرتبہ والوں کی۔
انہوں نے عرض کی آپ میرے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے ان میں بنا دے۔ آپ نے فرمایا تو پہلی جماعت میں
داخل ہو چکی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایسا ہی ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ام حرام
بحری سفر پر گئیں اور جب سمندر سے نکل کر باہر آئیں تو اپنی سواری پر سے گر پڑیں اور ان کی وفات ہو گئی۔ (شیخین)

(۱۵۰۵) حضرت حذیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا ذکر فرماتے ہیں جو امت میں ان فتنوں کے
متعلق ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح آنے والے ہیں کہ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کہ
تمہارے اور ان فتنوں کے درمیان ایک دروازہ ہے جو بند ہے قریب ہے کہ وہ دروازہ توڑ دیا جائے۔
مسروق نے جو ایک تابعی کا نام ہے ان سے پوچھا دروازہ سے مراد کون شخص ہے انہوں نے فرمایا
اس سے مراد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے۔ (شیخین)

(۱۵۰۶) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ زمانے میں

جنگ کا یہ پہلا موقع تھا جس میں جزیرۂ قبرص فتح ہوا۔ اسی سلسلہ میں مسلمان دمشق پہنچے اس وقت بھی وہیں حضرت ابو الدرداء
صحابی بقید حیات تھے۔ یہ رو پڑے جب ان سے پوچھا گیا آپ روتے کیوں ہیں آج کے دن تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو
عزت نصیب فرمائی ہے۔ فرمایا کہ میں اس پر رو رہا ہوں کہ یہ امت برابر کفار پر غالب رہی جب انہوں نے احکام الٰہی
کی بجا آوری میں کوتاہی کی تو جیسا تم دیکھ رہے ہو اب اس نوبت کو پہنچ گئی ہے۔

فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهِ وَمَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِأَرْضِهِ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ إِبِلٌ وَلَا غَنَمٌ وَلَا أَرْضٌ. قَالَ يَعْمِدُ إِلَى سَيْفِهِ فَيَدُقُّ عَلَى حَدِّهِ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ إِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ. فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ أُكْرِهْتُ حَتّٰى يُنْطَلَقَ بِيْ إِلَى أَحَدِ الصَّفَّيْنِ أَوْ إِحْدَى الْفِئَتَيْنِ فَضَرَبَنِيْ رَجُلٌ بِسَيْفِهِ أَوْ يَجِيْءُ سَهْمٌ فَيَقْتُلُنِيْ قَالَ يَبُوْءُ بِإِثْمِهِ وَإِثْمِكَ وَيَكُوْنُ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ. (رواه الشيخان)

(١٥٠٧) عَنْ إِسْمٰعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ قَالَ لَمَّا أَقْبَلَتْ عَائِشَةُ مَرَّتْ بِبَعْضِ مِيَاهِ بَنِيْ عَامِرٍ طَرَقَتْهُمْ لَيْلًا فَسَمِعَتْ نُبَاحَ الْكِلَابِ فَقَالَتْ أَيُّ مَاءٍ هٰذَا؟ قَالُوْا مَاءُ الْحَوْأَبِ. قَالَتْ مَا أَظُنُّنِيْ إِلَّا رَاجِعَةً. قَالُوْا مَهْلًا يَرْحَمُكِ اللهُ تَقْدَمِيْنَ

ایسے بڑے بڑے فتنے ہوں گے جن میں بیٹھا شخص کھڑے سے اور کھڑا چلنے والے سے اور چلنے والا اس شخص سے
بہتر ہوگا جو ان میں شریک ہوگا بہرحال جو شخص بھی ان کی طرف ذرا نظر اٹھا کر دیکھے گا وہ فتنے اس کو کھینچ لیں گے
اس زمانے میں اگر کوئی ٹھکانہ یا پناہ کسی کو میسر ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کی پناہ لے لے۔ ابوبکرہ صحابی نے
اس میں کچھ اور تفصیلات بھی نقل کی ہیں اور فرمایا ہے کہ جب یہ فتنے ظاہر ہوں تو جس شخص کے پاس اونٹ ہوں
اس کو چاہیے کہ وہ اپنے اونٹوں میں چلا جائے اور جس کے پاس بکریاں ہوں وہ بکریوں میں چلا جائے
اور جس کے پاس زمین کا کوئی ٹکڑا ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنی زمین میں چلا جائے۔ راوی کہتا ہے اس پر ایک
شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ فرمائیے اگر کسی کے پاس نہ اونٹ ہوں نہ بکری اور نہ زمین۔ آپ نے
فرمایا کہ وہ اپنی تلوار لیکر پتھر سے اس کی دھار توڑ ڈالے اور اگر بچ سکتا ہے تو اس طرح فتنوں کی شرکت
سے بچ جائے اس کے بعد آپ نے خدا کو گواہ کر کے فرمایا: اے اللہ میں نے تیرا حکم پہنچا دیا یا نہیں۔ یہ سن کر
ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ فرمائیے اگر میرے ساتھ زبردستی کی جائے۔ حتیٰ کہ مجھ کو گھسیٹ کر کسی
ایک صف یا جماعت میں شامل کر دیا جائے اور اس کے بعد کوئی شخص اپنی تلوار سے مجھے قتل کر ڈالے یا کوئی
تیر آ کر مجھ کو لگے اور قتل کر دے تو میرا حشر کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا تیرا اور اپنا گناہ قاتل کی گردن پر
ہوگا اور وہی دوزخی ہوگا۔ (شیخین)

(۱۵۰۷) قیس بن ابی حازم روایت فرماتے ہیں کہ جب حضرت عائشہؓ بنو عامر قبیلے کے پانی پر سے
گزریں تو چونکہ شب کے وقت یہاں پہنچی تھیں اس لیے انہوں نے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں تو دریافت
فرمایا کہ اس پانی کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حوأب (عراق میں ایک تالاب کا نام) ہے یہ سن کر فرمایا

(۱۵۰۹) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ مُؤْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَقَالَ إِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ وَإِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ كُنْتُ مَعَهُمْ فَفَتَّشْتُهُ يَعْنِيْ ابْنَ رَوَاحَةَ فَوَجَدْنَا فِيْمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ بِضْعًا وَتِسْعِيْنَ مَا بَيْنَ طَعْنَةٍ وَرَمْيَةٍ (رواه البخاری)

(۱۵۱۰) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ نَعَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيْبَ ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيْبَ ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيْبَ وَعَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (رواه البخاری)

(۱۵۱۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكُمْ مِنْ أَنْمَاطٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَأَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ أَنْمَاطٌ فَأَنَا أَقُوْلُ الْيَوْمَ لِامْرَأَتِيْ نَحِّيْ عَنِّيْ

(۱۵۰۹) حضرت نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ موتہ میں زید بن حارثہ کو امیر لشکر بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ تھا میں نے ان کو یعنی ابن رواحہ کو تلاش کیا تو دیکھا کہ ان کے جسم کے سامنے کے حصہ میں کچھ اوپر نوے زخم نیزوں اور تیروں کے لگے تھے (بخاری)۔

(۱۵۱۰) انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید جعفر اور ابن رواحہ کی شہادت کی اطلاع آنے سے قبل ہی لوگوں کے سامنے یہ تفصیل بیان فرما دی تھی کہ زید نے جھنڈا سنبھالا اور شہید ہو گئے۔ اس کے بعد جعفر نے جھنڈا سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے پھر اس کو عبداللہ بن رواحہ نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے جا رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے اشکہائے غم جاری تھے۔ ان کے بعد اس جھنڈے کو خالد بن ولید نے لیا جو قدرت کی شمشیروں میں ایک شمشیر ہیں اور ان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی۔ (بخاری شریف)۔

(۱۵۱۱) جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہارے پاس جھالر دار منقش چادریں ہیں؟ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ بھلا ایسی چادریں ہمارے پاس کہاں، (مگر ایسا ہوا کہ خوب چادریں ہم کو میسر آگئیں) اور آج جب میں اپنی بی بی سے کہتا ہوں کہ تو اپنی منقش چادریں ہٹا لے

أنماطك فتقول ألم يقل رسول الله صلى الله عليه وسلم إنها ستكون لكم الأنماط (رواه الشيخان)

(۱۵۱۲) عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال بينا أنا نائم أريت أنه وضع في يدي سواران من ذهب فقطعتهما وكرهتهما فأذن لي فنفختهما فطارا فأولتهما كذابين يخرجان بعدي. (رواه الشيخان)

(۱۵۱۳) عن أنس قال كنا مع عمر بين مكة والمدينة فتراءينا الهلال وكنت رجلا حديد البصر فرأيته وليس أحد يزعم أنه رآه غيري فجعلت أقول لعمر أما تراه فجعل لا يراه قال يقول عمر سأراه وأنا مستلق على فراشي ثم أنشأ يحدثنا عن أهل بدر فقال إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرينا مصارع أهل بدر بالأمس يقول هذا مصرع فلان غدا إن شاء الله وهذا مصرع فلان غدا إن شاء الله قال عمر والذي بعثه بالحق ما أخطؤا الحدود

تو وہ یہ جواب دیتی ہے کہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے۔ کیا آپ نے نہیں فرمایا کہ ایسی چادریں آئندہ تمہارے پاس ہوں گی۔ (شیخین)

(۱۵۱۲) ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سو رہا تھا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں مجھے وہ ناگوار ہوئے اور میں نے ان کو توڑ پھینکا ہے۔ مجھے اس کی اجازت دی گئی کہ میں ان کو پھونک مار کر اڑا دوں۔ میں نے ایسا کیا تو وہ اڑ گئے ہیں۔ میں نے اس کی تعبیر یہ دی کہ میرے بعد دو جھوٹے مدعی نبوت کا زور ہوگا (اور وہ قتل کر دیئے جائیں گے)۔ (شیخین)

(۱۵۱۳) انسؓ بیان کرتے ہیں ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کر رہے تھے ہم نے چاند دیکھنے کی کوشش کی۔ میں بہت تیز نظر تھا میں نے سب سے پہلے چاند دیکھ لیا اور میرے سوا کسی اور کو نظر نہ آیا۔ میں عمرؓ سے کہنے لگا کیا آپ کو نظر نہیں آیا۔ کیا آپ کو نظر نہیں آیا۔ مگر ان کو نظر نہیں آتا تھا۔ آخر انھوں نے فرمایا اگر آج نظر نہیں آتا تو کل انشاء اللہ تعالیٰ مجھ کو بستر پر لیٹے لیٹے خود بخود نظر آجائے گا۔ اس کے بعد آپ نے اہل بدر کے واقعات ذکر کرنے شروع کئے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ جو جو شخص ان میں مقتول ہوا ہے آپ ایک دن پہلے ہم کو ہر ایک کا مقتل بتاتے جاتے تھے یہاں فلاں قتل ہوگا اور یہاں فلاں انشاء اللہ تعالیٰ۔ عمرؓ نے قسم کھا کر فرمایا کہ جب معرکہ جنگ سر ہو گیا تو جس کی جو جگہ آپ نے

(۱۵۳۴) عَنْ نِيَارِ بْنِ مُكْرَمٍ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى
الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ فِي بِضْعِ سِنِينَ) فَكَانَتْ فَارِسُ يَوْمَ نَزَلَتْ
هٰذِهِ الْآيَةُ قَاهِرِينَ لِلرُّومِ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يُحِبُّونَ ظُهُورَ الرُّومِ عَلَيْهِمْ لِأَنَّهُمْ
وَإِيَّاهُمْ أَهْلُ كِتَابٍ وَفِي ذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللّٰهِ
يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ) وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تُحِبُّ ظُهُورَ فَارِسَ لِأَنَّهُمْ
وَإِيَّاهُمْ لَيْسُوا بِأَهْلِ كِتَابٍ وَلَا إِيمَانٍ بِبَعْثٍ فَلَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْآيَةَ خَرَجَ
أَبُو بَكْرٍ يَصِيحُ فِي نَوَاحِي مَكَّةَ (الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ
سَيَغْلِبُونَ فِي بِضْعِ سِنِينَ) فَقَالَ نَاسٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ لِأَبِي بَكْرٍ فَذٰلِكَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ
زَعَمَ صَاحِبُكُمْ أَنَّ الرُّومَ سَتَغْلِبُ فَارِسَ فِي بِضْعِ سِنِينَ أَفَلَا نُرَاهِنُكَ عَلَى ذٰلِكَ
قَالَ بَلَى وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيمِ الرِّهَانِ فَارْتَهَنَ أَبُو بَكْرٍ وَالْمُشْرِكُونَ وَتَوَاضَعُوا
الرِّهَانَ وَقَالُوا لِأَبِي بَكْرٍ كَمْ تَجْعَلُ الْبِضْعَ ثَلَاثَ سِنِينَ إِلَى تِسْعِ سِنِينَ فَسَمِّ بَيْنَنَا
وَبَيْنَكَ وَسَطًا تَنْتَهِي إِلَيْهِ قَالُوا فَسَمَّوْا بَيْنَهُمْ سِتَّ سِنِينَ قَالَ فَمَضَتِ السِّتُّ سِنِينَ

(۱۵۳۴) نیار بن مکرم بیان کرتے ہیں کہ جب آیت (الم غلبت الروم الخ) روم کی فتح کی بشارت
لے کر اتری تو اس وقت تک فارس روم پر غالب تھے اور رومی چونکہ اہل کتاب تھے اور مسلمان بھی قرآن پاک
کو مانتے تھے اس اشتراک کی وجہ سے مسلمانوں کی تمنا یہ تھی کہ رومی غالب ہوں اسی کی طرف آیہ یومئذ
یفرح المومنون میں اشارہ ہے۔ اور قریش یہ چاہتے تھے کہ فتح اہل فارس کی ہو کیونکہ یہ دونوں بت پرست
تھے نہ کسی کتاب کے قائل تھے نہ قیامت کو مانتے تھے اس لئے جب فتح روم کی آیت اتری تو حضرت ابوبکرؓ
مکہ مکرمہ کی گلیوں میں چلا چلا کر یہ آیت پڑھ پڑھ کر سناتے جاتے تھے۔ اس پر کچھ مشرکوں نے ابوبکرؓ
سے کہا اچھا تمہارے رسول کا یہ دعوی ہے کہ چند سالوں میں رومی اہل فارس پر غالب آجائیں گے
تو آؤ اسی پر ہماری تمہاری ہار جیت کی بازی ہے۔ انھوں نے فرمایا بہت مناسب یہ بات اس زمانہ کی ہے
جبکہ بازی لگانی حرام نہ تھی۔ بہرحال ابوبکرؓ نے مشرکین سے بازی بدلی اور ایک مال مقرر پر اتفاق ہوگیا جو
جیتے وہ اس کو لے لے۔ مشرکوں نے ابوبکرؓ سے کہا کہ بضع کا لفظ عربی میں تین سے نو تک اطلاق ہوتا ہے
اس لئے آؤ اس کے درمیان کی ایک مدت مقرر کر لیں تو چھ سال کی مدت مقرر ہو گئی جب اس مدت
میں رومیوں کو فتح نہ ہوئی تو حسب قرارداد بازی کا مال مشرکوں نے وصول کر لیا پھر جب ساتواں سال
شروع ہوا تو رومی فارس پر غالب آگئے اور جب جنگ کی ان کو فتح نصیب ہو گئی۔ اس پر مسلمانوں نے

قبل أن يظهروا فأخذ المشركون رهن أبي بكر فلما دخلت السنة السابعة ظهرت الروم على فارس فعاب المسلمون على أبي بكر تسمية ست سنين قال لأن الله تعالى قال في بضع سنين قال وأسلم عند ذلك ناس كثير. رواه الترمذي وقال هذا حديث حسن صحيح غريب لا نعرفه إلا من حديث عبد الرحمن بن أبي الزناد

(١٥٣٥) عن أبي هريرة قال يقولون إن أبا هريرة يكثر الحديث والله الموعد ويقولون ما للمهاجرين والأنصار لا يحدثون مثل أحاديثه وإن إخوتي من المهاجرين كان يشغلهم الصفق بالأسواق وإن إخوتي من الأنصار كان يشغلهم عمل أموالهم وكنت امرأ مسكينا ألزم رسول الله صلى الله عليه وسلم على ملء بطني فأحضر حين يغيبون وأعي حين ينسون وقال النبي صلى الله عليه وسلم يوما لن يبسط أحد منكم ثوبه حتى أقضي مقالتي هذه ثم يجمعه إلى صدره فينسى من مقالتي شيئا أبدا فبسطت نمرة ليس علي ثوب غيرها حتى قضى

ابوبکر نے شرط جیت لی۔ آپ نے یہ مدت کیوں مقرر فرمائی تھی جبکہ بضع کا لفظ نو تک استعمال ہوتا ہے
راوی کہتا ہے کہ جب حسب پیشگوئی مدت سے سال کو فتح حاصل ہو گئی تو یہ دیکھ کر اسی دن بہت سے مشرک
اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئے۔

(۱۵۳۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ ابوہریرہ حدیثیں بہت بیان کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ آخر یہ دوسرے مہاجرین اور انصار ان کی طرح احادیث کیوں نہیں بیان کرتے۔ بات یہ تھی کہ میرے دوسرے مہاجر بھائیوں کو بازاروں میں خرید و فروخت کرنا مصروف و مشغول رکھتا تھا اور میرے انصار بھائیوں کو اپنے مال، جانوروں کا کاروبار مصروف رکھتے تھے۔ میں ایک نادار انسان تھا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چمٹا رہتا تھا اس امید پر کہ آپ ہی مجھے پیٹ بھر کھانا کھلا سکتے ہیں۔ تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے وقت موجود ہوتا تھا جب دوسرے لوگ وہاں نہ ہوتے تھے اور میں ہی آپ کی باتیں یاد رکھتا تھا جب کہ دوسرے لوگ ان کو بھول جاتے تھے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص بھی اپنا کپڑا اس وقت تک پھیلائے رکھے گا جب تک میں اپنی

(۱۵۳۵) اس روایت کے لفظوں میں اختلاف ہے لیکن جو بات مجموعہ الفاظ و روایات سے متبع ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان صرف اس وقت کی حدیث پر نہیں بلکہ عمر بھر کی حدیثوں پر حاوی تھا اور اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ آج بھی صحابہ میں سے منقول حدیثوں کی فہرست میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام بلا اختلاف کثیر الحدیث صحابہ کی پہلی فہرست میں شمار ہوتا ہے۔

سقي السحاب عسكر العلاء بن الحضرمي وعبورهم الخليج بدون السفينة

(١٥٣٦) قال أبو هريرة رضي الله تعالى عنه بعث العلاء بن الحضرمي في جيش فكنت فيهم فأتينا البحرين فسلكنا مفازة فعطشنا عطشا شديدا حتى خفنا الهلاك فنزل العلاء فصلى ركعتين ثم قال يا حليم يا عليم يا علي يا عظيم اسقنا فجاءت سحابة كأنها جناح طائر فقعقعت علينا وأمطرتنا حتى ملأنا الآنية وسقينا الركاب ثم انطلقنا حتى أتينا الخليج من البحر ما خيض قبله ولا خيض بعده فلم نجد سفنا فصلى العلاء ركعتين ثم قال يا حليم يا عليم يا علي يا عظيم أجزنا ثم أخذ بعنان فرسه ثم قال بسم الله جوزوا قال أبو هريرة فمشينا على الماء فوالله ما ابتل لنا قدم ولا خف ولا حافر وكان الجيش أربعة آلاف (رواه ... عن ... سبح وص. وذكر القصة الحافظ ابن تيمية في اقتضاء صراط المستقيم ص٣٤٢)

علاء بن الحضرمی کے لشکر کو بادل کا سیراب کرنا اور بغیر کشتی کے خلیج عبور کر جانا

(١٥٣٦) ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ علاء بن حضرمی بحرین کی طرف ایک لشکر لیکر جا رہے تھے جس میں میں بھی شریک تھا ہمارا راستہ ایک ایسے بے آب جنگل سے تھا جس میں ہم کو سخت پیاس لگی یہاں تک کہ ہم کو موت کا خطرہ ہونے لگا پانی کا کہیں ایک قطرہ نہ تھا تو علاء بن حضرمی نے نیچے اتر کر دو رکعت نماز ادا کی اور دعا مانگی اے حلیم اے علیم اے علی اے عظیم ہم کو تو سیراب فرما دیجئے فوراً ایک ابر سا بادل ایک طرف سے اٹھا جو دیکھنے میں تو پرندہ کا ایک بازو کی طرح تھا پھر وہ گرجا اور ہمارے اوپر برسا اور کھل کر برسا یہاں تک کہ ہم نے اپنے پانی کے سب برتن بھر لئے اور اپنی سواریوں کو بھی خوب پانی پلا لیا۔ اس کے بعد ہم چلے تو ایک ایسی خلیج میں ہمارا گذر ہوا کہ ایسا پانی ہم نے کبھی پہلے عبور کیا تھا نہ اس کے بعد عبور کیا کسی کشتی کا وہاں پتہ تک نہ مل سکا پھر انھوں نے اتر کر یوں دعا مانگی اے بردباری والے اے سب کا علم رکھنے والے اے سب سے بلند اور اے سب سے بزرگ ہم کو پناہ دے اور ہم کو دریا پار کرا دے۔ اگر یہاں آزا یعنی اجزنا بھی پھر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑی اور کہا بسم اللہ کہہ کر پار ہو جاؤ (اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل لفظ اجزنا آیا ہے) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم پانی کے اوپر اوپر چلنے لگے، خدا کی قسم ہمارا قدم نہ کسی اونٹ کا خف نہ کسی جانور کا کھر تک ذرا تر ہوا اور پورا لشکر چار ہزار آدمیوں کا تھا۔

المشي على الماء

(١٥٣٧) عن مطرف بن عبد الله بن أبي مصعب المدني قال حدثني محمد بن ثابت عن عمر بن ثابت البصري قال دخلت في أذن رجل من أهل البصرة بعوضة حتى وصلت إلى صماخه فأنصبته وأسهرته ليله ونهاره فقال له رجل من أصحاب الحسن البصري يا هذا أدع بدعاء العلاء بن الحضرمي صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي دعا به في المفازة وفي البحر فخلصه الله تعالى فقال ما هو يرحمك الله فقال قال أبو هريرة رضي الله تعالى عنه بعث العلاء بن الحضرمي في جيش كنت فيهم إلى البحرين فسلكنا مفازة فعطشنا عطشا شديدا حتى خفنا الهلاك فنزل العلاء وصلى ركعتين ثم قال يا حليم يا عليم يا علي يا عظيم أسقنا فجاءت سحابة كأنها جناح طائر فقعقعت علينا وأمطرت حتى ملأنا الآنية وسقينا الركاب ثم انطلقنا حتى أتينا على خليج

پانی پر چلنا

(١٥٣٧) مطرف بن عبد اللہ بن ابی مصعب مدنی کہتے ہیں کہ عمر بن ثابت بصری سے روایت کی ہے کہ ایک بصری شخص کے کان میں مچھر گھس گیا اور کان کے اندرونی حصہ تک جا پہنچا جس سے اس کو بہت تکلیف ہوئی اور شب و روز جاگتے رہے۔ ان سے حسن بصریؒ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ اے شخص علاء بن حضرمی کی دعا پڑھو اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا فخر حاصل تھا اسی دعا کی بدولت انھوں نے خشکی اور تری کی مشکلات پر قابو پایا اور اللہ تعالی نے بڑی مصیبت سے نجات دلائی۔ اس شخص نے دریافت کیا وہ دعا کیا ہے خدا تم پر رحم فرمائے۔ انھوں نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ علاء بن حضرمی ایک لشکر کے ساتھ روانہ کئے گئے اور میں بھی ان کے ہمرکاب تھا اور یہ لشکر بحرین کی طرف جا رہا تھا اور ہم سب جنگلات طے کرتے ہوئے جا رہے تھے اور سخت پیاس میں مبتلا ہوئے حتی کہ ہلاکت کا اندیشہ ہو گیا۔ اس کے بعد علاء اترے اور دو رکعت نماز ادا کی پھر یہ دعا کی یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم ہم کو سیراب فرما۔ یہ کہنا تھا کہ ایک بادل نمودار ہوا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پرندے کے پر کی طرح ہم پر سایہ کئے ہوئے ہے پھر گرج کر برسا اور ہم نے اپنے برتن بھر لئے

من بحر ما خيض قبله ولا خيض بعده فلم يجدوا سفنا فصلى العلاء ركعتين ثم قال
يا حليم يا عليم يا علي يا عظيم أجزنا ثم أخذ بعنان فرسه ثم قال بسم الله جوزوا
قال أبو هريرة رضي الله تعالى عنه فمشينا على الماء فوالله ما ابتل لنا قدم ولا خف
ولا حافر وكان الجيش أربعة آلاف، ذكره الشيخ الإمام العلامة أبو بكر محمد بن الوليد
الفهري الطرطوشي ويعرف بابن أبي رندقة كما نقل العلامة الدميري في مادة ب ع وض : و
ذكره الحافظ ابن تيمية في اقتضاء الصراط المستقيم ص [illegible] ورواه البيهقي عن أنس رضي الله عنه
في حديثه قال أدركت في هذه الأمة ثلاثا، كما سيجيئ تفصيله عند بيان كرامة هذه الأمة
في إحياء الميت. فذكر عن أنس :-

قال: ثم بعث عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه جيشا واستعمل عليهم
العلاء بن الحضرمي قال أنس رضي الله عنه كنت في غزاته فأتينا مغازينا فوجدنا
القوم قد بدروا بنا فعفوا آثار الماء والحر شديد فجهدنا العطش ودوابنا وذلك
يوم الجمعة فلما مالت الشمس لغروبها صلى بنا ركعتين ثم مد يده إلى السماء وما نرى
في السماء شيئا قال فوالله ما حط يده حتى بعث الله ريحا وأنشأ سحابا وأفرغت

اور انہی سواریوں کو پانی پلایا اور سوار ہوگئے۔ چلتے چلتے ایک خلیج پر پہنچے جس کو نہ پہلے پار کیا گیا اور نہ بعد میں
اور نہ وہاں کوئی کشتی تھی لہذا حضرت علاء نے دو رکعت نماز پڑھی پھر دعا مانگی یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم
ہم کو اس دریا سے پار کردے پھر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا آؤ اللہ کا نام لیکر پار ہو جاؤ۔ ابوہریرۃ
فرماتے ہیں کہ ہم پانی پر چل رہے تھے اور ہمارا قدم تک تر نہ ہوا اور نہ ہمارے اونٹوں اور گھوڑوں کے پیر
پانی میں بھیگے اور لشکر کی تعداد چار ہزار تھی۔ امام علامہ ابوبکر محمد بن ولید فہری طرطوشی نے بھی یہ مضمون
علامہ دمیری سے ب ع وض کے مادہ میں نقل کیا ہے اور حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی اپنی کتاب اقتضاء الصراط
المستقیم میں اس کا تذکرہ کیا ہے بیہقی نے حضرت انسؓ سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس کی تفصیل اس
امت کی کرامت کے ذیل میں آئندہ آئے گی۔

حضرت انسؓ کی روایت اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر بنایا اور اس کی قیادت
علاء بن حضرمی کے سپرد کی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی اسی لشکر میں تھا جب ہم میدان کارزار پر
پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ دشمن نے پہلے ہی سے پانی کے نشانات مٹا دیئے، وہ بڑی سخت گرمی پڑ رہی تھی
پیاس سے ہماری اور ہمارے جانوروں کی بری حالت تھی جمعہ کا دن تھا جب سورج کے غروب ہونے

حتى ملأت الغدر والشعاب فشربنا وسقينا ركابنا واستقينا ثم أتينا عدونا وقد جاوزوا خليجا في البحر إلى الجزيرة فوقف على الخليج وقال يا علي يا عظيم يا حليم يا كريم ثم قال أجيزوا بسم الله قال فأجزنا ما يبل الماء حوافر دوابنا فلم نلبث إلا يسيرا فأصبنا العدو عليه فقتلنا وأسرنا وسبينا ثم أتينا الخليج فقال مثل مقالته فأجزنا ما يبل الماء حوافر دوابنا ثم ذكر قصة موته ودفنه وحفر قبره وفسحته مد البصر وامتلائه نورا.

ثم قال البيهقي وقد روي عن أبي هريرة في قصة العلاء بن الحضرمي في استسقائه ومشيهم على الماء دون قصة الموت بنحو من هذا وذكر البخاري في التاريخ لهذه القصة إسنادا آخر وقد أسنده ابن أبي الدنيا عن أبي كريب وقد ذكره الحافظ ابن تيمية إجمالا في كتاب النبوات ص ۲۶۰

وقت نزدیک ہوا تو حضرت علاء نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر اپنا ہاتھ آسمان کی جانب پھیلایا۔ اس وقت آسمان پر بادل وغیرہ بالکل نہ تھے۔ ہم قریب تھے ہی کہ ہاتھ نیچا نہ کرنے پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوائیں چلانی شروع کر دیں اور بادل نمودار ہوئے اور خوب برسے اور اس سے تالاب اور نالے بھر گئے پھر ہم نے پانی پیا اور اپنی سواریوں کو بھی پانی پلایا اور سیراب ہو گئے۔ پھر ہم نے دشمن پر چڑھائی کی اور وہ خلیج سے گزر کر جزیرے تک پہنچ گئے تھے پھر حضرت علاء خلیج کے پاس ٹھہر گئے اور یہ دعا کی یا علی یا عظیم یا حلیم یا کریم پھر فرمایا کہ بسم اللہ کہہ کر پار کرو اور ہم پار ہو گئے۔ پانی سے ہمارے جانوروں کے سم تک تر نہ ہوئے۔ تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ ہم نے دشمن کو جا لیا اور کچھ تو قتل کر ڈالے اور کچھ کو قیدی بنا لیا۔ پھر لوٹتے ہوئے اسی خلیج پر دوبارہ آئے اور حضرت علاء نے وہی کلمات دہرائے اور ہم نے خلیج کو عبور کر لیا اور ہمارے سواری کے جانوروں کے سم تر نہ ہوئے تھے۔ پھر راوی نے ان کی موت اور ان کے دفن کرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی ان کی قبر کھودنے اور اس کی کشادگی اور نور سے بھرپور ہونے کا بھی واقعہ بیان کیا ہے۔

بیہقیؒ نے کہا ہے کہ علاء بن حضرمی کے قصے میں یہ روایت ابوہریرہؓ سے بھی نقل کی گئی ہے اور اس میں بھی سیراب ہونے اور پانی پر چلنے کا ذکر ہے لیکن ان کی موت کا ذکر نہیں ہے۔ واقعہ کی تفصیل تو قریب قریب ملتی جلتی ہے۔ امام بخاریؒ نے تاریخ میں اس واقعہ کو دوسری سند سے بھی ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے کتاب النبوات میں اجمالی طور پر صفحہ ۲۶۰ پر نقل کیا ہے۔

تسخیر الریح لعمر بن الخطاب

(١٥٣٨) عن نافع عن ابن عمر أن عمر رضي الله عنه وجّه جيشا وولّى عليهم رجلا يقال له سارية قال فبينما عمر يخطب فجعل ينادي يا ساريةُ الجبلَ يا ساريةُ الجبلَ ثلاثا ثم قدم رسول الجيش فسأله عمر فقال يا أمير المؤمنين هُزمنا فبينما نحن كذلك إذ سمعنا مناديا يا ساريةُ الجبلَ ثلاثا فأسندنا ظهورنا بالجبل فهزمهم الله قال فقيل لعمر رضي الله عنه إنك كنت تصيح بذلك (رواه عبد الله بن وهب وقال الحافظ ابن كثير هذا اسناد جيد حسن) وقد ذكره الحافظ ابن تيمية اجمالا في كتاب النبوات متفقا وذكر سيف عن مشائخه ان سارية بن زنيم قصد فسا ودار ابجرد فاجتمع له جموع من الفرس والاكراد عظيمة ودهم المسلمين منهم امر عظيم وجمع كثير فرأى عمر رضي الله عنه۔

فاروق اعظمؓ کے لئے ہوا کا مطیع ہو جانا

(١٥٣٨) نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک فوج کہیں روانہ کی اور اس پر ایک شخص کو جن کا نام ساریہ تھا امیر بنایا۔ کہتے ہیں کہ ایک بار جب حضرت عمرؓ منبر پر جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ یکایک پکار کر کہنے لگے کہ اے ساریہ ذرا اس پہاڑ کا رخ لو۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی (پھر بدستور خطبہ وغیرہ ہوا کیا۔ کچھ عرصہ بعد) اس فوج کی طرف سے ایک قاصد آیا تو اس سے حضرت عمرؓ نے حالات جنگ دریافت کئے وہ کہنے لگا کہ اے امیر المومنین ہم جنگ میں ہار کے بھاگنے لگے تھے کہ اتنے میں ہم نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جس نے تین بار کہا اے ساریہ اس پہاڑ کی آڑ لو ہم نے اسی پہاڑ کی طرف پیٹھ کر لی اور لڑے بس پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دیدی۔ راوی کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ ہاں اللہ آپ ہی نے تو اس دن پکار کر یہ الفاظ کہے تھے۔ (ابن کثیر)

جری النیل وکتاب عمرؓ الیہ

(۱۵۳۹) حدثنا عثمان حدثني ابن لهيعة عن قيس بن الحجاج قال لما افتتحت مصر
أتى أهلها عمرو بن العاص حين دخل بؤنة من أشهر العجم فقالوا أيها الأمير
لنيلنا هذا سنة لا يجري إلا بها قال وما ذاك قالوا إذا كانت ثنتي عشرة ليلة
خلت من هذا الشهر عمدنا إلى جارية بكر من أبويها فأرضينا أبويها وجعلنا عليها
من الحلي والثياب أفضل ما يكون ثم ألقيناها في هذا النيل فقال لهم عمرو إن
هذا مما لا يكون في الإسلام إن الإسلام يهدم ما قبله قال فأقاموا بؤنة و
أبيب ومسرى والنيل لا يجري قليلا ولا كثيرا حتى هموا بالجلاء فكتب عمرو إلى
عمر بن الخطاب بذلك فكتب إليه إنك قد أصبت بالذي فعلت وإني قد بعثت
إليك ببطاقة داخل كتابي فألقها في النيل فلما قدم كتابه أخذ عمرو البطاقة
فإذا فيها من عبد الله عمر أمير المؤمنين إلى نيل أهل مصر أما بعد فإن كنت إنما
تجري من قبلك ومن أمرك فلا تجر فلا حاجة لنا فيك وإن كنت إنما تجري بأمر

حضرت عمر فاروقؓ کے دیے ہوئے نیل کے نام فرمان اور اس کا جاری ہو جانا

(۱۵۳۹) بہ طریق ابن لہیعہ قیس بن الحجاج سے روایت ہے کہ جب مصر فتح ہو گیا تو لوگ عمرو بن العاص
کے پاس آئے اور جب عجم کے بؤنہ کا مہینہ آنے کا وقت آیا تو انھوں نے کہا اے امیر المومنین جب
یہاں تھا دریائے نیل ہماری روایت کے مطابق وہ بہتی رسم ان ہی دستور کے مطابق ادا کیے بغیر نہیں چلتا
عمرو بن العاصؓ نے دریافت کیا وہ رسم کیا ہے انھوں نے کہا جب مہینے کی ۱۲ تاریخ ہو جاتی ہے تو ہم
ایک باکرہ لڑکی کے والدین کو راضی کر کے اس کو زیورات و لباس سے خوب آراستہ کرتے ہیں پھر اس کو دریائے نیل
میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ سنکر عمرو بن العاصؓ نے فرمایا یہ مکروہ رسم اسلام برداشت نہیں کر سکتا اور اسلام
سے پہلے کی جملہ رسوم بد جتنی ہیں وہ سب ختم ہو گئیں آخر جب رسم پوری کرنے کا دن آیا تو دریائے نیل میں تھوڑا
پانی بھی باقی نہ رہا لوگوں نے وہاں سے چلے جانے کا ارادہ کر لیا اس پر عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ
کو یہ خبر لکھ بھیجا انھوں نے اس مضمون کا خط جواباً ارسال فرمایا تم نے ٹھیک وہ بالکل درست کیا ۔
بیشک اسلام میں یہ رسم ناقابل برداشت ہے میں تمہارے پاس ایک خط بھیج رہا ہوں میرے اس خط کو

الواحد القهار وهو الذي يجريك فنسأل الله تعالى أن يجريك قال فألقى البطاقة في النيل فأصبحوا يوم السبت وقد أجرى النيل ستة عشر ذراعا في ليلة واحدة وقطع الله تلك السنة عن أهل مصر إلى اليوم ۔

كون النار بردا وسلاما

(۱۵۳۰) عن شرحبيل بن مسلم أن الأسود بن قيس ذي اليمن وكان الأسود جبارا فبعث إلى أبي مسلم الخولاني فأتاه فقال له أتشهد أني رسول الله فقال لا أسمع فقال له أتشهد أن محمدا رسول الله قال نعم فردد ذلك عليه مرارا فأمر بنار عظيمة فأضرمت ثم أمر بإلقاء أبي مسلم فيها فلم تضره فأنجاه الله تعالى حتى ألقي فيها فقيل له أخرجه عنك من أرضك لئلا يفسد عليك أتباعك فأخرجه فقدم

اسے نیل میں ڈال دینا جب وہ خط عمرو بن عاص کے پاس پہنچا دیکھا تو اس میں یہ مضمون تھا یہ خط ہے ایک اللہ کے بندہ کی طرف سے دریائے نیل کے نام، وہ شخص تمام مسلمانوں کا امیر مقرر ہوا ہے۔ اما بعد اے دریا نیل اگر تو چلتا ہے اپنے ارادہ سے چڑھا کر۔ بدستور چڑھ ہم کو تیری کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر ایک اللہ واحد قہار کے ارادہ سے چڑھا کرتا ہو وہی تجھ کو جاری کیا کرتا ہو تو ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ تجھ کو پھر جاری کر دے چنانچہ حسب الحکم یہ خط دریائے نیل میں ڈال دیا گیا تو ایک ہی شب کے اندر دریائے نیل میں سولہ سولہ گز پانی آ گیا اور بس وہ دن ہے اور آج کا دن کہ اللہ تعالیٰ نے اس دستور کو مصر والوں سے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

آگ کا ٹھنڈک اور سلامتی بن جانا

(۱۵۴۰) شرحبیل بن مسلم سے روایت ہے کہ اسود بن قیس یمن کی طرف چلا اور یہ بڑا ظالم شخص تھا اس نے شرحبیل بن مسلم کو پکڑ بلایا، جب آئے تو اس کمبخت نے کہا کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں ابو مسلم نے کہا (ایسی خرافات) میں سنتا بھی نہیں (جواب تو کیا دوں) پھر اس نے کہا اچھا تو یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ انھوں نے کہا بیشک میں اس کی گواہی دیتا ہوں پھر تو کئی بار یہی کرتا رہا آخر اس نے ایک بڑی جگہ ان کے لئے جو اکر اس میں آگ روشن کی پھر حکم دیا کہ ابو مسلم کو اس میں جھونک دو عجیب بات ہے کہ ابو مسلم جب اس آگ میں ڈالے گئے تو ان پر اس کا اثر ذرا بھی نہ ہوا جب ان کو نقصان نہ پہنچا تو ابو مسلم نے اس انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور پھر

الى المدينة وقد توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم واستخلف ابو بكر فاناخ راحلته
بباب المسجد ثم دخل المسجد فقام يصلي الى سارية فبصر به عمر فقام اليه
فقال ممن الرجل قال من اهل اليمن قال ما فعل الذي حرقه الكذاب قال
ذاك عبد الله بن ثوب قال نشدتك بالله انت هو قال اللهم نعم فاعتنقه
ثم بكى ثم ذهب به حتى اجلسه بينه وبين ابي بكر فقال الحمد لله الذي
لم يمتني حتى اراني في امة محمد صلى الله عليه وسلم من فعل به كما فعل بابراهيم
خليل الرحمن ثم خرج فيروز الديلمي على الاسود فقتله وجاء الخبر الى رسول الله
صلى الله عليه وسلم بقتله وهو في مرض موته فخرج فاخبر اصحابه بذلك فقال قتل
الاسود العنسي الليلة قتله رجل صالح من قوم صالحين وقصته مشهورة وكذلك
قصة مسيلمة الكذاب وقصتا هذين الكذابين ذكره الحافظ ابن تيمية وتخريجه في
الخصائص ج ۲ الجواب الصحيح ص ۱۴۲ ج ۲ وكتاب النبوات ص ۲

عاجز آگئے ان کے متعلق یہ حکم دیا کہ ان کو شہر سے باہر نکال دو تاکہ ہمارے دوسرے ہم مذہبوں کو یہ شخص
خراب نہ کرے چنانچہ ان کو باہر نکال دیا گیا۔ ابو مسلم جب مدینہ منورہ آئے تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی وفات ہو چکی تھی اور ابو بکرؓ خلیفہ تھے یہ مسجد نبوی کے پاس آئے اور اپنی سواری دروازہ پر بٹھا کر سب سے
پہلے مسجد میں گھس کر ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے ان کو حضرت عمرؓ نے دیکھ پایا تو اٹھ کر ان سے
پوچھنے لگے تم کہاں کے باشندے ہو؟ وہ بولے یمن کا۔ اس پر انھوں نے یہ سوال فرمایا جس شخص کو اسود عنسی نے جلایا
تھا تم کو اس کی کچھ خیر و خبر ہے؟ انھوں نے کہا اچھا وہ عبد اللہ بن ثوب۔ انھوں نے فرمایا تم کو خدا کی قسم سچ بتاؤ
وہ تم ہی تو نہیں تھے انھوں نے کہا جی ہاں میں ہی تھا پھر کیا تھا مارے خوشی کے انھوں نے اپنے سینے سے لگا لیا
اور بہت روئے پھر ان کو لیجا کر اپنے اور ابو بکرؓ کے درمیان لے کر بیٹھے اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اس وقت تک مجھ کو
موت نہ دی جب تک کہ امت محمدیہ میں بھی ایک شخص ایسا نہ دکھا دیا جس کے ساتھ وہی سلوک
نہ کیا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ ہوا تھا۔ پھر فیروز دیلمی نے اسود پر حملہ کر کے اس کو ہلاک کر ڈالا
اور اس کے قتل کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت پہنچی جبکہ آپ اپنی زندگی کے آخری
لمحات میں تھے ادھر یہ مرا ادھر آپ نے صحابہ کو اس کے جہنم واصل ہو جانے کی خوشخبری دی کہ آج
ہی کی شب میں یہ بدبخت کی موت واقع ہو گئی۔ اسی طرح بعد میں مسیلمہ کذاب کی خبر قتل ملی اور
یہ دونوں شخص ان کذابین میں تھے جن کی خبر آپ نے پہلے ہی دے دی تھی۔

مرور أبي مسلم الخولاني مع عسكره على الماء ودعائه

(١٥٤١) عن أبي مسلم الخولاني أنه كان يغزو أرض الروم فمروا بنهر فقال أجيزوا بسم الله قال ويمر بين أيديهم فمروا بالنهر الماء فما يبلغ من الدواب إلا إلى الركب أو في بعض ذلك أو قريبا من ذلك قال فلما جازوا قال للناس هل ذهب لكم شيء من ذهب له شيء فأنا ضامن قال فألقى مخلاة عمدا فلما جاوزوا قال الرجل مخلاتي وقعت في النهر فقال له اتبعني فإذا المخلاة قد تعلقت ببعض أعواد النهر فقال خذها رواه ابن عساكر (البداية ص [illegible]) -

(١٥٤٢) عن سليمان بن المغيرة أن أبا مسلم الخولاني جاء إلى دجلة وهي ترمي بالخشب من مدها فمشى على الماء والتفت إلى أصحابه وقال هل تفقدون من متاعكم شيئا فندعو الله عز وجل - رواه الحافظ ابن كثير عن الحافظ البيهقي هذا إسناد صحيح - البداية والنهاية ص [illegible]

ابو مسلم خولانی کا اپنے لشکر کے ساتھ پانی پر سے گزرنا اور دعا فرمانا

(١٥٤١) ابو مسلم خولانی غزوہ روم کے لئے روانہ ہوئے اور ان کا ایک نہر پر گزر ہوا تو اپنے لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا چلو بسم اللہ پار چلو۔ لوگ گزرنے لگے تو ان کے گھوڑوں کے گھٹنوں تک پانی رہا۔ جب سب پار اتر گئے تو انہوں نے فوج سے پوچھا کہ کسی کی کوئی چیز گم تو نہیں ہوئی۔ اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو تو میں اس کا ضامن ہوں۔ راوی کہتا ہے ایک شخص نے قصداً اپنا ایک توبڑہ دریا میں ڈال دیا اور کہا کہ میرا توبڑا نہیں ملتا کہیں پانی میں گر گیا ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ میرے پیچھے آؤ۔ دیکھا تو وہ توبڑا نہر کے کنارے نہر کی لکڑیوں میں اٹکا ہوا ہے۔ فرمایا لو اپنا توبڑا لو۔

(١٥٤٢) سلیمان بن المغیرہ روایت کرتے ہیں کہ ابو مسلم خولانی دریائے دجلہ کے پاس تشریف لائے اور دریا میں پر جوش آ جانے کی وجہ سے لکڑیاں بہہ کر آ رہی تھیں تو وہ خود دریا کی سطح پر چل کر آئے اور اپنے ساتھیوں کی طرف مخاطب ہو کر بولے کیا تم میں سے کسی کا کوئی مال گم تو نہیں ہوا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

عبور دجلة بدعاء رجل من المسلمين منهم

(۱۵۳۳) عن الأعمش عن بعض أصحابه قال انتهينا إلى دجلة وهي مادة والأعاجم خلفها فقال رجل من المسلمين بسم الله ثم اقتحم بفرسه فارتفع على الماء فقال الناس بسم الله ثم اقتحموا فارتفعوا على الماء فنظر إليهم الأعاجم وقالوا ديوان ديوان ثم ذهبوا على وجوههم قال فما فقد الناس إلا قدحا كان معلقا بعذبة سرج فلما خرجوا أصابوا الغنائم فاقتسموها فجعل الرجل يقول من يبادل صفراء ببيضاء. رواه البيهقي البداية والنهاية ج ٦

إدخال أبي تميم النار حتى أدخل في الشعب

(۱۵۳۴) عن معاوية بن حرمل قال خرجت نار بالحرة فجاء عمر إلى تميم الداري فقال قم إلى هذه النار قال يا أمير المؤمنين ومن أنا وما أنا قال فلم يزل به

ایک مسلمان کی دعا سے پوری جماعت کا دریائے دجلہ کو بغیر کسی کشتی کے عبور کر جانا

(۱۵۳۳) اعمش اپنے بعض رفقاء سے نقل کرتے ہیں کہ جب ہم نہر دجلہ کے کنارے پہنچے تو مسلمانوں کے میر نے آگے بڑھ کر بسم اللہ کہہ کر اپنے گھوڑے کو پانی میں ڈال دیا عجیب تماشہ نظر آیا کہ گھوڑا جانور کی طرح پانی کے اوپر چلنے لگا پھر تو اور لوگوں نے بھی بسم اللہ کہہ کر اپنے اپنے گھوڑے پانی میں ڈال دیئے اور سب کے سب اسی طرح پانی کے اوپر تیرتے چلے گئے عجمی اصحاب نے یہ ماجرا دیکھا تو دیکھتے رہ گئے کہ دیو دیو، دشمن ہی بھاگ گئے پھر واپس آکر بیٹھ گئے کہ پانی میں کسی کا کچھ گم نہ ہوا مگر صرف ایک پیالہ تھا جو کہیں گھوڑے کی زین میں لٹکا ہوا تھا جب پانی سے باہر آگئے تو سب نے مال غنیمت تقسیم کیا اور ہم سونے اور چاندی کی خرید و فروخت کرنے میں مشغول ہو گئے۔

ابو تمیم کا آگ کو دھکیل کر گھاٹی میں داخل کر دینا

(۱۵۳۴) معاویہ بن حرمل بیان کرتے ہیں کہ مقام حرہ میں آگ نمودار ہوئی تو عمرؓ نے تمیم داری کے پاس آکر حکم فرمایا کہ دیکھو آگ نکل رہی ہے اس کی طرف جاکر اس کو ہٹا دو۔ انھوں نے عرض کی کہ امیر المومنین میری ہستی کیا ہے اور میں اس قابل کہاں ہوں، وہ اصرار فرماتے ہی رہے آخر ان کے ساتھ اٹھ کر چل دیئے

حتى قام معه قال وتبعتهما فانطلقا إلى الحرة فإذا نار تخرج فجعل تميم يحوشها بيده حتى دخلت الشعب ودخل تميم خلفها قال فجعل عمر يقول ليس من رأى كمن لم ير قالها ثلاثا

رواه البيهقي وأبو نعيم والحافظ ابن كثير في كتابه البداية والنهاية ص ۱۵۳

احياء الموتى

(۱۵۳۵) عن أنس رضي الله تعالى عنه قال أدركت في هذه الأمة ثلاثا لو كانت في بني إسرائيل لما تقاسمها الأمم قلنا وما هي يا أبا حمزة قال كنا في الصفة عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فأتته امرأة مهاجرة ومعها ابن لها قد بلغ فأضاف المرأة إلى النساء وأضاف ابنها إلينا فلم يلبث أن أصابه وباء المدينة فمرض أياما ثم قبض فغمضه النبي صلى الله عليه وسلم وأمر بجهازه فلما أردنا أن نغسله قال يا أنس ائت أمه فأعلمها فأعلمتها قال فجاءت حتى جلست عند قدميه فأخذت

اور یہ بھی ساتھ ساتھ ہو لیا اور یہ دونوں آگ کی طرف بڑھتے رہے تو تمیم داری اس آگ کو دھکے دے رہے تھے۔ آخر وہ آگ ایک گھاٹی میں جا گھسی اور تمیم داری تھے کہ اس کے پیچھے لگے رہے۔ اس پر عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص کسی بات کو بچشم خود دیکھے وہ اس کی برابر نہیں ہو سکتا جو خود مشاہدہ نہ کرے تین بار یہ کلمات فرمائے۔ (البدایۃ والنہایۃ ص ۱۵۳)

مُردوں کا زندہ کرنا

(۱۵۳۵) انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس امت میں تین خصوصیات دیکھی ہیں اگر وہ بنی اسرائیل میں ہوتیں تو وہ امتوں میں بٹ جاتیں۔ ہم نے ان کی کنیت ابو حمزہ پکار کر کہا کہ ان کو ہمیں بھی بتلایئے۔ انہوں نے کہا ہم اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صفہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا ایک عورت اپنے ساتھ ایک اپنا بچہ لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ بلوغ تک پہنچ چکا تھا۔ آپ نے اس عورت کو مستورات کا مہمان بنا دیا اور اس کے بیٹے کو ہماری مہمانی میں دیدیا۔ ابھی کچھ دیر نہ لگی ہوگی کہ مدینہ میں اس کو ایک وبائی بیماری لگ گئی تو کچھ دن تو وہ مرض کا بیمار پڑا رہا اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کی آنکھیں بند کیں اور اس کی تجہیز و تکفین کا حکم فرمایا۔ جب ہم نے اس کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا اے انس اس کی والدہ کے پاس جاؤ۔ ان کو مطلع کردو۔ انسؓ کہتے ہیں

۱: البدایۃ والنہایۃ [illegible]

بهما ثم قالت اللهم إني أسلمت لك طوعا وخالفت الأوثان زهدا وهاجرت لك رغبة اللهم لا تشمت بي عبدة الأوثان ولا تحملني من هذه المصيبة ما لا طاقة لي بحمله قال فوالله ما انقضى كلامها حتى حرك قدميه وألقى الثوب عن وجهه وعاش حتى قبض الله رسوله صلى الله عليه وسلم وحتى هلكت أمه. رواه البيهقي من طريق عيسى بن يونس عن عبد الله بن عون عن أنس ورواه عن أبي سعيد الماليني وفيه أن أم السائب كانت عجوزا عمياء وقد روي من وجه آخر مرسلا يعني منقطعا وأخرجه ابن أبي الدنيا متصلا أيضا. البداية والنهاية ج٦ ص١٥٤

قصة رجل من اليمن وإحياء حماره له بدعائه ربه عز وجل

(۱۴۳۵) عن أبي النخعي قال أقبل رجل من اليمن فلما كان ببعض الطريق نفق حماره فقام فتوضأ ثم صلى ركعتين ثم قال اللهم إني جئت من الدثينة مجاهدا في سبيلك وابتغاء مرضاتك وأنا أشهد أنك تحيي الموتى وتبعث من في القبور

کہ جس نے ان کی والدہ کو وفات کی خبر دی وہ آئیں یہاں تک کہ اس کے پیروں کے پاس بیٹھ گئیں اور قدم اس کے پیر پکڑ کر کہا الٰہی میں دل سے تجھ پر ایمان رکھتی ہوں اور بتوں سے متنفر ہو کر ان کو چھوڑ دیا اور تیری محبت میں تیرے لئے ہجرت بھی کی الٰہی اب تو مجھ پر بت پرستوں کو ہنسی اڑانے کا موقع نہ دے اور ایسی مصیبت مجھ پر نہ ڈال جس کے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہ ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ ابھی دیر نہ لگی ہوگی کہ اس لڑکے نے اپنے پیروں کو حرکت دی اور اپنے منہ پر سے کپڑا ہٹا کر منہ کھول دیا پھر بڑی مدت تک زندہ رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور اس کی ماں کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس واقعہ کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کو ابو سعید سے مرفوعا نقل کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ اور ہے کہ ام سائب ایک نابینا بوڑھی عورت تھیں۔ البدایہ والنہایہ ص۱۵۴ ج۶

یمن کے ایک شخص کا اپنے مردہ گدھے کے واسطے اپنے رب سے دوبارہ زندہ کر دینے کی دعا مانگنے کا واقعہ

(۱۴۳۵) ابو النخعی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے آ رہا تھا راستہ میں اس کا گدھا مر گیا اس نے فوراً وضو کیا اور دو رکعتیں نماز کی پڑھیں اور یہ دعا مانگی الٰہی میں دثینہ سے صرف جہاد کی نیت اور تیری رضامندی حاصل کرنے کے لئے اپنے وطن سے آیا ہوں اور میں اس پر گواہی دیتا ہوں کہ

لا تجعل لأحد عليّ اليوم منّة أطلب وإياك اليوم أن تبعث حماري فقام الحمار ينفض
أذنيه. قال البيهقي هذا إسناد صحيح ورواه أبو بكر بن أبي الدنيا عن الشعبي في كتاب من
عاش بعد الموت. وزاد على هذا في رواية أسرجه وألجمه وركبه وأجراه فلحق بأصحابه
فقالوا له ما شأنك قال شأني أن الله بعث حماري قال الشعبي فأنا رأيت الحمار
يباع أو يباع في الكناسة يعني الكوفة قال ابن أبي الدنيا بسنده عن مسلم بن عبد الله
ابن شريك النخعي أن صاحب الحمار رجل من النخع يقال له نباتة بن يزيد خرج
في زمن عمر غازيا. ج ٦ الحافظ ابن كثير البداية والنهاية ص ١٥٣

إحياء حدأة شوّشت على الحاضرين لاستماعهم الوعظ

(١٥٣٧) وحكى الدميري في مادة حدأة أن الشيخ عبد القادر الجيلي قدس
الله روحه جلس يوما يعظ الناس وكانت الريح عاصفة فمرت على مجلسه

تو ہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور جو مر کر دفن ہو چکے ان کو قبروں سے پھر نکال کر زندہ کرنے والا ہے
آج میری گردن پر کسی کا احسان نہ رکھنا، میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو میرے گدھے کو پھر زندہ کر دے
بس اتنی بات تھی کہ گدھا اپنے کان کو پھڑپھڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ بیہقی کہتے ہیں کہ اس واقعہ کی اسناد صحیح ہیں
ابن ابی الدنیا نے شعبی سے کتاب من عاش بعد الموت میں اس روایت میں اتنی زیادتی اور نقل کی ہے
کہ پھر اس نے اس پر زین کسی اور لگام چڑھا اور اس پر سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔ انھوں نے
اتنی دیر لگ جانے کی وجہ پوچھی اس نے اپنا قصہ بیان کیا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کے گدھے کو
زندہ کر دیا۔ شعبی نقل کرتے ہیں کہ اس گدھے کو کوفے کے محلہ کناسہ میں بکتے ہوئے میں نے خود دیکھا
ہے یعنی اس شہر کا نام لیکر بتایا کہ وہ کوفہ تھا۔ ابن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ وہ شخص قبیلہ نخع میں کا تھا اس کا نام
نباتہ بن یزید تھا اور وہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں غزوہ میں شرکت کیلئے گیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ص ۱۵۳)

ایک چیل کو پھر زندہ کئے جانے کا واقعہ جس کے شور کی وجہ سے سامعین کو وعظ سننے میں تشویش ہونے لگی تھی

(١٥٣٧) امام دمیری نے مادہ حداۃ میں نقل کیا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ایک دن
وعظ فرما رہے تھے ہوا تند و تیز تھی اس طرف سے ایک چیل چلا کر شور کرتی ہوئی آئی جس کی وجہ سے
سامعین کو وعظ سننے میں تشویش ہونے لگی۔ شیخ قدس سرہ نے ہوا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس

حدأة طائرة فصاحت فشوشت على الحاضرين ما هم فيه فقال الشيخ يا ريح خذي رأس هذه الحدأة فوقعت لوقتها في ناحية ورأسها في ناحية فنزل الشيخ عن الكرسي وأخذها بيده وأمر يده الأخرى عليها وقال بسم الله الرحمن الرحيم فحييت وطارت والناس يشاهدون ذلك. قال وروينا بسند الصحيح.

قصة شرب السم خالد وعدم مضرته له

(٣٨٥١) قال محمد بن سعد كان خالد يشبه عمر في خلقه وصفته ولما نزل الحيرة قيل له احذر السم لا يسقيكه الأعاجم فقال ائتوني به فأخذه بيده وقال بسم الله وشربه فلم يضره شيئا (تهذيب التهذيب) ورواه أبو يعلى والحافظ ابن تيمية في الجواب الصحيح. ورواه ابن سعد في الطبقات ايضا غير ان فيه الحيرة بدل الحيرة وذكره الحافظ ابن تيمية في كتاب النبوات ... وترجم البخاري بشرب السم واخرج له الحافظ قصة خالد عن ابن ابي شيبة وقال ان المصنف اي البخاري رمز الى ان السلامة منه كان كرامة له فتح الباري

چیل کا سر کٹ گیا۔ بس اسی وقت وہ چیل نیچے آپڑی کہ وہ خود ایک طرف پڑی ہوئی تھی اور اس کا سر تن سے جدا ہو کر دوسری طرف پڑا ہوا تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر شیخ قدس سرہ وعظ کی کرسی سے اتر پڑے اور اس کو ایک ہاتھ میں لیا اور اپنا دوسرا ہاتھ اس پر پھیرتے ہوئے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم وہ زندہ ہو کر اڑ گئی اور سب حاضرین یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ وہ یہی فرماتے ہیں کہ ہم تک اسناد صحیح سے یہ بات پہنچی ہے

حضرت خالد بن ولیدؓ کا زہر پینے اور اس سے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچنے کا واقعہ

(٣٨٥١) حضرت خالدؓ شکل و شمائل میں حضرت عمرؓ سے مشابہ تھے۔ جب یہ مقام حیرہ میں پہنچے تو لوگوں نے ان سے کہا خبردار رہئے کہیں عجم کے لوگ آپ کو زہر نہ پلا دیں۔ یہ سن کر انھوں نے فرمایا وہ میرے پاس لاؤ، چنانچہ زہر لایا گیا، انھوں نے اس کو اپنے ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ کہہ کر پی لیا لیکن ان کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچا۔ (تہذیب التہذیب۔ ابو یعلی۔ ابن سعد)

(٣٨٥١) اس قصے و واقعہ پر غور کیا جائے تو بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی فرد یا کوئی جماعت اس یقین پر اپنے نفس کو قتل یا ہلاکت میں ڈالے کہ اس کا اثر مخالف پر اسلام کی حقانیت کا پڑے گا تو کیا یہ فعل جائز ہوگا اور کیا اس کو خودکشی کے مرادف نہ سمجھا جائے گا اور یہ کن حالات میں اور کن قیود کے ساتھ ایسے فعل کی اجازت دی جائے گی۔

(۱۵۴۹) عن خيثمة قال أتي خالد برجل معه زق خمر فقال اللهم اجعله عسلا فصار عسلا (رواه ابن أبي الدنيا بإسناد صحيح كذا في الإصابة ص...)

قصة فتح الكوة أيضا كانت نحوا من الاستسقاء

(۱۵۵۰) عن أبي الجوزاء قال قحط أهل المدينة قحطا شديدا فشكوا إلى عائشة فقالت انظروا قبر النبي صلى الله عليه وسلم فاجعلوا منه كوى إلى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف ففعلوا فمطروا حتى نبت العشب وسمنت

(۱۵۴۹) خیثمہ بیان کرتے ہیں کہ خالدؓ کے سامنے ایک شخص پکڑ کر لایا گیا جس کے ساتھ شراب کا مشکیزہ تھا آپ نے دعا کی کہ اے اللہ تو اس کو شہد بنا دے وہ شہد بن گئی۔ (ابن ابی الدنیا)

طلب بارش کیلئے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے مقابل چھت میں ایک سوراخ کھولنے کا واقعہ

(۱۵۵۰) ابوالجوزاء سے روایت ہے کہ اہل مدینہ نے حضرت عائشہؓ سے قحط پڑنے کی شکایت کی تو انھوں نے فرمایا دیکھو آپ کی قبر مبارک کے ٹھیک بالمقابل چھت میں ایک سوراخ کھول دو کہ آسمان اور آپ کی قبر شریف کے درمیان کوئی حائل باقی نہ رہے۔ صحابہؓ وغیرہ نے جب کہ ایسا ہی کیا۔ پھر اس زور کی بارش آئی کہ جا بجا گھاس کی کثرت ہوگئی۔ اونٹ فربہ ہوگئے اور مارے فربہی کے ان کے جسم کی چربی

(۱۵۴۹) دوسری روایت میں ہے کہ جب اس شخص سے پوچھا گیا تیری مشک میں کیا ہے؟ اس نے کہہ دیا سرکہ آپ نے فرمایا اے اللہ اس کو سرکہ ہی بنا دے۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ سرکہ ہی بن گئی تھی حالانکہ پہلے اس میں شراب تھی۔ (اصابہ)

(۱۵۵۰) حافظ ابن تیمیہؒ اس کی مراد لکھتے ہیں۔

بل قد روي عن عائشة أنها كشفت عن قبر النبي صلى الله عليه وسلم لينزل المطر فإنه رحمة تنزل على قبره ولم تستسق عنده ولا استغاثت هناك ولهذا لما بنيت حجرته على عهد التابعين بأبي هو وأمي صلى الله عليه وسلم تركوا في أعلاها كوة إلى السماء وهي إلى الآن باقية فيها موضوع عليها مشمع على أطرافه حجارة تمسكه وكان السقف بارزا إلى السماء

(اقتضاء الصراط المستقيم ص...)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے بارش کے لئے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے بیچ کی چھت کھلوا دی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ بارش ایک رحمت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوگی لیکن وہاں بارش کے لئے کوئی دعا وغیرہ نہیں کی گئی اسی سبب سے تابعین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ مبارک تعمیر ہوا (آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں) تو اوپر کی جانب ایک سوراخ کھلا ہوا رہنے دیا گیا جو ابھی تک اسی طرح کھلا ہوا موجود ہے۔

(اقتضاء الصراط المستقیم ص...)

ثُمَّ أَتَى بِهَا الْبَحْرَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا أَلْفَ دِينَارٍ
فَسَأَلَنِي كَفِيلًا فَقُلْتُ كَفَى بِاللّٰهِ كَفِيلًا فَرَضِيَ بِكَ وَسَأَلَنِي شَهِيدًا فَقُلْتُ كَفَى
بِاللّٰهِ شَهِيدًا فَرَضِيَ بِكَ وَأَنِّي جَهَدْتُ أَنْ أَجِدَ مَرْكَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِي لَهُ فَلَمْ
أَقْدِرْ وَإِنِّي أَسْتَوْدِعُكَهَا فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتَّى وَلَجَتْ فِيهِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِي
ذٰلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلَدِهِ فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا
قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِي فِيهَا الْمَالُ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا فَلَمَّا نَشَرَهَا
وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ ثُمَّ قَدِمَ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ فَأَتَى بِالْأَلْفِ دِينَارٍ فَقَالَ
وَاللّٰهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرْكَبٍ لِآتِيَكَ بِمَالِكَ فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ
الَّذِي أَتَيْتُ فِيهِ قَالَ هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ قَالَ أُخْبِرُكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ

بھیج جائے مگر اسے کوئی جہاز نہ مل سکا تو اس نے ایک لکڑی لی اس کے اندر ایک ہزار اشرفیاں رکھدیں
اور ایک خط اپنے دوست قرضخواہ کے نام لکھ کر اس کے اندر رکھ دیا پھر اس سوراخ کا منہ خوب
بند کر دیا پھر سے لے کر سمندر کے کنارے پہنچا اور یوں دعا کی کہ اے میرے اللہ آپ خوب جانتے
ہیں کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار اشرفیاں قرض لی تھیں اس نے ضامن مانگا میں نے کہا اللہ کی
ضمانت کافی ہے وہ اس پر راضی ہو گیا پھر اس نے مجھ سے گواہ طلب کیا تو میں نے اس سے کہدیا
تھا کہ اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہیں وہ اس پر بھی راضی ہو گیا اور میں نے جہاز بہت تلاش کیا تاکہ اس
کے پاس اس کی واجب رقم بھیج سکوں مگر جہاز مجھے نہ مل سکا اب میں وہ رقم آپ کو امانت دے
رہا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اس لکڑی کو سمندر میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ لکڑی اس میں ڈوب گئی
اور وہ واپس چلا گیا اور برابر جہاز کشتی کی تلاش میں رہا تاکہ اپنے وطن کو جائے۔ ادھر وہ قرضخواہ
سمندر کے کنارے اس انتظار میں آیا کہ شاید کوئی جہاز اس کی واجب رقم لے کر آ رہا ہو، دیکھا تو وہی
لکڑی جس میں اس کی اشرفیاں تھیں سامنے آئی، اس نے وہ لکڑی سمندر سے نکال لی۔ اس
خیال سے کہ گھر لیجا کر جلانے کے کام میں لائے گا جب اسے کھولا تو اس کے اندر اس نے اپنا وہ
مال اور قرضدار کا خط اپنے نام پایا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد وہ قرضدار خود بھی آ گیا اور اس کے پاس
ایک ہزار اشرفی لے کر پہنچا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں برابر جہاز تلاش کرتا رہا تاکہ وعدے کے مطابق
آپ کا مطالبہ وقت پر پہنچا سکوں مگر جس جہاز سے میں آیا ہوں اس سے قبل کوئی جہاز نہ مل
سکا۔ قرضخواہ نے پوچھا یہ بتاؤ کیا تم نے پہلے میرے پاس کوئی چیز بھیجی تھی؟ اس نے کہا میں تم سے

مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي جِئْتُ بِهِ قَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَدَّى عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ فَانْصَرِفْ بِالْأَلْفِ دِينَارٍ رَاشِدًا. (رواه البخاري)

كشف الصخرة عن فم الغار

(۱۵۵۲) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتّٰى أَوَوُا الْمَبِيتَ إِلٰى غَارٍ فَدَخَلُوهُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ فَقَالُوا إِنَّهُ لَا يُنْجِيكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ قَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ اَللّٰهُمَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا فَنَأَى بِي طَلَبُ الشَّجَرِ يَوْمًا فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتّٰى نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوقَهُمَا فَوَجَدْتُهُمَا نَائِمَيْنِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُمَا وَأَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلٰى يَدَيَّ أَنْتَظِرُ اسْتِيقَاظَهُمَا حَتّٰى بَرَقَ الْفَجْرُ وَالصِّبْيَةُ

کہہ رہا ہوں کہ جس جہاز سے میں آیا ہوں اس سے قبل مجھے کوئی جہاز نہیں مل سکا تو قرضخواہ بولا کہ اچھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے وہ مطالبہ اس رقم کے ذریعہ ادا کردیا جو تم نے بھیجی تھی اب تم یہ ہزار دینار لیکر واپس جاؤ۔ اللہ تمہیں خیر کی دے۔ (بخاری)

ایک چٹان کا غار کے منہ پر سے اللہ کے حکم سے خود بخود ہٹ جانے کا واقعہ

(۱۵۵۲) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم سے پہلے کی قوموں میں سے ایک بار تین آدمی ساتھ سفر میں نکلے۔ ایک دن رات گذارنے کے لئے پہاڑ کی ایک کھوہ میں پناہ لی اور اس میں تینوں آدمی گھس گئے اچانک پہاڑ کی ایک چٹان ڈھلک کر آئی اور اس غار کے منہ پر ڈھلک گئی جس سے اس کا منہ بند ہوگیا۔ تینوں میں گفتگو ہونے لگی کہ اس مصیبت سے تم کو اسی وقت نجات ہو سکتی ہے جب تک کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک اعمال کا واسطہ اور وسیلہ دیکر دعا نہ مانگو۔ پس ان میں سے ایک نے یوں دعا کی: اے اللہ میرے ماں باپ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ میری عادت تھی کہ جب تک وہ دونوں شام کو دودھ نہیں پی لیتے تھے اس وقت تک نہ میں اپنے بیوی بچوں کو دودھ پینے دیتا تھا نہ خود پیتا۔ ایک دن اتفاق سے مجھے مال مویشیوں کے لئے درختوں کی پتیاں تلاش کرنے بہت دور جانا پڑا شام کو اپنے گھر اس وقت

يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهَا۔

قَالَ الْآخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَتْ لِيْ ابْنَةُ عَمٍّ كَانَتْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيَّ وَفِيْ رِوَايَةٍ كُنْتُ اُحِبُّهَا كَاَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَاَرَدْتُهَا عَلٰى نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّيْ حَتّٰى اَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِيْنَ فَجَاءَتْنِيْ فَاَعْطَيْتُهَا عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ دِيْنَارٍ عَلٰى اَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ حَتّٰى اِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهِ فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِيْ اَعْطَيْتُهَا اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهَا

وَقَالَ الثَّالِثُ اَللّٰهُمَّ اسْتَاْجَرْتُ اُجَرَاءَ وَاَعْطَيْتُهُمْ اَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ

بکریوں کو لے کر پہنچا جب وہ دونوں سو چکے تھے۔ میں نے ان دونوں کی شام کی خوراک دودھ دوہا مگر جب میں نے ان دونوں کو سوتا پایا تو مجھے ان کو جگانا اچھا معلوم ہوا اور نہ ان سے پہلے بیوی بچوں کو دودھ پلا دینا پسند آیا۔ تو میں پیالہ ہاتھ میں لئے ان کے جاگنے کے انتظار میں کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور میرے بچے میرے پیروں میں پڑے روتے رہے اور چلاتے رہے۔ جب وہ دونوں جاگے تو انھوں نے اپنا شام کے حصہ کا دودھ پی لیا۔ اے میرے رب! اگر میں نے یہ کام آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا ہو تو اس چٹان کی مصیبت سے جس میں ہم لوگ اس وقت پھنسے ہیں ہم کو نجات دیجئے تو وہ پتھر ذرا سا کھسکا مگر یہ لوگ اس میں سے نکل نہیں سکتے تھے۔

اب دوسرے شخص نے دعا کی کہ اے میرے اللہ میری ایک چچیری بہن تھی جس سے مجھے سب سے زیادہ محبت تھی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ مرد کو عورت سے جتنی سخت سے سخت محبت ہو سکتی ہے اتنی مجھے اس سے تھی۔ میں نے اس پر قابو حاصل کرنا چاہا مگر وہ میرے قبضہ میں نہ آئی۔ یہاں تک کہ ایک بار اسے قحط اور تنگ سالی کی تکلیف ہوئی تو وہ میرے پاس مدد مانگنے آئی۔ میں نے اسے ایک سو بیس اشرفیاں اس وعدہ پر دیں کہ وہ مجھے ایک بار اپنے اوپر پورا اختیار دے گی وہ راضی ہو گئی۔ یہاں تک کہ جب مجھے اس پر قابو حاصل ہو گیا اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں بیٹھا تو اس نے اتنا کہا خدا سے ڈرو، اور مہر کو ناجائز طریقے سے مت توڑو۔ یہ سننا تھا کہ میں اس کے پاس سے ہٹ گیا

تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ فَجَاءَنِي بَعْدَ حِينٍ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي فَقُلْتُ كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْرِكَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيقِ. فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِي فَقُلْتُ لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوا يَمْشُونَ (رواه الشيخان)

إفراغ السحاب ماءه على حديقة عبد صالح لله تعالى

(١٥٥٣) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِي بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحَّى

حالانکہ مجھے اس سے عشق تھا میں نے اتنا ہی نہیں کیا بلکہ میں نے اسے وہ اشرفیاں بھی معاف کر دیں جو اسے دی تھیں۔ اے میرے اللہ اگر میں نے یہ کام آپ کی خوشنودی کیلئے کیا ہو تو جس قید میں ہم لوگ پھنسے ہیں اس سے ہمیں نکال دے تو پتھر تھوڑا سا اور کھسک گیا لیکن وہ لوگ ابھی اس میں سے نکل نہیں سکے۔

اس کے بعد تیسرے نے یہ سوال کیا میرے اللہ میں نے ایک بار کئی مزدوروں سے مزدوری کرائی تھی سب کو میں نے ان کی مزدوریاں ادا کر دیں مگر ایک آدمی کی رہ گئی وہ اپنی مزدوری میرے ہی پاس چھوڑ کر چلا گیا تو میں نے اس کی مزدوری کے پیسے ایک نفع بخش کام میں لگوا دیئے یہاں تک کہ اس رقم سے بہت مال خوب بڑھا۔ کچھ عرصہ بعد وہ مزدور میرے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے بندے! میری مزدوری تو دے میں نے کہا یہ جو سامنے اونٹ، گائے بیل، بھیڑ بکریاں، غلام یہ سب تیری مزدوری ہی تو ہیں۔ یہ سن کر وہ بولا اے اللہ کے بندے مجھ سے مذاق نہ کر میں نے کہا میں تم سے مذاق نہیں کرتا۔ یہ سن کر اس نے وہ سب مال ساتھ لیا اور سب کو ہانکتا ہوا ساتھ لے گیا اس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ کام آپ کی ذات کا خیال کر کے کیا ہو تو جس قید میں ہم لوگ اس وقت پھنسے ہیں اس سے ہمیں نجات دیجئے۔ اس پر وہ چٹان پوری ہٹ گئی اور وہ لوگ اس میں سے نکل کر اپنی راہ چلے گئے۔ (بخاری مسلم)

اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے ایک نیک بندے کے باغ پر بادلوں کا برسنا

(١٥٥٣) حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی کسی جگہ جنگل میدان میں سفر کر رہا تھا کہ اس نے ایک بدلی میں سے یہ آواز سنی کہ چل فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر۔ اس پر وہ بدلی ایک طرف کو چلی

ذلك السحاب فأفرغ ماءه في حرة فإذا شرجة من تلك الشراج قد استوعبت
ذلك الماء كله فتتبع الماء فإذا رجل قائم في حديقته يحول الماء بمسحاته
فقال له: يا عبد الله ما اسمك؟ قال فلان للاسم الذي سمع في السحابة فقال له
يا عبد الله لم تسألني عن اسمي؟ فقال: إني سمعت صوتا في السحاب الذي هذا
ماؤه يقول: اسق حديقة فلان لاسمك فما تصنع فيها؟ فقال: أما إذ قلت هذا
فإني أنظر إلى ما يخرج منها فأتصدق بثلثه وآكل أنا وعيالي ثلثا وأرد فيه ثلثه. رواه مسلم

كلام الصبيان في مهد امهاتهم

(١٥٥٣) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لم يتكلم
في المهد إلا ثلاثة عيسى ابن مريم وصاحب جريج وكان جريج رجلا عابدا
فاتخذ صومعة فكان فيها فأتته أمه وهو يصلي فقالت يا جريج فقال يا رب

(دوسرے قریبی حصوں کی نسبت اس طرف چلا) اور اس نے اپنا پانی ایک پتھریلی زمین پر برسا کر ڈال دیا تو وہاں
کی پتھریلی نالیوں میں سے ایک نالی نے اس تمام پانی کو سمیٹ لیا۔ یہ شخص اس کے پیچھے ہو لیا۔ دیکھا
تو ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا ہوا اپنے پھاوڑے سے پانی ادھر ادھر پھیر رہا ہے۔ اس مسافر نے اس باغبان
سے پوچھا اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام یہ ہے اور وہی نام بتایا جو مسافر نے اس
بدلی کے اندر سے سنا تھا۔ پھر اس باغبان نے اس مسافر سے پوچھا اے اللہ کے بندے تم نے میرا نام کیوں
پوچھا؟ اس نے کہا یہ پانی جس بدلی سے برسا ہے میں نے اس بدلی میں ایک آواز سنی کہ اے بدلی چل
فلاں کے (تیرے ہی) باغ کو سیراب کر۔ تو بتلا تو کیا عمل کرتا ہے (کہ اللہ کے یہاں تیری عزت ہے) اس نے
کہا اچھا جب تم نے پوچھا ہی ہے تو سنو میں اس کی کل پیداوار کا حساب رکھتا ہوں، ایک تہائی خیرات
کر دیتا ہوں اور ایک تہائی میں اور میرے بال بچے کھاتے ہیں اور ایک تہائی پھر اسی باغ میں لگا دیتا ہوں (مسلم)

اللہ کے حکم سے شیر خوار بچوں کا باتیں کرنا

(١٥٥٣) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گود کے
بچوں میں سے صرف تین ہی بچے بولے ہیں۔ ایک تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور ایک جریج والا
بولا ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ جریج ایک عابد شخص تھا اس نے اپنی عبادت کے لئے ایک کوٹھری بنا رکھی تھی وہ

أمي وصلاتي فأقبل على صلاته فانصرفت فلما كان من الغد أتته وهو يصلي
فقالت يا جريج فقال يا رب أمي وصلاتي فأقبل على صلاته فلما كان من الغد أتته
وهو يصلي فقالت يا جريج فقال أي رب أمي وصلاتي فأقبل على صلاته فقالت
اللهم لا تمته حتى ينظر إلى وجوه المومسات فتذاكر بنو إسرائيل جريجا و
عبادته وكانت امرأة بغي يتمثل بحسنها فقالت إن شئتم لأفتننه لكم قال فتعرضت
له فلم يلتفت إليها فأتت راعيا كان يأوي إلى صومعته فأمكنته من نفسها
فوقع عليها فحملت فلما ولدت قالت هو من جريج فأتوه فاستنزلوه و
هدموا صومعته وجعلوا يضربونه فقال ما شأنكم قالوا زنيت بهذه
البغي فولدت منك قال أين الصبي فجاءوا به فقال دعوني حتى أصلي
فصلى فلما انصرف أتى الصبي فطعن في بطنه وقال يا غلام من أبوك قال
فلان الراعي فأقبلوا على جريج يقبلونه ويتمسحون به وقالوا نبني لك

ایک دن وہ اسی میں عبادت کر رہا تھا کہ اس کی ماں اس کے پاس آئی اس نے پکارا اے جریج! جریج نے
خیال کیا کہ اے اللہ! ادھر خدا کی نماز کا خیال ادھر ماں کا خیال پھر نماز ہی کو ترجیح دی اور اسی
میں لگا رہا۔ ماں واپس چلی گئی۔ دوسرا دن ہوا تو ماں پھر اس کے پاس آئی اور وہ اس وقت بھی نماز پڑھ
رہا تھا اس نے پکارا اے جریج! اس نے دل میں سوچا یا اللہ کیا کروں۔ ادھر ماں اُدھر نماز۔ پھر
نماز ہی میں لگا رہا ماں کے چلانے پر نہیں گیا۔ پھر تیسرے دن ماں آئی اور اس نے پکارا اے جریج! اس
نے دل میں سوچا اے اللہ! ادھر ماں اُدھر نماز کیا کروں! آخر پھر نماز ہی کی طرف متوجہ رہا۔ ماں نے
جھنجھلا کر بد دعا کی اے اللہ! اس کو اس وقت تک موت نہ آئے جب تک کہ اس کو پہلے فاحشہ عورتوں
سے پالا نہ پڑے۔ اس کے بعد بنو اسرائیل میں جریج کی عبادت اور زہد کا چرچا پھیل گیا۔ ایک بدکار
عورت تھی جس کا حسن و جمال ضرب المثل تھا۔ اس نے بنو اسرائیل سے کہا اگر تم کہو تو میں جا کر اُسے پھسلا دوں۔ یہ
کہہ کر وہ ایک دن اس کے پاس آئی۔ اس نے اس کی طرف نظر تک نہ اٹھائی۔ وہ فاحشہ عورت کھسیا کر
جذبۂ انتقام میں بھری ہوئی ایک گڈریے کے پاس گئی جو اسی عبادت خانے میں رہا کرتا تھا اور اس گڈریے
کو اپنے اوپر قابو دیا اور اس کے ساتھ منہ کالا کیا۔ اس سے حمل ٹھہر گیا جب بچہ جنا تو اس نے جریج کی
انتقام لینے کے لئے مشہور کیا کہ یہ لڑکا جریج سے ہوا ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ لوگ جریج پر ٹوٹ پڑے اس کی
عبادت خانے سے نیچے گھسیٹ لائے اس کا عبادت خانہ ڈھا دیا اور لگے اسے مارنے کہ عابد بن کر یہ کیا

صومعتک من ذھب فقال لا اعیدوھا من طین کما کانت ففعلوا وبینا
صبی یرضع من امه فمر رجل راکب علی دابة فارھة وشارة حسنة
فقالت امه اللھم اجعل ابنی مثل ھذا فترک الثدی واقبل الیه فنظر
الیه فقال اللھم لا تجعلنی مثله ثم اقبل علی ثدیه فجعل یرتضع قال فکانی انظر
الی رسول الله صلی الله علیه وسلم وھو یحکی ارتضاعه باصبعه السبابة
فی فیه فجعل یمصھا ثم قال ومروا بجاریة وھم یضربونھا ویقولون
زنیت سرقت وھی تقول حسبی الله ونعم الوکیل فقالت امه اللھم
لا تجعل ابنی مثلھا فترک الرضاع ونظر الیھا فقال اللھم اجعلنی مثلھا
فھنالک تراجعا الحدیث فقالت مر رجل حسن الھیئة فقلت اللھم
اجعل ابنی مثله فقلت اللھم لا تجعلنی مثله ومروا بھذہ الامة وھم
یضربونھا ویقولون زنیت سرقت فقلت اللھم لا تجعل ابنی مثلھا فقلت

دیکھیں، جریج نے پوچھا بتاؤ تو مجھے کیوں مار رہے ہو کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا تو نے اس فاحشہ
کے ساتھ زنا کیا اور اس سے تیرے نطفہ کا بچہ جنا ہے۔ جریج نے کہا اچھا تو بچہ کہاں ہے؟ لوگ وہ بچہ
لے کر اس کے سامنے آئے، اس نے کہا ذرا مجھے نماز پڑھ لینے دو۔ اجازت ملی اس نے نماز پڑھی پھر وہ
جریج اس بچہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس بچہ کے پیٹ میں انگلی چبھو کر بولا اے بچے! تو سچ بتا تیرا
باپ کون ہے؟ تو وہ چھوٹا سا بچہ قدرت خدا سے بولا کہ فلاں گڈریا۔ یہ کرامت دیکھ کر اب وہی
لوگ جریج کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور اسے تبرک بنا کر چھونے لگے۔ کہنے لگے اب ہم تمہارا عبادت خانہ
سونے کا بنائے دیتے ہیں، اس نے کہا نہیں یہ سب رہنے دو جیسا مٹی کا پہلے تھا ویسا ہی بنا دو
تو لوگوں نے ویسا ہی بنا دیا۔ اور تیسرا بچہ جو گود میں بولا ہے اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک بچہ
اپنی ماں کی گود میں دودھ پی رہا تھا کہ سامنے سے ایک سوار عمدہ گھوڑے پر اچھے لباس اور اچھی شکل
صورت والا گزرا۔ ماں نے دعا کی کہ یا اللہ میرے بچے کو بھی اسی سوار جیسا شاندار بنانا۔ بچے نے ماں کا
پستان چھوڑ کر اس سوار پر نظر ڈالی اور صاف الفاظ میں کہا نہیں اے اللہ مجھے اس سوار جیسا نہ بنانا۔ یہ
کہہ کر پھر پستان چوسنے اور دودھ پینے لگا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ قصہ سناتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنی شہادت کی انگلی (سبابہ) جس طرح اپنے دہن مبارک میں ڈالی اور بچہ کے دودھ پینے کو بتانے
کے لئے جس طرح خود اس انگلی کو چوسا وہ منظر اس وقت تک میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ پھر حضور نے

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَہٗ قَالَ اِنَّ ذٰلِکَ الرَّجُلَ جَبَّارٌ فَقُلْتُ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ مِثْلَہٗ وَاِنَّ ھٰذِہٖ یَقُوْلُوْنَ زَنَیْتِ وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ وَلَمْ تَسْرِقْ فَقُلْتُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَھَا۔ (رواہ الشیخان)۔

استجابت دعا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۵۵۵) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ شَکَا اَھْلُ الْکُوْفَۃِ سَعْدًا یَعْنِیْ ابْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ اِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَیْھِمْ عَمَّارًا فَشَکَوْا حَتّٰی ذَکَرُوْا اَنَّہٗ لَا یُحْسِنُ یُصَلِّیْ فَاَرْسَلَ اِلَیْہِ فَقَالَ یَا اَبَا اِسْحَاقَ اِنَّ ھٰؤُلَاءِ

بقیہ قصہ سنایا کہ تھوڑی دیر بعد کچھ لوگ ایک لڑکی کو کھینچتے ہوئے اور اسے مارتے ہوئے سامنے سے گزرے اور کہہ رہے تھے کہ کمبخت تو نے زنا کیا اور چوری کی اور وہ بیچاری کہے جا رہی تھی کہ بس میرا سہارا اللہ ہی ہے اور وہ کیسا اچھا کام بننے والا ہے! ماں نے یہ ذلت کا منظر دیکھ کر شفقت سے بچے کے لئے دعا کی کہ اے اللہ میرے بچے کو اس لونڈی (لڑکی) کی طرح نہ بنا۔ بچے نے پھر دودھ چھوڑ کر ایک نظر اس لڑکی پر ڈالی اور صاف صاف کہا کہ اے اللہ مجھے اسی جیسا بنائیے گا۔ اس پر ماں بیٹے میں تکرار و بحث ہونے لگی۔ ماں بولی جب ایک آدمی اچھی حالت میں گزرا تو میں نے تیرے لئے دعا کی کہ یا اللہ میرے بچے کو ایسا شاندار بنا تو تو یوں کہنے لگا کہ نہیں یا اللہ مجھے ایسا نہ بنانا اور اب جو لوگ ایک لڑکی کو ذلت کے ساتھ پکڑے ہوئے لے جا رہے تھے اور میں نے یہ دعا کی کہ یا اللہ میرے بچے کو ایسا نہ بنانا تو تو یوں کہنے لگا کہ اے اللہ مجھے ایسا ہی بنا یہ کیسی عقل ہے؟ تب وہ بچہ پھر بولا سنو بات یہ ہے کہ وہ آدمی بڑا ظالم جابر تھا تو میں نے کہا اے خدا مجھے اس کی طرح ظالم نہ بنائیے اور یہ بیچاری لڑکی، لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے زنا بھی کیا ہے اور تو نے چوری بھی کی ہے مگر اس بیچاری نے چوری کی ہے نہ زنا کیا ہے تو میں نے کہا کہ اے اللہ مجھے ایسا ہی مظلوم بے گناہ بنائیے۔ (بخاری و مسلم)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بددعا اور اس کا قبول ہونا

(۱۵۵۵) حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ کوفہ والوں نے ایک بار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں اور مستجاب الدعوات عشرہ مبشرہ میں سے تھے) کی شکایت کی حضرت عمرؓ نے ان کو مدینہ بلا لیا اور ان کی جگہ حضرت عمارؓ کو وہاں کا عامل بنا کر بھیجا۔ ان [illegible]

يزعمون أنك لا تحسن تصلي فقال أما أنا فوالله إني كنت أصلي بهم صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم لا أخرم عنها أصلي صلاة العشاء فأركد في الأوليين وأخف في الأخريين قال ذالك الظن بك يا أبا إسحٰق وأرسل معه رجلا أو رجالا إلى الكوفة يسأل عنه أهل الكوفة فلم يدع مسجدا إلا سأل عنه ويثنون معروفا حتى دخل مسجدا لبني عبس فقام رجل منهم يقال له أسامة بن قتادة يكنى أبا سعدة فقال أما إذ نشدتنا فإن سعدا كان لا يسير بالسرية ولا يقسم بالسوية ولا يعدل في القضية قال سعد أما والله لأدعون بثلاث اللّٰهم إن كان عبدك هٰذا كاذبا قام رياء وسمعة فأطل عمره وأطل فقره وعرضه للفتن وكان بعد إذا سئل يقول شيخ كبير مفتون أصابتني دعوة سعد قال عبد الملك بن عمير الراوي عن جابر بن سمرة فأنا رأيته بعد قد سقط حاجباه على عينيه وإنه ليتعرض للجواري في الطرق فيغمزهن (رواه الشيخان)

ان کی بارگاہِ خلافت میں یہ شکایت کی تھی کہ یہ ٹھیک ٹھیک نماز نہیں پڑھاتے تو حضرت عمرؓ نے اس شکایت کی تحقیقات فرمائی اور ان کو بلا کر پوچھا کہ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے انھوں نے کہا خدا کی قسم میں تو اسی طرح نماز پڑھاتا ہوں جیسی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی اس کے خلاف سرمو بھی نہیں کرتا عشا کی نماز میں پہلی دو رکعتیں ذرا ٹھہر ٹھہر کر پڑھاتا ہوں اور بقیہ دو رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے ابو اسحاق مجھ کو بھی آپ سے ایسی ہی توقع تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ ایک آدمی یا کئی آدمیوں کو کر دیا جو کوفہ والوں سے خود تحقیقات کریں۔ انھوں نے وہاں جا کر تحقیقات کی اور ہر ہر مسجد میں جا جا کر نمازیوں سے ان کے بارے میں سوالات کئے سب نے ان کی نیکی کی تعریف ہی کی یہاں تک کہ وہ تحقیقاتی وفد محلہ بنی عبس کی مسجد میں پہنچا تو وہاں ایک شخص اسامہ بن قتادہ جس کی کنیت ابو سعدہ تھی وہ بولا اچھا جب آپ نے پوچھا ہی ہے تو سنئے کہ حضرت سعدؓ نہ کسی فوج کے ساتھ جاتے تھے اور نہ انصاف سے مال برابر تقسیم کرتے تھے اور مقدمات میں انصاف بھی نہیں کرتے تھے یہ جھوٹے الزامات سن کر حضرت سعدؓ نے غصہ میں فرمایا اچھا تو میں بھی اب تین بددعائیں کرتا ہوں۔ اے اللہ اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے اور اس وقت میرے خلاف صرف دکھانے سنانے شہرت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر دے اس کی تنگدستی بڑھا دے اور اسے فتنوں میں پھنسا دے۔ پھر اس کا یہ حال ہوا کہ وہ یہ کہتا پھرتا تھا میں ایک بڈھا آدمی ہوں مصیبت اور فتنوں میں پھنس گیا ہوں مجھے حضرت سعدؓ کی بددعا لگ گئی ہے۔ عبدالملک بن عمیر راوی حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے بعد میں نے اسے دیکھا کہ اس کی دونوں بھنویں دونوں آنکھوں پر لٹک پڑی تھیں اور وہ راستہ چلتی لڑکیوں کے سامنے آتا تھا ان کو چھیڑتا اور ان کو آنکھیں مارتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

دعاء سعد ان يجعل موته في الجرح الذي اصابه ان لم يكن الحرب معقدا مع القريش فيما يأتي

(۱۵۵۶) قَالَ هِشَامٌ فَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ سَعْدًا قَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوا رَسُولَكَ وَأَخْرَجُوهُ اللّٰهُمَّ فَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَإِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْءٌ فَأَبْقِنِي لَهُمْ حَتَّى أُجَاهِدَهُمْ فِيكَ وَإِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ فَافْجُرْهَا وَاجْعَلْ مَوْتَتِي فِيهَا فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَبَّتِهِ فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ إِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ إِلَيْهِمْ فَقَالُوا يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ مَا هٰذَا الَّذِي يَأْتِينَا مِنْ قِبَلِكُمْ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُو جُرْحُهُ دَمًا فَمَاتَ مِنْهَا۔ (رواه البخاري)

حضرت سعدؓ کا دعا فرمانا کہ اگر اب آئندہ زمانے میں قریش کے ساتھ جنگ مقدر نہ ہو تو انہیں اسی زخم میں موت نصیب فرما دے

(۱۵۵۶) ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے بذریعہ حضرت عائشہؓ کے مجھ کو اطلاع دی ہے کہ سعدؓ (جو جنگ خندق کے سلسلے میں مجروح ہوئے تھے) یہ دعا مانگی کہ الہیٰ تو خوب واقف ہے کہ مجھ کو اس قوم کے ساتھ جہاد کرنے سے زیادہ کوئی اور شے محبوب نہیں جنہوں نے تیرے رسول کی تکذیب کی اور اس ذات اقدس کو اپنے وطن سے نکالا تھا الہیٰ میرا گمان ہے کہ تو نے ان کے اور ہمارے درمیان جنگ ختم کر دی ہے اب اگر قریش کے ساتھ کسی جنگ کا آئندہ امکان باقی ہو تو مجھ کو ان کے ساتھ جنگ کے لئے زندہ رکھ اور اگر یہ جنگ ختم ہو چکی ہو تو میرا زخم از سر نو ہرا کر دے اور اسی میں میری موت آ جائے۔ یہ کہنا تھا (کہ تقدیر الہٰی میں چونکہ جنگ کا خاتمہ ہو چکا تھا اور آئندہ قریش مدینہ پر چڑھ کر آنے کی ہمت ہار چکے تھے) اس لئے ان کا زخم پھٹ گیا اور اس سے خون بہہ نکلا اور اس کو بہتا دیکھ کر صحابہؓ کو گھبراہٹ سب سے پہلے اسی خون سے ہوئی جو بہہ کر ان کی طرف آیا۔ اس وقت مسجد کا ایک خیمہ میں تھے جو بنی غفار کا تھا تو سب لوگ چیخ اٹھے اے خیمہ والو یہ کیا ہے جو تمہاری طرف سے بہہ کر ہمارے پاس آ رہا ہے دیکھا تو پھر سعدؓ کا زخم کھل ہو کر خون بہہ رہا تھا آخر اسی میں ان کی شہادت ہو گئی۔

(بخاری شریف)

دعا سعید ابن زید علی اروی بنت اوس

(۱۵۵۷) عن عروۃ ابن الزبیر ان سعید بن زید بن عمرو بن نفیل خاصمتہ اروی بنت اوس الی مروان بن الحکم وادعت انہ اخذ شیئا من ارضھا فقال سعید انا کنت اخذ من ارضھا شیئا بعد الذی سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ماذا سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اخذ شبرا من الارض ظلما طوقہ الی سبع ارضین فقال لہ مروان لا اسألک بینۃ بعد ھذا فقال سعید اللھم ان کانت کاذبۃ فاعم بصرھا واقتلھا فی ارضھا قال فما ماتت حتی ذھب بصرھا وبینا ھی تمشی فی ارضھا اذ وقعت فی حفرۃ فماتت رواہ الشیخان وفی روایۃ لمسلم عن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر بمعناہ وانہ رآھا عمیاء تلتمس الجدر وتقول اصابتنی دعوۃ سعید وانھا مرت علی بئر فی الدار التی خاصمتہ فیھا فوقعت فیھا فکانت قبرھا۔

اروی بنت اوس کے لئے سعید بن زید کا بددعا کرنا

(۱۵۵۷) حضرت عروۃ بن الزبیر کہتے ہیں کہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے اروی بنت اوس کا جھگڑا ہوا اور وہ مروان بن الحکم کے پاس مقدمہ لے گئیں۔ دعویٰ یہ تھا کہ سعید بن زید نے اروی کی کچھ زمین دبالی ہے۔ سعید کہنے لگے بھلا میں ان کی کچھ زمین داب لوں گا؟ جب کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سن چکا ہوں۔ مروان نے پوچھا کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کی ایک بالشت بھر زمین بھی ناحق داب لے گا تو قیامت میں ساتوں طبق زمین کے اتنے حصہ کا طوق اس کی گردن میں پہنایا جائے گا۔ مروان نے یہ حدیث سن کر کہا اب میں آپ سے اس مقدمہ میں کوئی اور شہادت طلب نہیں کروں گا۔ حضرت سعید نے بددعا کی کہ اے اللہ اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھیں پٹ کردے اور اسے اسی کی زمین میں موت دے۔ راوی کہتا ہے کہ جب تک وہ اندھی نہیں ہوئی اسے موت نہیں آئی۔ دوسری بددعا یوں پوری ہوئی کہ وہ اپنی اسی زمین میں ایک دن چلی جا رہی تھی بس ایک گڑھے میں جا گری اور مرگئی۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر والی روایت میں بھی یہی مضمون ہے اور یہ بھی ہے کہ انہوں نے اسے دیکھا کہ اندھی ہو چکی تھی لوگوں سے دیواریں ٹٹولتی پھرتی تھی اور کہتی تھی مجھے حضرت سعید کی بددعا لگ گئی ہے اور جس مکان کے بارے میں اس نے حضرت سعید پر مقدمہ قائم کیا تھا۔ اسی میں ایک کنویں کے پاس سے گذر رہی تھی کہ اچانک اس میں گر پڑی اور وہی کنواں اس کی قبر بن گیا۔

الاسد وسفينة مولى رسول الله صلوات الله وسلامه عليه

(۱۵۵۸) عن ابن المنكدر أن سفينة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم أخطأ الجيش بأرض الروم أو أسر فانطلق هاربا يلتمس الجيش فإذا هو بالأسد فقال يا أبا الحارث أنا مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم كان من أمري كيت وكيت فأقبل الأسد له بصبصة حتى قام إلى جنبه كلما سمع صوتا أهوى إليه ثم أقبل يمشي إلى جنبه حتى بلغ الجيش ثم رجع الأسد (رواه في شرح السنة)

(۱۵۵۹) عن سفينة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ركبت البحر في سفينة فانكسرت السفينة فركبت لوحا من ألواحها فطرحني في أجمة فيها أسد فلم يرعني إلا به فقلت يا أبا الحارث أنا مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم فطأطأ رأسه وغمز بمنكبه شقي فما زال يغمزني ويهديني الطريق حتى وضعني على

سفینہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شیر سے آمنا سامنا

(۱۵۵۸) ابن منکدر کا بیان ہے کہ روم کے ملک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت سفینہؓ فوج سے کٹ گئے یا شاید قید ہو گئے وہ بھاگ کر ادھر ادھر فوج کی تلاش کر رہے تھے کہ اچانک شیر سے اُن کا آمنا سامنا ہو گیا تو سفینہ نے کہا اے شیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہوں مجھے یہ یہ صورتیں پیش آگئیں اس پر شیر دم ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور وہ مجھ سے سامنا تھا یہاں تک کہ وہ شیر سفینہ کے بغل میں آکر کھڑا ہو گیا جب وہ کسی طرف سے کوئی آواز سنتا تو اس کی طرف رخ کرتا پھر واپس آکر ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا یہاں تک کہ حضرت سفینہؓ نے اپنی فوج پالی پھر وہ شیر بھی واپس چلا گیا (شرح السنہ)

(۱۵۵۹) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم سفینہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک بحری سفینے کے سفر میں ایک کشتی پر بیٹھے۔ اتفاق سے وہ کشتی ٹوٹ گئی اور میں اس کشتی کے ایک تختہ پر بیٹھ گیا اس تختے نے بہا کر خشکی کی ایک جھاڑی کے قریب ڈال دیا جس میں شیر بھی تھا اسے دیکھ کر مجھے خوف آنے لگا مگر میں نے شیر سے کہا اے ابوالحارث! میں سفینہ ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم۔ یہ سن کر اس نے اپنا سر جھکا دیا اور اس نے آگے بڑھتے ہوئے اپنا کندھا ہلایا۔ گویا وہ مجھے راستہ دکھا رہا تھا یہاں تک کہ اس نے مجھے راستہ پر پہنچا دیا جب وہ مجھے راستے تک پہنچا چکا تو وہ ایک بار غرایا تو

الظل بين كلتا رضيتين فنزل بالطريق حتى قدم فلقيت ابن شريق ... (رواه الحاكم)

رفع بعض الشهداء الى السماء

(١٥٦٠) عن عروة قال لما قتل الذين ببئر معونة وأسر عمرو بن أمية الضمري قال له عامر بن الطفيل من هذا فأشار الى قتيل فقال له عمرو بن أمية هذا عامر ابن فهيرة فقال لقد رأيته بعد ما قتل رفع الى السماء حتى انى لأنظر الى السماء بينه وبين الأرض ثم وضع توفي منه من البخاري قال النبي صلى الله عليه وسلم لجابر في ابيه تبكيه او لا تبكيه ما زالت الملائكة تظله بأجنحتها حتى رفعتموه -

میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے رخصت کر رہا ہے۔ (حاکم)

بعض شہدا کا آسمان پر اٹھا لیا جانا

(۱۵۶۰) عروہ بئر معونہ کے واقعہ میں نقل کرتے ہیں کہ جب اس میں شہادت کا بازار گرم ہوا تو عامر ابن الطفیل نے ایک شہید کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون صاحب ہیں۔ اس پر عمرو بن امیہ نے بتایا کہ یہ عامر بن فہیرہ ہیں انھوں نے کہا میں نے اس لئے دریافت کیا تھا کہ شہادت کے بعد میں نے بچشم خود معائنہ کیا کہ ان کا جسم مبارک آسمان کی طرف اتنی دیر تک اٹھایا گیا کہ وہ زمین و آسمان کے درمیان مجھ کو نظر آتا رہا تھوڑی دیر کے بعد وہ زمین پر لا کر رکھ دیا گیا۔ اسی قسم کا واقعہ جو حضرت عبداللہ جابرؓ کے والد کے متعلق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان پر گریہ و زاری کرو یا نہ کرو فرشتے اپنے بازوؤں کا ان پر اس وقت تک سایہ کئے رہے جب تک کہ نہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

(۱۵۶۰) ان متعدد واقعات میں آسمان پر اٹھائے جانے کی تصریح ہے جو شخص عقیدہ مسلمہ سے وہاں کوئی کرامت کے علاوہ تغیر کرتا ہے اب آپ کا اصل موجب اطمینان کی نادعیات کر کیا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی کا سوال اب مجموعہ تعامل کے سامنے تو ثابت ہو چکا ہے اور تعریضات کے نقطے کے بعد تو ختم ہو جانے والا ہے۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ زمانہ کیا لکھا جائے مسلمانوں کا ایمان و اسلام کا ڈھکوسلا کیا جائے جو قوم معجزات و کرامات کی تاریخ بھی اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا کرتی تھی اب وہ یہاں بھی جہالت کا شکار آرہی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

الحفظ عن الجن والشیاطین

(۱۵۶۳) عن ابی هریرۃ قال وکلنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحفظ زکوٰۃ رمضان فاتانی آت فجعل یحثو من الطعام فاخذتہ وقلت واللہ لارفعنک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال دعنی فانی محتاج وعلی عیال ولی حاجۃ شدیدۃ قال فخلیت عنہ فاصبحت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا هریرۃ ما فعل اسیرک البارحۃ قال قلت یا رسول اللہ شکی حاجۃ شدیدۃ وعیالا فرحمتہ فخلیت سبیلہ قال اما انہ قد کذبک وسیعود فعرفت انہ سیعود لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ سیعود فرصدتہ فجعل یحثو من الطعام فاخذتہ فقلت لارفعنک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جن اور شیاطین سے حفاظت

(۱۵۶۳) ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ رمضان کے مال کی نگرانی کرنے پر مجھ کو تعینات فرمایا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے آکر لپ بھر بھر کر اس مال میں سے چرانا شروع کیا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا میں تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا (اس چوری کی سزا ملے گی) اس پر وہ (خوشامدانہ طریق پر) کہنے لگا کہ میں بہت محتاج ہوں مستحق زکوٰۃ کی بھی اور عیال کا بھی ذمہ دار ہوں۔ مجھ کو اس پر رحم آگیا اور اس کو چھوڑ دیا۔ صبح کو جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے خود یہ سوال کیا کہ ابو ہریرہ وہ شب والا تمہارا قیدی کیا ہوا۔ میں نے جو بات تھی عرض کر دی کہ اس نے اپنی حاجت اور عیال کا ذکر کیا تو مجھے رحم آگیا اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا اس نے جھوٹ بولا ہے وہ پھر آئے گا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور پھر آئے گا کیونکہ آپ یہ فرما چکے تھے کہ وہ پھر آئے گا۔ چنانچہ میں نے اس کی آمد کا انتظار کیا تو جیسا فرمایا ہوا تھا وہ آیا پھر وہی حرکت شروع کردی میں نے پھر اس کو پکڑ لیا کہ آپ کے سامنے پیش کروں گا اس نے پھر وہی اپنی حاجتمندی کا

(۱۵۶۳) عالم روحانیت کے عجائبات میں سے پہلی جنات انسانی شکل میں متشکل ہو کر آنا اور اس کی گرفتاری اور چوری کا واقعہ بھی ثابت ہوا خواہ اس میں ابو ہریرہ کی روحانیت کا دخل ہو یا اس شیطان کے خصت کا مگر اس ایک واقعہ کو پڑھنے والے یہ اندازہ کر لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں واقعات کی نوعیت کیا تھی اور آپ کی نبوت کا اثر شیاطین پر کیا تھا اور آیۃ الکرسی کا اثر اس وقت کیا تھا اور اب کیا ہے اور کیوں ؟ اور

فَقَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلَا أَعُودُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ
فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ
شَكَا حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَقَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ
فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ إِنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُودُ ثُمَّ تَعُودُ
فَقَالَ دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا قُلْتُ مَا هُوَ قَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ
فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ فَإِنَّكَ لَنْ يَزَالَ
عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ فَأَصْبَحْتُ
فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ
زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللّٰهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ قَالَ مَا هِيَ قُلْتُ قَالَ لِي إِذَا
أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ
الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَقَالَ لِي لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى
تُصْبِحَ وَكَانُوا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ

اور بچوں کی شکایت کی آخر مجھ کو پھر رحم آ گیا اور میں نے پھر اس کو رہا کر دیا۔ صبح کو پھر آپ نے پوچھا کہ
ابوہریرہ رات والا قیدی کدھر گیا۔ میں نے جو بات تھی وہ عرض کر دی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس
نے اپنی بڑی ضرورت اور عیالداری کا اظہار کیا۔ میں نے رحم کھا کر اس کو پھر رہا کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ پھر
آئے گا اور اس نے جو کہا جھوٹ کہا۔ میں سمجھ گیا کہ آپ کے حسب ارشاد ضرور آئے گا چنانچہ تیسری بار
میں نے اس کا پھر انتظار کیا۔ اس نے آکر پھر وہی حسب معمول حرکت شروع کر دی میں نے پھر اس کو گرفتار کیا
اور کہا کہ اب تین بار ہو چکا اب میں تجھ کو آپ کی خدمت میں ضرور پیش کروں گا تو ہر بار نہ آنے کا وعدہ
کر لیتا ہے اور پھر آ جاتا ہے وہ بولا اب تو مجھے معاف کر دو میں تم کو چند کلمات بتاتا ہوں جو تم کو نفع
بخش ہوں گے میں نے کہا بتاؤ۔ اس نے کہا بستر پر لیٹتے وقت آیۃ الکرسی شروع سے آخر تک پڑھ لیا کرو۔ اللہ
لا الٰہ الا ھو الحی القیوم تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبح تک ایک محافظ تم پر مسلط رہے گا اور

آیۃ الکرسی کے خواص نقل کہاں سے معلوم ہوئے۔ ان سب کے علاوہ دوسری انتظام پہرا اس میں اور مسئلہ کا انتظام اور
آپ کی خدمت میں لفظ سیاہ ان پر آپ کا اس کے بعد تین دن تک مطلع فرمانے رہنا مگر مستحق زکوۃ کو نہ دینا اور تین
بار کا فاصلہ منظور رکھنا اور تیسری بار کسی طرح کی رعایت نہ کرنا، یہ امور اس کے علاوہ بعض تحقیق و دقائق
اور ہیں جو اس وقت قابل اشارہ بھی نہیں۔

قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ (رواه البخاري)

شہادۃ خبیب و عاصم رضی اللہ عنہما

(١٥٦٣) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً عَيْنًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ وَهُوَ جَدُّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَانْطَلَقُوا حَتَّى إِذَا كَانَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوا لِحَيٍّ مِنْ هُذَيْلٍ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو لِحْيَانَ فَتَبِعُوهُمْ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَامٍ فَاقْتَصُّوا آثَارَهُمْ حَتَّى أَتَوْا مَنْزِلًا نَزَلُوهُ فَوَجَدُوا فِيهِ نَوَى تَمْرٍ تَزَوَّدُوهُ مِنَ الْمَدِينَةِ فَقَالُوا هَذَا تَمْرُ يَثْرِبَ فَتَبِعُوا آثَارَهُمْ حَتَّى لَحِقُوهُمْ فَلَمَّا انْتَهَى عَاصِمٌ وَ

تمہارے پاس شیطان نہ پھٹک سکے گا۔ ابو ہریرہ نے اس کو رہا کر دیا۔ صبح کو پھر آپ نے صورت حال دریافت کی۔ میں نے عرض کی کہ وہ بڑی معذرت کرنے لگا، کہنے لگا مجھے چھوڑ دو تو میں تم کو چند کلمات ایسے بتاؤں گا جو تم کو نفع دیں۔ میں نے وہ کلمات اس سے پوچھے تو اس نے سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھنے کے لئے بتایا اور یہ کہا کہ اس کی برکت سے صبح تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ایک فرشتہ نگراں رہے گا اور کوئی شیطان تمہارے پاس نہ پھٹک سکے گا۔ اس زمانے میں صحابہ کرام کو ایسی اچھی اچھی باتوں کی بڑی حرص لگی رہتی تھی اس لئے میں نے پھر اس کو رہا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے بالکل سچ کہا مگر ہے وہ سخت جھوٹا، اس کے بعد فرمایا ابو ہریرہؓ جانتے ہو تین راتوں سے یہ باتیں کس کے ساتھ کر رہے ہو؟ میں نے عرض کی جی نہیں، فرمایا کہ وہ سائل یہ شیطان تھا۔

حضرت خبیبؓ اور حضرت عاصمؓ کی شہادت کا واقعہ

(١٥٦٣) ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا لشکر بنا کر جاسوسی کے لئے بھیجا اور ان پر عاصم بن ثابتؓ کو امیر مقرر کیا۔ یہ حضرت عمرؓ کے دادا تھے۔ یہ دستہ چلتے چلتے جب عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچا تو بنو لحیان کو جو ہذیل کے خاندان سے تھے ان کی خبر لگ گئی انہوں نے سو آدمی

(١٥٦٣) حضرت خبیبؓ کے اس واقعہ میں کتنی کتنی کرامت بلکہ معجزہ کا ظہور ہے جس کی تفصیل کے لئے نظر عمیق درکار ہے۔ (١) چونکہ اپنے عہد کے بڑے پابند تھے ان کو فرض ہے کس طرح عہد شکنی کرنا پسند کریں کفار کے ساتھ معاہدہ ... تھی یہ بڑا عظیم الشان خلق ہے۔ ایک معمولی سی حرکت سے ان کے بچوں میں آ سکتے اور جس نے اس کو ایک قاتل ... سمجھی تھی انہوں نے ان کی بات مان کر اس کا جو تحفہ ... (٢) اب حضرت خبیبؓ کی

ثم قام إليه عقبة بن الحارث فقتله وبعثت قريش إلى عاصم ليؤتوا بشيء من جسده يعرفونه وكان عاصم قتل عظيماً من عظمائهم يوم بدر فبعث الله عليه مثل الظلة من الدبر فحمته من رسلهم فلم يقدروا منه على شيء. (رواه البخاري كذا وقال في الفتح في المعاني مثل ظلة بتغير يسير)

انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس عورت نے کہا کہ میں نے اس قیدی سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ میں نے اس کو انگور کا خوشہ کھاتے ہوئے بچشم خود دیکھا ہے حالانکہ اس موسم میں انگوروں کا مکہ مکرمہ میں کہیں نام و نشان نہ تھا۔ ادھر وہ لوہے کی زنجیروں میں بندھے ہوئے کہیں جا کر خود لا بھی نہیں سکتے تھے پھر اس کے علاوہ اور صورت کیا ہی ہو سکتی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ان کو رزق ملتا تھا (جیسے بے موسم پھل حضرت مریم علیہا السلام کو ملا کرتے تھے) اس کے بعد حضرت خبیبؓ کو انھوں نے حرم سے باہر نکالا تاکہ ان کو قتل کر سکیں (حرم کے اندر ممکن نہ تھا) اس وقت حضرت خبیبؓ نے فرمایا کہ اچھا مجھے دو رکعتیں نماز پڑھ لینے دو۔ نماز کے بعد ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اگر تم لوگوں کو یہ خطرہ پیدا نہ ہوتا کہ میں کہیں اپنی موت سے گھبرا رہا ہوں تو دو رکعتیں اور بھی پڑھتا۔ اس واقعہ کی بنا پر خبیبؓ پہلے وہ شخص ہیں جو قتل سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کا طریقہ ڈال گئے۔ اس کے بعد یہ دعا مانگی: الٰہی ان مشرکوں کو چن چن کر مار۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

جب میں مسلمان ہوں تو مجھ کو اس کی کوئی پروا نہیں کہ میری موت راہ خدا میں کس کروٹ پر آتی ہے۔

یہ بات اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ اگر وہ چاہے تو پارہ پارہ شدہ ہڈیوں میں برکت عطا فرمائے۔

اس کے بعد عقبہ بن الحارث نے کھڑے ہو کر نیزہ مار کر ان کو قتل کر دیا۔ ادھر قریش نے لوگ روانہ کیے کہ اگر ہو سکے تو وہ عاصمؓ کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر لے آئیں تاکہ وہ اس کو شناخت کر کے اپنا دل ٹھنڈا کر سکیں مگر حق تعالیٰ نے ان کا بال بھی بیکا ہونے نہ دیا۔ یہی عاصمؓ وہ تھے جنھوں نے جنگ بدر میں ان کی قوم کی بڑی شخصیتوں میں سے ایک کو قتل کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت یوں کی کہ ایک بھڑوں کا چھتہ سائبان کی طرح ان کے جسم پر مسلط کر دیا جس کی وجہ سے وہ ان کے جسم کا کچھ نہ بگاڑ سکے (بخاری شریف)۔

غالب ہوجائیں گے جس کی وجہ سے ان کو فتح نصیب ہوگی۔ یہ دونوں باہمی اتحاد قائم کرکے لڑ چکے ہوں گے جس کی وجہ سے
فریقین میں خطرناک جنگ شروع ہوجائے گی۔

بالآخر اہل اسلام شہید ہوجائیں گے۔ عیسائی ملک شام پر قبضہ کرلیں گے اور کچھ ہی دنوں بعد عیسائی قوموں کی
صلح ہوجائے گی۔ باقی مسلمان مدینہ منورہ چلے آئیں گے۔ عیسائیوں کی حکومت خیبر تک (جو مدینہ منورہ کے قریب ہے)
پھیل جائے گی۔ اس وقت مسلمان اس فکر میں ہوں گے کہ امام مہدی کو تلاش کرنا چاہئے تاکہ ان کے ذریعہ سے
مصیبتیں دور ہوں۔ اور دشمن کے پنجے سے نجات ملے۔

امام مہدی کی تلاش اور ان سے بیعت کرنا

حضرت امام مہدی اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے مگر اس ڈر سے کہ یہ لوگ
مجھ جیسے ضعیف کو اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کی تکلیف دیں گے مکہ معظمہ چلے جائیں گے۔
اس زمانے کے اولیاء کرام اور ابدال عظام آپ کو تلاش کریں گے بعض لوگ مہدی ہونے کے جھوٹے دعوے بھی
کریں گے۔ حضرت مہدی علیہ السلام رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے کہ مسلمانوں کی
ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی اور آپ کو مجبور کرکے آپ سے بیعت کرلے گی۔ اس واقعہ کی علامت یہ ہے کہ
اس سے قبل گزشتہ ماہ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگ چکا ہوگا۔ اور بیعت کے وقت آسمان سے یہ آواز آئے گی
ھٰذَا خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَطِیْعُوْا۔ اس آواز کو اس جگہ کے تمام خاص و عام سن لیں گے۔
بیعت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال کی ہوگی۔ خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ
چلی آئیں گی۔ شام، عراق اور یمن کے اولیاء کرام اور ابدال عظام آپ کی صحبت میں اور ملک عرب کے لاتعداد
لوگ آپ کے لشکر میں شامل ہوجائیں گے۔ اور اس خزانہ کو جو کعبہ میں مدفون ہے (جس کو تاج الکعبہ کہتے ہیں)

خراسانی فوج کی امام مہدی کی اعانت کے لئے روانگی اور سفیانی کے لشکر کا غرق و تباہ ہوجانا

نکال کر مسلمانوں میں تقسیم فرمائیں گے۔ جب یہ خبر اسلامی دنیا میں پھیلے گی تو خراسان سے
ایک شخص ایک بہت بڑی فوج لے کر آپ کی مدد کے لئے روانہ ہوگا جو راستے میں بہت سے
عیسائیوں اور بددینوں کا صفایا کرے گا۔ اس لشکر کے مقدمۃ الجیش کی کمان منصور
نامی ایک شخص کے ہاتھ میں ہوگی۔ وہ سفیانی جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے اہل بیت کا دشمن ہوگا۔ اس کی ننہیال قوم
بنو کلب ہوگی۔ حضرت امام مہدی کے مقابلہ کے لئے اپنی فوج بھیجے گا۔ جب یہ فوج مکہ و مدینہ کے درمیان
ایک میدان میں پہنچ کر مقیم ہوگی تو یکایک اس فوج کے ایک ایک کرکے سب کے سب زمین میں دھنس جائیں گے
اور قیامت کے دن ہر ایک کا حشر اس کے عقیدہ اور عمل کے مطابق ہوگا۔ ان میں سے صرف دو آدمی بچیں گے
ایک حضرت امام مہدی کو اس واقعہ کی اطلاع دے گا اور دوسرا سفیانی کو۔ عرب کی فوجوں کے اجتماع کا حال
سن کر عیسائی بھی چاروں طرف سے فوجیں جمع کرنے کی کوشش میں لگ جائیں گے اور اپنے ملک و قوم کے

یہاں جب آپ اس خاص تاریخ سے علیحدہ ہو کر نفس مسئلہ کی حیثیت سے احادیث پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امام مہدی کا تذکرہ سلف سے خلف تک محدثین کے ہاں کس قدر اہمیت کے ساتھ ہمیشہ ہوتا رہا ہے حتی کہ امام ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ نے امام مہدی کے عنوان سے ایک ایک باب ہی علیحدہ قائم کر دیا ہے۔ ان کے علاوہ ائمہ حدیث جنہوں نے امام مہدی کے متعلق حدیثیں اپنی اپنی مولفات میں ذکر کی ہیں ان میں سے چند کے اسمائے مبارکہ حسب ذیل ہیں: امام احمد، البزار، ابن ابی شیبہ، الحاکم، الطبرانی، ابو یعلی موصلی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔ جن جن صحابہ کرام سے اس باب میں روایتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں: حضرت علی، ابن عباس، ابن عمر، طلحہ، عبد اللہ بن مسعود، ابو ہریرہ، انس، ابو سعید، ام حبیبہ، ام سلمہ، ثوبان، قرہ بن ایاس، علی الہلالی، عبد اللہ ابن الحارث بن جزء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

شارح عقیدہ سفارینی نے امام مہدی کی تشریف آوری کے متعلق معنوی تواتر کا دعویٰ کیا ہے اور اس کو اہل سنت والجماعت کے عقائد میں شمار کیا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں:-

"کہ امام مہدی کے خروج کی روایتیں اتنی کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ اس کو معنوی تواتر کی حد تک کہا جا سکتا ہے اور یہ بات علمائے اہل سنت کے درمیان اس درجہ مشہور ہے کہ اہل سنت کے عقائد میں ایک عقیدہ کی حیثیت سے شمار کی گئی ہے۔ ابو نعیم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہم نے صحابہ و تابعین سے اس باب میں متعدد روایتیں بیان کی ہیں جن کے مجموعہ سے امام مہدی کی آمد کا قطعی یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا امام مہدی کی تشریف آوری پر حسب بیان علماء حسب عقائد اہل سنت والجماعت یقین کرنا ضروری ہے۔"

(شرح عقیدۃ السفارینی ص [illegible])

اسی طرح حافظ سیوطی نے بھی بیان تواتر معنوی کا دعویٰ کیا ہے۔ قاضی شوکانی نے اس سلسلہ کی جو حدیثیں جمع کی ہیں ان میں مرفوع حدیثوں کی تعداد پچاس اور آثار کی اٹھائیس تک پہنچتی ہے۔ شیخ علی متقی نے بھی منتخب کنز العمال

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہاں مہدی کے دونوں واقعات کے سامنے چونکہ یہ بیانات موجود ہوتے ہیں اس لئے یہ مفروضہ قائم کر لیا ہے کہ اگر ان تفصیلات میں کوئی تسلسل یا مرتب ربط نہیں ہے تو یہ جانب عقل و یقین کی بد گمانی ہے بسا اوقات ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ یہ ترتیب راویوں نے بیانات چونکہ ہر ایک سماعت نہیں آتی اب راویوں کے الفاظ کا یہ مختلف اور روایات کی ناہمواری کا یہ رنگ دیکھ کر بعض دماغ اس طرف چلے جاتے ہیں کہ ان تمام دشواریوں کے تسلیم کر لینے کے بجائے اصل واقعہ کا ہی انکار کر دینا آسان ہے۔ مگر کاش وہ اس پہلو پر بھی نظر کر لیتے کہ یہ ترتیبات تو صاحب شریعت کی جانب سے نہیں بلکہ واقعہ کے ناقلین راویوں کی جانب سے بھی نہیں صرف ان راویوں کی کاوش ہے جن کے سامنے اصل واقعہ کے متعلق متفرق ٹکڑے جمع ہو گئے تھے جن کو مختلف صحابہ نے مختلف زمانوں میں سماعت کیا تھا اس لئے ہر ایک نے بعض الفاظ میں دوسرے کی تعبیر کی کوئی رعایت نہیں کی اور وہ کر سکتا تھا تو پھر ترتیب پر واقعہ کے الفاظ کی اس بے ترتیبی کا کوئی اثر نہیں اور ایک ثابت شدہ واقعہ کا انکار صرف اتنی سی بات پر ان کو آسان نظر آیا۔

جیسا اس کا ثبوت معلوم ہو چکا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں اور علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں تحریر فرماتے ہیں۔

الاحادیث التی یحتج بہا علی خروج المہدی	یعنی وہ حدیثیں جن سے امام مہدی کے ظہور پر
احادیث صحیحۃ رواہا احمد وابو داود والترمذی	استدلال کیا گیا ہے وہ صحیح ہیں جن کو امام احمد
من حدیث ابن مسعود وام سلمۃ و	امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت
ابی سعید وعلی رضی اللہ عنہم	فرمایا ہے۔

پس جس طرح یہ واضح ہو چکا ہے کہ صحیح مسلم کی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں کا ایک خلیفہ ہوگا جس کے زمانہ میں خیر و برکات ظاہر ہوں گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل پیدا ہوگا۔ دجال اسی کے عہد میں ظاہر ہوگا۔ اسی کا ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تک رہے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے تشریف لائیں گے اس وقت خلیفہ نماز کے لئے مصلیٰ پر آ چکا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کہیں گے آپ مصلیٰ پر آجائیے تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے فرمائیں گے کہ چونکہ آپ مصلیٰ پر جا چکے ہیں اس لئے اب امامت آپ ہی کا حق ہے اور یہ اس امت کی ایک بزرگی ہے ابتداءً نماز آپ ہی کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے۔

یہ تمام صفات ان صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں جن کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔ اب گفتگو ہے تو صرف اتنی بات میں ہے کہ یہ خلیفہ کیا امام مہدی ہی ہوگا یا کوئی اور دوسرا خلیفہ۔ دوسرے نمبر کی حدیثوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ یہ خلیفہ امام مہدی ہی ہوں گے۔ پہلے نمبر کی صحیح مسلم کی حدیثوں میں جب اس خلیفہ کا تذکرہ آ چکا ہے تو ہم دوسرے نمبر کی حدیثوں میں جب وہی تفصیلات اس کے نام کے ساتھ دیکھتے ہیں تو ان کو بھی صحیح مسلم ہی کی حدیثوں کے حکم میں سمجھنا چاہئے۔ اس لئے اب یہ کہہ دینا کہ امام مہدی کا ثبوت خود صحیح مسلم میں موجود ہے تو اس کی گنجائش ہے۔ مثلاً جب صحیح مسلم میں یہ موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب اتریں گے تو اس وقت مسلمانوں کا ایک امیر امامت کے لئے مصلیٰ پر آ چکا ہوگا اور اب جن حدیثوں میں اس خلیفہ کا نام امام مہدی بتایا گیا ہے یقیناً وہ اسی امیر خلیفہ کا بیان کیا جاتا ہے۔ یا مثلاً صحیح مسلم میں ہے کہ آخر زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو بے حساب مال تقسیم کرے گا اب اگر دوسری حدیثوں سے ثابت ہو کہ یہ کمال کی بخشش امام مہدی کے زمانہ میں ہوگی تو صحیح مسلم کی اس حدیث کا مصداق امام مہدی کو قرار دینا بالکل بجا ہوگا۔ اسی طرح جنگ کے جو واقعات صحیح مسلم میں امام کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں اگر دوسری حدیثوں میں وہی واقعات امام مہدی کے زمانہ میں ثابت ہوتے ہیں تو کیا بالکل قرین قیاس ہوگا کہ صحیح مسلم میں جنگ کے جو واقعات مذکور ہیں وہ امام مہدی ہی کے عہد کے

ان آثار کی روشنی میں لا مہدی الا عیسیٰ کی تشریح بھی کی جا سکتی ہے بشرطیکہ ابن ماجہ کی
اس حدیث کو کسی درجہ میں حسن تسلیم کر لیا جائے۔

رب العالمین کی عجیب حکمت ہے کہ جب کسی اہم شخصیت کے متعلق کوئی پیشگوئی کی گئی ہے تو اس
کی اس نرالی شان کی وجہ سے ہمیشہ اس نام کے کاذب مدعی چاروں طرف سے پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں اور اسی
طرح ایک مہدی بات آنحضرت کی منزل بن کر رہ گئی ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق صریح اور صاف
الفاظ میں پیشگوئی کی گئی جس میں کسی دوسرے شخص کی آمد کا کوئی احتمال ہی نہیں ہو سکتا تھا اس کے باوجود
نہ معلوم کتنے مدعی مسیحیت پیدا ہو گئے آخر یہ ایک مہدی کی پیشگوئی ایک معمہ بن کر رہ گئی۔ اسی طرح جب حضرت امام
مہدی کے حق میں پیشگوئی کی گئی تو گذشتہ زمانے میں یہاں بھی بہت سے اشخاص مہدویت کے مدعی پیدا ہو گئے چنانچہ
محمد بن عبداللہ النفس الزکیہ کے لقب سے مشہور تھا۔ اسی طرح محمد بن تومرت، عبیداللہ بن میمون قداح،
محمد جونپوری وغیرہ نے اپنے اپنے زمانے میں مہدویت کا دعویٰ کیا۔ شیخ سید برزنجی لکھتے ہیں کہ ان کے زمانے میں
مقام [illegible] میں بھی ایک شخص نے مہدویت کا دعویٰ کیا۔ سید موصوف نے ایک [illegible] کردی شخص کے متعلق بھی لکھا ہے
کہ مقرر کے پہاڑ [illegible] میں اس نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ ان سب اشخاص کے واقعات تاریخ میں تفصیل
کے ساتھ مذکور ہیں اور وہ تمام مصائب و آلام بھی مذکور ہیں جو ان مدعیوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر توڑے گئے تھے
رافضی جماعت کا تو مستقل یہ ایک عقیدہ ہی ہے کہ محمد بن حسن عسکری مہدی موعود ہے ان کے
خیالات کے مطابق وہ اپنے طفولیت کے زمانہ ہی سے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو کر کسی مخفی غار میں پوشیدہ ہیں
اور یہ جماعت آج تک انہی کے ظہور کی منتظر ہے اور مصیبتوں میں انہی کو پکارتی پھرتی ہے۔ ان فتنوں کی تاریخ
اور مسئلہ نص کی اس وہم پرستی اور بے بنیاد عقیدہ کی وجہ سے بعض اہل علم کے ذہن اس طرف منتقل ہو گئے کہ اگر
عقلی لحاظ سے مہدی کے وجود ہی کا انکار کر لیا جائے تو اس تمام بحث و جدل سے امت مسلمہ کی جان چھوٹ جائے
اور [illegible] موعودی کی آزمائشوں کا اس کو مقابلہ نہ کرنا پڑے چنانچہ ابن خلدون مورخ نے اسی پہلو پر نظر [illegible] صرف
کہا ہے اور چونکہ تاریخی اور تنقیدی لحاظ سے علمی طبقہ میں ان کا وہ بہت مقام حاصل ہے۔ اس لئے اس قسم کے مزاجوں
کے لئے ان کا انکار کرنا اور تقویت کا باعث بن گیا پھر بعد میں اسی کے اعتماد پر اس مسئلہ کا انکار ہوتا رہا ہے۔ محدثین
علماء نے چونکہ اس انکار کو تسلیم نہیں کیا اور خود مورخ موصوف کے زمانے میں بھی اس پیشگوئی کے اثبات پر تالیفات
کی گئیں جن میں سے اس وقت "ابراز الوہم المکنون من کلام ابن خلدون" کا نام ہمارے علم میں ہے مگر یہ رسالہ
ہم کو دستیاب نہیں ہو سکا۔ امام قرطبی، شیخ جلال الدین سیوطی، سید برزنجی، شیخ علی متقی، علامہ شوکانی،
نواب صدیق حسن خان، شارح عقیدہ سفارینی کی تصنیفات ہماری نظر سے بھی گزری ہیں ان کے مؤلفات

اسم المهدي ونسبه وحليته الشريفة

(١٥٦٦) عن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من أهل بيتي يواطئ اسمه اسمي. رواه الترمذي قال وفي الباب عن علي وأبي سعيد وأم سلمة وأبي هريرة وقال هذا حديث حسن صحيح. قلت وأخرجه أبو داود وسكت عنه هو والمنذري وابن القيم وقال الحاكم رواه الثوري وشعبة وزائدة وغيرهم من أئمة المسلمين عن عاصم قال وطرق عاصم عن زر عن عبد الله كلها صحيحة.

(١٥٦٧) عن أبي هريرة قال لو لم يبق من الدنيا إلا يوم لطول الله ذلك اليوم حتى يلي. رواه الترمذي هذا حديث حسن صحيح.

(١٥٦٨) عن أبي إسحاق قال قال علي ونظر إلى ابنه الحسن فقال إن ابني هذا سيد كما سماه النبي صلى الله عليه وسلم وسيخرج من صلبه رجل يسمى باسم نبيكم صلى الله عليه وسلم يشبهه في الخلق ولا يشبهه في الخلق ثم ذكر قصة يملأ الأرض عدلا. رواه أبو داود وقال أبو داود في عمر بن قيس لا بأس به في حديثه خطأ وقال المنذري صدوق له أوهام ورواية أبي إسحاق السبيعي عن علي منقطعة.

امام مہدی کا نام ونسب اور ان کا حلیہ شریف

(۱۵۶۶) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کا اس وقت تک خاتمہ نہیں ہوگا جب تک کہ میرے اہل بیت میں کا ایک شخص عرب پر مالک نہ ہو جائے جو میرا ہم نام ہوگا (ترمذی شریف)

(۱۵۶۷) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اگر دنیا کے خاتمہ میں صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اسی ایک دن کو اسی قدر دراز فرما دیگا یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا حاکم ہو کر رہے گا (ترمذی شریف)

(۱۵۶۸) حضرت علیؓ نے اپنے فرزند حضرت حسنؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا میرا یہ فرزند سید ہوگا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا ہے۔ اور اس کی نسل سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام تمہارے نبی کے نام پر ہوگا وہ عادات میں آپ کے مشابہ ہوگا لیکن صورت میں مشابہ نہ ہوگا۔ اس کے بعد ان کے عدل وانصاف کا حال ذکر فرمایا۔ (ابوداؤد)

(۱۵۶۹) عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدَّهْرِ إِلَّا يَوْمٌ لَبَعَثَ اللّٰهُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَمْلَأُهَا قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا. رواه ابو داود وفي إسناده فطر بن خليفة الكوفي وثقه احمد ويحيى بن سعيد القطان ويحيى بن معين والنسائي والعجلي وابن سعد وقال الساجي وقال ابو حاتم صالح الحديث و اخرج له البخاري فالحديث قوي۔

(۱۵۷۰) عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ فَتَذَاكَرْنَا الْمَهْدِيَّ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمَهْدِيُّ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ. رواه ابن ماجة وفيه علي بن النفيل الحراني. قال ابو حاتم لا بأس به. اخرج له ابو داود وابن ماجة كذا في الخلاصة۔

(۱۵۷۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَحْنُ وُلْدُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ سَادَةُ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَنَا وَحَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَجَعْفَرٌ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَالْمَهْدِيُّ. رواه ابن ماجة وفي الزوائد في إسناده مقال، وعلي بن زياد لم أر من وثقه ولا من جرحه وباقي رجال الإسناد موثقون كذا في انجاح الحاجة۔

(۱۵۷۲) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَهْدِيُّ مِنِّي

(۱۵۶۹) حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے اگر قیامت میں صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے گا تو بھی اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ضرور ایک شخص کو کھڑا کرے گا جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھی اسی طرح بھر دے گا جیسے وہ اس سے قبل ظلم سے بھر چکی ہوگی۔ (ابوداؤد)

(۱۵۷۰) سعید بن المسیبؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم ام سلمہؓ کے پاس حاضر تھے ہم نے امام مہدی کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ امام مہدی حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں ہوں گے۔ (ابن ماجہ)

(۱۵۷۱) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ ہم عبدالمطلب کی اولاد اہل جنت کے سردار ہوں گے یعنی میں، حمزہؓ، علیؓ، جعفرؓ، حسنؓ، حسینؓ اور مہدی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (ابن ماجہ)

(۱۵۷۲) ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی میری اولاد میں سے ہوگا جس کی پیشانی کشادہ اور ناک بلند ہوگی اور وہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

ظهور المهدي ومبايعة أهل مكة إياه بين الركن والمقام

(۱۵۷۹) عن أم سلمة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال يكون اختلاف عند موت خليفة فيخرج رجل من أهل المدينة هاربا إلى مكة فيأتيه ناس من أهل مكة فيخرجونه وهو كاره فيبايعونه بين الركن والمقام ويبعث إليه بعث من الشام فيخسف بهم بالبيداء بين مكة والمدينة فإذا رأى الناس ذلك أتاه أبدال الشام وعصائب أهل العراق فيبايعونه ثم ينشأ رجل من قريش أخواله كلب فيبعث إليهم بعثا فيظهرون عليهم وذلك بعث كلب والخيبة لمن لم يشهد غنيمة كلب فيقسم المال ويعمل في الناس بسنة نبيهم ويلقي الإسلام بجرانه في الأرض فيلبث سبع سنين ثم يتوفى ويصلي عليه المسلمون. رواه ابو داود والحاكم

امام مہدی کا ظہور اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اہل مکہ کا ان سے بیعت کرنا

(۱۵۷۹) حضرت ام سلمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں آپ نے ایک خلیفہ کے انتقال کے بعد کچھ اختلاف رونما ہوگا اس وقت ایک شخص مدینہ کا باشندہ بھاگ کر مکہ کو چلا آئے گا۔ مکہ مکرمہ کے کچھ لوگ اس کے پاس آئیں گے اور اس کو مجبور کرکے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس سے بیعت کرلیں گے پھر شام سے مقابلہ کے لئے ایک لشکر بھیجا جائے گا مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک میدان میں دھنسا دیا جائے گا جب لوگ ان کی یہ کرامت دیکھیں گے تو شام کے ابدال اور عراق کی جماعتیں بھی آکر ان سے بیعت کریں گی اس کے بعد پھر قریش میں ایک شخص ظاہر ہوگا جس کے ماموں قبیلہ کلب کے ہوں گے وہ ظاہر ہو کر ان کے مقابلہ کے لئے لشکر بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کو امام مہدی کی جماعت کے مقابلہ مغلوب فرمائے گا۔ یہی بنو کلب کا لشکر ہوگا۔ وہ شخص بڑا بدنصیب ہوگا جو قبیلہ کلب کی غنیمت میں شریک نہ ہو کامیابی کے بعد یہ شخص مال کو

(۱۵۷۹) ابوداؤد نے اس روایت کو امام مہدی کے باب میں ذکر فرمایا ہے اور امام ترمذی نے جب امام مہدی کی حدیثیں بیان کیں تو ان کے بعد صحابہ کے صرف اشارے کرائے ہیں تو ان میں سے بھی حضرت ام سلمہؓ کی اس روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس سے ظاہر یہ ہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو امام مہدی کی حدیث سمجھا ہے اس روایت میں اگرچہ اس شخص کا نام مذکور نہیں مگر قرینہ سے یہی سمجھا گیا ہے کیونکہ بعض خاص صفات ہیں جو امام مہدی ہی میں ہوں گے اور اسی وجہ سے ابوداؤد نے اس حدیث کو امام مہدی کی حدیثوں کے باب میں درج فرمایا ہے ابن خلدون بھی اس پر کوئی خاص جرح نہ کرسکے صرف یہ کہہ سکا کہ اس روایت میں امام مہدی کا نام مذکور نہیں۔

وَلَوْنُهُ قَالَ فَقُلْتُ مَا نَزَالُ نَرٰى فِيْ وَجْهِكَ شَيْئًا نَكْرَهُهُ فَقَالَ إِنَّا أَهْلُ الْبَيْتِ اخْتَارَ
اللّٰهُ لَنَا الْآخِرَةَ عَلَى الدُّنْيَا وَإِنَّ أَهْلَ بَيْتِيْ سَيَلْقَوْنَ بَعْدِيْ بَلَاءً وَتَشْرِيْدًا وَتَطْرِيْدًا
حَتّٰى يَأْتِيَ قَوْمٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَعَهُمْ رَايَاتٌ سُوْدٌ فَيَسْأَلُوْنَ الْخَيْرَ فَلَا يُعْطَوْنَهُ
فَيُقَاتِلُوْنَ فَيُنْصَرُوْنَ فَيُعْطَوْنَ مَا سَأَلُوْا فَلَا يَقْبَلُوْنَهُ حَتّٰى يَدْفَعُوْهَا إِلٰى
رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِيْ فَيَمْلَؤُهَا قِسْطًا كَمَا مَلَؤُوْهَا جَوْرًا فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ
فَلْيَأْتِهِمْ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ قَالَ السِّنْدِيُّ الظَّاهِرُ أَنَّهُ أَشَارَ إِلَى
الْمَهْدِيِّ الْمَوْعُوْدِ وَلِذٰلِكَ ذَكَرَ الْمُصَنِّفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَاللّٰهُ تَعَالٰى
أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَفِي الزَّوَائِدِ إِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ لِضَعْفِ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ زِيَادٍ الْكُوْفِيِّ
لٰكِنْ لَمْ يَنْفَرِدْ بِهِ ابْنُ أَبِيْ زِيَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ فَقَدْ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ
مِنْ طَرِيْقِ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ. قُلْتُ وَرَوَاهُ السُّيُوْطِيُّ فِي الْحَاوِيْ
أَيْضًا بِحَوَالَةِ ابْنِ أَبِيْ شَيْبَةَ وَنُعَيْمِ بْنِ حَمَّادٍ وَأَبِيْ نُعَيْمٍ وَفِيْ آخِرِهِ فَإِنَّهُ الْمَهْدِيُّ اھ۔

(١٥٧٩) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتَتِلُ عِنْدَ كَنْزِكُمْ
ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ابْنُ خَلِيْفَةٍ ثُمَّ لَا يَصِيْرُ إِلٰى وَاحِدٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَطْلُعُ الرَّايَاتُ السُّوْدُ مِنْ
قِبَلِ الْمَشْرِقِ فَيَقْتُلُوْنَكُمْ قَتْلًا لَمْ يُقْتَلْهُ قَوْمٌ ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا لَا أَحْفَظُهُ فَقَالَ فَإِذَا
رَأَيْتُمُوْهُ فَبَايِعُوْهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَإِنَّهُ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ (رواه ابن ماجه)
قَالَ السِّنْدِيُّ أَخْرَجَهُ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ سُفْيَانَ فِيْ مُسْنَدِهِ وَأَبُوْ نُعَيْمٍ فِيْ كِتَابِ الْمَهْدِيِّ

اور نکل جائیں گے یہاں تک کہ ایک قوم مشرق کی طرف سے کالے جھنڈے لے کر آئے گی میرے
اہل بیت ان سے مطالبہ خیر طلب کریں گے لیکن وہ ان کو نہیں دیں گے اس پر سخت جنگ ہوگی آخر وہ شکست
کھائیں گے اور جو ان سے طلب کیا تھا پیش کریں گے مگر وہ اس کو قبول نہ کریں گے آخر کار وہ ان جھنڈوں
کو ایک ایسے شخص کے حوالہ کریں گے جو میرے اہل بیت سے ہوگا وہ زمین کو عدل و انصاف سے پھر اسی
طرح بھر دے گا جیسا لوگوں نے اس سے قبل ظلم و ستم سے بھر دیا ہوگا لہٰذا تم میں سے جس کو اس کا زمانہ
ملے وہ ضرور ان کے ساتھ ہو جائے اگرچہ اس کو برف پر گھسٹ کر چلنا پڑے (ابن ماجہ)۔

(١٥٧٩) ثوبان روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے خزانہ کے پاس تین
آدمی خلفاء کی اولاد میں سے قتل ہوں گے پھر ان کے خاندان میں کسی کو ولایت نہیں ملے گی پھر مشرق کی
طرف سے کالے جھنڈے نمایاں ہوں گے اور تم کو اس بری طرح سے قتل کریں گے کہ کسی قوم نے اس طرح

من طريق ابن ابراهيم بن سويد الشامي. في الزوائد هذا الاسناد صحيح رجاله ثقات و رواه الحاكم في المستدرك ايضا.

(۱۵۸۰) عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رأيتم الرايات السود قد جاءت من قبل خراسان فأتوها ولو حبوا على الثلج فان فيها خليفة الله المهدي. رواه احمد والبيهقي في الدلائل وسنده صحيح كذا في الحاوي ج ٢.

(۱۵۸۱) عن ابي الصديق الناجي عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال يكون في امتي المهدي ان قصر فسبع والا فتسع تنعم امتي فيه نعمة لم ينعموا مثلها قط. تؤتي الارض أكلها ولا تدخر عنهم شيئا. والمال يومئذ كدوس. يقوم الرجل فيقول يا مهدي اعطني فيقول خذ. رواه الحاكم في المستدرك واخرج حديث ابي سعيد من طرق متعددة وحكم على بعضها بانه على شرط الشيخين ورواه ابن ماجه وفيه زيد العمي ضعيف.

قتل عام نہ کیا ہوگا۔ اس کے بعد انہوں نے کچھ اور بیان فرمایا جو مجھ کو یاد نہیں ہے پھر فرمایا جب اس شخص کو تم دیکھو تو اس سے بیعت کر لینا اگرچہ برف کے اوپر گھسٹ کر چلنا پڑے کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا (ابن ماجہ)۔

(۱۵۸۰) ثوبان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم دیکھو کہ سیاہ جھنڈے خراسان کی جانب سے آ رہے ہیں تو ان میں شامل ہو جانا اگرچہ برف کے اوپر گھٹنوں کے بل چلنا ہی کیوں نہ پڑے کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا (احمد و بیہقی)۔

(۱۵۸۱) ابو الصدیق ناجی بیان کرتے ہیں کہ ابو سعید خدری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے میری امت میں مہدی ہوگا جو کم سے کم سات سال ورنہ نو سال تک رہے گا۔ ان کے زمانہ میں میری امت اتنی خوشحال ہوگی کہ اس سے قبل کبھی ایسی خوشحال نہ ہوئی ہوگی۔ زمین اپنی ہر قسم کی پیداوار ان کے لئے نکال کر رکھ دے گی اور کچھ بچا کر نہ رکھے گی اور مال اس زمانہ میں کھلیان میں غلہ کے ڈھیر کی طرح پڑا ہوگا حتی کہ ایک شخص کھڑا ہو کر کہے گا اے مہدی! مجھے کچھ دیجئے۔ وہ فرمائیں گے (جتنا جی میں آئے) اٹھالے۔ (مستدرک)۔

(۱۵۸۲) عن أبي سعيد الخدري قال خشينا أن يكون بعد نبينا حدث فسألنا نبي الله صلى الله عليه وسلم قال إن في أمتي المهدي يخرج يعيش خمسًا أو سبعًا أو تسعًا زيد الشاك. قال قلنا وما ذاك قال سنين قال فيجيء إليه الرجل فيقول يا مهدي أعطني أعطني قال فيحثي له في ثوبه ما استطاع أن يحمله. رواه الترمذي وقال هذا حديث حسن وقد روي من غير وجه عن أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم وأبو الصديق الناجي اسمه بكر بن عمرو ويقال بكر بن قيس. وفي إسناده زيد العمي وثقه يحيى بن معين وغيره ورجاله الثقات كذا في الإذاعة. (ترمذي ج۲)

(۱۵۸۳) عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج في آخر أمتي المهدي يسقيه الله الغيث وتخرج الأرض نباتها ويعطي المال صحاحًا وتكثر الماشية وتعظم الأمة يعيش سبعًا أو ثمانيًا يعني حججًا. أخرجه الحاكم في المستدرك وفيه سليمان بن عبيد وثقه ابن حبان في الثقات ولم يرمه أحد بالجرح. كذا في الإذاعة.

(۱۵۸۴) عن أبي سعيد الخدري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أبشركم بالمهدي يبعث على اختلاف من الناس وزلازل فيملأ الأرض قسطًا وعدلًا كما ملئت جورًا وظلمًا يرضى عنه ساكن السماء وساكن الأرض يقسم المال صحاحًا فقال

(۱۵۸۲) ابو سعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وقوع حوادث کے خیال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے بعد کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا میری امت میں مہدی ہوگا جو پانچ یا سات یا نو تک حکومت کرے گا (زید راوی حدیث کو ٹھیک مدت میں شک ہے) ہم نے پوچھا اس عدد سے کیا مراد ہے؟ فرمایا سال۔ ان کا زمانہ بھی عجیب برکت کا ہوگا۔ ایک شخص ان سے آکر سوال کریگا اور کہیگا اے مہدی! مجھ کو دیجئے مجھ کو دیجئے۔ یہ کہتے ہی کہ لپ بھر سکیگا تو بھر بھر کر اس کو اتنا مال دیدینگے جتنا اس سے اٹھ سکے گا۔ (ترمذی)

(۱۵۸۳) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے آخر میں ایک شخص مہدی ظاہر ہوگا جس کے دور میں اللہ تعالیٰ خوب بارش نازل فرمائیگا اور زمین کی پیداوار بھی خوب ہوگی اور مال صحیح سب کو برابر تقسیم کریگا۔ مویشیوں کی کثرت ہو جائیگی اور امت کو بہت عظمت حاصل ہوگی سات یا آٹھ سال تک یہی فراوانی رہے گی۔ راوی کہتے ہیں کہ سات یا آٹھ سے آپ کی مراد سن تھے۔

(۱۵۸۴) ابو سعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں تم کو مہدی کی بشارت دیتا ہوں جو ایسے زمانہ میں ظاہر ہونگے جبکہ لوگوں میں بڑا اختلاف ہوگا اور بڑے زلزلے

ما صحاحا؟ قال بالسوية بين الناس ويملأ قلوب أمة محمد صلى الله عليه وسلم غنى و
يسعهم عدله حتى يأمر مناديا فينادي من له في مال حاجة فما يقوم من الناس أحد
إلا رجل واحد. فيكون كذلك سبع سنين. قال السيوطي في العرف الوردي رواه أحمد في مسنده و
أبو يعلى بسند جيد. وفي الإذاعة رجالهما ثقات.

(۱۵۸۵) عن أبي هريرة قال حدثني خليلي أبو القاسم صلى الله عليه وسلم لا تقوم
الساعة حتى يخرج عليهم رجل من أهل بيتي فيضربهم حتى يرجعوا إلى الحق قال
قلت وكم يملك؟ قال خمسا واثنين قال قلت وما خمسا واثنين؟ قال لا أدري. أخرجه
أبو يعلى وفيه رجاء بن أبي رجاء وثقه أبو زرعة. وضعفه ابن معين. وبقية رجاله ثقات. قاله
الشوكاني كذا في الإذاعة.

(۱۵۸۶) عن يسير بن جابر قال هاجت ريح حمراء بالكوفة فجاء رجل ليس له هجيرى
إلا يا عبد الله بن مسعود جاءت الساعة قال فقعد وكان متكئا فقال إن الساعة لا تقوم

دیں گے وہ آکر زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جیسا کہ وہ اس کی آمد سے قبل ظلم و جور سے بھری
ہوگی۔ آسمان کے فرشتے اور زمین کے باشندے سب ان سے راضی ہوں گے اور مال تقسیم کریں گے صحاحاً۔ سوال
کیا گیا صحاحاً کے معنی کیا ہیں؟ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ انصاف کے ساتھ سب میں برابر مال تقسیم کریں گے) اور
امت محمدیہ کے دل غنا سے بھر دیں گے اس کا انصاف بلا تخصیص سب میں عام ہوگا (اسی کے زمانے میں فراغت
کا یہ عالم ہوگا) وہ ایک اعلان کرنے والے کو حکم دیں گے وہ اعلان کرے گا کسی کو مال کی ضرورت باقی ہے تو صرف
ایک شخص کھڑا ہوگا، اسی حالت پر سات سال کا عرصہ گزرے گا۔ (احمد، ابو یعلی)

(۱۵۸۵) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے خلیل ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا
(ابو القاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے) قیامت اس وقت تک نہیں آئیگی جب تک کہ میرے اہل بیت
میں سے ایک شخص ظاہر نہ ہو۔ وہ اہل دنیا کو زبردستی راہ حق پر قائم کرے گا۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا اس
کی حکومت کتنے دن قائم رہے گی؟ انھوں نے فرمایا پانچ اور دو (یعنی سات) یہ کہتے ہیں میں نے پوچھا ۵
اور ۲ کیا؟ انھوں نے کہا میں نہیں جانتا (مگر وہ سات سال ہے) ایسے گزشتہ روایات سے یہ واضح
ہو چکا ہے کہ یہاں سال ہی مراد ہیں۔ (مسند ابو یعلی)۔

(۱۵۸۶) یسیر بن جابر سے روایت ہے ایک بار کوفہ میں لال آندھی آئی ایک شخص آیا جس کا تکیہ کلام یہی تھا
اے عبداللہ بن مسعود قیامت آگئی یہ سن کر عبداللہ بن مسعود بیٹھ گئے اور پہلے تکیہ لگائے ہوئے تھے

حتى لا يقسم ميراث ولا يفرح بغنيمة ثم قال بيده هكذا ونحاها نحو الشام فقال
عدو يجمعون لأهل الشام ويجمع لهم أهل الإسلام قلت الروم تعني قال نعم
قال وتكون عند ذاكم القتال ردة شديدة فيشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع
إلا غالبة فيقتتلون حتى يحجز بينهم الليل فيفيء هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب و
تفنى الشرطة ثم يشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع إلا غالبة فيقتتلون حتى
يحجز بينهم الليل فيفيء هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة ثم يشترط
المسلمون شرطة للموت لا ترجع إلا غالبة فيقتتلون حتى يمسوا فيفيء هؤلاء وهؤلاء
كل غير غالب وتفنى الشرطة فإذا كان اليوم الرابع نهد إليهم بقية أهل الإسلام
فيجعل الله الدبرة عليهم فيقتتلون مقتلة إما قال لا يرى مثلها وإما قال لم ير
مثلها حتى إن الطائر ليمر بجنباتهم فما يخلفهم حتى يخر ميتا فيتعاد بنو الأب
كانوا مائة فلا يجدونه بقي منهم إلا الرجل الواحد فبأي غنيمة يفرح أو أي ميراث
يقاسم فبينما هم كذلك إذ سمعوا ببأس هو أكبر من ذلك فجاءهم الصريخ إن

انھوں نے فرمایا کہ قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ ترکہ نہ بٹے گا اور مال غنیمت سے کچھ خوشی نہ ہوگی کیونکہ
جب کوئی وارث ہی نہ رہے گا تو ترکہ کون بانٹے گا اور جب کوئی لڑائی سے زندہ نہ بچے گا تو مال غنیمت کی
کیا خوشی ہوگی) پھر شام کے ملک کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور کہا (نصاریٰ) دشمن مسلمانوں سے
جنگ کے لئے جمع ہوں گے اور مسلمان بھی ان سے لڑنے کے لئے جمع ہوں گے میں نے کہا دشمن سے آپ کی
مراد نصاریٰ ہیں؟ انھوں نے فرمایا ہاں اور اس وقت لڑائی شروع ہوگی مسلمان ایک لشکر کو آگے بھیجیں گے
جو مرنے کی شرط لگا کر آگے بڑھے گا یعنی اس قصد سے لڑے گا کہ یا مر جائیں گے یا فتح کر کے آئیں گے پھر
دونوں لشکروں میں جنگ ہوگی یہاں تک کہ رات ہو جائے گی اور دونوں طرف کی فوجیں لوٹ جائیں گی
کسی کو غلبہ نہ ہوگا اور جو لشکر لڑائی کے لئے بڑھا تھا وہ بالکل فنا ہو جائے گا (یعنی سب مارا جائے گا)
دوسرے دن پھر مسلمان ایک لشکر آگے بڑھائیں گے جو مرنے کے لئے یا غالب ہونے کے لئے جائے گا
اور لڑائی ہوتی رہے گی یہاں تک کہ رات ہو جائے گی پھر دونوں طرف کی فوجیں لوٹ جائیں گی اور کسی کو غلبہ
نہ ہوگا جو لشکر آگے بڑھا تھا وہ فنا ہو جائے گا پھر تیسرے دن مسلمان ایک لشکر آگے بڑھائیں گے
مرنے یا غالب ہونے کی نیت سے اور شام تک لڑائی رہے گی پھر دونوں طرف کی فوجیں لوٹ
جائیں گی اور کسی کو غلبہ نہ ہوگا اور وہ لشکر بھی فنا ہو جائے گا۔ جب چوتھا دن ہوگا تو بچے مسلمان

(١٥٩٣) عن عبد الله بن عمرو قال المهدي ينزل عليه عيسى ابن مريم ويصلي خلفه عيسى. اخرجه نعيم بن حماد كذا في الحاوي ص ٦٤

(١٥٩٤) عن أبي سعيد الخدري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم منا الذي يصلي عيسى ابن مريم خلفه. اخرجه ابو نعيم كذا في الحاوي ص ٦٤

(١٥٩٥) عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزال طائفة من امتي تقاتل على الحق حتى ينزل عيسى ابن مريم عند طلوع الفجر ببيت المقدس ينزل على المهدي فيقال تقدم يا نبي الله فصل بنا فيقول ان هذه الامة امراء بعضهم على بعض. اخرجه ابو عمرو الداني في سننه الحاوي ص ٦٤ ورواه مسلم ايضا ولكن فيه فينزل عيسى بن مريم فيقول اميرهم تعال صل لنا كذا في رسالة الـ ص ٣٠

(١٥٩٦) عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يلتفت المهدي وقد نزل عيسى ابن مريم كأنما يقطر من شعره الماء فيقول المهدي تقدم صل بالناس فيقول عيسى انما اقيمت الصلاة لك فيصلي خلف رجل من ولدي. اخرجه ابو عمرو الداني في سننه كذا في الحاوي ص ٦٤

(١٥٩٣) عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم امام مہدی کے پاس نازل ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے (ایک) نماز ادا فرمائیں گے۔

(١٥٩٤) ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی امت میں سے ایک شخص ہوگا جس کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم اقتداء فرمائیں گے۔ (ابو نعیم)

(١٥٩٥) جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا ایک فرقہ حق کے لیے ہمیشہ مقابلہ کرتا رہے گا یہاں تک کہ عیسیٰ ابن مریم امام مہدی کی موجودگی میں بیت المقدس میں طلوع فجر کے وقت اتریں گے ان سے عرض کیا جائے گا یا نبی اللہ تشریف لائیے اور ہم کو نماز پڑھا دیجئے وہ فرمائیں گے یہ امت خود ایک دوسرے پر امیر ہے (اس لیے اس وقت کی نماز تو یہی پڑھائیں) مسلم کی روایت بھی یہی ہے مگر اس میں مہدی کی بجائے امیرہم کا لفظ ہے یعنی ان کا امیر عرض کریگا کہ آپ ہم کو نماز پڑھا دیجئے اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دیا جواب مذکور ہے۔

(١٥٩٦) حذیفہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آچکے ہوں گے ان کو دیکھ کر یوں معلوم ہوگا گویا ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے اس وقت امام مہدی ان کی طرف مخاطب ہو کر عرض کریں گے تشریف لائیے اور لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے وہ فرمائیں گے اس نماز کی اقامت تو آپ کے لیے ہو چکی ہے اور نماز تو آپ ہی پڑھائیں چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری اولاد میں ایک شخص کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

(۱۶۰۰) عن ابی نضرۃ قال كنا عند جابر بن عبد الله فقال يوشك اهل العراق ان لا يجبى اليهم قفيز ولا درهم قلنا من اين ذاك فقال من قبل العجم يمنعون ذاك ثم قال يوشك اهل الشام ان لا يجبى اليهم دينار ولا مدى قلنا من اين ذاك فقال من قبل الروم ثم سكت هنيهة ثم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يكون في آخر امتي خليفة يحثي المال حثيا ولا يعده عدا قيل لابي نضرة وابي العلاء اتريان انه عمر بن عبد العزيز قالا لا (رواه مسلم)

(۱۶۰۱) عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يكون في آخر امتي خليفة يحثي المال حثيا ولا يعده عدا۔ (رواه مسلم)

(۱۶۰۰) ابو نضرۃ بیان کرتے ہیں کہ ہم جابر بن عبد اللہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے فرمایا عنقریب ایسا ہوگا کہ اہل عراق کو نہ غلہ ملے گا نہ درہم۔ ہم نے دریافت کیا یہ مصیبت کس کی جانب سے آئے گی انھوں نے فرمایا عجم کے سبب سے، وہ غلہ آنے نہ دیں گے۔ پھر فرمایا عنقریب ایک وقت آئے گا کہ اہل شام کو نہ دینار ملے گا نہ کسی قسم کا ذرا سا غلہ ہم نے ان سے پوچھا یہ مصیبت کدھر سے آئے گی فرمایا روم کی جانب سے۔ یہ فرما کر تھوڑی دیر تک خاموش رہے اس کے بعد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو لپ بھر بھر کر مال دے گا اور شمار نہیں کرے گا۔ ابو نضرۃ جو صحابی حدیث کا راوی ہے اور ابو العلاء سے پوچھا گیا آپ کا کیا خیال ہے کیا اس خلیفہ کا مصداق عمر بن عبد العزیز ہیں ان دونوں نے بالاتفاق جواب دیا نہیں۔ (مسلم شریف)

(۱۶۰۱) جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال دونوں ہاتھ بھر بھر کر دے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔ (مسلم شریف)

(۱۶۰۱) صحیح مسلم کی مذکورہ بالا ہر دو حدیثوں میں ایک خلیفہ کے دور میں مال کی فراوانی کا تذکرہ ہے۔ ابو نضرہ کی حدیث میں اس خلیفہ کے مصداق کے متعلق کچھ بحث ہے مگر ابو نضرہ راوی حدیث اور ابو العلاء کی رائے یہ ہے کہ اس کا مصداق عمر بن عبد العزیز جیسے قریب بالکل عادل خلیفہ بھی نہیں جن کے بعد کوئی اور خلیفہ ہے مگر جب امام ترمذی، امام احمد اور ابو یعلی کی صحیح حدیثوں میں یہی بات تقریباً ایک ہی الفاظ کے ساتھ امام مہدی کے عہد کے بیان کے ذیل میں مذکور ہے تو پھر صحیح مسلم میں جس خلیفہ کا تذکرہ موجود ہے اس کا امام مہدی ہونا قطعی نہیں تو یہ ظنی بھی نہیں کہا جا سکتا۔

خروج السفياني وهلاكه مع جنوده بالبيداء

(۱۶۰۲) عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج رجل يقال له السفياني في عمق دمشق وعامة من يتبعه من كلب فيقتل حتى يبقر بطون النساء ويقتل الصبيان فتجمع لهم قيس فيقتلها حتى لا يمنع ذنب تلعة ويخرج رجل من اهل بيتي في الحرة فيبلغ السفياني فيبعث اليه جندا من جنده فيهزمهم فيسير اليه السفياني بمن معه حتى اذا صار ببيداء من الارض خسف بهم فلا ينجو منهم الا المخبر عنهم ۔ رواه الحاكم كذا في الحاوي ص ۶۵ ج ۲

(۱۶۰۳) عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم العجب ان ناسا من امتي يؤمون بالبيت برجل من قريش قد لجأ بالبيت حتى اذا كانوا بالبيداء خسف بهم فيهم المستبصر والمجبور وابن السبيل يهلكون مهلكا واحدا ويصدرون مصادر شتى يبعثهم الله على نياتهم

سفیانی کا نکلنا اور مقام بیداء میں اپنی فوج کے ساتھ ہلاک ہونا

(۱۶۰۲) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دمشق کی بستی سے ایک سفیانی شخص نکلے گا جس کی عام طور پر اتباع کرنے والے قبیلہ کلب کے لوگ ہوں گے وہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ ڈالے گا اور بچوں کو قتل کرے گا اس کے مقابلہ کے لئے قیس کے قبیلہ کے لوگ جمع ہوں گے پھر یہ ان کو قتل کرے گا حتی کہ کسی ٹیلہ کی کھائی بھی ان کو نہ بچا سکے گی اور میرے اہل بیت میں سے مقام حرہ میں ایک شخص ظاہر ہوگا اس سفیانی کو اس کی خبر پہنچے گی تو وہ اپنے لشکر میں سے ایک دستہ ان کے مقابلہ کے لئے روانہ کرے گا وہ شخص ان کو شکست دے گا اس پر سفیانی اپنے ہمراہیوں کو لے کر خود ان کے مقابلہ کے لئے چلے گا یہاں تک کہ جب بیداء کے میدان میں پہنچے گا تو سب زمین میں دھنس جائیں گے اور ان میں سے کوئی شخص بھی نہ بچے گا مگر صرف ایک شخص جو ان لوگوں کی خبر اس جماعت کو جا کر دے گا۔ (حاکم)

(۱۶۰۳) حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعجب کی بات ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ بیت اللہ شریف کی طرف ایک قریشی شخص کے مقابلہ کا قصد کریں گے جس نے بیت اللہ کی پناہ لے رکھی ہوگی اور میری امت ہی میں کے چند لوگ اس سے جنگ کا قصد کریں گے یہاں تک کہ جب بیداء میں پہنچیں گے تو سب کے سب زمین میں دھنس جائیں گے ان میں اپنی خوشی سے آنے والا اور مجبوری سے آنے والے اور مسافر سب ہر قسم کے لوگ ہوں گے یہ سب ایک ہی جگہ ہلاک ہو جائیں گے مگر حشر میں ہر ایک اپنی اپنی نیت کے مطابق اٹھیں گے (مسلم شریف)

الدجال الاکبر

(۱۶۰۵) عن عمران بن حصین قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما بين خلق آدم الى قيام الساعة امر اكبر من الدجال. (رواه مسلم)

(۱۶۰۶) عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الدجال اعور العين اليسرى جفال الشعر معه جنته وناره فناره جنة وجنته نار. (رواه مسلم)

(۱۶۰۷) عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا احدثكم حديثا عن الدجال ما حدث به نبى قومه انه اعور وانه يجيء معه بمثل الجنة والنار فالتى يقول انها الجنة هى النار وانى انذركم كما انذر به نوح قومه (متفق عليه)

(۱۶۰۸) عن عمران بن حصين قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سمع بالدجال فلينأ منه فوالله ان الرجل ليأتيه وهو يحسب انه مؤمن فيتبعه مما يبعث به من الشبهات. (رواه ابو داؤد)

دجال اکبر

(۱۶۰۵) عمران بن حصینؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لیکر قیامت آنے تک دجال سے زیادہ بڑا اور کوئی فتنہ نہیں ہے۔ (مسلم)

(۱۶۰۶) حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کے جسم پر بہت گھنے بال ہوں گے اور اس کے ساتھ اس کی جنت اور دوزخ بھی ہوگی لیکن جو اس کی جنت نظر آئیگی در اصل وہ دوزخ ہوگی اور جو دوزخ نظر آئیگی وہ اصل میں جنت ہوگی (لہذا جس کو وہ جنت بخشے گا وہ دوزخی ہوگا اور جس کو اپنی دوزخ میں ڈالے گا وہ جنتی ہوگا)۔ (مسلم شریف)

(۱۶۰۷) ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو دجال کے متعلق ایسی بات نہ بتلاؤں جو حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر آج تک کسی نبی نے اپنی امت کو نہ بتلائی ہو کہ وہ کانا ہوگا اور اس کے ساتھ جنت اور دوزخ کے نام سے دو شعبدے بھی ہوں گے تو جس کو وہ جنت کہے گا وہ درحقیقت دوزخ ہوگی۔ دیکھو دجال سے میں بھی تم کو اسی طرح ڈراتا ہوں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔ (متفق علیہ)

(۱۶۰۸) عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو جو شخص دجال کی خبر سنے اس کو چاہئے کہ وہ اس سے دور ہی دور رہے خدا کی قسم ایک شخص کو اپنے دل میں یہ خیال ہوگا کہ وہ مومن آدمی ہے لیکن ان عجائبات کو دیکھ کر جو اس کے ساتھ ہوں گے وہ بھی اس کے پیچھے لگ جائے گا۔ (ابو داؤد)

نِقَابَ الْمَدِيْنَةِ فَيَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِيْ تَلِي الْمَدِيْنَةَ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ وَهُوَ خَيْرُ النَّاسِ أَوْ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِيْ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَهُ فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ هَلْ تَشُكُّوْنَ فِي الْأَمْرِ فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيْهِ فَيَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ فِيْكَ أَشَدَّ بَصِيْرَةً مِنِّي الْيَوْمَ فَيُرِيْدُ الدَّجَّالُ أَنْ يَقْتُلَهُ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ (رواہ البخاری)

(۱۹۱۲) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيْءُ الدَّجَّالُ حَتّٰى يَنْزِلَ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ تَرْجُفُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ رواہ البخاری وفی روایۃ عنہ لا یدخل المدینۃ رعب المسیح الدجال ولہا یومئذ سبعۃ ابواب علی کل باب ملکان وفی روایۃ علی انقاب المدینۃ ملائکۃ وفی روایۃ للمدینۃ یاتیہا الدجال فیجد الملائکۃ یحرسونہا فلا یقربہا کما فی البخاری۔

ان میں یہ بھی فرمایا تھا کہ دجال آئے گا مگر مدینہ کے راستوں میں گھس آنا اس کے لئے حرام اور ناممکن ہوگا تو وہ مدینہ کے آس پاس کی بنجر زمین میں کسی جگہ آکر اترے گا تو — اس کے مقابلے کے لئے اس دن ایک شخص نکلے گا جو تمام انسانوں میں سب سے بہتر (یا بہتر انسانوں میں سے) ہوگا۔ وہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کی بات ہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائی تھی تو دجال کہے گا لوگو! بتاؤ اگر میں اس شخص کو قتل کردوں اور پھر اسے زندہ کردوں تب تو تم کو میرے معاملے میں کوئی شک شبہ باقی نہ رہے گا۔ وہ کہیں گے کہ نہیں تو وہ ان کو قتل کرے گا پھر ان کو زندہ کرے گا تو وہ بزرگ کہیں گے خدا کی قسم اب تو مجھ کو تیرے بارہ میں اور بھی یقین اور بصیرت حاصل ہوگئی کہ اس سے پہلے ایسی بصیرت نہ تھی تو دجال پھر ان کو قتل کرنا چاہے گا مگر اس کا قابو ان پر نہ چل سکے گا (بخاری)

(۱۹۱۳) حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال آئیگا یہاں تک کہ مدینہ کے ایک کنارے آکر اترے گا تو تین بار زلزلے آئیں گے اس وقت جتنے کافر اور جتنے منافق ہوں گے سب نکل نکل کر اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ (بخاری)

ان کی ایک اور روایت میں ہے کہ مدینہ کے اندر مسیح دجال کا رعب بھی نہ آنے پائیگا۔ اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ مدینہ کے بڑے راستوں پر بہت سے فرشتے ہوں گے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ مدینہ کے پاس دجال آئے گا تو فرشتوں کو اس کی نگرانی کرتے پائیگا لہٰذا ان کے پاس بھی نہ پھٹک سکے گا۔

(١٩١٣) عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ مُنَادِيَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِي الصَّلٰوةَ جَامِعَةً فَخَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ لِيَلْزَمْ كُلُّ إِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ إِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ وَلٰكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِأَنَّ تَمِيْمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَاءَ فَبَايَعَ وَأَسْلَمَ وَحَدَّثَنِيْ حَدِيْثًا وَافَقَ الَّذِيْ كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ بِهٖ عَنِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنِيْ أَنَّهُ رَكِبَ فِيْ سَفِيْنَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلٰثِيْنَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَجُذَامَ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ فَأَرْفَئُوْا إِلٰى جَزِيْرَةٍ حِيْنَ مَغْرِبِ الشَّمْسِ فَجَلَسُوْا فِيْ أَقْرُبِ السَّفِيْنَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيْرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيْرُ الشَّعْرِ لَا يَدْرُوْنَ مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهٖ مِنْ كَثْرَةِ الشَّعْرِ فَقَالُوْا وَيْلَكِ مَا أَنْتِ قَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ انْطَلِقُوْا إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ فَإِنَّهُ إِلٰى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ قَالَ لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُوْنَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ

(١٩١٣) فاطمہ بنت قیسؓ بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اعلان کرنے والے کو یہ اعلان کرتے سنا تھا چلو نماز ہونے والی ہے۔ میں نماز کے لئے نکلی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ آپ نماز سے فارغ ہو کر منبر پر بیٹھ گئے اور آپ کے چہرہ پر اس وقت مسکراہٹ تھی آپ نے فرمایا ہر شخص اپنی اپنی جگہ بیٹھا رہے اس کے بعد آپ نے فرمایا جانتے ہو میں نے تم کو کیوں جمع کیا ہے انہوں نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے آپ نے فرمایا بخدا میں نے تم کو نہ تو مال وغیرہ کی تقسیم کے لئے جمع کیا ہے نہ کسی جہاد کی تیاری کے لئے بس صرف اس بات کے لئے جمع کیا ہے کہ تمیم داری پہلے نصرانی تھا وہ آیا ہے اور مسلمان ہو گیا ہے اور مجھ سے ایک قصہ بیان کرتا ہے جس سے تم کو میرے اس بیان کی تصدیق ہو جائے گی جو میں نے کبھی دجال کے متعلق تمہارے سامنے ذکر کیا تھا وہ کہتا ہے کہ وہ ایک بڑی کشتی پر سوار ہوا جس پر سمندروں میں سفر کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس آدمی اور تھے - سمندر کا طوفان ایک ماہ تک ان کا تماشا بناتا رہا۔ آخر مغربی جانب ان کو ایک جزیرہ نظر پڑا جس کو دیکھ کر وہ بہت مسرور ہوئے اور چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر اس جزیرہ پر اتر گئے سامنے سے ان کو جانور کی شکل کی ایک چیز نظر پڑی جس کے سارے جسم پر بال ہی بال تھے کہ ان میں اس کے اعضاء ستر وغیرہ تک کچھ نظر نہ آتے تھے۔ لوگوں نے اس سے کہا کمبخت تو کیا بلا ہے؟ وہ بولی میں دجال کی جاسوس ہوں سو چلو اس گرجے میں چلو وہاں ایک شخص ہے جس کو تمہاری خبر کا انتہائی شوق ہو رہا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ جب اس نے ایک آدمی کا

فإذا فيه أعظم إنسان ما رأيناه قط خلقا وأشده وثاقا مجموعة يداه إلى عنقه ما بين
ركبتيه إلى كعبيه بالحديد قلنا ويلك ما أنت قال قد قدرتم على خبري فأخبروني
ما أنتم قالوا نحن أناس من العرب ركبنا في سفينة بحرية فلعب بنا البحر شهرا فدخلنا
الجزيرة فلقيتنا دابة أهلب فقالت أنا الجساسة اعمدوا إلى الرجل في الدير فأقبلنا إليك
سراعا فقال أخبروني عن نخل بيسان هل يثمر قلنا نعم قال أما إنه يوشك أن لا تثمر
قال أخبروني عن بحيرة الطبرية هل فيها ماء قلنا هي كثيرة الماء قال أما إن ماءها يوشك
أن يذهب قال أخبروني عن عين زغر هل في العين ماء وهل يزرع أهلها بماء العين
قلنا نعم هي كثيرة الماء وأهلها يزرعون من مائها قال أخبروني عن نبي الأميين ما فعل
قلنا قد خرج من مكة ونزل يثرب قال أقاتله العرب قلنا نعم قال كيف صنع بهم
فأخبرناه أنه قد ظهر على من يليه من العرب وأطاعوه قال أما إن ذلك خير لهم
أن يطيعوه وإني مخبركم عني إني أنا المسيح الدجال وإني يوشك أن يؤذن لي في الخروج
فأخرج فأسير في الأرض فلا أدع قرية إلا هبطتها في أربعين ليلة غير مكة وطيبة

داخل ہوگیا تو اب ہم کو ڈر لگا کہ کہیں وہ کوئی جن نہ ہو۔ ہم بھاگ کر گرجے میں پہنچے تو ہم نے ایک بڑا قوی ہیکل
شخص دیکھا کہ اس سے قبل ہم نے دنیا کا کوئی شخص نہیں دیکھا تھا اس کے ہاتھ گردن سے ملا کر اس کے
پیر گھٹنوں سے لیکر ٹخنوں تک لوہے کی زنجیروں سے نہایت مضبوطی سے جکڑے ہوئے تھے ہم نے اس سے
کہا تیرا ناس ہو تو کون ہے؟ اس نے کہا تم کو تو میرا پتہ کچھ نہ کچھ لگ ہی گیا ہے تم بتاؤ تم کون لوگ ہو؟ انھوں نے
کہا ہم عرب کے باشندے ہیں ہم ایک بڑی کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ سمندر میں طوفان آیا اور ایک ماہ تک رہا۔
اس کے بعد ہم اس جزیرہ میں آلگے تو یہاں ہمیں ایک جانور نظر پڑا جس کے تمام جسم پر بال ہی بال تھے اس نے
کہا میں جساسہ (جاسوس خبر رساں) ہوں چلو اس شخص کی طرف چلو جو اس گرجے میں ہے اس لئے ہم جلدی
جلدی تیرے پاس آگئے۔ اس نے کہا مجھے یہ بتاؤ کہ بیسان (شام میں ایک بستی کا نام ہے) کی کھجوروں میں پھل
آتا ہے یا نہیں ہم نے کہا ہاں آتا ہے۔ اس نے کہا وہ وقت قریب ہے جب اس میں پھل نہ آئیں۔ پھر اس نے
پوچھا اچھا بحیرۂ طبریہ کے متعلق بتاؤ اس میں پانی ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا بہت ہے۔ اس نے کہا وہ زمانہ
قریب ہے جبکہ اس میں پانی نہ رہے گا پھر اس نے پوچھا زغر (شام میں ایک بستی) کے چشمے کے متعلق بتاؤ اس میں
پانی ہے یا نہیں اور اس بستی والے اپنی کھیتوں کو اس کے پانی سے سینچتے ہیں یا نہیں۔ ہم نے کہا اس میں بھی بہت پانی ہے
اور بستی والے اسی کے پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں پھر اس نے کہا اچھا نبی الامیین کا کچھ حال سناؤ

محرمتان علی کلتاھما کلما اردت ان ادخل واحدۃ او واحدا منھما استقبلنی ملک بیدہ السیف صلتا یصدنی عنھا وان علی کل نقب منھا ملائکۃ یحرسونھا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وطعن بمخصرتہ فی المنبر ھذہ طیبۃ ھذہ طیبۃ یعنی المدینۃ الا ھل کنت حدثتکم فقال الناس نعم الا انہ فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ما ھو واوما بیدہ الی المشرق رواہ مسلم مطولا وذکرتہ مختصرا قال الحافظ ابن حجر فی شرح حدیث [illegible] وقد توھم بعضھم انہ غریب فرد ولیس کذلک فقد رواہ مع فاطمۃ بنت قیس ابو ھریرۃ کما عند احمد وابی یعلی وعائشۃ کما عند احمد وجابر کما عند ابی داؤد [illegible] البیان [illegible] فی ذالک فتح۔

ہم نے کہا وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے ہیں اس نے پوچھا کیا عرب کے لوگوں نے ان کے ساتھ جنگ کی ہے ہم نے کہا ہاں اس نے پوچھا اچھا پھر کیا نتیجہ رہا ہم نے بتایا کہ وہ اپنے گرد و نواح پر تو غالب آچکے ہیں اور لوگ ان کی اطاعت قبول کر چکے ہیں اس نے کہا سن لو ان کے حق میں یہی بہتر تھا کہ ان کی اطاعت کر لیں اور اب میں تم کو اپنے متعلق بتلاتا ہوں میں مسیح دجال ہوں اور وہ وقت قریب ہے جبکہ مجھ کو یہاں سے باہر نکلنے کی اجازت مل جائے گی میں باہر نکل کر تمام زمین پر گھوم جاؤں گا اور چالیس دن کے اندر اندر کوئی بستی ایسی نہ رہ جائے گی جس میں داخل نہ ہوں بجز مکہ اور طیبہ کے کہ ان دونوں مقامات میں میرا داخلہ ممنوع ہے جب میں ان دونوں میں سے کسی ایک میں بھی داخل ہونے کا ارادہ کروں گا اس وقت ایک فرشتہ ہاتھ میں ننگی تلوار لئے سامنے سے آکر مجھ کو داخل ہونے سے روک دے گا اور ان مقامات مقدسہ کے جتنے راستے ہیں ان سب پر فرشتے ہوں گے کہ وہ ان کی حفاظت کر رہے ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لکڑی منبر پر مار کر فرمایا کہ وہ طیبہ یہی مدینہ ہے۔ یہ جملہ تین بار فرمایا دیکھو کیا یہی بات میں نے تم سے بیان نہیں کی تھی۔ لوگوں نے کہا جی ہاں آپ نے بیان فرمائی تھی۔ اس کے بعد فرمایا دیکھو وہ بحر شام یا بحر یمن (راوی کو شک ہے) بلکہ مشرق کی جانب ہے اور اسی طرف ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

امام قرطبی نے اپنی مشہور کتاب التذکرہ میں لکھا ہے کہ دجال کی بابت جو سوالات کے تفصیلی جوابات حدیث میں آچکے ہیں وہ یہ ہیں۔ ۱- اس کی حقیقت، سبب خروج، محل خروج، وقت خروج، شکل و صورت، ساحرانہ کرشمے، اس کا دعوٰی اس کے قتل اور وقت قتل کی تعیین اور یہ بحث بھی کہ وہ ابن صیاد ہے یا کوئی اور، اس بحث سے اس مسئلہ کا فیصلہ بھی ہو جاتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں موجود تھا یا نہیں (دیکھو فتح الباری)۔

ابن صیاد واسمه وصفته وحلیة ابیه وما فیه من صفاته الغریبة

(۴۶۱۳) وعن ابی بکرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمکث ابوا الدجال ثلاثین عامًا لا یولد لهما ولد ثم یولد لهما غلام اعور اضرس واقله منفعة تنام عیناه ولا ینام قلبه ثم نعت لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابویه فقال ابوه طوال ضرب اللحم کان انفه منقار وامه امرأة فرضاخیة طویلة الثدیین فقال ابو بکرة فسمعنا بمولود فی الیهود بالمدینة فذهبت انا والزبیر بن العوام حتی دخلنا علی ابویه فاذا نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیهما فقلنا هل لکما ولد فقالا مکثنا ثلاثین عامًا لا یولد لنا ولد ثم ولد لنا غلام اعور اضرس واقله

ابن صیاد کا نام اس کا اور اس کے باپ کا حلیہ اور اس کی عجیب وغریب صفات کا بیان

(۴۶۱۳) ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کے ماں باپ کے گھر تیس سال تک کوئی بچہ پیدا نہ ہوگا پھر ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کی ایک آنکھ خراب ایک دانت باہر نکلا ہوا ہوگا وہ بالکل نکما ہوگا۔ سوتے میں اس کی آنکھیں بند ہوں گی مگر اس کا دل جاگتا رہے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ماں باپ کا نقشہ بیان فرمایا کہ اس کا باپ لمبا، چھریرے جسم والا، چونچ کی طرح اس کی ناک ہوگی اور اس کی ماں کے دونوں پستان بہت بڑے لٹکے ہوئے۔ ابو بکرہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے مدینہ میں یہود کے گھر اسی قسم کے ایک لڑکے کی پیدائش سنی تو میں اور زبیر بن عوام اس کے دیکھنے کے لئے گئے جب اس کے ماں باپ کے پاس پہنچے دیکھا تو ٹھیک اسی صورت کے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیان فرمائی تھی۔ ہم نے پوچھا تمہارے کوئی بچہ ہے؟ انہوں نے کہا تیس سال تک تو ہمارے کوئی بچہ نہیں تھا اس کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کی ایک آنکھ خراب ہے اس کا ایک دانت باہر نکلا ہوا ہے وہ بالکل نکما ہے

(۴۶۱۳) جزری [illegible] کتاب کی تصنیف ہے [illegible] جیسا کہ ترمذی کا موجودہ [illegible] ابن صیاد کا ترجمہ [illegible] اور نقصان ہی نقصان ہے۔ احقر کا خیال ہے کہ [illegible] ہو سکتا ہے جیسا کہ [illegible] اس کا ترجمہ [illegible] باہر کی جانب نکلا ہوا ہو گا اس بنا پر تصحیف کی ضرورت ہوگی۔

ابن صیاد کی صفات میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ تنام عیناہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ [illegible]

(۱۶۴۰) عن ابن عمر قال انطلق النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بن كعب يأتيان النخل الذي فيه ابن صياد حتى إذا دخل النخل طفق النبي صلى الله عليه وسلم يتقي بجذوع النخل وهو يختل أن يسمع من ابن صياد قبل أن يراه وابن صياد مضطجع على فراشه في قطيفة له فيها رمزة فرأت أم ابن صياد النبي صلى الله عليه وسلم وهو يتقي بجذوع النخل فقالت لابن صياد أي صاف وهو اسمه فثار ابن صياد فقال النبي صلى الله عليه وسلم لو تركته بيّن وقال سالم فقال ابن عمر ثم قام النبي صلى الله عليه وسلم في الناس فأثنى على الله بما هو أهله ثم ذكر الدجال فقال إني أنذركموه وما من نبي إلا وقد أنذره قومه ولكن سأقول لكم فيه قولا لم يقله نبي لقومه تعلمون أنه أعور وأن الله ليس بأعور. (رواه البخاري بهذا السياق في باب كيف يعرض الإسلام على الصبي من كتاب الجهاد وأخرجه في باب الدجال أيضاً)

(۱۶۴۰) ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ابی بن کعب اس باغ کی طرف چلے جس میں ابن صیاد رہتا تھا جب آپ باغ کے اندر تشریف لائے تو آپ کھجور کے درختوں کی آڑ میں چھپ چھپ کر یہ تدبیر کر رہے تھے کہ ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے آپ اس کی کوئی بات سن لیں۔ اُدھر ابن صیاد اپنے بچھونے پر ایک چادر میں لپٹا ہوا اندر کچھ گنگنا رہا تھا اس کی ماں نے آپ کو دیکھ پایا کہ آپ درخت کے تنوں کی آڑ لے رہے ہیں تو فوراً اس نے کہا او صاف (یہ اس کا نام تھا) ہوشیار ہیں یہ سن کر ابن صیاد فوراً کھڑا ہو گیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کی ماں اس کو ہوشیار نہ کرتی تو صاف بات کہہ دیتا۔ سالم کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے فرمایا اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب حمد و ثنا کی اس کے بعد دجال کا ذکر کیا اور فرمایا میں تم کو اس کے فتنے سے اسی طرح ڈراتا ہوں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا ہے اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو نہ ڈرایا ہو لیکن ایک بات میں تم کو ایسی بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم سے نہیں کہی وہ یہ کہ تم جان چکے ہو کہ وہ کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہر عیب سے بری ہے وہ کانا نہیں ہو سکتا۔ (بخاری شریف)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(۱۶۴۱) عن أسماء بنت يزيد قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيتي فذكر الدجال فقال إن بين يديه ثلاث سنين سنة تمسك السماء فيها ثلث قطرها والأرض ثلث نباتها والثانية تمسك السماء ثلثي قطرها والأرض ثلثي نباتها والثالثة تمسك السماء قطرها كله والأرض نباتها كله فلا يبقى ذات ظلف ولا ذات ضرس من البهائم إلا هلك وإن من أشد فتنته أنه يأتي الأعرابي فيقول أرأيت إن أحييت لك إبلك ألست تعلم أني ربك فيقول بلى فيتمثل له الشيطان نحو إبله كأحسن ما يكون ضروعا وأعظمه أسنمة قال ويأتي الرجل قد مات أخوه ومات أبوه فيقول أرأيت إن أحييت لك أباك وأخاك ألست تعلم أني ربك فيقول بلى فيتمثل له

(۱۶۴۱) اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ آپ نے دجال کا ذکر فرمایا اور فرمایا اس کے ظہور سے پہلے تین قحط پڑیں گے۔ ایک سال آسمان کی ایک تہائی بارش رک جائے گی اور زمین کی پیداوار بھی ایک تہائی کم ہو جائے گی۔ دوسرے سال آسمان کی دو حصے بارش رک جائے گی اور زمین کی پیداوار دو حصے کم ہو جائے گی اور تیسرے سال آسمان سے بارش بالکل نہ ہوگی اور زمین کی پیداوار بھی کچھ نہ ہوگی حتی کہ جتنے حیوانات ہیں خواہ وہ کھر والے ہوں یا دانتوں سے کھانے والے سب ہلاک ہو جائیں گے اور اس کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک گنوار آدمی کے پاس آ کر کہے گا اگر میں تیرے اونٹ زندہ کر دوں تو کیا اس کے بعد بھی تجھ کو یقین نہ آئے گا کہ میں تیرا رب ہوں۔ وہ کہے گا ضرور۔ اس کے بعد شیطان اسی کے اونٹ کی سی شکل بن کر اس کے سامنے آ جائے گا جیسے اچھے تھن اور بڑے کوہان والے اونٹ ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور شخص کے پاس آئے گا جس کا باپ اور سگا بھائی گزر چکا ہوگا اور اس سے آ کر کہے گا بتلا اگر میں تیرے باپ بھائی کو زندہ کر دوں تو کیا پھر بھی یقین نہ آئے گا کہ میں تیرا رب ہوں۔ وہ کہے گا

(۱۶۴۱) حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ جب اس عظیم ترین فتنے کا ظہور قریب ہوگا تو جس طرح انبیاء علیہم السلام کے ظہور سے پہلے برکتوں اور رحمتوں کا ظہور شروع ہو جاتا ہے اسی طرح اس فتنے سے پہلے برکات کا خاتمہ ہونا شروع ہو جائے گا۔ بارش، غلہ، دودھ سب کے ساتھ سب حیوانات ختم ہو جائیں گے۔ اس بے سروسامانی میں وہ اس سامان کے ساتھ آئے گا کہ ایک برباد شدہ کسان کے حیوانات زندہ کر دے گا اور ایک شخص سے اس کے باپ اور بھائی کے دوبارہ زندہ کر دینے کا وعدہ کرے گا۔ اب سوچئے کہ ضعیف انسان کی بے عقلی اور بے کسی کے ساتھ جب افلاس کی سختی بھی جمع ہو جائے تو اس کی آزمائش کا میدان کتنا سخت ہو جائے گا۔ مردہ کا زندہ کرنا ہی کچھ کم بات نہیں پھر ایک کسان کے لیے اس کے جانور اور انسان کے لیے اس کی اولاد اور اس کے ماں باپ سے زیادہ پیاری چیزیں اور کیا ہو سکتی ہیں؟ کون ہے جو اس فتنے کا مقابلہ کر سکے۔ اگر یہی حدیث نہ اس کی [illegible] کر دیا ہوتا تو آج کتنے ہی سست ضعیف الایمان تردد میں پڑ جاتے۔ اگر جب یہ بات صاف ہو گئی کہ یہ سب کچھ [illegible] تصرفات اور شعبدے ہوں گے

الشَّيْطَانُ نَحْوَ أَبِيهِ وَنَحْوَ أَخِيهِ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ
ثُمَّ رَجَعَ وَالْقَوْمُ فِي اهْتِمَامٍ وَغَمٍّ مِمَّا حَدَّثَهُمْ قَالَتْ فَأَخَذَ بِلَحْمَتَيِ الْبَابِ فَقَالَ
مَهْيَمْ أَسْمَاءُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدْ خَلَعْتَ أَفْئِدَتَنَا بِالدَّجَّالِ قَالَ إِنْ يَخْرُجْ
وَأَنَا حَيٌّ فَأَنَا حَجِيجُهُ وَإِلَّا فَإِنَّ رَبِّي خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ
إِنَّا لَنَعْجِنُ عَجِينَنَا فَمَا نَخْبِزُهُ حَتَّى نَجُوعَ فَكَيْفَ بِالْمُؤْمِنِينَ يَوْمَئِذٍ قَالَ يُجْزِيهِمْ
مَا يُجْزِي أَهْلَ السَّمَاءِ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّقْدِيسِ (رواہ احمد وابو داود الطیالسی)

کیوں نہیں؟ بس اس کے بعد شیطان اس کے باپ بھائی کی صورت بن کر آجائے گا۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ یہ بیان فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت سے باہر تشریف لے گئے اس کے بعد لوٹ کر دیکھا تو لوگ آپ کے اس بیان کے بعد سے بڑے فکر و غم میں پڑے ہوئے تھے۔ اسماءؓ کہتی ہیں کہ آپ نے دروازے کے دونوں کواڑ پکڑ کر فرمایا اسماء کہو کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ دجال کا ذکر سن کر ہمارے دل تو سینے سے نکلے پڑتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا اگر وہ میری زندگی میں ظاہر ہوا تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔ ورنہ میرے بعد پھر ہر مومن کا نگہبان میرا رب ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا حال جب آج یہ ہے کہ ہم آٹا گوندھنا چاہتے ہیں مگر غم کے مارے اس کو اچھی طرح گوندھ بھی نہیں سکتے چہ جائے کہ روٹی پکا سکیں بھوکے ہی رہتے ہیں تو بھلا اس دن مومنوں کا حال کیا ہوگا جب یہ فتنہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ آپ نے فرمایا اس دن ان کو وہ غذا کافی ہوگی جو آسمان کے فرشتوں کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس۔ (احمد)

تو اب کوئی اشکال نہ رہا۔ ظاہر ہے کہ دجال جب خدائی کا مدعی ہو تو اس کو خدائی کا سامان بھی دکھانا ضروری ہے اس لئے اس کے ساتھ جنت و دوزخ کا ہونا بھی ضروری ہے اور مردہ کو زندہ کرنے کا دعویٰ بھی ضروری ہے مگر حدیث کہتی ہے کہ یہ سب کچھ بازیگر کے تماشے سے زیادہ نہ ہوگا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاکر اس کو قتل کردیں گے تو اس کی خدائی کا یہ سارا ڈھونگ ایک دم کے ہاتھوں کھل ہی جائے گا۔

شیاطین اور ان کے تصرفات کی تفصیلات انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آپ کے ملاحظہ سے گزریں گی۔ مگر اتنی بات اجمالاً یہیں بھی سن لیجئے کہ امور خیر کی تائید فرشتے اور شر کی شیاطین کرتے رہتے ہیں پھر جو طاقت جتنی بڑی مرکزی ہوتی ہے اسی قدر اس کی اعانت میں بھی قوت اور ضعف کا فرق ہوجاتا ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام کی تائید میں سارا عالم ملکوت نظر آتا ہے، اس کے بالمقابل دجال کی تائید میں سارا عالم شیاطین ہی ہونا چاہئے۔ جن کی نظر صرف ایک عالم مادی اور اس عالم کے بھی ایک مختصر اور محدود گوشہ میں محصور ہو کر رہ جائے، ان بیچاروں کے لئے ان حقائق کا سمجھنا بھی مشکل ہے۔

ابن مريم ثم ذهبت ألتفت فإذا رجل جسيم أحمر جعد الرأس أعور العين كأن عينه عنبة طافية قالوا هذا الدجال أقرب الناس به شبها ابن قطن رجل من خزاعة. (رواه البخاري)

(۱۶۲۷) عن عائشة رضي الله عنها قالت دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا أبكي فقال لي ما يبكيك قلت يا رسول الله ذكرت الدجال فبكيت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن يخرج الدجال وأنا حي كفيتكموه وإن يخرج الدجال بعدي فإن ربكم عز وجل ليس بأعور إنه يخرج في يهودية أصبهان حتى يأتي المدينة فينزل ناحيتها ولها يومئذ سبعة أبواب على كل نقب منها ملكان فيخرج إليه شرار أهلها حتى يأتي الشام مدينة بفلسطين بباب لد وقال أبو داود مرة حتى يأتي فلسطين باب لد فينزل عيسى عليه السلام فيقتله ثم يمكث عيسى عليه السلام في الأرض أربعين سنة إماما عدلا وحكما مقسطا. (مسند احمد)

کہ ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام۔ پھر میری توجہ دوسری طرف گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لمبا چوڑا آدمی سرخ رنگ سخت گھونگر والے بال، آنکھ سے کانا، ایک آنکھ ایسی تھی جیسا ابھرا ہوا انگور، لوگوں نے بتایا یہ ہے دجال اکبر۔ اور سب سے زیادہ مشابہ شخص دیکھنے میں جو تھا وہ ہیں خزاعہ قبیلہ کا یہ عبدالعزیٰ بن قطن ہے وہ ٹھیک اسی صورت کا تھا۔

(۱۶۲۷) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے دیکھا تو میں رو رہی تھی آپ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے دجال کا ذکر اس طرح فرمایا کہ اس کی فکر میں مجھ کو بے ساختہ رونا آگیا۔ آپ نے فرمایا اگر وہ نکلا اور میں اس وقت موجود ہوا تو تمہاری طرف سے میں اس سے نمٹ لوں گا اور اگر وہ میرے بعد نکلا تو پھر یہ بات یاد رکھنا کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے (اور وہ کانا ہوگا) جب وہ نکلے گا تو اس کے ساتھی اصفہان کے یہودی ہوں گے یہاں تک کہ جب مدینہ آئے گا تو یہاں ایک طرف آکر اترے گا اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ پر دو فرشتے نگراں ہوں گے جو اس کو اندر آنے سے مانع ہوں گے۔ مدینہ میں جو بدعمال لوگ آباد ہیں وہ نکل کر خود اس کے پاس چلے جائیں گے اس کے بعد وہ فلسطین میں باب لد پر آئے گا عیسیٰ علیہ السلام نزول فرما چکے ہوں گے اور یہاں وہ اس کو قتل کریں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک ایک منصف امام کی حیثیت سے زمین پر زندہ رہیں گے (مسند احمد)

(١٦٢٨) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَمْكُثُ فِي النَّاسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً۔ (اخرجه الطبراني ورجاله احمد عنه مثله وزاد لو يقول للبطحاء اسيلي عسلا لسالت ورجاله رجال الصحيح ش)

(١٦٢٩) عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو لِحُذَيْفَةَ أَلَا تُحَدِّثُنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ إِذَا خَرَجَ مَاءً وَنَارًا فَأَمَّا الَّذِي يَرَى النَّاسُ أَنَّهَا النَّارُ فَمَاءٌ بَارِدٌ وَأَمَّا الَّذِي يَرَى النَّاسُ أَنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحْرِقُ فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَى أَنَّهَا نَارٌ

(١٦٢٨) حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور لوگوں میں چالیس سال تک رہیں گے (طبرانی)

(١٦٢٩) ربعی بن حراشؓ سے روایت ہے کہ عقبہ بن عمرو نے حذیفہؓ سے کہا کہ آپ نے دجال کے متعلق جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی وہ ہم کو بھی سنا دیجئے۔ انھوں نے کہا میں نے آپ کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ دجال جب ظاہر ہوگا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ دونوں ہوں گے مگر لوگوں کو جو آگ نظر آئے گی وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جس کو لوگ ٹھنڈا پانی سمجھیں گے وہ جھلسا دینے والی آگ ہوگی لہذا تم

(١٦٢٩) دجال کا خروج عظیم الشان ہے قدرت کی طرف سے اس کی شان اتنی ہی زیادہ ہے الفاظ مسلم پر ایک بار پھر نظر ڈال لیجئے لیکن اس کو کیا کیجائے کہ عالم تقدیر یا کونہ جیا بنا سکتا ہے جب اپنے قبضہ کی آنکھیں خود نابینا ہوں تو ک ف ر کے الفاظ کیا نظر آئیں۔ لفظ بین عینیہ تقدیری کتابت ہونے کے لئے شاید کچھ مخصوص ہے اسی لئے یہی عمر وغیرہ کے لئے محل کتابت ہے اور حضرت حوا علیہ السلام کی ازلی سعادت اسی مقام پر حضرت آدم علیہ السلام کو شاید یہیں سے نظر آئی ہو۔ جیسے یہ سب تفصیلات گذر چکی ہیں عرف عام میں ہاتھ کہہ کر اپنی پیشانی پر ہاتھ مارنا شاید اسی طرف رواج پا گیا ہو۔ صحیح مسلم کی یہ صحیح حدیث ہمارے اس بیان کے لئے شاہد ہے مگر یاد رہے کہ اس میں پڑھنے لکھنے کی تعریف نہیں مگر مومن ہونے کی قید موجود ہے عجب نہیں کہ یہی مومن کے ایمان کے تحفظ اور کافر کی رسوائی کا سبب ہو اور یہی ایک اور عظیم فتنہ کا باعث بن جائے۔ یہ چند امور اگرچہ احادیث میں کہ صراحۃً مذکور نہ ہوں مگر ان کی طرف صراحۃً اشارہ سے قریب ہے۔ انہی سطروں میں دجال کی حقیقت کے ساتھ ابن صیاد کی احادیث کے ذکر کو کسی طرف منتقل یا مگر حضرت شیخ کی لطیفیت بیان کر چکا ہے۔ اگر آپ فتن کی حقیقت سمجھتے ہیں اور ان کی احادیث کی طرف نظر رکھتے ہیں تو ایک ثابت شدہ حقیقت کے انکار سے دوسری ایک حقیقت کے انکار کی راہ نہ لیں گے یعنی فتنہ دجال کے خروج کے جتنے اسباب صراحت کے ساتھ ذکر میں آ چکے ہیں وہ ایک ابن صیاد کی حقیقت کے مبہم رہنے کی وجہ سے سنت میں ان کا انکار نہ فرمائیں گے۔ اگر احادیث میں کہیں ابن صیاد کے دجال ہونے میں آپ کو شبہ گزرتا ہے تو آپ کی نظر اس میں نفس دجال کی غیر مشتبہ حقیقت کو مشتبہ نہ ہونے دے۔ اس جگہ

فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ ۔ (رواه البخاري ومسلم) وَزَادَ مُسْلِمٌ وَإِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوحُ الْعَيْنِ عَلَيْهَا ظَفَرَةٌ غَلِيظَةٌ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٌ أَوْ غَيْرُ كَاتِبٍ وَفِي رِوَايَةٍ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك . ف . ر وَفِي رِوَايَةٍ الْكَافُ وَالْفَاءُ وَالرَّاءُ

جس کو بھی یہ زمانہ ملے اس کو چاہیے کہ جو آگ معلوم ہو رہی ہو اسی میں داخل ہو جائے کیونکہ درحقیقت وہ آب خنک ہوگا۔ یہاں مسلم کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ دجال کی ایک آنکھ پر موٹا سا ناخونہ ہوگا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر کے حروف علیحدہ علیحدہ لکھے ہوئے ہوں گے جس کو ہر مومن پڑھ لے گا چاہے وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ، اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان ک۔ ف۔ ر۔ اور ایک روایت میں۔ کاف۔ الف۔ را۔ ہوگا

کم از کم ایک منصف کے لئے حقیقت یہ ہے کہ دجال اگر قوم کا لقب ہو تو ابن صیاد کے متعلق حدیثیں اس کی تردید کے لئے کافی ہیں کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ ابن صیاد کسی قوم کا لقب تھا اور نہ اس کے وجود شخصی ہونے کو دیکھنے کے بعد اور اس کے والدین کے نام و نسب کی تحقیق کے بعد اس کی گنجائش نکل سکتی ہے پھر ابن صیاد کے دجال کہنے سے احادیث صحیحہ کے انکار کے سوا اور فائدہ کیا جبکہ احادیث صحیحہ میں یہ بیان موجود ہے کہ اس کا قاتل بجز مسیح جیسا شخص بھی نہیں ہو سکتا بلکہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام مقرر ہیں وہ بھی اس کی موت کے لئے آئے نیزہ پر اس کا خون دکھا دکھا کر یقین دلائیں گے کہ میں جو عالم تقدیر میں اس کا قاتل مقرر ہو چکا ہوں وہ کوئی معنوی قتل نہیں ہے جو صرف کتابوں کے لکھ دینے سے پورا ہو جاتا بلکہ ایک حسی قتل ہے۔

دجالی فتنہ

یہ واضح رہنا چاہیے کہ وہ دجالی فتنہ جس کا مرکز شام ہی ذکر کیا جا رہا ہے جس سے تحفظ کا علاج سورہ کہف کی تلاوت کرنا قرار دیا گیا ہے وہ اسی کے بعد ہی ظہور پذیر ہوگا جبکہ ایک طرف وہ خدائی کا دعویٰ اور اس سے پہلے رسالت کا دعویٰ کرے گا اور اس کے ساتھ بے شمار خلاف عادات افعال بھی دکھلائے گا جو بظاہر اس کے دعوے کی صحت پر دلیل نظر آئیں گے اور اس وجہ سے بہت سے لوگوں کا ایمان متزلزل ہو جائیں گے ہمارے زمانے میں مادی ترقیات خواہ کتنی بھی ہو جائیں وہ سب مادی قوانین کے تحت ہیں ان کو دجالی فتنہ سمجھنا بالکل بے محل بلکہ خلاف واقع بات ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ موجودہ زمانے میں جو جدید ایجادات سامنے آ رہی ہیں وہ عجیب سے عجیب تر ہیں لیکن موجودہ دنیا کی ترقی یافتہ قومیں سب ہی ان میں شریک ہیں اور اس سلسلے میں ایک دوسرے سے مسابقت میں بھی سرگرم ہیں اور ابھی یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ اس میدان کا ہیرو کون ہے اس سلسلے میں ان میں سے کسی کو دجالی فتنہ قرار دینا قبل از وقت ہے بلکہ ان کو اس کے مقدمات میں شمار کرنا بھی صحیح نہیں۔ اس کا مقدمہ دینی جہل، ضعف ایمانی اور طغیانی طاقتوں کا ہمہ گیر اقتدار ہے۔

حدیثوں میں صاف طور پر بتلایا گیا ہے کہ دجال خود یہودی النسل ہوگا اور اس کے تمام متبعین بھی سب یہودی ہوں گے اور بحیثیت القوم وہی اس پر ایمان لائیں گے اس لئے دجالی فتنہ کا مرکز درحقیقت یہودی ہیں اور اسی لئے ہمارے زمانے میں یہودی مملکت کا قیام اسلام کی مخالف طاقتوں کا ایک مرکز پر جمع ہونا اور اسی جگہ جمع ہونا جہاں عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور مقدر ہے اگر اس کو دجالی فتنہ کا مقدمہ کہا جائے تو بجا ہے۔ رہے نصاریٰ تو وہ ابھی تک عیسائیت کے کم از کم دعویدار ضرور ہیں، اور گو عیسائیت کے آخر نقطہ پر پہنچ چکے ہیں مگر ان کا آبائی دعویٰ اب بھی صلیب پرستی ہی کا ہے۔ اور یہودی گو مدعی الوہیت تو نہیں لیکن اس سے بڑھ کر فرعونی غرور کا علی الاعلان مظہر بھی کوئی نہیں۔ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کے بعد عیسائی تو ان پر ایمان لے آئیں گے جیسا کہ وان من اہل الکتاب (سورۂ نساء) کی تفسیر میں آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہودی ایک ایک کر کے قتل ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر وہ کسی درخت کی آڑ میں چھپ کر پناہ لینا چاہے گا تو وہ درخت بول اٹھے گا: "دیکھو میرے پیچھے یہودی ہے اس کو بھی قتل کر دو۔" ان صحیح روایات سے بظاہر ہوتا ہے کہ دجالی فتنہ

تمام تر تعلق یہودیت کے ساتھ ہوگا۔ موجودہ زمانے کی مادی ترقیات کے ساتھ اس کا تعلق کچھ نہیں ہے اور نہ
ان قوموں میں سے خاص طور پر کسی ایک قوم کے ساتھ ہے جن کے ذریعہ یہ ترقیات سامنے آرہی ہیں۔

اب دوسرا سوال یہ کہ سورۂ کہف اور اس فتنہ سے تحفظ کے درمیان ربط کیا ہے کہ اسی کی تلاوت کو
اس سے تحفظ کا سبب قرار دیا گیا ہے تو اولاً اصولاً یہ سمجھ لیجئے کہ خوارق جس طرح خود سببیت یا مسببیت
کے علاقہ سے باہر نظر آتے ہیں اسی طرح جو فعل ان کے مقابل ہیں وہ بھی سببیت کے علاقہ سے بالاتر
ہوتے ہیں مثلاً نظر کا لگنا، سب جانتے ہیں کہ یہ صحیح حقیقت ہے اور گو علماء نے اس کی معقولیت کے اسباب
بھی لکھے ہیں مگر بظاہر اس کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا اسی لئے بہت سے اشخاص تو اب تک اس کے قائل
ہی نہیں اور اس کو صرف ایک وہم پرستی اور تخیل سمجھتے ہیں لیکن اس کے دفیعہ کے لئے جو صورتیں مجرب ہیں
وہ بھی اکثر اسی طرح غیر قیاسی ہیں۔ اسی طرح تمام جانوروں کے کاٹنے کے جو منتر و افسوں ہیں وہ اکثر بالکل تو
بے معنی ہیں اور جن کے معنی کچھ مفہوم ہیں بھی ان میں سمیت دفع کرنے کا کوئی سبب ظاہر نہیں ہوتا۔ حدیثوں
میں بہت سی سورتوں کے خواص مذکور ہیں مثلاً سورۂ فاتحہ کہ وہ بہت سے لاعلاج امراض کے لئے شفا ہے
اب یہاں ہر جگہ اس مرض اور اس سورت کے مضامین میں مناسبت پیدا کرنے کے لئے زمین و آسمان کے
قلابے ملانا بیکار سی سعی ہے۔ پھر اس قسم کی ذہنی مناسبات انسانی دماغ ہر جگہ نکال سکتا ہے اس لئے
ہمارے نزدیک اس کاوش میں پڑنا وقت کی بربادی ہے۔ لیکن بایں ہمہ اگر سورۂ کہف اور دجالی
فتنہ کے درمیان کوئی تناسب معلوم کرنا ہی ناگزیر ہو تو پھر بالکل صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ
اصحاب کہف بھی کفر و الحاد کے ایک زبردست فتنہ میں مبتلا ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے
محض اپنے فضل سے ان کے دل مضبوط رکھے اور اسلام پر ان کو ثابت قدم رکھا جیسا کہ اس
سورت کے شروع ہی میں ارشاد ہے: وربطنا علی قلوبهم اذ قاموا فقالوا ربنا رب السموات
والارض لن ندعو من دونه الٰها لقد قلنا اذًا شططا۔

پس جس طرح صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ محفوظ رہے تھے اسی طرح جب دجال کا سب سے
زبردست الحاد و کفر کا فتنہ نمودار ہوگا تو اس وقت بھی صرف امداد الٰہی ہی سے لوگوں کے ایمان
مضبوط رہیں گے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ اس سورۃ کا نزول کفار کی فرمائش پر ہوا تھا اس
لئے یہ قصے ان کے جواب میں ذکر کئے گئے ہیں۔ اور اس مناسبت کا یعنی فتنۂ دجال اور سورۂ کہف
سے اس سے تحفظ کا کہیں ذکر نہیں آتا صرف ایک قیاس آرائی اور ذہنی فہم بندی ہی کہا جا سکتا ہے
اور جیسی کہ حدیث قرآن سے کوئی مناسبت نہیں وہ ان سے کیسی باتوں میں ہو سکتا ہے وہ دجال سے قبل ہی

چند نشانیاں نہیں بلکہ بہت سی علامات مذکور ہیں جن کے اور دجال کے درمیان جوڑ لگانا ایک
فنی سدسری ہے یہاں قرآن کریم نے اپنی صفات میں سے جہاں اپنا قیم ہونا ذکر فرمایا ہے اور عیسائیت
کی تردید فرمائی ہے وہ قرآن کے عام مضامین میں سے ایک اہم مضمون ہے جو متعدد اسالیب سے متعدد
سورتوں میں مذکور ہے لیکن ان سورتوں کی تلاوت کو کہیں یاد نہیں آتا کہ دجالی فتنے کے تحفظ کے لئے شمار
کیا گیا ہو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہو نہ ہو اس سورۂ خاصہ میں کوئی سبب دوسرا ہوگا۔ ابھی آپ
سن چکے ہیں کہ اس سورت کے اوائل میں چند شخصوں کے تحفظ ایمان کی ایسی عجیب صورت مذکور ہے
جس کو قرآن نے اپنے الفاظ میں یوں ادا فرمایا ہے: وتحسبهم ايقاظا وهم رقود۔

گو کہ یہ واقعہ قدرت الٰہیہ کے سامنے کچھ تعجب خیز نہ ہو لیکن ایک ضعیف البنیان انسان کیلئے
ایک ایسا واقعہ ہے کہ اگر وہ اس کی نظروں میں تعجب خیز نظر آئے تو کچھ تعجب نہیں۔ اس واقعہ کو ذکر
فرما کر قرآن کریم نے جو نتیجہ خود اخذ کیا ہے وہ اثبات قیامت ہے چنانچہ اس قصے کو پورا ذکر فرما کر
ارشاد فرمایا: وكذلك اعثرنا عليهم ليعلموا ان وعد الله حق وان الساعة اٰتية
لا ريب فيها۔ اور دجال کی طرف کہیں اشارہ تک بھی نہیں آتا۔ ہاں حدیث میں بیشک اس سورت
کے اوائل کے ساتھ اس کے اواخر کا ذکر ملتا ہے۔ اب اگر اوائل میں کھینچ تان کر کے عیسائیت کو
دجال کا فتنہ قرار دے ڈالا جائے تو پھر اس کے اواخر کے متعلق کیا کہا جائے گا جن میں عیسائیت کی تردید
پر کوئی نص نہیں دیا گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دجالی فتنے سے اور عیسائیت کی تردید سے یہاں
کوئی تعلق نہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس فتنے میں مدعی عیسائیوں سے دو قدم آگے نظر آتا ہے
تو پھر جو زیادہ سمجھنے کی ضرورت تھی اور عیسائیوں کے تقدم کو اس کی انتہائی شناعت کے باوجود
دجالی فتنہ قرار دے ڈالنے سے غرض کیا۔ اصل یہ ہے کہ جب کسی قوم میں جیسے دجال کا ظہور نہ پا سکیں تو
انہوں نے دجال کی احادیث کی جگہ پیشگوئیاں پیدا کرنے کے لئے خواہ مخواہ کی یہ زحمت اٹھائی یہ زحمت
اس زحمت سے کم نہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتظار اپنے زمانے میں نہ دیکھ کر خود
عیسیٰ ابن مریم بننے کی سعی ناتمام کی۔ اگرچہ ان کے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مابین شہر اور نام اور کام
اور محل دفن وغیرہ کا اختلاف ہی کیوں نہ ہو مگر اس پر بھی آخرکار انہوں نے ایک عیسیٰ ابن مریم تجویز
ہی کر لیا اور لاکھوں انسانوں نے ان کی اس بدیہی غلطی میں تقلید ہی کر ڈالی۔ اسی طرح یہاں
عیسائیوں کا جرم تو مسلم ہے مگر انہی کو دجالی فتنہ قرار دے ڈالنا پھر سورۂ کہف کی تلاوت کو
اس سے تحفظ کا سبب سمجھ لینا یہ علمی غلطی ہے جس کا نہ حدیث سے کوئی پتہ لگتا ہے [اور نہ تاریخ کو

کوئی ثبوت۔ ہاں اگر صرف قیاس آرائی کافی ہو تو بات دوسری ہے، ورنہ جیسا میں کہہ چکا ہوں قرآن بیان کرتا ہے۔ ہاں یہودیوں کا ان کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اترنا ہے اور اس طرح ان دونوں قوموں کا حشر آنکھوں کو نظر آتا ہے۔ پھر دجالی فتنے کو ان پر منطبق کرنا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے کچھ گنجائش ہے اور دجالی فتنے کو کسی فریق پر منطبق کرنا ہی ہے تو یہود کے حق میں اس کا کوئی امکان پیدا ہو سکتا ہے اور بس۔

والحمد للہ اولاً و آخراً

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و صحبہ الذین

فی اتباعہم ... آخرھم الامام المہدی علیہ السلام (قاتل الدجال

الاکبر و خصوصا الیہود لیس شانا و لسانا لعنہم اللہ لعنا کبیرا)

چہارشنبہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۶۸ء

المدینۃ المنورہ

تمت

(ناز آفسٹ ورکس دہلی)

الرسول الاعظم وشق صدره صلوات الله عليه وعلى آله

۱۹۲۹ ۔ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَهُ فَصَرَعَهُ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهِ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عَلَقَةً فَقَالَ هٰذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ غَسَلَهُ فِيْ طَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَاَمَهُ وَاَعَادَهُ فِيْ مَكَانِهِ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ اِلٰى اُمِّهِ يَعْنِيْ ظِئْرَهُ فَقَالُوْا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوْهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ اَنَسٌ فَكُنْتُ اَرٰى اَثَرَ الْمِخْيَطِ فِيْ صَدْرِهِ (رواه مسلم)

بچپن میں آنحضرت صلعم کے سینہ مبارک کا شق ہونا

۱۹۳۰ ۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے اس حال میں کہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو پکڑا اور آپ کو لٹا دیا۔ پھر آپ کے قلب مبارک کو چیرا اور اس سے ایک بستہ خون نکالا۔ اور کہا کہ یہ حصہ آپ میں شیطان کا تھا۔ پھر اس کو سونے کے ایک طشت میں رکھ کر آب زمزم سے دھویا۔ پھر اس کو سی دیا اور اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ لڑکے دوڑتے ہوئے آپ کی رضاعی ماں کے پاس پہونچے یعنی جو آپ کو دودھ پلاتی تھیں اور ان سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو قتل کر ڈالے گئے۔ لوگ آپ کو دیکھنے کے لیے آئے۔ اور اس وقت آپ کا رنگ فق تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں سلائی کے نشان آپ کے سینہ مبارک میں دیکھا کرتا تھا۔ (مسلم شریف)

۱۹۳۱ ۔ یہ بات تو مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش عام انسانوں ہی کی طرح ماں باپ سے ہوئی اور یہ مسلم ہے کہ انسانی سلسلہ کے جو عادات و خواہشات اور میلانات ہوتے ہیں وہ ایک سے دوسرے میں منتقل ہوتے رہتے ہیں پھر ثابت اور یہ مستور ہے کہ جو حصہ بشریت کا اور اس کے اثرات ان نے کے لئے بچے ہیں وہ عموماً کم و بیش جبلی طور پر سب میں پائے جاتے ہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ چیزیں ایسی ضرور ہونگی جو انسانی رشتہ سے آپ کو منتقل ہو کر آئی ہونگی۔ بچپن ہی میں شق صدر کر کے قدرت رب العزت نے اس نوع کے جذبات و داعیات کو جو عموماً انسانوں میں ہوتے ہیں نکال باہر کیا۔ اور سینہ مبارک کو دھو دھلا کر صاف کر دیا۔ تاکہ آپ سراپا انوار و برکات ہوں۔

الرسول الاعظم ورؤيته من وراء ظهره

۱۴۳۳۔ عن انس قال اقيمت الصلوٰة فاقبل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم بوجهه فقال اقيموا صفوفكم وتراصوا فانى اراكم من وراء ظهرى۔ (رواه البخارى)

الرسول الاعظم وتحقق اسماع الصحابة فى منازلهم

۱۴۳۴۔ عن عبد الرحمن بن معاذ التيمى قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن بمنى

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پشت کی جانب دیکھنا

۱۴۳۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جماعت کھڑی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روئے مبارک سے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اپنی اپنی صفوں کو سیدھی کرو اور مل کر کھڑے ہو، اس لئے کہ میں تم کو اپنی پشت کی طرف سے بھی دیکھ رہا ہوں۔ (بخاری شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کا تمام خیموں میں سنا جانا

۱۴۳۴۔ حضرت عبد الرحمٰن بن معاذ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں ہم کو

۱۴۳۳۔ سامنے سے تو ہر آنکھ والا انسان دیکھتا ہے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاں اور بہت ساری خصوصیات تھیں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ آگے کی طرح پیچھے کی جانب سے بھی دیکھتے تھے، آگ کی جلانے کی تاثیر ہے، مگر یہی آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے بجائے جلانے کے باعث سلامتی بن گئی، پھر اس میں کیا حیرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوت بینائی آپ کی پشت کی طرف بھی رکھ دی ہو۔ خرق عادات کے طور پر جہاں اور باتیں حاصل تھیں یہ چیز بھی آپ کو حاصل تھی۔

صفات باطنی جو لوگ ہوتے ہیں ان کے متعلق آپ نے بھی سنا ہوگا کہ وہ آگے پیچھے کی اور دور دراز کی بات بتا دیتے ہیں یہ بندہ اسپ ہے اور دینی بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات باطنی کسی وجہ کی بھی دنیا پر ظاہر ہے، لہٰذا پشت کی طرف کے احوال کا آپ پر منکشف ہونا کوئی تعجب خیز نہیں۔

۱۴۳۴۔ آواز پہنچنے کا بڑی حد تک دور دراز ظاہری اسباب میں دور و نزدیک، ہوا کی موافقت و مخالفت اور خود آواز کی پستی و بلندی ہے، باقی انبیاء کرام اور رسل عظام کی جہاں اور خصوصیات ہیں، ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کی آواز میں سب سے زیادہ ابھار اور قوت ہوتی ہے۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پھیلاؤ بھی ممتاز ہوتا ہے صحابہ کرام جو اپنے اپنے خیموں میں بیٹھے تھے یہ بات خرق عادت کے طور پر تھی جو جہاں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ اس طرح سن رہا تھا گویا یہیں کھڑے آپ خطبہ دے رہے ہیں۔ ([illegible])

الرسول الاعظم وقصة اسرائه ﷺ

۱۲۳۴. عن مالك بن صعصعة ان نبي الله صلى الله عليه وسلم حدثهم عن ليلة اسري به بينما انا في الحطيم وربما قال في الحجر مضطجعا اذ اتاني آت فشق ما بين هذه الى هذه يعني من ثغرة نحره الى شعرته فاستخرج قلبي ثم اتيت بطست من ذهب مملوء ايمانا فغسل قلبي ثم حشي ثم اعيد وفي رواية ثم غسل البطن بماء زمزم ثم ملئ ايمانا وحكمة ثم اتيت بدابة دون البغل وفوق الحمار ابيض يقال له البراق يضع خطوه عند اقصى طرفه فحملت عليه فانطلق بي جبريل حتى اتى السماء الدنيا فاستفتح قيل من هذا قال جبريل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد ارسل اليه قال نعم قيل مرحبا به فنعم المجيء جاء ففتح فلما خلصت فاذا فيها آدم فقال هذا ابوك آدم فسلم عليه فسلمت عليه فرد السلام ثم قال مرحبا بالابن الصالح والنبي الصالح ثم صعد بي حتى اتى السماء الثانية فاستفتح قيل من

آپ کے واقعۂ معراج کی تفصیل

۱۲۳۴۔ حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے اس رات کا واقعہ جس رات آپ کو معراج ہوئی اس طرح بیان فرمایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا اور بسا اوقات آپ نے حجر کا نام لیا کہ دفعۃً ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے یہاں سے یہاں تک میرا پیٹ چاک کیا یعنی سینہ سے لے کر ناف تک، اور میرا دل نکالا، پھر ایک طشت لایا گیا جو ایمان وحکمت سے بھرا ہوا تھا اس فرشتہ نے میرا دل دھویا پھر اسے دوبارہ بھر دیا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ پیٹ آب زمزم سے دھو کر ایمان وحکمت سے بھر گیا پھر ایک چوپایہ لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا سفید رنگ کا تھا جس کو "براق" کہا جاتا ہے۔ وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا، جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی تھی یعنی بہت تیز رفتار تھا، اس جانور پر مجھے سوار کیا گیا میرے ساتھ حضرت جبرئیل چلے یہاں تک کہ دنیا کے آسمان تک پہنچے، تو دروازہ کھلوایا، ان سے پوچھا گیا کہ کون ہے جبرئیل نے کہا میں جبرئیل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ ان کو معراج ہوئی ہے؟ کہا ہاں! اس پر آپ کو خوش آمدید کہا گیا، اور کہا گیا کیا ہی بہتر آپ کی تشریف آوری ہے، اس کے بعد دروازہ کھول دیا گیا جب میں دروازہ سے اندر گیا تو دفعۃً وہاں آدم علیہ السلام نظر آئے حضرت

هذا قال جبرئيل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد ارسل اليه قيل نعم قال
مرحبا به فنعم المجيء جاء ففتح فلما خلصت اذا يحيى وعيسى وهما ابنا الخالة قال هذا يحيى وهذا عيسى فسلم
عليهما فسلمت فردا ثم قالا مرحبا بالاخ الصالح والنبي الصالح ثم صعد بي الى السماء الثالثة
فاستفتح قيل من هذا قال جبرئيل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد ارسل اليه قال
نعم قيل مرحبا به فنعم المجيء جاء ففتح فلما خلصت اذا يوسف قال هذا يوسف فسلم
عليه فسلمت عليه فرد ثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبي الصالح ثم صعد بي حتى اتى السماء
الرابعة فاستفتح قيل من هذا قال جبرئيل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد ارسل
اليه قال نعم قيل مرحبا به فنعم المجيء جاء ففتح فلما خلصت فاذا ادريس قال هذا ادريس
فسلم عليه فسلمت عليه فرد ثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبي الصالح ثم صعد بي حتى اتى
السماء الخامسة فاستفتح قيل من هذا قال جبرئيل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد ارسل اليه

جبرئیل نے کہا یہ آپ کے پدر بزرگوار آدم علیہ السلام ہیں انھیں سلام کیجئے، چنانچہ میں نے سلام کیا، آپ نے سلام
کا جواب دیا، پھر فرمایا صالح فرزند اور نیک نبی خوش آمدید، مبارک ہو، پھر مجھکو لے کر جبرئیل اوپر چڑھے اور
دوسرے آسمان پر آئے، انھوں نے دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون ہو، انھوں نے کہا میں جبرئیل، پوچھا گیا
آپ کے ساتھ کون ہیں، انھوں نے فرمایا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کو معراج ہوئی ہے
انھوں نے کہا ہاں۔ اس کے بعد فرشتوں نے خوش آمدید کہا اور تشریف آوری پر مبارکباد پیش کی، پھر
دروازہ کھول دیا، چنانچہ جب میں اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام
تشریف فرما ہیں، یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے، حضرت جبرئیل نے بتایا یہ یحییٰ علیہ السلام ہیں اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ
السلام ہیں، آپ ان دونوں کو سلام کیجئے، میں نے ان کو سلام کیا، دونوں نے سلام کا جواب دیا، اس کے بعد انھوں
نے میرا استقبال کرتے ہوئے فرمایا مرحبا مرحبا آیئے برادر صالح، آیئے نبی صالح۔ پھر حضرت جبرئیل مجھے لے کر
تیسرے آسمان کی طرف بڑھے دروازہ کھلوایا، وہاں بھی پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ کہا گیا جبرئیل، سوال ہوا آپ
کے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا ان کو معراج ہوئی؟ حضرت جبرئیل نے کہا جی ہاں!
مرحبا مرحبا کی صدا آئی اور خوش آمدید کہا گیا، اور دروازہ کھول دیا آگے بڑھا تو دیکھا حضرت یوسف علیہ السلام
تشریف فرما ہیں، حضرت جبرئیل نے بتایا یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کیجئے، میں نے سلام کیا انھوں
نے سلام کا جواب دیا پھر انھوں نے مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح کے الفاظ سے خوش آمدید کہا۔ پھر حضرت جبرئیل
علیہ السلام مجھے لے کر چوتھے آسمان کے پاس پہنچے پوچھا گیا کون ہیں، حضرت جبرئیل نے کہا میں جبرئیل، سوال کیا گیا

قال نعم قيل مرحبا به فنعم المجيء جاء ففتح فلما خلصت فإذا هارون قال هذا هارون
فسلم عليه فسلمت عليه فرد ثم قال مرحبا بالأخ الصالح والنبي الصالح ثم صعد بي
حتى أتى السماء السادسة فاستفتح قيل من هذا قال جبريل قيل من معك قال محمد
قيل وقد أرسل إليه قال نعم قيل مرحبا به فنعم المجيء جاء ففتح فلما خلصت فإذا موسى
قال هذا موسى فسلم عليه فسلمت عليه فرد ثم قال مرحبا بالأخ الصالح والنبي
الصالح فلما تجاوزت بكى قيل له ما يبكيك قال أبكي لأن غلاما بعث بعدي يدخل
الجنة من أمته أكثر ممن يدخلها من أمتي ثم صعد بي إلى السماء السابعة
فاستفتح جبريل قيل من هذا قال جبريل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد
بعث إليه قال نعم قيل مرحبا به فنعم المجيء جاء فلما خلصت فإذا إبراهيم قال هذا أبوك
فسلم عليه فسلمت عليه فرد السلام ثم قال مرحبا بالابن الصالح والنبي الصالح

کہ آپ کے ساتھ کون بزرگ ہیں۔ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کو معراج ہوئی
ہے۔ انھوں نے کہا جی ہاں! مرحبا مرحبا، اور خوش آمدید کے نعروں کے ساتھ استقبال ہوا۔ اور دروازہ کھول دیا۔ میں
اندر بڑھا تو حضرت ادریس علیہ السلام کو موجود پایا۔ انھوں نے بتایا کہ یہ حضرت ادریسؑ ہیں ان کو سلام کیجیے حضرت
جبرئیلؑ کے اس تعارف کے بعد میں نے سلام کیا انھوں نے جواب دیا۔ پھر حضرت ادریسؑ نے مرحبا مرحبا اخ
صالح نبی صالح کہہ کر استقبال فرمایا پھر حضرت جبرئیلؑ مجھے لے کر آگے بڑھے۔ پانچویں آسمان پر پہنچے وہاں سوال ہوا
کون ہو کہا، جبرئیلؑ ہوں۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں، انھوں نے جواب دیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔
پوچھا گیا ان کو معراج ہوئی ہے۔ انھوں نے کہا جی ہاں۔ انھوں نے کہا خوش آمدید، بہت خوب تشریف لائے
ہیں، یہ کہہ کر دروازہ کھولا، میں اندر پہنچا تو حضرت ہارون نظر آئے۔ جبرئیلؑ نے بتایا۔ یہ حضرت ہارون علیہ
السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا، انھوں نے جواب دیا، پھر انھوں نے مبارک باد پیش کی
پھر یہاں سے مجھے لے کر حضرت جبرئیلؑ چھٹے آسمان پر پہنچے۔ دروازہ کھولنے کی درخواست کی، پوچھا گیا آپ کون
ہیں؟ انھوں نے کہا جبرئیلؑ امین، سوال ہوا آپ کے ساتھ کون ہیں، انھوں نے جواب دیا محمد صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا ان کو معراج کی دولت نصیب ہوئی ہے، انھوں نے کہا جی ہاں مرحبا اور
خوش آمدید کہا اور دروازہ کھول دیا، میں اندر داخل ہوا تو دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما
ہیں، حضرت جبرئیلؑ نے بتایا یہ حضرت موسیٰؑ ہیں۔ سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا
انھوں نے مجھے مبارک باد پیش کی۔ میں جب آگے بڑھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے، پوچھا گیا:

ثم رفعت لي سدرة المنتهى فإذا نبقها مثل قلال هجر وإذا ورقها مثل آذان الفيلة قال هذه سدرة
المنتهى وإذا أربعة أنهار نهران باطنان ونهران ظاهران فقلت ما هذان يا جبريل قال أما الباطنان فنهران في الجنة وأما الظاهران
فالنيل والفرات ثم رفع لي البيت المعمور ثم أتيت بإناء من خمر وإناء من لبن وإناء من
عسل فأخذت اللبن فقال هي الفطرة أنت عليها وأمتك ثم فرضت علي الصلوات خمسين صلاة
كل يوم فرجعت فمررت على موسى فقال بما أمرت قلت أمرت بخمسين صلاة كل يوم
قال إن أمتك لا تستطيع خمسين صلاة كل يوم وإني والله قد جربت الناس قبلك
وعالجت بني إسرائيل أشد المعالجة فارجع إلى ربك فسله التخفيف لأمتك فرجعت
فوضع عني عشرا فرجعت إلى موسى فقال مثله فرجعت فوضع عني عشرا

پیچھے رہ گئے ہیں، آپ نے فرمایا، میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک نوجوان جو میرے بعد مبعوث ہوئے ہیں، ان کی
امت میری امت سے زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوگی۔ پھر حضرت جبریل مجھے لیکر اوپر چڑھے ساتویں
آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا آپ کون، انھوں نے کہا جبریل، میں پوچھا آپ کے ساتھ
کون، انھوں نے جواب میں کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا اُن کو معراج ہوئی ہے۔ انھوں نے کہا ہاں!
مرحبا خوش آمدید جب میں آگے بڑھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نظر آئے۔ انھوں نے بتایا یہ حضرت ابراہیم
ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا، انھوں نے جواب دیا، انھوں نے کہا مرحبا اے بیٹے صالح خوش آمدید
اے نبی صالح، پھر میری طرف سدرۃ المنتہی لایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کے برابر تھے
اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر، حضرت جبریل نے بتایا کہ یہ سدرۃ المنتہی ہے۔ وہاں مجھے چار نہریں نظر آئیں،
دو اندر کی جانب، اور دو باہر کی جانب، میں نے جبریل سے پوچھا یہ دونوں نہریں کیسی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ جو نہریں
اندر جاری ہیں، یہ جنت کی نہریں ہیں، اور جو باہر کی جانب ہیں، یہ نیل و فرات ہیں پھر مجھ کو سامنے بیت المعمور
لایا گیا، اس کے بعد میرے پاس تین برتن لائے گئے، ایک میں شراب تھی، دوسرے میں دودھ اور تیسرے
میں شہد، میں نے دودھ والا برتن اٹھالیا۔ جبریل نے کہا کہ یہی فطرت ہے، اور آپ اسی پر ہونگے
اور آپ کی امت بھی، پھر مجھ پر ہر دن پچاس نماز فرض کی گئیں، لوٹتے ہوئے، میں موسیٰ علیہ السلام کے
پاس سے گذرا۔ انھوں نے پوچھا کہ کیا حکم کیا گیا۔ میں نے بتایا کہ ہر دن پچاس وقتوں کی نماز کا حکم ملا
ہے، انھوں نے فرمایا کہ آپ کی امت ہر دن پچاس نماز ادا کرنے میں قادر نہ ہوسکیگی، خدا کی قسم آپ
سے پہلے میں نے لوگوں کا تجربہ کیا ہے، اور بنی اسرائیل کے ساتھ زور آزمائی کر چکا ہوں، آپ اپنے رب
کے پاس واپس جائیں، اور تخفیف کی درخواست کریں، میں پلٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں معاف کردیں۔

فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلَى
مُوسَى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا فَأُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ إِلَى
مُوسَى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى
فَقَالَ بِمَا أُمِرْتَ قُلْتُ أُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسَ
صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّي قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ
فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ قَالَ سَأَلْتُ رَبِّي حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ وَلَكِنِّي
أَرْضَى وَأُسَلِّمُ قَالَ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادَى مُنَادٍ أَمْضَيْتُ فَرِيضَتِي وَخَفَّفْتُ
عَنْ عِبَادِي ۔ (متفق علیہ)

الرسول الاعظم وشانه عند نزول الوحي

١٢٣٨ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُوحِيَ إِلَيْهِ لَمْ يَسْتَطِعْ

میں جب اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے پھر ویسی ہی بات کی چنانچہ میں پھر واپس گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور معاف کر دیں۔ مگر جب پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انھوں نے پھر پہلے جیسی بات فرمائی۔ اب میں پھر پلٹ کر گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس دفعہ بھی دس نمازیں معاف کر دیں۔ لوٹ کر جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انھوں نے پھر وہی بات کہی۔ چنانچہ پھر میں واپس گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے دس، دس کم کیں۔ اور اب ہر دن میں صرف دس وقتوں کی نماز کا حکم دیا گیا۔ لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ اب کی مرتبہ پھر انھوں نے وہی بات دہرائی چنانچہ پھر واپس گیا جس پر پانچ نمازوں کا روزانہ حکم دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ کی امت کو روزانہ پانچ وقت کے نماز پڑھنے کی بھی استطاعت نہ ہوگی جیسا کہ میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے معاملہ میں کافی سخت رویہ دیکھ چکا ہوں لہٰذا پھر آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیں اور تخفیف کی درخواست کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے بار بار اپنے رب سے درخواست کی۔ اب مزید جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ لہٰذا میں اب اسی پر راضی ہوں اور خوش ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب میں آگے بڑھا تو ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ میں اپنا فریضہ نافذ کر چکا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر چکا۔

نزول وحی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

١٢٣٨ - حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو ہم میں سے

رَجُلًا فَقَالَ لَهُمَا احْتَفِظَا بِهِ فَغَفَلَتْ حَفْصَةُ وَمَضَى الرَّجُلُ فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَفْصَةُ مَا فَعَلَ الرَّجُلُ قَالَتْ غَفَلْتُ عَنْهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَخَرَجَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ اللّٰهُ يَدَكِ فَقَالَتْ بِيَدِهَا هٰكَذَا فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا شَأْنُكِ يَا حَفْصَةُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قُلْتَ قَبْلُ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ ضَعِي يَدَكِ فَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَيُّمَا إِنْسَانٍ مِنْ أُمَّتِي دَعَوْتُ عَلَيْهِ أَنْ يَجْعَلَهَا اللّٰهُ مَغْفِرَةً ۔

الرَّسُوْلُ الْأَعْظَمُ وَعُقُوْبَةُ عَلٰى مَنْ [illegible]

۱۴۲۱۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ كَانَ فُلَانٌ يَجْلِسُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا تَكَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَجَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْ كَذٰلِكَ فَلَمْ يَزَلْ يَخْتَلِجُ حَتّٰى مَاتَ ۔ (رواہ الحاکم صحیح)

ہو گئیں اور وہ نکل بھاگا، جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے پوچھا اے حفصہ! وہ شخص کہاں گیا؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میں اس سے ذرا غافل ہوئی اور وہ نکل بھاگا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اللہ تعالیٰ ترا ہاتھ قطع کرے۔ انھوں نے کہا کہ اسی وقت دونوں ہاتھ لپیٹ کر بیٹھی ہو گئی۔ اب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب آئے تو فرمایا اے حفصہ! تجھے کیا حال ہے۔ حضرت حفصہ کہتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے پہلے ایسا ایسا فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا تو اپنا ہاتھ کھول ڈال میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ اپنی امت میں سے جس کے لئے میری زبان سے بددعا نکل جائے اس کو تو اس کے لئے باعث مغفرت بنا دے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استہزا کا انجام

۱۴۲۱۔ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فلاں شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو وہ بطور استہزا اپنا منہ بگاڑا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا تو ایسا ہی ہو جا۔ پھر وہ ایسا ہی منہ بناتا رہا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ (حاکم)

الرسول الاعظم وطيب عرقه صلى الله عليه وسلم

۱۶۳۲ - عن انس قال دخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال عندنا فعرق وجاءت امي بقارورة فجعلت تسلت العرق فاستيقظ النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا ام سليم ما هذا الذي تصنعين قالت هذا عرقك نجعله لطيبنا وهو اطيب الطيب رواه مسلم وفي رواية قالت يا رسول الله نرجو بركته لصبياننا قال اصبت (روى البخاري نحوه)

الرسول الاعظم اخبار الراهب من النبوة وعلامتها قبل بعثته صلى الله عليه وسلم

۱۶۳۳ - عن ابي موسى الاشعري قال خرج ابو طالب الى الشام وخرج معه النبي صلى الله عليه وسلم في اشياخ من قريش فلما اشرفوا على الراهب هبطوا فحلوا رحالهم فخرج اليهم

آنحضرت صلعم کے پسینہ کی خوشبو

۱۶۳۲ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے۔ وہیں سو رہے آپ نے قیلولہ فرمایا۔ آپ کو پسینہ آیا تو میری ماں ایک شیشی لے آئیں اور آپ کا پسینہ پونچھ پونچھ کر شیشی میں ڈالنے لگی۔ اتنے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو گئے، اور پوچھا اے ام سلیم یہ کیا کر رہی ہو۔ انہوں نے کہا یہ آپ کا پسینہ ہے، اسے ہم اپنی عطروں میں ملا لیتے ہیں جس کی وجہ سے تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبو ہو جاتا ہے (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ ام سلیم نے کہا یا رسول اللہ ہمیں امید ہے کہ اس کی برکت ہمارے بچوں کو بھی حاصل ہوگی آپ نے فرمایا تم نے درست کہا۔

بحیرا راہب کی پیش گوئی اور تفصیلی قصہ

۱۶۳۳ - حضرت ابو موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ ابو طالب شام کے لئے نکلے۔ اس سفر میں ان کے ساتھ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی تھے، اور قریش کے دوسرے بڑے بڑے لوگ بھی جب یہ سب کے سب

۱۶۳۲ - مختلف حدیثوں میں متعدد راویوں سے یہ بات نقل کی گئی ہے۔ صحابہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلعم کا پسینہ معطر ہوا کرتا تھا۔ انبیاء کرام کو رب العزت نے جن خصوصیتوں سے نوازا ہے ان کا تقاضا یہی ہے کہ آپ [illegible] ممتاز ہونا۔

۱۶۳۳ - اس حدیث میں تو ایک غریب بات یہ ہے کہ [illegible]

أذن لعظماء الروم في دسكرة له بحمص ثم أمر بأبوابها فغلقت ثم اطلع فقال
يا معشر الروم هل لكم في الفلاح والرشد وأن يثبت ملككم فتبايعوا هذا
النبي فحاصوا حيصة حمر الوحش إلى الأبواب فوجدوها قد غلقت فلما رأى هرقل
نفرتهم وأيس من الإيمان قال ردوهم علي وقال إني قلت مقالتي آنفا أختبر بها
شدتكم على دينكم فقد رأيت فسجدوا له ورضوا عنه فكان ذلك آخر شأن هرقل رواه البخاري

الرسول الأعظم نصرته بالرعب مسيرة شهر

۱۶۳۵ - عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال أعطيت خمسا لم يعطهن أحد

انھوں نے بتایا کہ وہ سب ختنہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر ہرقل نے کہا کہ اس امت کا یہی بادشاہ ہے جو پیدا ہو چکا ہے۔ پھر اس نے رومیہ میں اپنے ایک دوست کو لکھا، اور وہ بھی اس علم میں اسی کے پایہ کا تھا۔ اور خود ہرقل حمص چلا گیا، وہ ابھی حمص سے روانہ نہیں ہوا تھا کہ اس کو اپنے اس دوست کا خط ملا جس میں اس نے ہرقل کی رائے سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کے باب میں موافقت کی تھی اور یہ کہ آپ واقعی نبی ہیں۔ اسکے بعد ہرقل نے روم کے سرداروں کو جو حمص کے اندر اس کے لشکر میں تھے طلب کیا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ محل کے دروازے بند کر دیے جائیں، چنانچہ وہ بند کر دیے گئے۔ اسکے بعد ہرقل سامنے آیا اور اس نے کہا کہ اے جماعت روم! کیا تمہارے لئے رشد و فلاح میں کوئی حصہ ہے؟ اور کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری حکومت برقرار رہے، اگر چاہتے ہو تو تم سب اس نبی پیدا ہونے والے کی بیعت کر لو۔ یہ سنتے ہی وہ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگ پڑے لیکن انھوں نے ان کو بند پایا۔ ہرقل نے جب انکی یہ نفرت دیکھی اور ان کے ایمان سے مایوس ہو گیا تو اس نے حکم دیا کہ ان سب کو میرے پاس واپس لاؤ۔ چنانچہ وہ لائے گئے۔ ہرقل نے ان سے کہا کہ ابھی میں نے جو بات کی اس سے میرا منشا یہ تھا کہ میں امتحان کروں کہ تم اپنے دین پر کتنے مضبوط ہو چنانچہ میں نے تم میں یہ بات دیکھی۔ یہ سن کر سب لوگوں نے ہرقل کو سجدہ کیا، وہ سب اس سے خوش ہو گئے پھر ہرقل آخر تک اسی حالت پر قائم رہا۔

ایک ماہ کی مسافت سے دشمن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب طاری ہونا

۱۶۳۵ - حضرت جابرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں خصوصیت

۱۶۳۵ - رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات ان ہی پانچ چیزوں میں منحصر نہیں، بلکہ بہت سی دوسری خصوصیات ہیں، جس کے لئے علامہ سیوطیؒ کی الخصائص الکبریٰ دیکھی جا سکتی ہے ان پانچ کا ذکر ان کی تائید کرتا ہے۔

قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تُحَلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً (رواه البخاري)

شَهَادَةُ زَيْدِ بْنِ خَارِجَةَ بَعْدَ مَوْتِهِ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ

۱۴۳۷ - عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ كَانَ زَيْدُ بْنُ خَارِجَةَ مِنْ سَرَاةِ الْأَنْصَارِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَمْشِي فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذْ خَرَّ فَتُوُفِّيَ فَأُعْلِمَتْ بِهِ الْأَنْصَارُ فَأَتَوْهُ فَاحْتَمَلُوهُ إِلَى بَيْتِهِ وَسَجَّوْهُ كِسَاءً وَبُرْدَيْنِ وَفِي الْبَيْتِ نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ يَبْكِينَ عَلَيْهِ وَرِجَالٌ مِنْ رِجَالِهِمْ

سے ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں (۱) میری مدد ایک ماہ کی مسافت سے دشمن پر رعب ڈال کر کی گئی (۲) میرے لئے تمام زمین نماز کی جگہ اور پاک بنائی گئی۔ لہٰذا میری امت میں جس کسی کو جہاں کہیں نماز کا وقت آجائے اسے نماز پڑھ لینی چاہئے (۳) میرے لئے مال غنیمت جائز قرار دیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کیا گیا تھا (۴) مجھے شفاعت کبریٰ کا حق بخشا گیا اور (۵) مجھ سے پہلے نبی صرف اپنی قوم کے لئے ہوتے تھے اور میں قیامت تک کے لئے تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا۔

بعد وفات زید بن خارجہ کی گواہی کہ آنحضرت صلعم سچے اور آخری نبی ہیں

۱۴۳۷۔ نعمان بن بشیرؓ راوی ہیں ان کا بیان ہے کہ زید بن خارجہ جو انصار کے سرداروں میں تھے، ایک دن وہ مدینہ منورہ کے راستوں میں سے کسی راستے سے ظہر و عصر کے درمیانی وقت میں گذر رہے تھے کہ دفعتہً وہ گر گئے اور وہیں ان کی موت واقع ہو گئی۔ انصار کو اس حادثہ کی خبر دی گئی۔ وہ سب آئے اور ان کو اٹھا کر ان کے گھر لے گئے اور ایک کمبل اور دو چادروں میں ان کو ڈھانک دیا۔ گھر میں انصار کی کچھ عورتیں اور کچھ مرد ان پر رو رہے تھے

مرد مسلمان اور لشکر (۱) [illegible] مرعوب ہوتا [illegible] مرد مسلمان [illegible]
[illegible] دولت و ثروت [illegible] دوسری قوم [illegible]
ہو جانے [illegible] اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible]
[illegible] آبادی میں [illegible] مسافت میں [illegible]
[illegible] نماز ادا کرتے۔

۱۴۳۷ – [illegible] کی بات نہیں [illegible]
مردہ کے [illegible] بات [illegible]

فَمَكَثَ عَلٰى حَالِهٖ حَتّٰى اِذَا كَانَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ اِذْ سَمِعُوْا صَوْتَ قَائِلٍ يَقُوْلُ اَنْصِتُوْا اَنْصِتُوْا فَنَظَرُوْا فَاِذَا الصَّوْتُ مِنْ تَحْتِ الثِّيَابِ فَحَسَرُوْا عَنْ وَجْهِهٖ وَصَدْرِهٖ فَاِذَا الْقَائِلُ يَقُوْلُ عَلٰى لِسَانِهٖ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ الْاَوَّلِ صَدَقَ صَدَقَ ۔

الرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ وَشَهَادَةُ الضَّبِّ بِرِسَالَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۲۳۸ ۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فَقَالَ الْاَعْرَابِيُّ لَا اٰمَنْتُ بِكَ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِكَ هٰذَا الضَّبُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنَا يَا ضَبُّ فَقَالَ الضَّبُّ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِيْنٍ يَفْهَمُهُ الْقَوْمُ جَمِيْعًا لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فَقَالَ مَنْ

یہ گریہ وزاری جاری رہی تھا عشاء و مغرب کا درمیانی وقت آگیا کہ دفعتاً ان سبھوں نے آواز سنی کوئی کہہ رہا ہے چپ رہو چپ رہو وہ دیکھنے لگے کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے، معلوم ہوا کہ وہ ان کپڑوں کے نیچے سے آرہی ہے، جو مردے پر پڑے ہوئے ہیں، لوگوں نے میت کا چہرہ اور سینہ کھولا گیا دیکھتے ہیں کہ ایک یہی شخص ان کی زبان سے یہ کہہ رہا ہے کہ محمد رسول اللہ جو نبی امی ہیں، خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد اب کوئی نبی نہ ہوگا، یہ پہلی کتاب توراۃ و انجیل میں موجود ہے کہ اس نے سچ کہا، سچ کہا۔

گوہ کی شہادت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں

۱۲۳۸ ۔ حضرت عمر بن خطابؓ کی ایک لمبی حدیث میں یہ بیان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک دیہاتی کو اسلام کی دعوت دی، اس نے کہا میں اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لا سکتا جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہ لے آئے، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے گوہ! بتا میں کون ہوں؟ گوہ نے فصیح عربی میں جواب دیا جسے تمام لوگوں نے بخوبی سمجھا اس نے کہا اے رب العالمین کے رسولؐ! میں حاضر ہوں، اور آپ کا فرمانبردار رہوں، تو آپ نے فرمایا کہ بتا تو کس کی پوجا

کوئی فرشتہ تھا، اور منشاء یہ تھی کہ اس معجزہ کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں یہ عقیدہ پیوست ہو جائے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری سچے نبی ہیں، اور آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، نبوت کا دروازہ آپ کے بعد قطعاً بند کر دیا گیا ہے اب یہ شریعت محمدی قیامت تک چلے گی، اور اسی کی پیروی میں نجات ہے۔

آپ کے بعد جتنے لوگوں نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا وہ جھوٹے دجال ہیں اور ہوں گے، نفس کے کاروبار ہیں ان کے شکار ہو چکے، جو ہیں ان کا فرض ہے۔

الرسول الاعظم يخبر بمقصد العباس وعلي قبل دخولهما

۱۵۵۶ - عن اسامة قال كنت جالسا اذ جاء علي والعباس يستأذنان فقالا يا اسامة استأذن لنا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله علي والعباس يستأذنان فقال اتدري ما جاء بهما قلت لا قال لكني ادري ائذن لهما فدخلا فقالا يا رسول الله جئناك نسألك اي اهلك احب اليك قال فاطمة بنت محمد فقالا ما جئناك نسألك عن اهلك قال احب اهلي الي من قد انعم الله عليه وانعمت عليه اسامة بن زيد قالا ثم من قال علي بن ابي طالب

حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے مقصد کی اطلاع آمد سے پہلے

۱۵۵۶ - حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک حضرت علیؓ اور عباسؓ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور شرف ملاقات کی اجازت طلب کی۔ اور دونوں بزرگوں نے حضرت اسامہؓ سے کہا کہ تم ہمارے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت حاصل کرو۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے درخواست کی یا رسول اللہ حضرت علیؓ اور عباسؓ آئے ہوئے ہیں اور اجازت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں، اچھا انہیں اجازت دیدو۔ چنانچہ دونوں آگئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ سے معلوم کریں کہ گھر والوں میں سب سے زیادہ محبت آپ کو کس سے ہے۔ فرمایا اپنی لخت جگر فاطمہؓ سے۔ انھوں نے کہا میرا مطلب یہ نہیں ہے اور ان گھر والوں کے بارے میں ہمارا سوال نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تو پھر اسامہ بن زید سے جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور پھر میں نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی توفیق دی۔ اور میں نے آزاد کیا) انھوں نے عرض کی پھر اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا کہ علیؓ ابن ابی طالب۔ یہ سن کر حضرت عباسؓ بولے یا رسول

۱۵۵۶ - اس حدیث میں صراحتاً مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا "لکنی ادری" لیکن میں ان کے آنے کا مقصد جانتا ہوں۔ چنانچہ جیسے سوال کا آپ نے جواب اس انداز میں دیا کہ یہ جو سوال دل میں لے کر آئے ہیں نہ پوچھیں اور کسی سے کہہ جائیں کہ آپ کو ان دونوں میں زیادہ عزیز کون ہیں۔ لیکن چونکہ یہ دونوں بزرگوار طے کرکے آئے تھے اس لئے عرض کیے دیتے، آپ کی زبان حق ترجمان سے کہلوانا چاہتے تھے اسلئے

فقال العباس يا رسول الله جعلت عمك آخرهم قال إن عليا سبقك بالهجرة

(رواه الترمذی)

الرسول الاعظم واعتراف اليهود برسالته صلى الله عليه وسلم

۱۲۵۶ - عن صفوان بن عسال قال قال يهودي لصاحبه اذهب بنا الى هذا النبي فقال له صاحبه لا تقل نبي انه لو سمعك كان له اربعة اعين فأتيا رسول الله صلى الله عليه وسلم فسألاه عن تسع آيات بينات فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تشركوا بالله شيئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق ولا تمشوا ببريء الى ذي سلطان ليقتله ولا تسحروا

آپ نے اپنے چچا کو ان سب کے اخیر میں جگہ دی۔ آپ نے فرمایا علیؓ نے آپ سے پہلے ہجرت کی ہے

اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا۔

جواب سننے کے بعد یہود کا اعتراف کہ آنحضرت صلعم سچے نبی ہیں

۱۲۵۶ - حضرت صفوان بن عسال راوی ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تم ہمیں اس نبی کے پاس لے چلو۔ اس نے اپنے ساتھی سے کہا نبی نہ کہو۔ اگر وہ اس لفظ کو سن لیگا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی یعنی بہت خوش ہوگا۔ پھر وہ دونوں خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور آیات بینات کے متعلق آپ سے سوال کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ۔ چوری نہ کرو۔ زنا نہ کرو۔ اس جان کو قتل نہ کرو جس کو اللہ نے محترم بنایا ہے، مگر حق کے سلسلہ میں۔ اور کسی بے قصور کو صاحب اقتدار کے پاس نہ لیجاؤ کہ وہ اسے قتل کرڈالے، جادو نہ کرو۔ سود نہ کھاؤ۔

دوبارہ پوچھا اور اس کے بعد پھر پوچھا۔ جب آپ نے صراحت کے ساتھ بیان فرمادیا کہ حضرت علیؓ سے زیادہ محبت ہے، اور اس کی وجہ بھی بیان فرمادی۔ اس جواب کے بعد آپ کے چچا حضرت عباسؓ کی تسلی ہوگئی۔ یہ بھی آپ کا ایک طرح کا معجزہ ہی تھا کہ کہنے سے پہلے آپ کو معلوم ہوگیا کہ یہ دونوں کیوں آئے ہیں۔ اور کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ اس حدیث سے ظاہر ہوگیا کہ اسلام میں محبت کا معیار ایمان اور اخلاص اور قربانی ہے رشتہ سے زیادہ عظمت دین کو حاصل ہے اور اصل رشتہ دین ہی کا رشتہ ہے

وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْذِفُوا مُحْصَنَةً وَلَا تُوَلُّوا لِلْفِرَارِ يَوْمَ الزَّحْفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً الْيَهُودَ أَنْ لَا تَعْتَدُوا فِي السَّبْتِ قَالَ فَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ وَقَالَا نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمَا أَنْ تَتَّبِعَانِي قَالَا إِنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَعَا رَبَّهُ أَنْ لَا يَزَالَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ نَبِيٌّ وَإِنَّا نَخَافُ إِنْ تَبِعْنَاكَ أَنْ تَقْتُلَنَا الْيَهُودُ

(رواه احمد والترمذي وابوداؤد والنسائي)

الرَّسُولُ الْاَعْظَمُ وَعِصْمَتُهُ فِي إِبَّانِ شَبَابِهِ

١٦٥٤ - عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا هَمَمْتُ بِقَبِيحٍ مِمَّا كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَهُمُّونَ بِهِ إِلَّا مَرَّتَيْنِ مِنَ الدَّهْرِ كِلْتَاهُمَا يَعْصِمُنِي اللهُ مِنْهُمَا قُلْتُ لِفَتًى كَانَ مَعِي مِنْ قُرَيْشٍ بِأَعْلَى مَكَّةَ فِي أَغْنَامٍ لَهَا نَرْعَى أَبْصِرْ لِي غَنَمِي حَتَّى أَسْمُرَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ بِمَكَّةَ كَمَا يَسْمُرُ الْفِتْيَانُ قَالَ نَعَمْ فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ أَدْنَى دَارٍ مِنْ دُورِ مَكَّةَ سَمِعْتُ غِنَاءً وَصَوْتَ دُفُوفٍ وَزَمِيرٍ

کسی پاکدامن عورت پر تہمت نہ لگاؤ، اور جہاد سے پیٹھ نہ پھیرو، اور اے یہود تمہارے لئے ایک خاص حکم یہ ہے کہ سنیچر کے دن زیادتی نہ کرو، راوی نے کہا کہ پھر ان دونوں نے آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ نبی ہیں، آپ نے فرمایا پھر کیا بات مانع ہے کہ تم میری پیروی کرو، انھوں نے جواب میں کہا کہ داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ ہمیشہ نبی ان کی اولاد میں سے ہو، ہمیں خطرہ ہے کہ اگر ہم نے آپ کا اتباع کیا تو یہود ہمیں قتل کر ڈالیں گے اس حدیث کو احمد، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

عہد شباب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منجانب اللہ لغویات سے حفاظت

۱۶۵۵ ۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان نامناسب حرکتوں کا میرے دل میں دو مرتبہ کے سوا کبھی خطرہ نہیں گزرا جن کا جاہلیت کے لوگ عام طور پر ارتکاب کرتے تھے، لیکن دونوں مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لغویات سے محفوظ رکھا ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے اپنے قریشی نوجوان ساتھی سے کہا، جو مکہ کے بالائی حصہ میں بکریاں چرا رہا تھا کہ تم ذرا میری بکریوں کی بھی دیکھ بھال رکھنا تاکہ میں آج کی رات مکہ مکرمہ جا کر قصہ گوئی کی محفل میں شرکت کروں

فقلت ما هذا؟ فقالوا فلان تزوج فلانة لرجل من قريش فلهوت بذلك الغناء وبذلك الصوت حتى غلبتني عيني فما أيقظني إلا مس الشمس فرجعت إلى صاحبي فقال لي ما فعلت؟ فأخبرته ثم قلت له ليلة أخرى مثل ذلك ففعل فخرجت فسمعت مثل ذلك فقيل لي مثل ما قيل لي فلهوت بما سمعت حتى غلبتني عيني فما أيقظني إلا مس الشمس فرجعت إلى صاحبي فقال لي ما فعلت قلت ما فعلت شيئا فوالله ما هممت بعدها بسوء مما يعمل أهل الجاهلية حتى أكرمني الله تعالى

رواه ابن راهويه في مسنده وابن اسحاق والبزار والبيهقي وابو نعيم وابن عساكر قال ابن حجر اسناده حسن متصل ورجاله ثقات. كذا في الخصائص.

الرسول الاعظم واثر كلماته صلى الله عليه وسلم

۱۴۵۸ عن عائشة قالت دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم بأسير فلهوت عنه مع النسوة فذهب

جیسا کہ نوجوان کیا کرتے ہیں۔ اس نے کہا اچھی بات ہے میں نگرانی رکھوں گا۔ چنانچہ جب میں چلا اور شہر کی آبادی کے قریب ایک گھر کے پاس پہونچا۔ تو میں نے گانے بجانے اور باجے کی آواز سنی میں نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ فلاں قریشی کی فلاں عورت سے شادی ہو رہی ہے۔ میں اس گانے بجانے کے تماشے میں ایسا لگا کہ قصہ گوئی کی محفل کا خیال جاتا رہا۔ اور ایسی نیند آئی کہ جب تک آفتاب کی تیزی نہ ہوگئی میری آنکھ نہ کھلی۔ میں واپس اپنے ساتھی کے پاس پہنچا۔ اس نے دریافت کیا کہ بتاؤ کیا کیا۔ میں نے پورا ماجرا کہہ سنایا۔ پھر ایک دوسری رات میں نے اپنے ساتھی سے ایسا ہی کہا۔ وہ مان گیا لیکن جب میں نکلا تو پھر میں نے وہاں بھی ایسی ہی آواز سنی جیسی پہلی مرتبہ سنی تھی۔ پوچھنے پر وہی تفصیل بتائی گئی۔ چنانچہ میں اسی میں لگا رہ گیا۔ پھر نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ سو گیا اور دھوپ کی تپش نے مجھے بیدار کیا۔ میں لوٹ کر ساتھی کے پاس آیا تو اس نے پوچھا کہ بتاؤ تم نے کیا کیا۔ میں نے کہا کچھ بھی نہیں کیا۔ خدا کی قسم اس کے بعد پھر کبھی میں نے اس طرح کی حرکت کا ارادہ نہیں کیا جس کے جاہلیت والے عادی و شائق تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ (خصائص کبریٰ)

آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات کا اثر

۱۴۵۸ | حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم ایک قیدی لے کر گھر تشریف لائے

۱۴۵۸ - سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات بڑے اثر رکھتے ہیں۔ اور کلمات نکلے اور ہو

النبي صلى الله عليه وسلم فقال ما فعل الأسير قالت لهوت عنه مع النسوة فخرج فقال ما لك قطع الله يدك
أو يديك فخرج فآذن به الناس فطلبوه فجاؤوا به فدخل علي وأنا أقلب يدي فقال ما لك أجننت قلت دعوت
علي فأنا أقلب يدي أنظر أيهما تقطعان فحمد الله وأثنى عليه ورفع يديه
مدا وقال اللهم إني بشر أغضب كما يغضب البشر فأيما مؤمن أو مؤمنة
دعوت عليه فاجعله له زكاة وطهورا۔ (رواه احمد)

الرسول الأعظم وتأثير كلامه صلى الله عليه وسلم

١٤٥٩ - عن سلمة بن الأكوع رضي الله عنه أن رجلا أكل عند رسول الله صلى الله
عليه وسلم بشماله فقال كل بيمينك قال لا أستطيع قال لا استطعت ما منعه

رہے تھے، میں عورتوں سے بات چیت میں اس قیدی سے غافل ہو گئی، اور وہ نکل بھاگا، دوبارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف لائے تو آپ نے پوچھا کہ قیدی نے کیا کیا، انھوں نے کہا میں عورتوں سے بات چیت میں اس سے غافل
ہو گئی تھی، وہ موقع پاکر چل دیا، آپ نے فرمایا تو نے ایسا کیوں کیا اللہ تیرا ہاتھ کاٹے، یہ کہہ کر آپ
باہر تشریف لے گئے، لوگوں کو صورت حال بتائی، انھوں نے تلاش شروع کر دی، اور اس کو پکڑ لائے۔
حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد اندر تشریف لائے تو میں اپنے ہاتھوں
کو الٹ پلٹ کر رہی تھی۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ کیا پاگل جیسی حرکت کر رہی ہو، میں نے عرض کی کہ
جب سے آپ کی زبان مبارک سے کاٹنے کے الفاظ نکلے ہیں، میں ایسی ہی الٹ پلٹ کر رہی ہوں اور
میں دیکھتی ہوں کہ ان میں سے کونسا کاٹا جاتا ہے، اس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر
اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر پھیلا دیے اور دعا کی، اے اللہ میں بشر ہوں، اور آدمیوں کی طرح مجھے بھی غصہ آتا
ہے، لہٰذا جس مسلمان مرد و عورت پر مجھ سے کلمات بد دعا نکلے ہوں۔ تو اس کو ان کے لئے پاکی
اور صفائی کا ذریعہ بنا دے۔ (احمد)

آنحضرت صلعم کی دعا سے ہاتھ کا شل ہو جانا

۱۴۵۹۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر اثر ہوا، قربان جائیے آپ کی شفقت و رحمت پر، سے پھر آپ کو ذہنی احساس ہوا تمام کے

الا الکبر قال فما رفعها الی فیه۔ (رواہ مسلم) ریاض الصالحین

الرسول الاعظم ﷺ تأثیر ضربة فی صدر ابی بن کعبؓ

۱۴۴۰ عن ابی بن کعب قال کنت فی المسجد فدخل رجل یصلی فقرأ قراءة انکرتها علیه ثم دخل آخر فقرأ قراءة سوی قراءة صاحبه فلما قضینا الصلوٰة دخلنا جمیعاً علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت ان هذا قرأ قراءة انکرتها علیه ودخل آخر فقرأ سوی قراءة صاحبه فامرهما النبی صلی الله علیه وسلم فقرأا فحسن شأنهما فسقط فی نفسی من التکذیب ولا اذ کنت فی الجاهلیة فلما رأی رسول الله صلی الله

سے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے جواب دیا مجھے اس کی قدرت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تو قدرت نہ رکھے۔ حالانکہ اسکو سوائے تکبر کے اور کسی چیز نے دائیں ہاتھ سے کھانے سے نہیں روکا تھا۔ پھر وہ اس کو اپنے منہ تک کبھی نہ اٹھا سکا۔ (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی ضرب کا اثر

۱۴۴۰ حضرت ابی بن کعبؓ کا بیان ہے کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہوا اور نماز پڑھنے لگا۔ اس نے ایسی قرأت کی جو میرے لئے بالکل اجنبی تھی۔ پھر دوسرا آیا اور اس نے اپنے ساتھی سے بالکل مختلف طرز میں قرأت شروع کی۔ ہم لوگ جب نماز ادا کر چکے۔ تو سب مل کر خدمت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! اس نے ایسی قرأت کی ہے جو میرے لئے بالکل اجنبی تھی۔ دوسرا شخص آیا اور وہ اپنے ساتھی سے بالکل مختلف طرز میں پڑھتے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو حکم دیا۔ چنانچہ ان دونوں نے سنایا۔ سن کر آپ نے دونوں کی قرأت کی تحسین فرمائی۔ یہ سن کر میرے دل میں آپ کی تکذیب پیدا ہوئی اور اس طرح کہ جاہلیت میں بھی یہ کیفیت نہ تھی۔ مگر جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے میری اس کیفیت کو محسوس فرمایا جس نے مجھ کو

حق میں وہ فرمائی کہ اگر کبھی غصہ میں کوئی بددعا زبان پر آجائے جو امت کے کسی فرد کے حق مضر ہو سکتی ہو تو اسے اسکے لئے موجب صفائی و پاکی بنا دے۔

لوگوں کو دوسروں سے ویسی ہی لینا چاہئے کہ حق اور سچ زبان پر وہ دل کے صاف ہونے چاہئیں۔

عليه وسلم ما قد غشيني ضرب في صدري ففضت عرقا وكانما انظر الى الله فرقا فقال لي يا ابي ارسل الي ان اقرأ القرآن على حرف فرددت اليه ان هون على امتي فردّ الي الثالثة اقرأه على سبعة احرف ولك بكل ردة رددتكها مسألة تسألنيها فقلت اللهم اغفر لامتي اللهم اغفر لامتي واخرت الثالثة ليوم يرغب الي الخلق كلهم حتى ابراهيم عليه السلام. (رواه مسلم)

الرسول الاعظم واسلام عبد الله بن سلام

[۱۶۶] - عن انس قال سمع عبد الله بن سلام بقدوم رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في ارض يخترف فاتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال اني سائلك عن ثلاث لا يعلمهن الا نبي فما اول اشراط الساعة وما اول طعام اهل الجنة وما ينزع الولد الى ابيه او الى امه قال

ڈھانپ لیا تھا، تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا جس کے نتیجے میں میں پسینہ پسینہ ہوگیا، اور خوف کی یہ حالت ہو گئی گویا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں، پھر مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا اے ابی! میرے پاس پہلے یہ وحی آئی تھی کہ میں قرآن ایک ڈھنگ سے پڑھوں، لیکن میں نے بار بار درخواست کی کہ میری امت کے لئے آسانی فرما دے، تیسری دفعہ مجھے جواب ملا کہ تم اسے سات طریقے پر پڑھو اور تم کو اپنی ہر درخواست کے بدلے میں ایک دعا کا حق ہے جس کی آپ مانگ کر سکتے ہیں پس میں نے دو بار دعا کی اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرما دیجئے، اے اللہ میری امت کو بخش دیجئے اور تیسری دعا اس دن کے لئے رکھ چھوڑی ہے جس دن تمام مخلوق میری طرف رغبت کے ساتھ آئیگی، یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عبد اللہ بن سلام کے سوالات کے جوابات اور اُن کا مشرف باسلام ہونا

۱۶۶ - حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن سلام نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سنی اس وقت وہ ایک کھیت میں پھل توڑ رہے تھے پس وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ میں آپ سے تین چیزوں کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں جن کو نبی کے

۱۶۶ - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم کے دلوں میں سچ و یقین ہوتا ہے وہ فوراً اسلام قبول کر لیتے ہیں اور بے علم ... ابھی تاخیر نہیں ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود کے بیچ محل میں ساتھ ہی یہود قوم کی

أَخْبَرَنِي بِهِنَّ جِبْرِيلُ آنِفًا أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْيَهُودَ قَوْمٌ بُهُتٌ وَإِنَّهُمْ إِنْ يَعْلَمُوا بِإِسْلَامِي مِنْ قَبْلِ أَنْ تَسْأَلَهُمْ يَبْهَتُونِي فَجَاءَتِ الْيَهُودُ فَقَالَ أَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ فِيكُمْ قَالُوا خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوا أَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالُوا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَانْتَقَصُوهُ قَالَ هٰذَا الَّذِي كُنْتُ أَخَافُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ (رواه البخاری)

سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ بتائے قیامت کی علامات میں سب سے پہلی علامت کیا ہے جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہوگا اور کیوں بچہ باپ کے مشابہ کیوں ہوتا ہے آپ نے جواب میں فرمایا کہ ابھی حضرت جبرئیلؑ نے ان کے متعلق خبر دی ہے۔ قیامت کی سب سے پہلی علامت تو ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف ہانک کر جمع کرے گی اور پہلا کھانا جسے جنتی کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہوگا۔ اب رہی تیسری بات تو جب مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہوتی ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کی منی غالب ہوتی ہے تو بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ! یہود ایک بہتان طراز قوم ہے۔ اس لئے اگر ان کو میرے اسلام کا حال اس سے پہلے معلوم ہوگیا کہ آپ ان سے میرے متعلق دریافت کریں۔ تو پھر وہ ضرور مجھ پر بہتان باندھیں گے۔ (اس لئے آپ پہلے ان سے میرا حال معلوم کرلیں پھر ان کو اس کی خبر دیں) اچھا پھر جب یہود آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان سے دریافت کیا۔ تم میں عبداللہ کون شخص ہے؟ انھوں نے کہا وہ ہم میں سے ایک بہترین شخص ہیں اور بہترین شخص کے لڑکے ہیں اور ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے لڑکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم بتاؤ کہ اگر عبداللہ بن سلام اسلام قبول کرلیں (تو کیا سمجھو گے) انھوں نے کہا۔ اللہ ان کو اس سے محفوظ رکھے۔ اتنے میں عبداللہ نکلے اور پڑھا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ۔ یہ سن کر یہود کہنے لگے ہم میں سے بدترین شخص ہے اور بدترین شخص کا لڑکا ہے۔ اور وہ عیب نکالنے لگے۔ عبداللہ بن سلامؓ نے کہا یہی بات تھی یا رسول اللہ جس سے میں ڈر رہا تھا (بخاری)

حضرت: شعلہ اچھل پڑ کر من حیث قوم ان کے احوال و اخلاق کس قدر پست ہوتے ہیں۔ وہ آنکھ کی آنکھ بند ہو جاتے ہیں۔

الرسول الاعظم في القاء النعاس على الصحابة عند غسله صلى الله عليه وسلم

۱۶۶۲ ۔ عن عائشة لما ارادوا غسل النبي صلى الله عليه وسلم قالوا والله ما ندري أنجرد رسول الله صلى الله عليه وسلم من ثيابه كما نجرد موتانا ام نغسله وعليه ثيابه فلما اختلفوا القى الله عليهم النوم حتى ما منهم رجل الا وذقنه في صدره ثم كلمهم مكلم من ناحية البيت لا يدرون من هو ان اغسلوا النبي صلى الله عليه وسلم وعليه ثيابه "

الرسول الاعظم وريح المسك في يد ام سلمة بعد وفاته صلى الله عليه وسلم

۱۶۶۳ ۔ عن ام سلمة قالت وضعت يدي على صدر رسول الله صلى الله عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت صحابہ کرام پر نیند طاری ہونا اور ایک غیبی آواز کا سننا

۱۶۶۲ ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا، وہ کہنے لگے ہمیں معلوم نہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کپڑے اتار لیں جس طرح ہم اپنے دوسرے مردوں کے ساتھ کرتے ہیں، یا ہم کپڑے کے ساتھ ہی آپ کو غسل دیدیں۔ جب اس مسئلہ میں ان کے اندر اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کردی حتیٰ کہ ان میں کوئی ایسا باقی نہ رہا جس کو نیند نہ آئی ہو اور اس کی ٹھوڑی اس کے سینہ پر نہ جھک گئی ہو پھر گھر کے ایک کونے سے ایک کہنے والے نے کہا جس کے متعلق لوگوں کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے کہ آنحضرت صلعم کو تم کپڑوں سمیت غسل دو۔

وفات نبی کے وقت جسم مبارک پر ہاتھ رکھنے سے اس میں مشک کی پائیدار خوشبو

۱۶۶۳ ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنا ہاتھ اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ

۱۶۶۲ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس رات [illegible] آخری [illegible] ایک ایک کر کے [illegible]۔ عام دستور یہی تھا کہ مردہ کے کپڑے اتار کر پردہ کے [illegible] کو ڈھک کر غسل [illegible] مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جن کو حیات [illegible] حاصل تھی، وفات کے بعد آپ کو کس طرح غسل دیا جائے صحابہ کرام کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی۔ ایک طرف ہیبت و احترام، دوسری طرف آپ کا [illegible] [illegible]۔ [illegible] ہر ایک [illegible] کا [illegible] ہے۔ اس لئے [illegible] کا اختلاف [illegible]۔ [illegible] غسل باقی رکھی جائے۔ [illegible] فیصلہ کر دیا گیا۔

۱۶۶۳ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اللہ تعالیٰ نے آپ کو [illegible] آپ کے [illegible] کے متعلق [illegible]

الرسول الاعظم عم بلا جسدہ بعد الوفات

۱۴۶۵ - عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ قُبِضَ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّعْقَۃُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْہِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ اَرِمْتَ یَقُوْلُوْنَ بَلِیْتَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

الرسول الاعظم ﷺ اخبر ان یکن فی امتی احد محدث فانہ عمر

۱۴۶۶ - عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ

جسم اطہر صلی اللہ علیہ وسلم میں بعد وفات کوئی تغیر ہونا

۱۴۶۵ - اوس بن اوسؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے افضل ایام میں جمعہ کا دن ہے کہ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اور اسی دن ان کی وفات ہوئی، اور اسی دن صور پھونکا جائیگا، اور اسی دن سارے لوگ بے ہوش ہونگے، لہذا اس دن مجھ پر بکثرت درود بھیجو اسلئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ آپ کا جسم مبارک تو مٹی میں مل چکا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو حرام کر دیا ہے وہ ان پر کوئی اثر نہیں کرتی ہے۔ (ابوداؤد، نسائی)

حضرت عمر بن الخطابؓ کے حق میں محدثیت کی بشارت

۱۴۶۶ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں

ف ۱۴۶۵ - معلوم ہوا کہ [illegible] روح جسم [illegible] ناقص اور [illegible] سے ممتاز ہو گئے ہیں [illegible] [illegible] انبیاء [illegible] [illegible] [illegible] کی بات نہیں ہے۔

[illegible]

ف ۱۴۶۶ - [illegible]

مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ. وَفِي رِوَايَةٍ لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ رِجَالٌ يُكَلَّمُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ (متفق علیہ)

الرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ وَظُهُوْرُ الْبَرَكَةِ فِي الطَّعَامِ بِدُعَائِهِ عليه الصلوٰة والسلام

١٤٦٦ - عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَأَصَابَنَا جُوعٌ شَدِيدٌ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الْعَدُوَّ قَدْ حَضَرَ وَهُمْ شِبَاعٌ وَالنَّاسُ جِيَاعٌ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ أَلَا نَنْحَرُ نَوَاضِحَنَا فَنُطْعِمَهَا النَّاسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَلْ يَجِيءُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِمَا فِي رَحْلِهِ وَفِي نُسْخَةٍ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلُ طَعَامٍ فَلْيَجِئْ بِهِ وَبَسَطَ نِطْعًا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالْمُدِّ وَالصَّاعِ وَأَكْثَرَ وَأَقَلَّ فَكَانَ جَمِيعُ مَا فِي الْعَسْكَرِ بِضْعًا وَعِشْرِينَ

میں محدث ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ البتہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ وہ نبی نہیں ہوتے تھے مگر ان سے غیبی باتیں کی جاتی تھیں۔ اگر میری امت میں کوئی شخص ایسا ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

دعائے نبوی کا اثر کھانے میں

١٤٦٦ - حضرت عمر بن خطابؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک تھے کہ ہمیں سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم نے درخواست کی یا رسول اللہ! دشمن ہمارے سامنے موجود ہیں اور وہ آسودہ ہیں، اور ہمارا یہ حال ہے کہ بھوک سے بیتاب ہیں۔ چنانچہ انصار نے کہا: کیا ہم ایسا نہ کریں کہ ہم اپنی اونٹنیاں ذبح کر ڈالیں اور لوگوں کو کھلاویں؛ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کرو، بلکہ ہر شخص کے پاس وہ جو کچھ ہو لے آئے یا یہ فرمایا کہ جو کچھ کھانے کا سامان بچا ہوا اس کو لے آئے۔ ادھر آپ نے حکم دینے کے بعد چمڑے کا ایک دسترخوان بچھا دیا، پس لوگ کھانا بچا کھچا لانے لگے کوئی ایک مد لایا اور کوئی ایک صاع اور کوئی اس سے زیادہ اور کوئی اس سے کم،

؎ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ محدث کیسے ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں کہ فرشتے ان کی زبان سے بولتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ بیان کیا گیا کہ یہ وہ شخص ہے جس کا خیال اکثر درست ہوتا ہے یعنی فرشتوں کی جانب سے ان کے دل میں کوئی بات اس طرح ڈال دی جاتی ہے گویا اس سے کسی نے کہہ دی ہے کہ یہی ٹھیک ہے۔ بعض محدث کا مفہوم یہ بتلاتے ہیں کہ اس کی زبان سے صدق و صواب بلا قصد نکلے۔ بہر حال وہ نبی تو نہیں ہوتا ہے مگر اس کی زبان سے ایسی درست باتیں نکلتی ہیں اس طرح جیسے معلوم ہوتا ہو کہ اس کو الہام ہوتا ہے۔

مَا يَفْضُلُ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنْبِهِ وَدَعَا بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ دَعَا النَّاسَ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ خُذُوا وَلَا تَنْتَهِبُوا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَأْخُذُ فِي جِرَابِهِ وَفِي غِرَارَتِهِ وَأَخَذُوا فِي أَوْعِيَتِهِمْ حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَيَرْبِطُ كُمَّ قَمِيصِهِ فَيَمْلَؤُهُ فَفَرَغُوا وَالطَّعَامُ كَمَا هُوَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ لَا يَأْتِي بِهِمَا عَبْدٌ مُحِقٌّ إِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ حَرَّ النَّارِ. أخرجه ابن راهويه والعدني والبغوي والحاكم وغيرهم.

۱۹۲۸ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ قَالَ فَنَفِدَتْ أَزْوَادُ الْقَوْمِ حَتَّى هَمَّ بِنَحْرِ بَعْضِ حَمَائِلِهِمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوْ جَمَعْتَ مَا بَقِيَ مِنْ أَزْوَادِ الْقَوْمِ فَدَعَوْتَ اللّٰهَ عَلَيْهَا قَالَ فَفَعَلَ قَالَ فَجَاءَ ذُو الْبُرِّ بِبُرِّهِ وَذُو التَّمْرِ بِتَمْرِهِ قَالَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَذُو النَّوَاةِ بِنَوَاهُ قُلْتُ وَمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ بِالنَّوَى قَالَ كَانُوا يَمُصُّونَهُ وَيَشْرَبُونَ عَلَيْهِ الْمَاءَ

پس تمام لشکر سے جو سامان آیا، وہ کچھ تھا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کھانے کے پہلو میں بیٹھ گئے، اور برکت کی دعا فرمائی، پھر لوگوں کو بلایا اور فرمایا کہ اللہ کے نام کے ساتھ سب اپنی اپنی ضرورت کے مطابق لیتے جاؤ، اور لوٹ نہ مچاؤ پھر تو لوگ اپنے توشہ دانوں اور برتنوں میں بھرنے لگے۔ یہاں تک کہ بعضوں نے اپنی قمیص کی آستینوں کا منہ باندھ لیا اور اس کو بھر لیا، اس طرح تمام لوگ نے فراغت حاصل کرلی، اور کھانا جوں کا توں تھا، پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالے کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور جانتا ہوں میں اللہ کا رسول ہوں، جو بندہ بھی ان دو چیزوں کی گواہی سچے دل سے دیگا، اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ سے بچائیگا اسے حاکم وغیرہ نے روایت کیا۔

۱۹۲۸ - حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ لوگوں کا زاد راہ ختم ہو گیا، انھوں نے کہا کہ حال یہ ہو گیا تھا کہ لوگوں نے اپنی سواری کی اونٹنیاں ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ راوی نے کہا کہ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! کاش ایسا ہوتا کہ آپ لوگوں کے باقیماندہ زاد کو جمع کر کے اس پر دعا فرما دیتے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے ایسا ہی کیا، چنانچہ جس کے پاس گیہوں تھا وہ گیہوں لے آیا جس کے پاس کھجوریں تھیں وہ کھجوریں لے آیا، مجاہد کہتے ہیں کہ جس کے پاس کھجور کی گٹھلیاں تھیں وہ اپنی گٹھلیاں لے آیا، میں نے کہا کہ وہ گٹھلیاں کیا کرتے تھے انھوں نے کہا کہ وہ ان کو منہ میں رکھ کر چوس لیتے تھے اور اس پر پانی پی لیتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ

۱۹۲۸ - یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے اور برکت کے اس طرح کے واقعات حدیث میں متعدد ہیں۔

قال فدعا عليها حتى ملأ القوم أزودتهم قال فقال عند ذلك أشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله لا يلقى الله بهما عبد غير شاك فيهما إلا دخل الجنة (رواه مسلم)

الرسول الأعظم يدعو لأم أبي هريرة بالإسلام صلى الله عليه وسلم

١٦٦٩۔ عن أبي هريرة قال كنت أدعو أمي إلى الإسلام وهي مشركة فدعوتها يومًا فأسمعتني في رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أكره فأتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا أبكي قلت يا رسول الله ادع الله أن يهدي أم أبي هريرة فقال اللهم اهد أم أبي هريرة فخرجت مستبشرًا بدعوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصرت إلى الباب فإذا هو مجاف فسمعت أمي خشف قدمي فقالت مكانك يا أبا هريرة وسمعت خضخضة الماء فاغتسلت فلبست درعها وعجلت عن خمارها

جب سب چیزیں جمع ہو چکیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر دعائے برکت فرمائی اور اتنی برکت ہوئی کہ [illegible] لوگوں نے اپنے اپنے توشہ دان بھر لئے۔ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔ کوئی ان دو کلمات کے اقرار کے ساتھ جب اللہ سے ملے گا اس طرح کہ اس کو ان میں کوئی تردد و شک باقی نہ رہا ہو تو بلاشبہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم)

ابو ہریرہؓ کی والدہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اسلام قبول کرنا

۱۶۶۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اپنی ماں کو برابر اسلام کی دعوت دیتا رہا، اور وہ نفرت کا اظہار کرتی رہیں۔ ایک دن میں نے انکو اسلام کی طرف بلایا تو انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسی باتیں سنائیں، جو مجھے بہت ناگوار گزریں۔ میں روتا ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا فرمادیں کہ وہ ابو ہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دے۔ آپ نے فوراً فرمایا اے اللہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سن کر خوش خوش نکلا، جب میں دروازے کے پاس آیا تو دیکھا دروازہ بند ہے، میری ماں نے میرے پاؤں کی آہٹ سن لی۔ اندر سے انھوں نے کہا ابو ہریرہ ذرا ٹھہرنا۔ اور میں پانی کے گرنے کی آواز سن رہا تھا۔ انھوں نے غسل کیا۔ پھر اپنی قمیص پہنی اور جلدی میں اپنی اوڑھنی سر پر ڈالنی رہ گئی، وہ اسی حال میں آکر انھوں نے

فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَرَجَعْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِيْ مِنَ الْفَرَحِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَقَالَ خَيْرًا (رواہ مسلم)

الرسول الاعظم على منكبي على صلى الله عليه وسلم المنظر العجيبة

۷۴۱ - عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِنْطَلَقْتُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ اِجْلِسْ وَصَعِدَ عَلٰى مَنْكِبَيَّ فَذَهَبْتُ لِاَنْهَضَ بِهٖ فَرَاٰى مِنِّيْ ضَعْفًا فَنَزَلَ وَجَلَسَ لِيْ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لِيْ اِصْعَدْ عَلٰى مَنْكِبَيَّ فَصَعِدْتُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ قَالَ فَنَهَضَ بِيْ قَالَ فَاِنَّهٗ يُخَيَّلُ اِلَيَّ اَنِّيْ لَوْ شِئْتُ لَنِلْتُ اُفُقَ السَّمَاءِ حَتّٰى صَعِدْتُ عَلَى الْبَيْتِ وَعَلَيْهِ تِمْثَالُ صُفْرٍ اَوْ نُحَاسٍ فَاَنَا اُزَاوِلُهٗ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ حَتّٰى اِذَا اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ قَالَ لِيْ

دروازہ کھولا، پھر بولیں اے ابوہریرہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی بھی گواہی دیتی ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس طرح پلٹا کہ خوشی سے آنسو نکل رہے تھے۔ آپ نے اللہ کی حمد کی اور ان کے حق میں کلمات خیر فرمائے۔

حضرت علیؓ کا شانۂ نبویؐ سے عجیب منظر دیکھنا

۷۴۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ساتھ چلے (بیت اللہ کے اندر جاکر) آپ نے مجھ سے فرمایا بیٹھ جاؤ، اور آپ میرے شانوں پر چڑھ گئے، میں آپ کو لے کر اٹھنے لگا، تو آپ نے مجھے کمزور محسوس کیا۔ لہٰذا اتر گئے، اور خود بیٹھ گئے، اور مجھ سے فرمایا میرے مونڈھوں پر چڑھ جا۔ میں آپ کے مونڈھوں پر چڑھ گیا حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ آپ مجھ کو لیکر اٹھے، اس وقت میں ایسا محسوس کرنے لگا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کناروں کو پالوں۔ یہاں تک کہ میں بیت اللہ پر چڑھ گیا اور اس پر پیتل اور تانبے کی مورتیاں رکھی تھیں، ان کو اپنے دائیں، بائیں، سامنے، اور پیچھے سے ہٹانے لگا، تا آنکہ میں نے سب اٹھا لئے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ان کو پھینک دو، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور

۷۴۱ - رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی مرتبت کا رتبہ کتنا بلند ہے۔ اور یقیناً آپ افضل الرسل اور خاتم النبیین تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے آپ کے کاندھوں پر بیٹھ کر محسوس کیا کہ وہ آسمان کے کناروں کو چھو سکتے ہیں اور اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے آخر حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہما السلام بھی پتھر پر چڑھ کر خانہ کعبہ کی بنیاد رکھ رہے تھے اور وہ بھی جنتی پتھر ثابت ہوا۔ خود کتنے [illegible] جاتا تھا۔ جبکہ حضرت علیؓ تو حضرت [illegible] تھے اور تمام مخلوقات اور تمام عالم [illegible]

الرسول الاعظم يصدق بتكلم البهائم ويصدقه رفقاؤه

۴۷۱۱ - عن ابي هريرة قال بينما رجل يسوق بقرة اذ اعيى فركبها فقالت انا لم نخلق
لهذا انما خلقنا لحراثة الارض فقال الناس سبحان الله بقرة تكلم
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاني اومن به انا وابو بكر وعمر
وما هما ثم وقال بينما رجل في غنم له اذ عدا الذئب على شاة منها فلحقها
فادركها صاحبها فاستنقذها فقال له الذئب فمن لها يوم السبع يوم لا راعي
لها غيري فقال الناس سبحان الله ذئب يتكلم فقال اومن به انا وابو بكر وعمر
وما هما ثم ـ (متفق عليه)

بیل اور بھیڑیے کا عبرت آموز کلام کرنا

۴۷۱۲ - حضرت ابوہریرہ رض راوی ہیں کہ ایک شخص ایک بیل ہانکے جا رہا تھا کہ یکایک وہ تھک گیا
اور اس پر سوار ہو گیا۔ اس بیل کو قدرت نے گویائی عطا فرمائی، وہ بول پڑا کہ ہم اس کام کے لئے پیدا نہیں کئے گئے
ہیں بلکہ کھیتی زمین کے جوتنے کے لئے ہوئی ہے۔ لوگوں نے کہا سبحان اللہ بیل باتیں کرنے لگا۔ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور ابوبکر و عمر بھی۔ حالانکہ اس وقت
دونوں موجود نہیں تھے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا کہ دفعتہً بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کر دیا
اس کے مالک نے بھیڑیے کا پیچھا کیا اور اس بکری کو چھڑا لیا۔ بھیڑیا بولا کہ اس دن کون چھڑانے آئیگا جس دن
درندوں ہی کا راج ہوگا اور میرے سوا کوئی اسکا دوسرا چرواہا نہ ہوگا۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا سبحان اللہ
بھیڑیا اور باتیں کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پر یقین رکھتا ہوں کہ ایسا ہوا
ہوگا۔ اور ابوبکر و عمر بھی۔ حالانکہ وہ دونوں وہاں نہیں تھے۔ (مسلم، بخاری)

۴۷۱۲ - بیل اور بھیڑیا کا انسانی زبان میں کلام کرنا [illegible] بات ہے۔ یہ جانور بولتے ہیں۔ [illegible]
کی بات سمجھنے میں ہی حیرت [illegible] وہ انسانی زبان میں بولتے [illegible] مگر پھر بھی کوئی بعید از عقل بات نہیں ہے۔ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خود بھی تصدیق فرمائی۔ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی طرف سے بھی تصدیق کی جو وہاں موجود نہ تھے۔ مگر آپ کو ان
دونوں کے ایمان و ایقان پر اعتماد تھا۔ قیامت [illegible] اور خلاف عادت چیزیں
ظاہر ہوتی چلی جائیں گی۔ چنانچہ بہت سی [illegible] باتوں کی تصدیق ہو رہی ہے [illegible] آنے والا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی تصدیق کو بھی لوگ [illegible] اور جانوروں کی بولی [illegible] بھی نہیں رہے گی۔

الرسول الاعظم وبشارته للامة ان العدو لا يستبيح بيضتهم

۱۷۷۵ ۔ عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله زوى لي الارض فرأيت مشارقها ومغاربها وان امتي سيبلغ ملكها ما زوي لي منها واعطيت الكنزين الاحمر والابيض واني سألت ربي لامتي ان لا يهلكها بسنة عامة وان لا يسلط عليهم عدوا من سوى انفسهم فيستبيح بيضتهم وان ربي قال يا محمد اني اذا قضيت قضاء فانه لا يرد واني اعطيتك لامتك ان لا اهلكهم بسنة عامة وان لا اسلط عليهم عدوا من سوى انفسهم فيستبيح بيضتهم ولو اجتمع عليهم من باقطارها حتى يكون بعضهم يهلك بعضا ويسبي بعضهم بعضا . (مسلم)

امت کو بشارت کہ عام قحط اور دشمن ان کا استیصال نہ کر سکیں گے

۱۷۷۵ ۔ حضرت ثوبانؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے روئے زمین کو سکیڑ دیا پس میں نے اس کے مشرق و مغرب سب کو دیکھ لیا، اور یقیناً میری امت کا ملک اس حصہ تک پہنچے گا جو حصہ زمین میرے لئے سکیڑ دیا گیا تھا اور مجھے دو خزانے دیئے گئے ایک سرخ اور ایک سفید، اور میں نے اپنے پروردگار سے اپنی امت کے لئے درخواست کی کہ وہ اس کو عام قحط میں مبتلا کر کے ہلاک نہ کرے، اور یہ کہ ان پر ایسے دشمن کو تسلط کا موقع نہ دے جو ان کے اندر سے نہ ہو جو ان سب کو تباہ کر ڈالے، میرے رب نے فرمایا اے محمدؐ! جب میں کوئی فیصلہ کر لیتا ہوں تو پھر وہ رد نہیں ہوتا ہے، اور میں بلاشبہ تجھ کو تیری امت کے باب میں یہ اطمینان دلاتا ہوں کہ میں نہ تو ان کو عام قحط میں مبتلا کر کے ہلاک کروں گا اور نہ ان کے کسی ایسے دشمن کو ان پر تسلط دوں گا جو ان کے اندر سے نہ ہو کہ ان سب کو تباہ کر ڈالے، اگرچہ تمام روئے زمین کے دشمن اکٹھے ہو جائیں، تا آنکہ خود ان کے بعض بعض کو ہلاک اور قید نہ کرنے لگیں۔

۱۷۷۵ ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ساری زمین سکیڑ دی گئی [illegible] تاکہ آپ [illegible] سب کو بیک نظر دیکھ لیں۔ اور [illegible] دیکھنے کے بعد آپ نے پیش گوئی فرمائی کہ میری امت ان حصوں تک پہنچ کر رہے گی۔ چنانچہ ایک مختصر سے عرصہ میں [illegible] آپ [illegible] تمام ملک کے [illegible] معلوم ہو جاتے ہیں۔ [illegible]

الرسول الأعظم إخباره أن فلانا في النار

۱۲۷۶۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ كِرْكِرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا۔ (رواہ البخاری)

۱۲۷۷۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهٗ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ أَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَأَثْبَتَتْهُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ

ظاہر اعمال کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ فلاں جہنمی ہے

۱۲۷۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامان کی نگرانی میں ایک شخص مقرر تھا جس کا نام کرکرہ تھا اور لوگ اس کو اسی نام سے پکارتے تھے، وہ مر گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوزخ کی آگ میں ہے، چنانچہ لوگوں کو حیرت ہوئی اور وہ تلاش کرنے لگے کہ کیا بات ہے، انھوں نے ایک عبا اس کے پاس پائی جس کو اس نے مال غنیمت سے چرا لیا تھا۔ (بخاری)

ایک جانباز کے دوزخی ہونے کی پیش گوئی

۱۲۷۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک ہوئے، رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا فرمایا کہ یہ دوزخیوں میں سے ہے۔ لیکن جب جنگ شروع ہوئی، تو اس شخص نے بڑی بڑی جوانمردی سے جنگ کی، اس قدر کہ زخم سے اس کا بدن چور چور ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے

۱۲۷۶ - عام لوگ ظاہر کے دیکھنے کے عادی ہیں اور اسی پر حکم لگاتے ہیں اور سچ پوچھئے تو علماء ظاہر ہی کا منصب بھی یہی ہے، نیز شریعت مقدسہ [illegible] مگر جن حضرات کو علم نبوت سے نوازا جاتا ہے [illegible] کی نظر بڑی وسعت [illegible] ان کا منصب بھی [illegible] بہت اونچا ہوتا ہے [illegible] کی [illegible] باتوں کو [illegible]

الَّذِي يُحَدِّثُ أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ قِتَالًا فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ يَرْتَابُ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلَى ذٰلِكَ إِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ أَلَمَ الْجِرَاحِ فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى كِنَانَتِهِ فَانْتَزَعَ مِنْهَا سَهْمًا فَانْتَحَرَ بِهِ فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيثَكَ قَدِ انْتَحَرَ فُلَانٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَأَذِّنْ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ فَإِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ. (رواه البخاری)

۱۶۷۸ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ أَقْبَلَ نَفَرٌ مِنْ صَحَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا فُلَانٌ شَهِيدٌ حَتَّى مَرُّوا عَلَى رَجُلٍ فَقَالُوا

ایک صحابی آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ فرماتے تھے کہ وہ دوزخیوں میں سے ہے، اس نے جنگ میں بڑی بہادری اور جانفشانی سے جنگ کی ہے، اس طرح کہ زخموں سے اس کا جسم بھر گیا ہے۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن لو کہ وہ دوزخی ہے۔ آپ کے اس جملے سے بعض شبہ میں پڑ گئے (کہ یہ کیا فرما دیے ہیں)، ابھی لوگ اسی شبہ میں تھے کہ اس مجاہد نے زخم کی تکلیف اس طرح محسوس کی کہ اس نے اپنا ہاتھ تیروں کی طرف بڑھایا اور اس سے ایک تیر نکالا اور اسے اپنے سینہ کے پار کر لیا (یعنی خودکشی کر لی) یہ دیکھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ نے آپ کی بات سچ کر دی، فلاں نے خودکشی کر لی اور خود تیر لگا لیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بلال کھڑے ہو اور اعلان کر دو کہ جنت میں سوائے مومن کے کوئی داخل نہیں ہوگا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس دین کی بدکار آدمی سے بھی تائید کرا لیتا ہے۔ (بخاری)

ایک مجاہد کے دوزخی ہونے کی اطلاع

۱۶۷۸ - حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

نہیں دیکھ سکتی وہ یہ قطعاً حیرت انگیز نہیں۔

دوسرا اصول یہ بھی مسلم ہے کہ انما الاعمال بالنیات۔ انسانوں کے عمل کا فیصلہ ان کی نیتوں کے پیش نظر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ظاہر اجسام کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ انسان کے دلوں کو دیکھتا ہے۔ اس لئے ظاہری عمل خواہ کتنا ہی شاندار ہو، اگر نیت میں نیکی نہیں تو بیکار ہے۔ اور خوشنودی کسی سے مخفی نہیں کہ اعتبار خاتمہ کا ہوا کرتا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ عمر کے مطابق کچھ بھی ہو یا یہ عقل کے مطابق ہے۔

دین کی تقویت تو رب العالمین جس سے کبھی کبھی بدترین سے بھی لے لیتا ہے۔

فُلَانٌ شَهِيدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا إِنِّي رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ غَلَّهَا أَوْ عَبَاءَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اذْهَبْ فَنَادِ فِي النَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ ثَلَاثًا قَالَ فَخَرَجْتُ فَنَادَيْتُ أَلَا إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ ثَلَاثًا۔ (رواہ مسلم)

۹۷۶ – عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَهْدَى رَجُلٌ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ فَبَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلًا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيئًا لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ النَّاسُ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ إِلَى النَّبِيِّ أَوْ شِرَاكَيْنِ

آپ سے کہا کہ جس دن خیبر کی جنگ تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک ٹولی آئی اور کہنے لگی کہ فلاں شہید ہو گیا، یہاں تک کہ وہ ایک شخص کے پاس سے گذرے، تو کہنے لگے کہ فلاں بھی شہید ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہرگز نہیں، میں نے تو اس کو دوزخ کی آگ میں جلتا ہوا دیکھا ہے، اس چادر کی وجہ سے یا عبا کی وجہ سے جس کو اس نے مال غنیمت سے چرا لیا تھا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا، اے ابن الخطاب! جاؤ اور لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن داخل ہوں گے. تین مرتبہ یہ اعلان کرو. حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نکل کر گیا اور میں نے پکار کر کہہ دیا کہ سن لو کہ جنت میں مومن کے سوا اور کوئی داخل نہیں ہوگا. یہ تین مرتبہ میں نے کہا۔

ایک مسلمان کے دوزخی ہونے کی خبر

۹۷۶ – حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ ایک غلام پیش کیا جس کو "مدعم" کے نام سے پکارا جاتا تھا، وہ ایک دن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری سے ایک کجاوہ اتار رہا تھا کہ اچانک اسے ایک تیز تیر آ کر لگا جس سے وہ مر گیا، پس کر لوگوں نے کہا کہ جنت اس کو مبارک ہو. رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں. اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے، بے شک وہ اونی چادر جو اس نے خیبر کے دن غنیمت سے لی تھی، اور وہ اسکے حصے میں نہیں آئی تھی. اس پر آگ بھڑک رہی ہے، جب لوگوں نے

۹۷۶ | یہ غلام مدینہ میں آیا تھا، رفاعہ بن زید نے پیشکش کی تھی، یہ بھی چند روز ہی مشرف بہ اسلام ہوئے تھے کہ یہ قربان ہو گیا

اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ اَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ (متفق علیہ)

١٢٨٠ - عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ يَوْمَ خَيْبَرَ فَذَكَرُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَتَغَيَّرَتْ وُجُوْهُ النَّاسِ لِذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ غَلَّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَفَتَّشْنَا مَتَاعَهٗ فَوَجَدْنَا خَرَزًا مِنْ خَرَزِ يَهُوْدَ لَا يُسَاوِيْ دِرْهَمَيْنِ - (رواہ مالک وابو داؤد والنسائی)

الرسول الاعظم واخبارہ الصحابة بالغيوب

١٢٨١ - عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْصُوْا لِيْ كَمْ يَلْفِظُ الْاِسْلَامَ قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَخَافُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ مَا بَيْنَ السِّتِّمِائَةِ

جب آپ کی یہ بات سنی، ایک شخص ایک یا دو تسمے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ کا ایک تسمہ ہے یا آگ کے دو تسمے ہیں۔

ایک صحابی کے متعلق پیش گوئی اور اس کی صداقت

١٢٨٠ - یزید بن خالد روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے خیبر کے دن ایک شخص کی وفات ہوگئی۔ لوگوں نے اس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو (خود آپ نے شرکت نہیں کی) اس سے لوگوں کے چہرے بدل گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے اس ساتھی نے مال غنیمت میں خیانت کی ہے۔ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہم نے اس کے سامان کی تفتیش کی تو ہم نے یہود کے منکوں میں ایک منکا پایا جو دو درہم کا بھی نہ تھا۔

صحابہ کرام کو مصائب کی قبل از وقت اطلاع دینا

١٢٨١ - حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ نے فرمایا مجھے گن کر بتاؤ کہ اسلام کا کلمہ پڑھنے والے کتنے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ کو ہمارے بارے میں خطرہ ہے، اور ہم اس وقت چھ سو سے سات سو تک ہیں آپ نے فرمایا

اور اسی میں شہید ہوگیا، گویا اس نے فیض صحبت کا موقع بھی نہیں پایا تھا۔

١٢٨١ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بات فرماتے یا کسی اندیشہ کا اظہار کرتے ... آگے کیسے ممکن ہے کہ

بِالشَّيْءِ بِأَمْسِهِ قَالَ إِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ لَعَلَّكُمْ أَنْ تُبْتَلُوا قَالَ فَابْتُلِينَا حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا لَا يُصَلِّي إِلَّا سِرًّا (رواہ مسلم و البخاری)

الرَّسُوْلُ الْأَعْظَمُ أَخْبَرَ مَصَارِعَ الْمَقْتُولِينَ فِي غَزْوَةِ بَدْرٍ

۲۴۸۲۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِينَ بَلَغَنَا إِقْبَالُ أَبِي سُفْيَانَ وَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نُخِيضَهَا الْبَحْرَ لَأَخَضْنَاهَا وَلَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَضْرِبَ أَكْبَادَهَا إِلَى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا قَالَ فَنَدَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَانْطَلَقُوا حَتَّى نَزَلُوا بَدْرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ هَاهُنَا قَالَ فَمَا

بے شک تم نہیں جانتے ہو، ہوسکتا ہے کہ تم آزمائش میں ڈالے جاؤ۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ اب ہی ہوا ہم لوگ آزمائش میں ڈالے گئے، یہاں تک کہ ہم میں کے کچھ لوگ چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

غزوۂ بدر کے مشرک مقتولین کی نام بنام نشان دہی

۲۴۸۲۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت ابوسفیان کے لشکرکشی کی خبر ملی، آپ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا، حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر آپ حکم دیں گے کہ ہم اپنے گھوڑوں کو سمندر میں ڈال دیں، تو یقیناً ہم اسے سمندر میں ڈال دیں گے اور اگر آپ ہمیں حکم فرمائیں گے کہ ہم اپنے گھوڑوں کو برک الغماد تک لے جائیں تو ہم ایسا ہی کریں گے، راوی کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے چلنے کو کہا، پس وہ سب چل پڑے، تا آنکہ وہ سب مقام بدر پر گرا تھے جہاں پہنچ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ رکھ رکھ کر بتایا کہ یہ فلاں کے قتل ہونے کی جگہ ہے اور یہاں فلاں قتل ہو کر گریگا۔ راوی کا بیان ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اس جگہ سے نہیں ہٹا جو آپ نے

درحقیقت اعتراف ہیں کہ آپ نے جو فرمایا اور جیسا فرمایا وہ سامنے آیا، اور ایک پیش گوئی بھی ثابت ہوتی ہے، اور آپ تو افضل الانبیاء اور خاتم المرسلین ہیں۔

اگر قوت و برائی ... جیسا کہ جب خود ... ہو یا اسلام کی تبلیغ میں رکاوٹ کا خطرہ ہو، اس وقت عبادات کے چھپ کر ادا ہونے کی ... حضرت حذیفہؓ کی بات میں ... ہر ایک کو ... مطلب نہیں ہے ... راوی کا ... حضرت ... [illegible]

أحد منهم عن موضع يد رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (رواه مسلم)

الرسول الأعظم وقتل رجل في سبيل الله لقوله رحمه الله

۱۴۸۳۔ عن سلمة قال خرجنا مع النبي صلى الله عليه وسلم إلى خيبر فقال رجل منهم أسمعنا يا عامر من هنياتك فحدا بهم فقال النبي صلى الله عليه وسلم من السائق قالوا عامر فقال رحمه الله فقالوا يا رسول الله هلا أمتعتنا به فأصيب صبيحة ليلته فقال القوم حبط عمله قتل نفسه فلما رجعت وهم يتحدثون أن عامرا حبط عمله جئت إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقلت يا نبي الله فداك أبي وأمي زعموا أن عامرا حبط عمله فقال كذب من قالها إن له لأجرين اثنين

ہاتھ رکھ کر بتائی تھی، ٹھیک اسی جگہ پر ہر ایک مقتول پایا گیا۔ (مسلم)

آپ کا ایک صحابی کے متعلق رحمہ اللہ کہنا اور انکا شہید ہو جانا

۱۴۸۳۔ حضرت سلمہؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ خیبر کے لئے نکلے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا اے عامر! تم اپنے کچھ اشعار ہم لوگوں کو سناؤ، وہ گا گا کر سنانے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے جو حدی پڑھ کر اونٹوں کو تیز تیز ہنکا رہا ہے۔ ان لوگوں نے کہا عامر ہیں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیوں نہیں ہمیں تھوڑی دیر اور ان سے لطف اندوز ہونے دیتے۔ اسی رات کی صبح میں ان کو اپنی ہی تلوار اچٹ کر لگی اور وہ شہید ہو گئے۔ لوگ کہنے لگے، ان کا عمل حبط ہو گیا، انھوں نے خودکشی کر لی۔ میں جب واپس ہوا، تو وہ لوگ یہی بات کر رہے تھے کہ عامر کے اعمال حبط ہو گئے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ عامرؓ کی ساری نیکیاں اکارت گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس نے کہا؟ غلط کہا، بے شک ان کو دوہرا اجر ملے گا۔

۱۴۸۳| صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تجربے سے یہ بات معلوم تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی صحابی کے متعلق 'رحمہ اللہ' فرماتے تھے، تو اللہ تعالیٰ انھیں دولت شہادت سے نوازتا تھا۔ چنانچہ حضرت عامرؓ کے بارے میں جب آپ نے یہ جملہ استعمال کیا، تو وہ سمجھ گئے کہ یہ بھی اس نعمت سے سرفراز کئے جانے والے ہیں اس لئے انھوں نے مزید کچھ کہا کہ جب یہ مستفید ہوا جا سکتا ہے ہونا چاہئے، وہ ابھی دنیا میں رہیں گے اس لئے آپ سے درخواست کی کہ ان سے لطف اندوز ہوتے

إنه لجاهد مجاهد وأي قتيل يزيده عليه (رواه البخاري)

الرسول الاعظم ودعاؤه لأمته في بكورها

۱۴۸۴ عن صخر الغامدي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم بارك لأمتي في بكورها قال وكان إذا بعث سرية أو جيشا بعثهم في أول النهار قال وكان صخر رجلا تاجرا فكان يبعث تجارته في أول النهار فأثرى وكثر ماله

رواه ابن ماجه

الرسول الاعظم ودعاؤه لام قيس لطول عمرها

۱۴۸۵ وعن أم قيس قالت توفي ابني فجزعت عليه فقلت للذي يغسله لا تغسل ابني

وہ بچے مجاہد تھے، اس کے قتل سے بڑھ کر کون قتل ہو سکتا ہے۔

صبح سویرے کے لئے آنحضرت کی دعائے برکت اور اسکا اثر

۱۴۸۴ صخر الغامدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ! صبح سویرے میں میری امت کے لئے برکت عطا فرما دے۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی لشکر جہاد کے لئے روانہ فرماتے، تو صبح سویرے روانہ کرتے۔ کہتے ہیں کہ حضرت صخر رضی اللہ عنہ ایک تاجر آدمی تھے، وہ اپنا تجارتی مال ہمیشہ صبح سویرے بھیجا کرتے تھے۔ اس کی برکت سے وہ خوش حال اور سرمایہ دار ہو گئے۔ (ابن ماجہ)

ایک صحابیہ کے لئے درازی عمر کی دعا اور اسکا اثر

۱۴۸۵ حضرت ام قیسؓ کا بیان ہے کہ میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا، اس حادثہ سے میں بہت گھبرائی

اتنی گھبرائی اور بے قرار ہو گئی۔

[illegible] بہت [illegible] مسلمانوں کو [illegible] جب [illegible] ان کی تلوار ان کے [illegible] اور
[illegible] وہ شہید ہو گئے تو ان کو [illegible] خودکشی کے مرادف [illegible] جانے۔ اور
[illegible] حضرت صلے اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] ہے۔

الرسول الأعظم ﷺ عصمته من تمثل الشيطان في صورته ﷺ

١٢٨٧ - عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال تسموا باسمي ولا تكتنوا بكنيتي ومن رآني في المنام فقد رآني فإن الشيطان لا يتمثل في صورتي ومن كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار. (رواه البخاري في كتاب العلم)

الرسول الأعظم ﷺ أذانه من روضته في ليالي الحرة

١٢٨٨ - عن سعيد بن المسيب قال لقد رأيتني ليالي الحرة وما في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم غيري وما يأتي وقت صلاة إلا سمعت الأذان من القبر. (رواه أبو نعيم كذا في الخصائص)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت میں شیطان کا متمثل نہ ہو سکنا

۱۲۸۷ - حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نام کے ساتھ نام رکھو لیکن میری کنیت نہ رکھو، اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آتا ہے اور جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔ (بخاری)

واقعۂ حرہ میں روضۂ نبوی سے اذان کی آواز سنا

۱۲۸۸ - حضرت سعید بن المسیبؒ کا بیان ہے کہ واقعہ حرہ کی راتوں میں میں نے دیکھا اور اس دن میرے سوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد اقدس میں کوئی اور نہ تھا، کہ جب جب نماز کا وقت آتا

۱۲۸۷ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شیطانی تصرف سے محفوظ کر رکھا تھا، چنانچہ آپ کی شکل مبارک خواب کے اندر شیطان اختیار کرنے پر قادر نہیں ہے۔ اس سے یہ طاقت سلب کر لی گئی ہے۔ اور جاننا چاہئے کہ جو ذات جس کی صورت شیطان کسی حال میں اختیار نہ کر سکے، اور جب خواب میں قادر نہیں ہے تو حالت بیداری میں تو بدرجہ اولیٰ تصرف نہیں ہو سکتی۔

خواب میں خیال و بشارت کا سوال بھی ہے، اس کی نفی نہیں کی گئی ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے ترجمان السنۃ۔

۱۲۸۸ - حرہ ایک مشہور واقعہ ہے جس کی پیشگوئی حدیث میں مذکور تھی، چنانچہ واقعہ یزید کے زمانہ میں پیش آیا اور مدینہ منورہ میں بے تحاشا خونریزی ہوئی، مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا، مسجد نبوی ویران ہو چکی تھی، ان حالات میں مسجد نبوی

الرسول الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم جوابہ عن اسئلۃ اصحابہ رضی اللہ عنہم

۱۶۸۹ - اخبرنی انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج حین زاغت الشمس فصلی لہم صلوۃ الظہر فلما سلم قام علی المنبر فذکر الساعۃ وذکر ان قبلہا امورا عظاما ثم قال من احب ان یسال عن شیء فلیسال عنہ فواللہ لا تسالونی عن شیء الا اخبرتکم بہ ما دمت فی مقامی ہذا قال انس بن مالک فاکثر الناس البکاء حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقول سلونی فقام عبد اللہ بن حذافۃ فقال من ابی یا رسول اللہ قال ابوک حذافۃ فلما اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقول سلونی برک عمر فقال رضینا باللہ ربا و

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مطہرہ سے میں اذان کی آواز سنتا تھا۔ (خصائص)

صحابۂ کرام کے مختلف سوالات کا جواب مرحمت فرمانا

۱۶۸۹ - انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفتاب ڈھلنے کے بعد باہر تشریف لائے، لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہو چکے تو منبر پر کھڑے ہوئے اور قیامت کا ذکر چھیڑا اور اسی ضمن میں بیان فرمایا کہ قیامت سے پہلے بڑے بڑے واقعات رونما ہونگے۔ پھر فرمایا جو شخص کسی چیز کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہے وہ مجھ سے دریافت کرے، خدا کی قسم تم جو بھی مجھ سے سوال کروگے میں تم کو اس کا جواب دونگا، مگر اس وقت تک جب تک میں اس جگہ موجود ہوں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تو بہت روئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہ جملہ فرما رہے تھے، تم پوچھو: آخر عبد اللہ بن حذافہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے پوچھا فرمائیے، یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے۔ آپ نے

کس کو تنے کی ہمت تھی، جان کے لالے پڑ رہے تھے، اس وقت ابھی جنگ قتل عام کا بازار گرم ہو۔

سعید بن المسیب ان حالات میں بھی مسجد نبوی سے جدا نہیں ہوئے۔ ان کے کانوں میں جو وقت اذان کی آواز نماز کے وقت پر روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے آتی تھی اور اسی آواز پر آپ نماز ادا کر لیتے تھے۔

الرسول الأعظم وأسئلة اليهود وجوابها

۱۴۹۱۔ عن ابن مسعود قال بينما أنا أمشي مع النبي صلى الله عليه وسلم في بعض حرث المدينة وهو يتوكأ على عسيب معه فمررنا على نفر من اليهود فقال بعضهم لبعض سلوه عن الروح فقال بعضهم لا تسألوه أن يجيء فيه بشيء تكرهونه فقال بعضهم لنسألنه فقام إليه رجل منهم فقال يا أبا القاسم ما الروح فسكت النبي صلى الله عليه وسلم فعلمت أنه يوحى إليه فقال يسئلونك عن الروح قل الروح من أمر ربي وما أوتيتم من العلم إلا قليلا (بخاری)

الرسول الأعظم وجوابه لقريش ما سئل عنه

۱۴۹۲۔ عن ابن عباس قال بعثت قريش النضر بن الحارث وعقبة بن أبي معيط

یہود کا روح کے متعلق سوال اور اسکا جواب

۱۴۹۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ کے بعض کھیت یا ویرانے میں چل رہا تھا۔ اور آپ اس وقت ایک شاخ پر سہارا دیئے کھڑے ہوئے تھے اتنے میں ہم یہود کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے، ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرو۔ بعض نے کہا مت پوچھو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے کوئی ایسی بات پیدا ہو جائے جس کو تم ناپسند کرو۔ بعض نے کہا کہ ہم ضرور پوچھیں گے۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے ابو القاسم! روح اصل میں کیا چیز ہے؟ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ مجھے معلوم ہو گیا اب آپ پر وحی نازل ہوگی پھر اسکے جواب میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ یسئلونک عن الروح یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ روح اللہ تعالیٰ کا ایک حکم ہے اور جو کچھ تم کو علم دیا گیا ہے وہ بہت تھوڑا ہے۔ (بخاری)

علمائے یہود سے معلوم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے … سوال کرنا اور جواب پانا

۱۴۹۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ قریش نے نضر بن الحارث اور عقبہ بن ابی معیط کو

۱۴۹۲۔ قریش کے سفیر مدینہ روانہ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت معلوم کرنے کے لئے علمائے یہود کے

الحافر يقول أوسع من قبل رجليه أوسع من قبل رأسه فلما رجع استقبله داعي امرأته
فجاء وجيء بالطعام فوضع يده ثم وضع القوم فأكلوا فنظر آباؤنا
رسول الله صلى الله عليه وسلم يلوك لقمة في فمه ثم قال أجد لحم شاة أخذت بغير
إذن أهلها فأرسلت المرأة تقول يا رسول الله إني أرسلت إلى النقيع وهو موضع
يباع فيه الغنم ليشترى لي شاة فلم توجد فأرسلت إلى جار لي قد اشترى شاة أن أرسل بها إلي بثمنها فلم يوجد
فأرسلت إلى امرأته فأرسلت إلي بها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أطعمي هذا الطعام الأسرى (رواه أبو داود)

الرسول الأعظم ﷺ أخبره بإسلام عدي بن حاتم

١٢٩٥ عن عدي بن حاتم قال أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو جالس في المسجد فقال

ہوئے اس حال میں دیکھا کہ آپ قبر کے پاس تھے اور قبر کھودنے والے کو کہہ رہے تھے کہ اس کے پاؤں کی طرف سے زیادہ
کشادہ کرنا اور سر کی طرف سے بھی کشادہ کرنا۔ جب آپ دفن کے بعد واپس ہوئے تو سامنے سے اس مرنے والے کی
بیوی کی طرف سے ایک بلانے والا آیا۔ آپ نے اس کا بلاوا قبول فرما لیا اور اس کے ساتھ روانہ ہو گئے چنانچہ ہم لوگ
بھی آپ کے ساتھ ہو لئے۔ آپ کی خدمت میں کھانا لایا گیا پہلے آپ نے شروع کیا پھر قوم نے اس میں سے
کھایا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایک لقمہ منہ میں لے کر چبا رہے ہیں،
پھر فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس بکری کا گوشت ہے جو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر لی گئی ہے۔
مرنے والے کی بیوی نے کہلا بھیجا یا رسول اللہ! قصہ یہ ہے کہ میں نے بقیع میں جہاں بکریاں فروخت ہوتی ہیں ایک
آدمی بھیجا کہ وہ میرے لئے ایک بکری خرید لائے۔ اس کو بکری نہیں ملی۔ پھر میں نے اپنے ایک پڑوسی
کے پاس بھیجا جس نے ایک بکری خریدی تھی کہ قیمت لے کر وہ بکری مجھے بھیج دے۔ وہ بھی نہ ملا پھر میں نے اس کی
بیوی کے پاس آدمی بھیجا چنانچہ اس کی بیوی نے وہ بکری میرے پاس بھیج دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ
کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ (ابو داؤد)

عدی بن حاتم کے اسلام کی پیش گوئی

۱۲۹۵ عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت

[illegible]

القوم هذا عدي بن حاتم وكنت جئت بغير امان ولا كتاب فلما دفعت اليه اخذ

بيدي انه كان قال اني لارجو ان يجعل الله يده في يدي قال فقام بي فلقيته امرأة

معها صبي فقالا ان لنا اليك حاجة فقام معهما حتى قضى حاجتهما ثم اخذ بيدي حتى

اتى داره فالقت له الوليدة وسادة فجلس عليها وجلست بين يديه فحمد الله واثنى عليه

ثم قال لي يا عدي ما يفرك من الاسلام ان تقول لا اله الا الله فهل تعلم من اله سوى

الله قلت لا ثم تكلم ساعة ثم قال انما تفر ان تقول الله اكبر فهل تعلم شيئا اكبر من

الله قلت لا قال فان اليهود مغضوب عليهم وان النصارى ضلال قلت فاني حنيف مسلم

قال فرأيت وجهه ينبسط فرحا ثم امر بي فانزلت عند رجل من الانصار فجعلت

اغشاه آتيه طرفي النهار

(رواه الترمذي)

مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ لوگوں نے مجھے دیکھ کر کہا یہ عدی بن حاتم ہے۔ میں آپ کی خدمت میں اچانک آ گیا تھا۔
میرے پاس امان نامہ تھا اور نہ کوئی تحریر تھی۔ جب میں آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ مجھے پہلے
خبر مل چکی تھی کہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا۔ انھوں نے کہا پھر آپ
مجھے لے کر کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے کہا اتنے میں ایک عورت بچہ ساتھ لیے ہوئے آئی۔ دونوں نے درخواست کی کہ ہماری
ایک ضرورت ہے۔ آپ یہ سنتے ہی ان کے ساتھ ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کی ضرورت پوری کی اور پھر میرا ہاتھ اپنے
دست مبارک میں لے لیا۔ اور اسی طرح مجھے اپنے گھر میں لائے۔ لونڈی نے فوراً ایک گدا بچھا دیا۔ آپ اس پر بیٹھ گئے
اور میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ اور اس کے بعد مجھ سے فرمایا اے عدی! کونسی
چیز ہے جو تم کو اسلام سے روکتی ہے اور اس بات سے کہ تم کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ
کے سوا بھی کوئی معبود ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر ایک گھنٹہ مجھ سے بات کرتے رہے۔ پھر فرمایا کیا تم اس سے بھاگتے ہو کہ تم
اللہ اکبر کہو کیا تمہارے علم میں اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا یہود پر اللہ کا غضب ہے
اور نصاریٰ گمراہ ہیں۔ میں نے عرض کی تب تو دین حنیف کا مطیع بنتا ہوں۔ عدی کا بیان ہے کہ میں نے
دیکھا کہ آپ کا چہرہ انور خوشی سے کھل گیا ہے۔ پھر میرے بابت حکم فرمایا اور میں ایک انصاری کے یہاں
مہمان بنا دیا گیا۔ پس میں صبح و شام خدمت اقدس میں حاضری دیتا تھا۔ (ترمذی)

الرسول الاعظم واخباره عن قتل امية

۱۶۹۶ ـ عن سعد بن معاذ أنه قال كان صديقا لأمية بن خلف وكان أمية إذا مر بالمدينة نزل على سعد وكان سعد إذا مر بمكة نزل على أمية فلما قدم رسول الله صلى الله ... عليه وسلم المدينة انطلق سعد معتمرا فنزل على أمية بمكة فقال لأمية انظر لي ساعة خلوة لعلي أن أطوف بالبيت فخرج به قريبا من نصف النهار فلقيهما أبو جهل فقال يا أبا صفوان من هذا معك فقال هذا سعد فقال له أبو جهل ألا أراك تطوف بمكة آمنا وقد أويتم الصباة وزعمتم أنكم تنصرونهم وتعينونهم أما والله لولا أنك مع أبي صفوان ما رجعت إلى أهلك سالما فقال له سعد ورفع صوته عليه أما والله لئن منعتني هذا لأمنعنك ما هو أشد عليك منه طريقك على المدينة فقال له أمية لا ترفع صوتك يا سعد على

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق امیہ کا بدر میں قتل کیا جانا

۱۶۹۶ ۔ سعد بن معاذؓ کا بیان ہے کہ وہ امیہ بن خلف کے دوست تھے چنانچہ جب امیہ بن خلف مدینہ منورہ سے گذرتا تھا تو وہ حضرت سعدؓ کے پاس قیام کرتا۔ اور سعدؓ جب مکہ جاتے تو امیہ کے پاس ٹھہرتے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو سعد عمرہ کے لیے مکہ گئے چنانچہ آپ نے امیہ کے پاس قیام کیا۔ امیہ سے آپ نے کہا تم دیکھنا اگر ایک گھنٹہ فراغت ہو جبکہ مجھے مل جائے کہ میں بیت اللہ کا طواف کر لوں، چنانچہ دوپہر کے وقت امیہ حضرت سعدؓ کو لیکر طواف کے لئے چلے، راستہ میں ابوجہل کی ان دونوں سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے پوچھا ابوصفوان! اسکی کیفیت ہے یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ امیہ نے جواب دیا، حضرت سعدؓ ہیں۔ ابوجہل نے حضرت سعدؓ سے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اطمینان کے ساتھ طواف کر رہے ہو حالانکہ تم نے ان بے دینوں سے دوستی کی نیز انہوں کو پناہ دے رکھی ہے اور تمہارا خیال ہے کہ تم ان کی مدد کرو گے اور ان کو قوت بھی پہنچاؤ گے خدا کی قسم اگر تم اس وقت صفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو پھر کبھی سالم زندہ گھر نہیں لوٹ سکتے تھے۔ یہ سن کر حضرت سعدؓ نے ابوجہل کو جواب دیا اور ان کی آواز تیز تھی سنو خدا کی قسم اگر تم مجھے اس طواف سے روکو گے تو میں تم کو ایسی بات سے روک دوں گا جو تم پر اس سے بھی زیادہ شاق گذرے گی یعنی اہل مدینہ کی طرف سے تیرا تجارتی راستہ بند کر دوں گا۔ امیہ نے کہا اے سعد! تم ان سے تیز ہو کر نہ بولو یہ ابوالحکم (کنیت ابوجہل) وادی کے سردار ہیں۔ اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا اے امیہ! تم رہنے دو۔ بخدا قسم میں نے رسول خدا صلی

إلى الحكم سيد أهل الوادي فقال سعد دعنا عنك يا أمية فوالله لقد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إنهم قاتلوك قال بمكة قال لا أدري فقال أمية والله لا أخرج من مكة فلما كان يوم بدر استنفر أبو جهل الناس قال أدركوا عيركم فكره أمية أن يخرج فأتاه أبو جهل فقال يا أبا صفوان إنك متى يراك الناس قد تخلفت وأنت سيد أهل الوادي تخلفوا معك فلم يزل به أبو جهل حتى قال أما إذ غلبتني فوالله لأشترين أجود بعير بمكة ثم قال أمية يا أم صفوان جهزيني فقالت له يا أبا صفوان وقد نسيت ما قال لك أخوك اليثربي قال لا ما أريد أن أجوز معهم إلا قريبا فلما خرج أمية أخذ لا ينزل منزلا إلا عقل بعيره فلم يزل بذلك حتى قتله الله ببدر۔

(رواه البخاري في باب من يقتل ببدر)

الرسول الأعظم ﷺ أخباره أن داؤد عليه السلام يقرأ الزبور في تجويده

۱۴۹۶ — عن أبي هريرة قال قال النبي صلى الله عليه وسلم خفف على داؤد القرآن وكان يأمر

علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ تم کو قتل کر ڈالیں گے۔ امیہ نے پوچھا مکہ میں؟ سعد نے کہا یہ میں نہیں جانتا کہ کہاں۔ امیہ نے کہا خدا کی قسم میں مکہ سے باہر نہیں نکلوں گا۔ چنانچہ جب کچھ دنوں بعد غزوۂ بدر پیش آیا، تو ابو جہل نے لوگوں کو جمع کیا، اور ان سے کہا لوگو! تم اپنے تجارتی قافلہ کی خبر لو جو روک لیا گیا ہے۔ اس موقع سے امیہ نکلنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ابو جہل کو جب اس کا احساس ہوا تو وہ خود ان کے پاس آ کر کہنے لگا اے ابو صفوان! جب لوگ دیکھیں گے کہ تم ہی پیچھے رہ گئے ہو، حالانکہ تم وادی کے سردار ہو تو وہ لوگ بھی پیچھے رہ جائیں گے۔ ابو جہل اسکو برابر سمجھاتا رہا یہاں تک کہ اس نے کہا کہ جب تم مجھے نہیں چھوڑتے، تو میں خدا کی قسم مکہ میں جو سب سے عمدہ اونٹ ہے اس کو خریدتا ہوں۔ پھر امیہ نے اپنی بیوی ام صفوان سے کہا سامان سفر تیار کرو۔ اس کی بیوی نے ابو صفوان کو یاد دلایا کہ تم کیا وہ بات بھول گئے جو تمہارے یثربی دوست نے کہی تھی؟ ابو صفوان نے کہا بھولا نہیں ہوں۔ مگر صرف دو چار دن ان کے ساتھ ہو کر۔ چنانچہ جب امیہ نکلا، تو اس نے اس کا پورا اہتمام کیا کہ جس منزل پر قیام کرتا تھا، اپنا اونٹ اپنے پاس ہی باندھتا تھا تاکہ موقع پر بھاگ سکے، وہ برابر ایسا ہی کرتا رہا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بدر میں ہلاک کر دیا۔ (بخاری)

حضرت داؤد کے متعلق پیغمبر ﷺ کی خبر کہ آپ ذرا سی دیر میں زبور ختم کر لیتے تھے

۱۴۹۶ — حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام

بدوابه فتسرج فيقرأ القرآن قبل ان تسرج دوابه ولا يأكل الا من عمل يديه (رواه البخاري)

الرسول الاعظم ﷺ اخبار ذهاب الحجر بثياب موسى عليه السلام

۱۲۹۸ - عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان موسى كان رجلا حييا ستيرا لا يرى من جلده شيء استحياء منه فآذاه من آذاه من بني اسرائيل فقالوا ما يستتر هذا التستر الا من عيب بجلده اما برص واما ادرة واما آفة وان الله اراد ان يبرئه مما قالوا لموسى فخلا يوما وحده فوضع ثيابه على الحجر ثم اغتسل فلما فرغ اقبل الى ثيابه ليأخذها وان الحجر عدا بثوبه فأخذ موسى عصاه وطلب الحجر فجعل يقول ثوبي حجر ثوبي حجر حتى انتهى الى ملأ من

پر زبور پڑھنا بہت ہلکا کر دیا گیا تھا آپ اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم فرماتے اور اور زبور پڑھنا شروع کر دیتے ابھی سواری پر زین کسا بھی نہیں جاتا کہ آپ زبور پڑھ چکے تھے۔ اور حضرت داؤد صرف اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پتھر پر عصا مارنے کا تذکرہ

۱۲۹۸ ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام بہت شرمیلے اور پردہ والے شخص تھے حیا کا اثر تھا کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کھلا ہوا دیکھا نہیں جا سکتا تھا بنی اسرائیل میں سے جس کو ایذا پہنچانی تھی اس نے آپ کو ایذا پہنچائی اور وہ کہنے لگے کہ آپ اتنا پردہ اس لئے کرتے ہیں کہ ہو نہ ہو آپ کے جسم میں کوئی نہ کوئی عیب ہے، یا برص ہو یا ورم خصیہ یا اسی طرح کی کوئی بیماری۔ اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ آپ کو ان عیوب سے بری کرے جو وہ لگاتے تھے چنانچہ ایک دن آپ نے تنہائی میں اپنے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے پھر غسل کرنے لگے جب غسل سے فارغ ہوئے، کپڑے کی طرف متوجہ ہوئے کہ اس کو لے کر پہنیں، لیکن وہ پتھر کپڑے لیکر بھاگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی اٹھائی اور پتھر سے کپڑے کا مطالبہ کیا، اور کہنے لگے پتھر میرے کپڑے، اے پتھر میرے کپڑے دو، اس کا پیچھا کرتے ہوئے

۱۲۹۷ ۔ قدرت کے جواب دیکھی۔ یہ خاص بات ہے کہ جب کوئی [illegible] [illegible] ہے اور اس میں بھی برکت [illegible] [illegible] [illegible] ہے [illegible] [illegible] ایک کام کرنا [illegible] ہے [illegible] [illegible]

۱۲۹۸ ۔ اللہ تعالیٰ [illegible] خصوصی [illegible] انبیاء کرام کے لئے پتھر بھی [illegible] [illegible] کوئی [illegible] نہیں ہے اور [illegible]

١٧٠٩ - عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قدم من سفر فلما كان قرب المدينة هاجت ريح شديدة تكاد ان تدفن الراكب فزعم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال بعثت هذه الريح لموت منافق فلما قدم المدينة فاذا منافق عظيم من المنافقين قد مات. رواه مسلم

الرسول الاكرم صلعم يخبرنا عن قصة ثلثة رجال من بني اسرائيل

١٧١٠ - عن ابي هريرة انه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول ان ثلاثة من بني اسرائيل ابرص واقرع واعمى فاراد الله ان يبتليهم فبعث اليهم ملكا فاتى الابرص فقال اي شيء احب اليك قال لون حسن وجلد حسن ويذهب عني الذي قد قذرني الناس. قال فمسحه فذهب عنه قذره واعطي لونا حسنا وجلدا حسنا قال فاي المال احب اليك قال الابل او قال البقر شك في ذلك ان الابرص والاقرع قال احدهما الابل وقال الآخر البقر قال فاعطي ناقة

ایک منافق کی موت کی خبر

١٧٠٩ - حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر سے واپس ہو رہے تھے اور مدینہ کے قریب پہنچ چکے تھے کہ اس قدر تیز ہوا چلی کہ معلوم ہوتا تھا کہ سوار کو مٹی میں دفن کر دیگی۔ راوی کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ ایک منافق کی موت کے لئے چلی ہے، چنانچہ جب آپ مدینہ تشریف لے آئے تو معلوم ہوا کہ منافقوں میں سے ایک بڑے منافق کی موت واقع ہوئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی اسرائیل کے تین شخصوں کا تذکرہ فرمانا

١٧١٠ - حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ایک برص والا، ایک گنجا اور ایک اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کرنی چاہی چنانچہ ان کی طرف ایک فرشتہ کو بھیجا وہ پہلے ابرص کے پاس آیا اور پوچھا تم کو کیا چیز سب سے زیادہ پسند ہے، اس نے کہا اچھا رنگ، اور عمدہ کھال، اور جس بدنمائی کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں وہ مجھ سے دور ہو جائے فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا اور اس کی ساری بدنمائی جاتی رہی۔ اور اسے خوبصورت رنگ اور حسین کھال عطا کر دی گئی۔ فرشتے نے پوچھا کونسا مال تم کو زیادہ محبوب ہے، اس نے اونٹ یا گائے بتلائی۔ اسحاق راوی کو اس میں شک ہے کہ ان دونوں میں سے کس کا نام لیا، مگر اتنی بات یقینی ہے کہ برص والے اور گنجے میں

عُشَرَاءَ فَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيهَا قَالَ فَأَتَى الْأَقْرَعَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ شَعَرٌ
حَسَنٌ وَيَذْهَبُ عَنِّي هٰذَا الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَالَ وَأُعْطِيَ
شَعَرًا حَسَنًا قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْبَقَرُ فَأُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلًا قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ
لَكَ فِيهَا قَالَ فَأَتَى الْأَعْمٰى فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ أَنْ يَرُدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِي
فَأُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ
الْغَنَمُ فَأُعْطِيَ شَاةً وَالِدًا فَأُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْإِبِلِ وَلِهٰذَا
وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ
رَجُلٌ مِسْكِينٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ
أَسْأَلُكَ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيرًا أَتَبَلَّغُ بِهِ فِي سَفَرِي
فَقَالَ الْحُقُوقُ كَثِيرَةٌ فَقَالَ إِنَّهُ كَأَنِّي أَعْرِفُكَ أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيرًا

سے ایک نے اونٹ کا نام لیا، اور دوسرے نے گائے کا، چنانچہ اس کو ایک گابھن اونٹنی دیدی گئی جو بچہ دینے والی
ہی تھی، اس کے بعد فرشتہ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت دے، پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس
سے پوچھا تم بتاؤ تمہاری بہترین تمنا کیا ہے، اس نے کہا خوبصورت بال، اور یہ کہ یہ گندہ بیماری دفع ہو جائے جس کی
وجہ سے لوگ مجھ سے بھاگتے ہیں، فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا، اور اس کا سارا گنج جاتا رہا، اور اس کو خوشنما
بال عطا کر دیا گیا، فرشتے نے کہا مال کونسا پسند ہے، اس نے کہا گائے، چنانچہ اس کو حاملہ گائے دیدی گئی
اور دعا دی کہ اللہ تعالیٰ اس میں تجھ کو برکت دے، پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس پہونچا، اور اس سے پوچھا
بتاؤ، تم کو کیا چیز زیادہ پیاری ہے، اس نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں واپس دے دے، اور میں لوگوں
کو دیکھنے لگوں، فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا، اللہ نے اس کی برکت سے اس کی آنکھیں لوٹا دیں، فرشتے نے
کہا مال کونسا پسند ہے، اس نے بکری بتلائی، اس کو ایک بچہ دینے والی تیار بکری دیدی گئی، پھر ان دونوں کے
بعد ان تینوں کے جانوروں نے بچے دیے، اور نتیجہ یہ ہوا کہ ایک کو وادی بھر اونٹ ہو گئے، اور دوسرے کو
وادی بھر گائے ہو گئی، اور تیسرے کو وادی بھر بکریاں، پھر وہ فرشتہ اس کے بعد برص والے کے پاس گیا
اور بالکل پہلی سی صورت اور ہیئت میں، اور اس نے کہا، میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر میں میرے تمام
اسباب و ذرائع ختم ہو چکے ہیں، اب منزل مقصود تک پہونچنے کا ذریعہ سوائے اللہ کے کوئی نہیں، اور تمہارا سہارا
ہے، آپ کے پاس آیا ہوں، اور اس ذات کے واسطہ سے آپ سے ایک اونٹ کی درخواست ہے کہ جس نے
آپ کو خوبصورت رنگ، عمدہ کھال اور دولت عطا کی، تاکہ میں اس کے ذریعہ اپنا سفر طے کر لوں، اس نے کہا

الْعُصْفُورُ فِي الْبَحْرِ عَمَدَ الْخَضِرُ إِلَى لَوْحٍ مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِينَةِ فَنَزَعَهُ فَقَالَ مُوسَى قَوْمٌ
حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا قَالَ أَلَمْ
أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ فَكَانَتِ الْأُولَى
مِنْ مُوسَى نِسْيَانًا فَانْطَلَقَا فَإِذَا غُلَامٌ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ
مِنْ أَعْلَاهُ فَاقْتَلَعَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ فَقَالَ مُوسَى أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ قَالَ أَلَمْ
أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَهَذَا أَوْكَدُ فَانْطَلَقَا حَتَّى

ساتھ ہو۔ اس کے بعد حضرت خضر نے اور کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ پھینکا موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے
یہ شریف لوگ ہیں جنہوں نے اجرت لئے بغیر ہم کو کشتی میں بٹھالیا تھا۔ آپ نے یہ کیا کیا کہ لگے توڑنے ان
کی کشتی کو توڑ ڈالا تاکہ سارے کشتی والوں کو ڈبو دیں۔ انھوں نے کہا میں نے تو پہلے ہی کہا تھا آپ
میرے ساتھ صبر سے ہمراہ نہیں رہ سکتے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں بھول گیا۔ اور آپ بھول بات پر
مجھ سے گرفت نہ فرمائیں۔ یہ پہلی بے صبری موسیٰ علیہ السلام سے از راہ نسیان سرزد ہوئی۔ آگے چل کر
ایک بچہ بچوں میں کھیل رہا تھا۔ خضر علیہ السلام نے اس کا سر پکڑ کر گردن سے اکھاڑ دیا۔ موسیٰ علیہ
السلام نے فرمایا۔ آپ نے یہ کیا کیا ایک معصوم بچہ کو بے گناہ مار ڈالا۔ خضر علیہ السلام نے کہا میں نے تو
آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا آپ میرے ساتھ صبر سے ہمراہ نہیں رہ سکتے۔ ابن عیینہ راوی حدیث کہتے
ہیں یہاں لفظ لَكَ (آپ سے) زیادہ تاکید کے لئے اضافہ فرمایا۔ آگے چلے تو ایک بستی میں گزرے اور ان

یہ خصلت کس درجہ [illegible] ہے کہ اگر وہ خضر سے بچھڑ [illegible] کے نا گوار [illegible] تو یہ بات [illegible] ہے کہ یہ [illegible] علم و اسرار
[illegible] حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش سب سے پہلے ہے مگر عالم کی تکمیل [illegible] اسی ایک لغزش میں پنہاں تھا
پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس مبارک سہو و لغزش [illegible] کس طرح [illegible] منکشف ہوئے [illegible]
سے اسرار و حکمت کے کھول دیا [illegible] کہ اس [illegible] سفر کو (قرآن کریم) [illegible] تفصیل [illegible]
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] حسرت [illegible] موسیٰ کی [illegible] صبر [illegible] ہو جاتا تو [illegible] کھل جاتے۔

اس سرگزشت [illegible] حضرت [illegible] موسیٰ [illegible] خضر علیہ السلام [illegible]
[illegible] ایک [illegible] انسان [illegible]
[illegible] کے ساتھ [illegible] کا مطالعہ [illegible]
اسی طرح قرآن کریم [illegible] فرمایا ہے [illegible]
[illegible] خضر علیہ السلام کو جب واقعات [illegible]
[illegible]
[illegible]

يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوسٰى لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتّٰى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ اَمْرِهِمَا۔ (رواه البخاري)

۱۴۶۰۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَوَّلُ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ اُمِّ اِسْمٰعِيْلَ اِتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لِتُعَفِّيَ اَثَرَهَا عَلٰى سَارَةَ ثُمَّ جَاءَ بِهَا اِبْرَاهِيْمُ وَبِابْنِهَا اِسْمٰعِيْلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتّٰى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِيْ اَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيْهِ مَاءٌ ثُمَّ قَفّٰى اِبْرَاهِيْمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ فَقَالَتْ يَا اِبْرَاهِيْمُ اَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهٰذَا الْوَادِي الَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ اِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ فَقَالَتْ لَهُ ذٰلِكَ مِرَارًا وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ اِلَيْهَا فَقَالَتْ لَهُ آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ اِذَنْ لَا يُضَيِّعُنَا ثُمَّ رَجَعَتْ فَانْطَلَقَ اِبْرَاهِيْمُ حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ حَتّٰى بَلَغَ يَشْكُرُوْنَ وَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ تُرْضِعُ اِسْمٰعِيْلَ وَتَشْرَبُ

موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ہماری تمنا تھی کاش کہ موسیٰ علیہ السلام ذرا صبر کر لیتے تاکہ ان کے پورے واقعات ہم کو معلوم ہو جاتے۔ (بخاری)

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا تذکرہ

۱۴۶۰۔ حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ پہلی چیز جو عورتوں نے منطق کا لیا ہے۔ اور اس کی موجد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ تھیں انہوں نے یہ اس لئے بنایا تھا تاکہ وہ ان کے نشانِ قدم کو مٹاتی لے اور حضرت سارہ کو نشان نہ ملے، پھر حضرت ابراہیم ان کو اور ان کے لڑکے اسمٰعیل علیہ السلام کو جو ابھی دودھ پیتے تھے لائے اور بیت اللہ کے پاس ایک درخت کے نیچے زمزم کے نزدیک مسجد کے بالائی حصہ میں چھوڑ دیا۔ اس وقت مکہ میں نہ کوئی آدمی تھا اور نہ کہیں پانی کا نشان۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے پاس ایک مشک پانی اور ایک تھیلا کھجور رکھ دیا اور پھر پیٹھ پھیر کر روانہ ہو گئے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ماں یہ کہتے ہوئے ان کے پیچھے لگ گئیں کہ اے ابراہیم کہاں جا رہے ہیں اور ہمیں اس وادی میں چھوڑے جا رہے ہیں جہاں نہ کوئی ہمدم ہے اور نہ کوئی چیز ہے وہ بار بار کہہ رہی تھیں مگر وہ ان کی طرف توجہ نہیں کر رہے تھے انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم فرمایا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہاں انہوں نے کہا تو پھر ہم برباد نہ ہونے دیگا۔ اور یہ کہہ کر وہ بچے کی طرف

واقعہ ذکر کے بعض الفاظ کی شرح کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی ہے۔

مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ حَتّٰى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ
يَتَلَوّٰى أَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي
الْأَرْضِ يَلِيهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى أَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ
الصَّفَا حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْإِنْسَانِ الْمَجْهُودِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ ثُمَّ أَتَتِ
الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا فَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى أَحَدًا فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ صَهٍ تُرِيدُ
نَفْسَهَا ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ أَيْضًا فَقَالَتْ قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غِوَاثٌ فَإِذَا هِيَ
بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ حَتّٰى ظَهَرَ الْمَاءُ فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ
وَتَقُولُ بِيَدِهَا هٰكَذَا وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُورُ
بَعْدَ مَا تَغْرِفُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پلٹ گئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے۔ جب وہ گھاٹی سے اتنی دور نکل آئے، جہاں سے وہ سب
ان کو نہ دیکھ سکیں، تو قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی، اے پروردگار! میں نے اپنی کچھ
اولاد لا کر تیرے محترم گھر کے پاس ایسی وادی میں آباد کر دی ہے، جہاں کھیتی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔
یشکرون تک کلمات آپ نے فرمائے۔ اور ام اسمٰعیل بچے کو دودھ پلاتی رہیں اور مشکیزے سے پانی پیتی رہیں
تا آنکہ پانی ختم ہو گیا اور خود وہ اور ان کا بچہ پیاس سے بے چین ہوا۔ وہ دیکھ رہی تھیں کہ بچہ شدت پیاس
سے لوٹ پوٹ کر رہا ہے۔ چنانچہ اس حالت بے تابی میں وہ بچے کے پاس سے چل پڑیں، ان سے بچے کا
حال نہ دیکھا گیا۔ انھوں نے سب سے قریب زمین کے پہاڑوں میں سے صفا کی پہاڑی دیکھی، وہ اس
پر چڑھ کر وادی میں دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی نظر تو نہیں آتا۔ لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ آخر صفا کی پہاڑی سے اتریں
اور جب وادی میں پہنچیں، تو اپنا دامن اٹھا کر ایک پریشان حال انسان کی طرح دوڑ کر پار ہو گئیں
کہ وادی سے آگے بڑھ گئیں اور مروہ کی پہاڑی پر آئیں، اور اس پر کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں کہ کوئی تو
نظر آتا ہے یا نہیں، اسی طرح سات مرتبہ چکر لگایا۔ عبد اللہ بن عباس رض کا بیان ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ اسی کی یاد میں لوگ صفا و مروہ کی سعی کرتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ مروہ پر پہنچیں تو
انھوں نے ایک آواز سنی، انھوں نے اپنے جی سے کہا کہ تو خاموش رہ، پھر کان لگایا تو پھر آواز آئی۔ انھوں
نے کہا کہ تم نے اپنی آواز تو سنا دی، اب اگر تیرے پاس میرے لئے کوئی مدد ہو تو وہ بھی کرو، چنانچہ دفعتاً ان کو
زمزم کے پاس ایک فرشتہ نظر آیا، اس نے اپنی ایڑی زمین پر لگائی یا اپنا بازو لگایا، یہاں تک کہ پانی ابل آیا۔

يرحم الله أم إسماعيل لو تركت زمزم أو قال لو لم تغرف من الماء لكانت زمزم عينا معينا
قال فشربت وأرضعت ولدها فقال لها الملك لا تخافوا الضيعة فإن ههنا بيت الله
يبني هذا الغلام وأبوه وإن الله لا يضيع أهله وكان البيت مرتفعا من الأرض
كالرابية تأتيه السيول فتأخذ عن يمينه وشماله فكانت كذلك حتى مرت بهم رفقة
من جرهم أو أهل بيت من جرهم مقبلين من طريق كداء فنزلوا في أسفل مكة
فرأوا طائرا عائفا فقالوا إن هذا الطائر ليدور على ماء لعهدنا بهذا الوادي
وما فيه ماء فأرسلوا جريا أو جريين فإذا هم بالماء فرجعوا فأخبروهم بالماء فأقبلوا
قال وأم إسماعيل عند الماء فقالوا أتأذنين لنا أن ننزل عندك فقالت نعم ولكن
لا حق لكم في الماء قالوا نعم قال ابن عباس قال النبي صلى الله عليه وسلم

وہ اس کو چاروں کناروں سے گھیرنے لگیں اور پانی چلو میں لے لے کر مشکیزہ بھرنے لگیں۔ مگر پانی اس کے بعد بھی ابل ہی رہا تھا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائیں۔ اگر وہ زمزم کو اسی حال پر چھوڑ دیتیں یا فرمایا کہ چلو سے لے کر مشکیزہ میں نہ ڈالتیں تو زمزم بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ فرمایا کہ انھوں نے خود پانی پیا اور بچہ کو دودھ پلایا۔ فرشتہ نے ان سے کہا کہ ہلاکت کا خطرہ محسوس نہ کرو۔ یہاں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ یہ بچہ اور اس کے والد محترم اس کو بنائیں گے اور اللہ تعالیٰ یہاں والوں کو برباد نہ ہونے دیگا۔ اور بیت اللہ عام زمین سے اونچا ایک ٹیلہ کی صورت میں تھا۔ جب سیلاب آتا۔ اس کے دائیں بائیں سے گذر جاتا۔ چنانچہ وہ اسی طرح پر رہا یہاں تک کہ جرہم کا ایک قبیلہ یا قافلہ یہاں سے گذرا۔ جو کدا کے راستے سے آرہا تھا۔ وہ مکہ کے نشیبی علاقہ میں فروکش ہوا۔ انھوں نے پرندوں کو منڈلاتے ہوئے دیکھا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پرندے پانی پر منڈلا رہے ہیں۔ کیونکہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ہم اس وادی سے گذر چکے ہیں یہاں پانی نہ تھا۔ انھوں نے اپنے ایک یا دو تیز دوڑنے والے آدمیوں کو بھیجا۔ دفعتاً انھوں نے پانی دیکھا پھر انھوں نے پانی کی خبر دی۔ چنانچہ وہ سب ادھر چل پڑے۔ وہاں پہونچے تو دیکھا پانی کے پاس حضرت اسمٰعیل کی ماں بیٹھی ہوئی ہیں۔ انھوں نے ان سے کہا کہ کیا ہمیں اس کی اجازت ہے کہ ہم بھی آپ کے پاس یہاں ٹھیر جائیں۔ انھوں نے کہا اجازت ہے لیکن اس پانی میں آپ لوگوں کا کوئی حق نہ ہوگا۔ انھوں نے کہا ٹھیک ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی کریم نے فرمایا کہ ام اسمٰعیل تو چاہتی ہی تھیں کہ لوگ آ بسیں۔ چنانچہ وہ لوگ بس گئے۔ اپنے لوگوں کے پاس آدمی بھیج کر ان کو بھی بلالیا۔ وہ سب بھی آ گئے حتیٰ کہ یہاں کئی گھر آباد ہو گئے۔ اور حضرت اسمٰعیل بچے تھے

ذلك أم إسماعيل وهي تحب الأنس فنزلوا وأرسلوا إلى أهليهم فنزلوا معهم حتى إذا كان
بها أهل أبيات منهم وشب الغلام وتعلم العربية منهم وأنفسهم وأعجبهم حين
شب فلما أدرك زوجوه امرأة منهم وماتت أم إسماعيل فجاء إبراهيم بعد ما تزوج
إسماعيل يطالع تركته فلم يجد إسماعيل فسأل امرأته عنه فقالت خرج يبتغي لنا ثم
سألها عن عيشهم وهيئتهم فقالت نحن بشر نحن في ضيق وشدة فشكت إليه قال
فإذا جاء زوجك فاقرئي عليه السلام وقولي له يغير عتبة بابه فلما جاء إسماعيل
كأنه آنس شيئا فقال هل جاءكم من أحد قالت نعم جاءنا شيخ كذا وكذا فسألنا
عنك فأخبرته وسألني كيف عيشنا فأخبرته أنا في جهد وشدة قال فهل أوصاك بشيء
قالت نعم أمرني أن أقرأ عليك السلام ويقول غير عتبة بابك قال ذاك أبي
وقد أمرني أن أفارقك الحقي بأهلك فطلقها وتزوج منهم أخرى فلبث

جوان ہوگئے اور ان سے عربی سیکھی۔ وہ سب ان کو بہت عزیز رکھتے تھے جب وہ جوان ہوگئے تو انہوں نے اپنے قبیلہ کی ایک لڑکی سے
ان کی شادی کر دی۔ کچھ دنوں بعد حضرت اسمٰعیل کی والدہ وفات پا گئیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت
ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے کہ جن کو چھوڑ کر گئے۔ ان کا حال معلوم کریں۔ حضرت اسمٰعیل کو موجود نہیں پایا
ان کی بیوی سے ان کے متعلق دریافت کیا کہ کہاں گئے۔ اس نے کہا ہمارے لئے رزق کی تلاش میں گئے ہیں
انہوں نے پوچھا زندگی کیسی گزرتی ہے اور کیا حال ہے۔ اس نے کہا ہم برے حال میں ہیں۔ تنگی میں ہیں، تکلیف
میں ہیں۔ اس نے ان سے معاش کی شکایت کی۔ آپ نے اس سے فرمایا جب تیرا شوہر آئے تو میرا سلام
پہنچانا اور کہنا کہ وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل ڈالیں۔ حضرت اسمٰعیل واپس آئے تو گویا انہوں نے کچھ
محسوس کیا اور پوچھا کیا تمہارے یہاں کوئی آیا تھا۔ اس نے کہا ہاں ایک شیخ تشریف لائے تھے
ان کی یہ ہیئت تھی۔ انہوں نے آپ کے بارے پوچھا میں نے انہیں بتایا۔ پھر گزر بسر کے متعلق سوال کیا
میں نے کہا کہ مشقت اور تکلیف میں ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کچھ کہہ بھی گئے۔ اس نے کہا ہاں فرما گئے کہ
میں آپ کو ان کا سلام پہنچا دوں اور آپ سے فرما گئے کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دیں۔ آپ
نے فرمایا وہ میرے پدر بزرگوار تھے اور وہ حکم فرما گئے کہ میں تم سے جدائی اختیار کرلوں۔ تم اپنے گھر والوں
میں چلی جاؤ چنانچہ اس کو طلاق دے دی۔ اسی قوم میں ان کی دوسری عورت سے شادی کرلی۔ پھر عرصہ تک
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آنا نہ ہوا۔ پھر بعد میں آئے حضرت اسمٰعیل کو نہیں پایا۔ آپ کی بیوی کے پاس
گئے اور آپ کے متعلق دریافت کیا کہ کہاں ہیں۔ اس نے کہا تلاش معاش میں گئے ہیں۔ انہوں نے

عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُ فَقَالَتْ
خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَيْرٍ
وَسَعَةٍ وَأَثْنَتْ عَلَى اللَّهِ قَالَ مَا طَعَامُكُمْ قَالَتِ اللَّحْمُ قَالَ فَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتِ الْمَاءُ قَالَ
اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ
حَبٌّ وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ قَالَ فَهُمَا لَا يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا
لَمْ يُوَافِقَاهُ قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيهِ يُثْبِتُ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا
جَاءَ إِسْمَاعِيلُ قَالَ هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ
فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ قَالَ فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ
قَالَتْ نَعَمْ هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكِ
أَبِي وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِكَ
وَإِسْمَاعِيلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ فَصَنَعَا

سے پوچھا تم لوگ کس طرح رہتے سہتے ہو، اور گذر بسر کا کیا حال ہے، اس نے کہا ہم عافیت میں اور
کشادہ حال ہیں، اس نے خدا کا بڑا شکر ادا کیا، انھوں نے پوچھا تمہارا کھانا کیا ہے، اس نے بتایا
گوشت، پوچھا پینا کیا ہے اس نے کہا پانی، انھوں نے دعا کی اے اللہ! ان کے لئے گوشت اور پانی
میں برکت عطا فرما۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس زمانہ میں ان کے یہاں غلہ کا رواج نہ
تھا، اگر وہ ہوتا تو اس کے لئے بھی دعا فرماتے، اور اسی دعا کی برکت ہے کہ صرف گوشت پانی کی غذا
مکہ کے سوا اور کہیں موافق نہیں آتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے ہوئے حضرت اسمٰعیل علیہ
السلام کی بیوی سے فرمایا کہ جب تیرے شوہر آجائیں تو ان سے میرا سلام کہنا، اور کہنا کہ دروازہ کی چوکھٹ
قائم رکھیں۔ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام واپس آئے، انھوں نے اپنے گھر میں پوچھا کیا تمہارے
پاس کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا ہاں ایک شیخ تشریف لائے تھے جن کی ہیئت بہت عمدہ تھی اور ان کی
تعریف کی، انھوں نے آپ کے بارے میں مجھ سے پوچھا، میں نے ان کو بتایا کہ آپ کہاں گئے پھر انھوں
نے ہمارے گذر بسر کے متعلق سوال کیا، میں نے بتایا کہ بخیر وخوبی سب کچھ چل رہا ہے۔ آپ نے پوچھا کچھ فرما بھی گئے
اس نے کہا ہاں وہ آپ کو سلام کہہ گئے اور حکم دے گئے کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ قائم رکھیں۔ آپ نے
فرمایا وہ میرے والد محترم تھے، اور تو چوکھٹ ہے۔ مجھے حکم دے گئے کہ میں تم کو باقی رکھوں۔ پھر حضرت ابراہیم
بہت دنوں جب تک اللہ نے چاہا نہ آئے۔ اس کے بعد تشریف لائے، اس وقت حضرت اسمٰعیل ؑ اپنے لئے

فصنعا كما يصنع الوالد بالولد والولد بالوالد ثم قال يا إسمعيل إن الله أمرني بأمر قال فاصنع
كما أمرك ربك قال وتعينني قال وأعينك قال فإن الله أمرني أن أبني ههنا بيتا
وأشار إلى أكمة مرتفعة على ما حولها قال فعند ذلك رفعا القواعد من البيت فجعل
إسمعيل يأتي بالحجارة وإبراهيم يبني حتى إذا ارتفع البناء جاء بهذا الحجر فوضعه
له فقام عليه وهو يبني وإسمعيل يناوله الحجارة وهما يقولان ربنا تقبل منا
إنك أنت السميع العليم قال فجعلا يبنيان حتى يدورا حول البيت وهما يقولان
ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم. (رواه البخاري)

ایک درخت کے نیچے تیر سنوار رہے تھے۔ جو زمزم کے قریب تھا جونہی آپ نے دیکھا فوراً لپک کر کھڑے ہو گئے
اور دونوں نے باہم اس تعلق و محبت کا اظہار کیا جو بیٹے باپ کیا کرتے ہیں۔ پھر انھوں نے فرمایا اے
اسمٰعیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے، آپ نے کہا آپ کر گذریئے جیسا آپ کو آپ کے رب
نے فرمایا ہے، انھوں نے فرمایا تم میری اعانت کرو گے؟ آپ نے عرض کیا میں ضرور آپ کی اعانت کروں گا
انھوں نے فرمایا کہ رب العالمین نے مجھے حکم کیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر تعمیر کروں اور اس ابھرے ہوئے ٹیلے کی
طرف اشارہ فرمایا، اس کے بعد دونوں باپ بیٹے نے بیت اللہ کی بنیاد اٹھائی، حضرت اسمٰعیل پتھر اٹھا
اٹھا کر لاتے تھے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو لگاتے جاتے تھے جب دیوار بلند ہو گئی، تو اس مخصوص
پتھر کو لائے اور اس کو رکھ دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو گئے اور بیت اللہ کی تعمیر کرنے لگے
اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پتھر دیتے جاتے تھے اور دونوں فرما رہے تھے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (بخاری شریف)

المہند علی المفند

یعنی

عقائد علماء اہل سنت دیوبند

تالیف

فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس اللہ سرہ العزیز

المتوفی ۱۳۴۶ھ

باضافہ

عقائد اہل السنۃ والجماعۃ

از

حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی مدظلہم

مع

تصدیقات مستند جدیدہ

ادارہ اسلامیات ○ ۱۹۰-انارکلی لاہور

ارشاداتِ حکیم الامتؒ

مسمّیٰ بہ

اصلاح المسلمین

قرآن و سنت کی روشنی میں زندگی کے
تمام شعبوں سے متعلق جامع ہدایات

از افاداتِ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

تالیف: جناب پروفیسر مسعود حسن علوی مرحوم

ترتیب و تدوین
جناب الحاج محمد کلیم صاحب
جناب علی حماد رضا صاحب

زیرِ نگرانی
عارف باللہ حضرت اقدس
ڈاکٹر محمد عبد الحی صاحب
قدس سرہٗ

ناشر ادارۂ اسلامیات انارکلی لاہور

مسائل امامت

(مکمل و مدلل)

امام اور امامت سے متعلق مسائل و احکام کا جامع مجموعہ

حضرت مفتی [illegible] دارالعلوم دیوبند کی تصدیق کے ساتھ

مرتب

مولانا قاری محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند

ناشر

ادارہ اسلامیات

انارکلی ۔ لاہور ۲

فضائلِ اعمالِ صالحہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث پاک کی روشنی میں
نیکی کے وہ کام جو کرنے میں بہت سہل اور جو ثواب میں بہت زیادہ ہیں

○

تصنیف: حافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد بن احمد المقدسی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: مولانا محمد حسان اللہ صاحب [illegible]
نظرثانی: حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی مدظلہم

○

ادارہ اسلامیات
۱۹۰۔ انارکلی لاہور

طرابلس کے نامور محقق عالم علامہ حسین آفندی کی جدید علم کلام پر
مشہور تصنیف الرسالۃ الحمیدیہ کا اردو ترجمہ

سائنس اور اسلام

مترجم مولانا سید محمد اسحٰق علی صاحب مدرس جامع العلوم کانپور
زیر نگرانی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

مع رسالہ **سائنس اور اسلام**

از حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند

ادارہ اسلامیات لاہور